بسم اللہ الرحمن الرحیم
جواہر البحار اردو
فی
فضائل النبی المختار
ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ لاہور

جواہر البحار
اردو

فی

فضائل النبی المختار
جلد سوم

مصنفہ

حضرت علامہ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ احمد دین توگیروی، لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

نام کتاب	جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (جلد سوم)
مصنف	حضرت علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	حضرت علامہ احمد دین توگیروی
سال اشاعت	نومبر 1999ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ فون: 7221953
مطبع	ایل جی پرنٹرز، لاہور
قیمت	-/150 روپے

خصوصی گزارش

کتاب "جواہر البحار جلد سوم" اس ایڈیشن سے قبل مکتبہ حامدیہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور شائع کرتا رہا ہے۔ اب اس کتاب کے مترجم حضرت علامہ احمد دین توگیروی نے ادارہ ضیاء القران پبلی کیشنز، لاہور کو جملہ حقوق برائے اشاعت دائمی منتقل کر دیے ہیں۔ اب کوئی ادارہ یا پبلشر اس کتاب کو چھاپنے کا مجاز نہیں ہے۔

العارض

محمد حفیظ البرکات شاہ

فہرس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام قسطلانی قدس سرہٗ کا کیف آگیں خطبہ

الحمد لله الذی اطلع فی سماء الازل شمس انوار معارف النبوة المحمدیة واشرق من افق اسرار الرسالة مظاهر تجلی الصفات الاحمدیة، احمده وان وضع اساس نبوته علی سوابق ازلیته، ورفع دعائم رسالته علی لواحق ابدیته، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له الفرد المنفرد فی فردانیته بالعظمة والجلال، الواحد المتوحد فی وحدانیته

سبھی خوبیاں اس اللہ جل مجدہٗ کو ہیں جس نے انوارِ علوم نبوتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب کو آسمانِ ازل (قدم) پر ظاہر فرمایا اور جس نے رازہائی رسالت کے افق سے تجلی صفات احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مظاہر کو منور فرمایا۔ میں اس کی حمد اس طور پر کرتا ہوں کہ اس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اساس نبوت اپنے ازلی سوابق پر رکھی ہے اور یہ کہ اس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ستونوں (یعنی معجزات و دلائلِ نبوت) کو اپنے ابدی لواحق پر اٹھایا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا معبود برحق کوئی نہیں جو (اپنی ذات وصفات میں) یکتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں جو اپنی فردانیت میں بوجہ (اپنی عظمت وکبریائی کے فرد منفرد ہے اور جو اپنے کمالِ استغنا کی بنا پر اپنی وحدانیت میں ہر ترکیب سے مستغنی اور تمام موجودات سے مخالف ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے حبیب

Marfat.com

باستحقاق الکمال، و
اشهد ان سیدنا وحبیبنا
محمدا (صلی اللہ علیہ
وسلم) عبدہٗ و
رسولہٗ اشرف
نوع الانسان، و
انسان عیون الاعیان
المستخلص من خالص
خلاصۃ ولد عدنان
الممنوح ببدائع
الآیات، المخصوص
بعموم الرسالۃ و
غرائب المعجزات
السر الجامع الفرقانی،
المخصص بمواہب
القرب من نوع
الانسانی، مورد
الحقائق الازلیۃ
ومصدرہا وجامع
جوامع مفرداتہا
ومنبرہا وخطیبہا اذا
حضر حظائر قدسہا
ومحضرہا بیت المعمور

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ جل
مجدہٗ کے عبد، اور اس کے رسُول ہیں۔ نوع
انسانی میں سب سے برتر ہیں اور جو چشمہائے اعیان
کی پتلی ہیں اور جو بنو عدنان کے چنے ہوئے افراد
سے منتخب ہوئے ہیں جنہیں نادر آیات مرحمت
فرمائے گئے اور جو عموم رسالت، اور غرائب
معجزات سے مخصوص ہیں جو سر فرقانی کے
جامع ہیں اور جو نوع انسانی میں قرب
(الٰہی) کی بخششوں سے مختص ہیں جو ازلی
حقیقتوں کا مورد و مصدر ہیں جن کا
منصب عالی یہ ہے کہ جب وہ حقائق کے
حظائر قدس اور اس کے محل میں فروکش
ہوتے ہیں تو وہاں کل حقائق ان کی ذات
میں مجتمع ہوتے ہیں جو ان حقائق کا منبر ہیں
اور جو ان حقائق کا خطیب ہیں۔ جو اللہ
عزوجل کا وہ بیت معمور ہیں جسے اللہ جل
مجدہٗ نے اپنے آپ کے لیے پسند فرمایا ہے،
اور جن کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حقائق قدس
کا ناظم مقرر فرمایا ہے جو نقطۂ اکوان کی کوشنائی
(سیاہی) کی اصل ہے جو چشمہائے علم و عرفان
کا منبع ہیں جو اپنی عطایا سے مدد و وفا کے دریا
سے اس شاعر کی مدد فرمانے والے ہیں جو
اہل علوم و گروہ اصفیا سے ہے وہ شاعر

الذی اتخذه لنفسه،
وجعله ناظما النفیسه الحقائق
قدسه، مدة مداد نقطة
الاکوان، و منبع
ینابیع الحکم و
العرفان، المفیض
من بحر مدد الوفا،
علی القائل من اهل
المعارف والاصطفا،
(هو سیدی محمد
وفا) حیث خاطب
ذاته الاقدسیة،
بالمنح الانفسیة
فقال (اشعار)
فانت رسول الله اعظم کائن
وانت لکل الخلق
بالحق مرسل
علیك مدار الخلق
اذانت قطبه و
انت مدالحق تعدو
تعدل نوادله
بیت الله دار علومه
وباب علیه منه

سیدی محمد وفا قدس سرہٗ ہیں قدس سرہٗ)
جب اس شاعر نے ان کی ذاتِ اقدس کو بخشش
النفیسہ سے مخاطب کرتے ہوئے یوں عرض کیا
ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ
علیہ وسلم ہونے والی ہر شے سے ہر لحاظ سے
برتر ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت
رسالت مطابق بالواقع تمام مخلوق کے لیے
ہے یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق
کا مرجع آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ تمام
مخلوق کا محور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق کا وہ مینارہ نور ہیں
کہ جس کی وجہ سے سب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی فوقیت ہے اور معاملات مخلوق میں آپ
صلے اللہ علیہ وسلم ہی منصفی فرماتے ہیں۔ یارسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کا قلب منور اللہ جل مجدہٗ کے علوم کا گھر ہے
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر کا دروازہ
اسی گھر سے اللہ جل مجدہٗ کے لیے یوں ہیں کہ
حق جل مجدہٗ اسی دروازہ سے نزولِ اجلال
فرماتا ہے اللہ جل مجدہٗ کے چشمہائے علم
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے جاری
ہیں اسی لیے ہر قبیلہ میں آپ صلے اللہ علیہ
وسلم کے قلب اقدس سے اللہ جل مجدہٗ

للحق يدخل ينابيع
علم الله منه تفجرت
ففي كل حي منه لله
منهل منحت بفيض
الفضل كل مفضل
فكل له فضل به
منك لفضل نظمت
نثار الانبياء
فتاجهم لديك
بانواع الكمال مكل
نبيا مدة الامداد
نقطة خطه ويا ذروة
الاطلاق اذ تيسلسل
محال يحول القلب
عنك اني وحقك
لا اسلو ولا اتحول
عليك صلوة الله منه
تواصلت صلوة
اتصال عنك
لا تنفصل شخصت
ابصار بصائر
مكان سدرة المنتهى
لجلال جماله

کہ علم کا ایک چشمہ جاری ہے۔ ہر صاحبِ فضیلت
آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی فیضِ فضل کا بخشش
یافتہ ہے پس ہر فضیلت یافتہ شخص آپ صلی
اللہ علیہ وسلم سے ہی فضیلت پاتا ہے۔ یا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ہی انبیاء علیہم السلام کی جواہر پراگندہ
کی مانند شرائع کو منظم فرمایا ہے اور ان کی
شریعتوں کا تاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس ہی انواعِ کمال سے مرصع ہوا ہے اے
وہ برتر ذاتِ گرامی، مدتوں کی انتہا جن کے
خط کا ایک نقطہ ہے، اور اے وہ برگزیدہ
ذاتِ اقدس جو تسلسلِ مراتبِ اطلاق کی چوٹی
ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل آپ
صلے اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیر لے، یہ محال ہے
جب کہ میں ایسی حالت میں آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حق کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے نہ ہی تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرار ہوگا اور نہ
ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی
کروں گا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ جل مجدہٗ کی رحمت
کاملہ متواصلہ ہوتی رہے، اور وہ رحمت کاملہ
ایسی متصل ہو جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی
بھی علیحدہ نہ ہو۔ سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے

وحنت ارواح روسآ
الانبيــاء الى مشاهدة
كماله وتلفتت لفتات
انفس الملأ الاعلى
الى نفائس نفحــاتــه،
وتطاولت اعنــاق
العقول الى اعــين
لمحاته ولحظاتــه
فعرج به الى المستوى
الاقــدس، واطلعه
على الســر الانفس
في احاطته الجامعة
وحضرات حظيرة
قدسه الواسعة، فوقفت
اشخــاص الانبيــاء
في حرم الحرمة على
اقدام الخدمــة و
قامت اشباح الملائكة
في معارج الجـلال
وهامت ارواح العشاق
في مقــامات الاشواق،
اشتاق القمر لمشاهدته
فانشق، فشق مــرائر

جمال کی کبریائی سے سدرۃ المنتہیٰ کے باسیوں کی
چشمائے بصیرت کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اکابر
انبیاء علیہم السلام کے تشخصات آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کے مشاہدۂ کمال کے مشتاق ہوئے ، اور
ذواتِ مقربین) آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی لوائح
نفیسہ کی جانب متوجہ ہوئیں۔ اور عقل والوں
کی گردنیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمائے
لامحہ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشہ
ہائے چشم مقدس کی طرف دراز ہوتیں۔ پھر
اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستویٰ
اقدس میں ٹھہرادوں، اور اپنے احاطۂ جامعہ،
اور اپنے قدس کے حظیرۂ واسعہ میں اپنے رُوبرُو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرِّ انفس (یعنی عالم
ارواح) پر مطلع فرمایا، پس انبیاء علیہم السلام
کے اجسام، حرم تعظیم میں خدمت کے قدموں
پر کھڑے ہوگئے، اور جلال کے معارج میں فرشتوں
کے اشخاص، اجلال کے قدموں پر استادہ ہو
گئے اور عشاق کی روحیں، شوق کے مقامات
میں بے اختیار نکل پڑیں۔ (جب) ماہتاب
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کا مشتاق ہوا۔
تو شق ہوگیا، اور دشمنی کرنے والے بدبختوں کے
پتے (بھی) اس نے چیر ڈالے، اور آپ صلے
اللہ علیہ وسلم کی مفارقت میں درخت کے تنا

الاشقياء المشاققين، وحين
لمفارقته الجذع
فتصدع فانصدعت
قلوب الاغبياء المنافقين،
وبرقت من مشكاة
بعثته بوارق طوائع الحقائق
وانقادت لدعوته العامة
خاصة خلاصة الخلائق،
ولم يزل يجاهد في سبيل الله
بصادق عزماته، وينظم
شتات الاسلام بعد
افتراق جهاته حتى
كملت كمالات دينه
وحججه البالغة،
وخُيّر فاختار الرفيق
الاعلى، وآثر الاخرة
على الاولى، فقبله الله تعالى
قائما على قدم السلامة،
الى دار الكمال وفردوس
الكرامة، وبوأه اسنى
مراقي التكريم في
دار المقامة، ومنحه
اعلى مواهب الشرف

نے جب نالہ وگریہ کیا تو (اشتیاقی حزن وملال کی
وجہ سے) پارہ پارہ ہوگیا، اور پھر اس کے ٹکڑے
ہونے سے جاہل منافقوں کے دل بھی پھٹ
گئے، اور حقائق کے لشکروں کی تلواریں آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی قندیل سے چمکنے
لگیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ عامہ
سے مخلوق کے سربرآوردہ لوگوں میں سے خاص
خاص مطیع بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ جل مجدہٗ کے راستہ میں پیہم عزائم کے ساتھ
مسلسل کوشاں رہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
اسلام کے افتراقات کو اس کے پراگندہ جہات کے
بعد منتظم فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کے دین کے کمالات، اور آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کے روشن دلائل مکمل ہوگئے، اور آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی متکاثرہ نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تمام ناخواندہ امت پر پوری ہوگئیں۔ اور جب
آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو موت وحیات کے مابین
(ایک کے اپنانے کا) اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے رفیقِ اعلیٰ کو اختیار فرمایا، اور آخرت
کو دنیا پر ترجیح دی۔ اور پھر اس حال میں کہ آپ
صلے اللہ علیہ وسلم (ظاہراً وباطناً) قدمِ سلامت
پر قائم تھے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کو دار الکمال اور فردوس کرامت کی طرف

في اليوم المشهود، فهو
الشاهد المشهود، المحمود
بالمحامد التي يلهمها
للحامد المحمود، ذو المنزلة
العلية، والدرجة
السنية، في حظائر
القدس الاقدسية،
والمشاهد الانفسية،
واصل الله عليه
افضل الصلوات
وشرائف التسليم
ونوامي البركات،
وعلى آله الاطهار
واصحابه الابرار،
صلوٰة وسلامًا
لا ينقطع عنهما امدالامد
ولا يحصرهما
العدد ابدالابد،

منتقل فرمادیا اور تکریم کے دارالاقامت میں
(تعظیم کے) بلند پایہ زینوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کو ٹھہرایا۔ اور قیامت کے دن شرف کی اعلیٰ
بخششیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں اور
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شاہد و مشہود ہیں۔ اور
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محمود ہیں کہ آپ صلی
اللہ علیہ وسلم ان محامد سے اللہ جل مجدہٗ کی حمد
فرمائیں گے۔ جو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
الہام فرمائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی
حظائر قدس اقدسیہ (جنت) اور عالم ارواح
میں بلند مرتبہ، اور اعلیٰ درجے والے ہیں۔ اللہ
جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ
صلے اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار، اور آپ صلی
اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اخیار پر، افاضل،
صلوات، شرائف تسلیمات اور زوائد برکات
پہنچائے۔ اور وہ صلوٰۃ وسلام ایسے ہوں
جن سے زمانہ انتہا منقطع نہ ہو اور ان کی
کثرت کے باعث ابدالآباد تک اعداد و
شمار ان کا احاطہ نہ کرسکیں۔

امام قسطلانی قدس سرہ کی کتاب "المواہب اللدنیہ" کا خطبہ منیفہ یہاں ختم ہوگیا۔ پھر (اس کے بعد) امام قسطلانی قدس سرہ نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف کی کیفیت بیان فرمائی ہے اور یہ ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو دس مقاصد پر مرتب فرمایا ہے۔

حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اجناس کی جنس عالی ہے

امام قسطلانی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۲۳ھ) کے فرمودہ جواہر سے پہلے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

جان لے! اے عقل سلیم کے مالک، اور اوصافِ کمال وتمیم کے حامل، اللہ جل مجدہٗ مجھے اور تجھے سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے!!

جب اللہ جل اسمہٗ کا ارادہ اپنی مخلوق کی ایجاد سے متعلق ہوا، اور اپنی مخلوق کے رزق کا اندازہ فرمایا تو حضرت احدیت میں انوار صمدیت سے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔ پھر اللہ جل مجدہٗ نے اپنے خطابِ ازلی میں ـــ "جیسا کہ اس کے علم وارادہ میں پہلے سے موجود تھا ـــ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام عوالم علوی اور سفلی کو پیدا فرمایا۔ ازاں بعد اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اطلاع فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اس وقت مژدہ سنایا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہنوز جسم و روح کے مابین تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارواح کے چشمے پھوٹ پڑے۔

پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقربین میں اس وقت ظہور فرمایا جب کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم مکمل ظہور کے منظر میں تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام مقربین کے لیے شیریں چشمہ تھے۔

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم (پیدائش کے تقدم کی وجہ سے) تمام موجودات کی جمیع اجناس کی جنس عالی (جوہر) ہیں۔ اور تمام انسانوں اور تمام کائنات کے لیے والد اکبر ہیں۔

جب کردہ زمانہ جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اسم باطن کے سبب (عالم ملکوت میں تھا اور) اس نہایت کو پہنچ گیا، جہاں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس عالم وجود میں آیا۔ اور اس وجود سے روح اقدس مرتبط ہوئی تو اس زمانہ

کا حکم اسم ظاہر کی طرف منتقل ہو گیا۔ پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم و روح کی مجموعی حالت میں ظہور فرمایا۔

سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اگرچہ متاخر ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و قیمت معروف تھی۔

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سر الٰہی کا خزانہ ہیں۔

اور ہر امر الٰہی کا نفاذ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔

اور ہر خیر آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہی منتقل ہوتی ہے۔

(سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یہ اشعار کہنے والے کی بھلائی ہو۔ یہ اشعار کہنے والے سیدی محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ ہیں" بنہانی ")

الا بابی من کان ملکا و سیدا
وآدم بین الما والطین واقف

ہاں، ہاں سنتے ہو! میرا باپ اس شخص پر فدا ہو جو اس وقت بھی بادشاہی اور سروری میں تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک جسم بے روح تھے۔

فذاک الرسول الابطحی محمد
لہ فی العلی مجد تلید وطارف

اور وہ رسولِ بطحا محمد مصطفےٰ ہیں ان کو رفعتِ شان میں قدیم و جدید بزرگی حاصل ہے۔

اتی بزمان السعد فی آخر المدی
وکان لہ فی کل عصر مواقف
اتی لانکسار الدھر یجبر صدعہ
فاثنت علیہ السن وعوارف

وہ رسولِ بطحا صلے اللہ علیہ وسلم آخیر زمانہ بوقتِ ہمایوں تشریف لائے، جبکہ ہر دور میں ان کے بہت سے احوال تھے۔ وہ رسولِ الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے تشریف لائے تاکہ دینِ الٰہی میں زمانہ کی شکست وریخت کا نقصان پورا فرمائیں جس پر مخلوق کی زبانوں نے، اور شرائع انبیاء علیہم السلام کی بھلائیوں نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ثناخوانی کی۔

اذا رام امرا لا یکون خلافہ
ولیس لذاک الامر فی الکون صارف

اس رسولِ ﷺ نے جس وقت کسی امر کا ارادہ فرما لیا تو اس کا خلاف نہیں ہوا اس لیے کہ عالمِ وجود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کا مانع کوئی نہیں ہے ۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے (مواہب لدنیہ کے) مقصدِ ثانی میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے شریفہ کی شان بیان کرنا ہے ۔

علمائے کرام کی ایک جماعت نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کی تعداد گنوائی ہے ۔ اور انہیں مخصوص عدد تک پہنچایا ہے ۔

ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے حدیث شریف میں مروی "اللہ جل مجدہٗ کے اسمائے حسنیٰ کی موافقت سے ننانوے تک تعداد پہنچائی ہے ۔

قاضی عیاض قدس سرہٗ نے فرمایا اللہ جل مجدہٗ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت عنایت فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے تقریباً تیس ۳۰ اسماء سے موسوم فرمایا ہے ۔

ابن دحیہ قدس سرہٗ نے اپنی کتاب "المستوفی" میں ذکر فرمایا کہ اگر کتبِ متقدمہ ، اور قرآنِ کریم و حدیث شریف کا تتبع کیا جائے تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ تین سَو کی تعداد کو پہنچ جائیں گے ۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا ، میں نے قاضی ابوبکر ابن العربی قدس سرہٗ کی کتاب "احکام القرآن" میں دیکھا ہے کہ بعض صوفیہ کرام نے فرمایا ۔ اللہ جل مجدہٗ کے ایک ہزار نام ہیں اور اسی طرح سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک ہزار نام ہیں ان سے مراد اوصاف ہیں ۔ پس تمام وہ اسماء جو روایت میں آگئے وہ (سب کے سب) اوصافِ مدح ہیں ۔

جب معاملہ یوں ہے تو پھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وصف ایک اسم ہی ہے پھر ان اوصاف کریمہ سے کچھ تو وہ ہیں جو سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں اور کچھ وہ ہیں جو اسم پر غالب ہیں اور کچھ وہ ہیں جو مشترک ہیں اور یہ تمام مشاہدہ سے واضح ہیں جس میں خفا نہیں۔

اور جب ہم سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے ہر ایک وصف کو یک اسم ٹھہرائیں گے تو پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف (اسماء) نہ صرف یہ کہ ابن دحیہ قدس سرہٗ کی ذکر کردہ تعداد کو پہنچ جائیں گے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تعداد کو پہنچ جائیں گے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ وہ اسمائے گرامی جو میں نے اپنے شیخ مکرم حافظ عبدالرحمٰن) سخاوی قدس سرہ کے کلام "القول البدیع" میں، اور قاضی عیاض قدس سرہٗ کی "شفا شریف" میں، اور امام ابن عربی قدس سرہٗ کی "القبس والاحکام" میں اور امام ابن سیدالناس قدس سرہٗ وغیرہ آئمہ (سیر) کی تصانیف میں دیکھے ہیں وہ تعداد میں چار صد سے بھی زیادہ بنتے ہیں۔ پھر میں نے ان کو حروفِ مُعجم پر مرتب فرمایا ہے،

(تبصرہ امام نبہانی قدس سرہٗ) ان اسمائے شریفہ کی اکثریت کو امام قسطلانی قدس سرہٗ کے استاذ محترم حافظ سخاوی قدس سرہٗ نے "القول البدیع" میں جمع فرمایا ہے اور امام قسطلانی قدس سرہٗ نے دوسروں سے جو زیادتی نقل کی ہے وہ بہت کم ہے۔ پھر اس مذکورہ تعداد پر حافظ سیوطی قدس سرہٗ کے تلمیذ حافظ شامی قدس سرہٗ نے اپنے اندازہ میں دُوگنی تعداد بڑھائی ہے۔ امام زرقانی قدس سرہٗ نے "مواہب لدنیہ" کی شرح میں انہی سے اسی طرح نقل فرمایا ہے۔

چنانچہ میں نے ان تمام اسماء کو یکجا کر دیا ہے اور میں نے ان ائمہ کی تعداد سے بھی زیادہ تک تعداد بڑھائی ہے۔ جو کہ آٹھ سو تیس سے کچھ اوپر تک پہنچتی ہے اور پھر میں نے ان اسمائے مبارکہ کو "احسن الوسائل فی نظم اسماء النبی الکامل" صلے اللہ علیہ وسلم" نام کے ایک منظوم رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ ازاں بعد میں نے حروف تہجی کی ترتیب پر

ان اسمار کو علیحدہ ایک مستقل کتاب میں بیان کیا ہے جن کا میں نے "الاسمٰی فیما لسیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم من الاسمار" نام رکھا ہے۔ پھر ان اسمائیں سے جن کی شرح ضروری تھی وہ بھی کر دی ہے۔ علاوہ بریں میں نے ان اسمار شریفہ سے متعلق اہم فوائد بھی ذکر کر دیئے ہیں۔

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے "مواہب لدنیہ" کے تیسرے مقصد میں ان کا یہ قول ہے معلوم رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان رکھنے میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ایک مومن کے لیے اس پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال خلق کی طرح کمال خلقت میں بھی اللہ جل مجدہٗ نے کسی مخلوق کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل پیدا نہیں فرمایا اور نہ فرمائے گا، سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ظاہری بدن مبارک جو مشاہدہ میں آتا ہے، اس کی عظیم خلقت پر بے شمار دلائل ہیں۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس میں جس سر کا تحقق ہے، - آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے اس کا اظہار —— یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کریم کے عظیم اخلاق پر دلیل ہے۔

اللہ جل مجدہٗ کی بھلائی امام بوصیری قدس سرہٗ کے لیے ہے جب کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں فرمایا۔

فھو الذی تم معناہٗ وصورتہٗ	پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ ہیں جن کا ظاہر و باطن مکمل ہے۔
ثم اصطفاہٗ حبیبا باریُ النسم	اور جن کو خالق ارواح نے اپنی محبوبیت کے لیے منتخب کیا۔
	سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

منزہٌ عن شریک فی محاسنہٖ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسمٖ[1]

خوبیوں میں کسی نظیر سے بالاتر ہیں۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ہر
حسن تقسیم ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کو نہیں ملا۔

یعنی حُسن کامل کی حقیقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ظاہری کمالات، اور باطنی ترقیوں میں مکمل نہیں ہے۔ باطنی کمالات کی جامع صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شخصیت ہے اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں کے درمیان تقسیم شدہ نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن کامل نہ ہوتا۔ کیونکہ جب وہ تقسیم ہو گیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کچھ حصہ ملے گا۔ تو اس صورت میں وہ کامل نہ ہوا۔

اور آثارِ صحابۂ کرام میں سے ایک اثر میں مروی ہے کہ:

ان خالد بن الولید خرج
فی سریۃ من السرایا، فنزل
ببعض الاحیاء، فقال لہٗ سید
ذالک الحی، صف لنا محمدا
صلی اللہ علیہ وسلم، فقال
اما انی افصل فلا، فقال
الرجل اجمل، فقال
رضی اللہ عنہ الرسول

جب ایک مرتبہ) حضرت خالد بن
ولید رضی اللہ عنہٗ ایک فوجی دستہ
کے ہمراہ تشریف لے گئے تو آپ
(اور دوسرے لشکری) ایک قبیلہ
کے مہمان بنے، تو آپ رضی اللہ عنہ
سے اس قبیلہ کے سردار نے عرض
کیا، آپ ہمیں سید عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کا کوئی وصف سنائیں۔ تو حضرت

---

[1] درمحاسن ذات والاتش مبرا از نظیر
بارقسمت برنتابد نقد حسن آں نگار

وہم شرکت سے بری ہے جو ہر حُسن نبی
آپ کی خوبی سے حصہ لے یہ کس میں ہے تواں

(مولانا سید محمود علی صاحب)
(نمبر ۲ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علی قدر المرسل ۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا جہاں
ص ۵ ۔ تک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے مفصل اوصاف کا تعلق ہے تو
وہ تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ
قبیلہ کے سردار نے عرض کیا تفصیلاً
نہ سہی تو اجمالاً ہی بیان فرما دیجیے تو
اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ
نے ارشاد فرمایا اچھا تو پھر اتنا سمجھ
لو کہ رسول امرسل کے مرتبہ کے موافق
ہی ہوتا ہے ۔

امام قرطبی قدس سرہٗ (المتوفی ۶۷۱ھ) نے کتاب الصلوٰۃ میں بعض ائمہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔

لم یظهر تمام حسنه صلی اللہ علیہ وسلم لانه لو ظهر لنا تمام حسنه لما اطاقت اعیننا رویته ۔ ھٹ ۔

ہمارے لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن کامل ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر وہ ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی تاب نہ لا سکتیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بیان میں جو تشبیہات وارد ہوتی ہیں

(حاشیہ برا صفحہ گزشتہ)
یعنی حقیقت حسن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصص و اجزا نہیں کیے گئے بلکہ مادہ حُسن، عدم انقسام میں مثل جزء لا یتجزیٰ کے ہے۔ جو عند المتکلمین جوہر فرد سے معبر ہے
(مترجم غفرلہ ولوالدیہ)

وہ صرف بر سبیل تقریب وتمثیل (یعنی لوگوں کے سمجھانے کے لیے حسب عُرف، وعادت شعراء وبلغاء وغیرہ استعمال ہوئی) ہیں۔ ورنہ سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کہیں برتر، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا مجد وشرف گراں بہا ہے۔ (کیونکہ حقیقت میں موجودات میں سے کوئی شے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ خلقیہ وخُلقیہ کے معادل نہیں ہے۔

سراپا مقدس

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ تو بہت دراز، اور نہ ہی بہت مختصر، (بلکہ درمیانہ تھا)۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا۔
سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر خوشبو تھے۔
سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سب لوگوں سے بڑھ کر خوبرو تھا۔

قال ابو هريرة (رضى الله عنه)
مارأيت شيئاً احسن
من رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان الشمس تجرى فى وجهه۔ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبرو کسی چیز کو نہیں دیکھا۔
روئے اقدس اس قدر تاباں تھا کہ گویا آفتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے اقدس میں گردش کر رہا ہے۔

بخاری شریف میں مروی (حدیث شریف) ہے کہ کسی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تلوار کی طرح چمکتا تھا؟ تو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہ، نہ بلکہ ماہتاب کی مانند چمکتا تھا۔
اور مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ آپ سے ایک آدمی نے پوچھا، کیا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا چہرہ انور تلوار کی مانند تھا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہ، بلکہ چمک نورانیت، اور گولائی میں آفتاب و ماہتاب کی مانند تھا۔

اور بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح توصیف فرمائی ہے۔

بان وجهه الشريف مثل القمر و احسن من القمر۔	کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے تاباں چاند کی طرح تھا۔ یا چاند سے بھی بڑھ کر حسین تھا۔
ويتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر	اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور چودہویں شب کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔
وكانه قطعة قمر۔	اور چہرہ اقدس گویا ماہتاب کا ایک ٹکڑا تھا۔

اور جب انتہا صفائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے منور گویا آئینہ تھا۔

اور گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور آفتاب تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیساکہ آفتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے جہاں تاب میں گردش کر رہا ہے۔

اور جب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے ایمان افزا پر نگاہ ڈالے گا تو تجھے یوں محسوس ہوگا گویا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

علاوہ بریں اور بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی طرح کا اظہار خیال فرماتے رہتے تھے۔

اس بارہ میں امام قسطلانی قدس سرہٗ امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وغیرہ، سے تمام صحیح روایات ذکر فرماتی ہیں۔ اور سید عالم کے شمائل شریفہ پر لمبی چوڑی گفتگو فرمائی ہے۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔ جو شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی اس عمدہ تدبیر پر غور کرے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بھٹکے ہوئے وحشی صفت، اجنبی اور نفرت انگیز طبیعت کے مالک، عربوں کے لیے فرمائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سختیوں کو جھیلا، اور ان کی اذیت ناکیوں پر صبر کیا، اور پھر ان سے ایسی حکمت عملی اختیار فرمائی کہ ازاں بعد وہ سبھی کے سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو گئے اور پھر نہ صرف یہ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش ہی بن گئے بلکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں اپنے اہل و عیال اور اپنے آباء و اجداد سے پوری طرح لڑائی بھی مول لے لی، اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آپ پر ترجیح دی اور آپ کی محبت رضا میں اپنے ملک و وطن، اور اپنے احباب تک کو خیر آباد کہہ دیا۔ واضح رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باصلاحیت تدابیر کا وقوع پذیر ہونا سراسر اعجاز ہے کیونکہ حکومت و سیاست کا نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی سابقہ تجربہ تھا، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ لوگوں کی سیرت کا کبھی کسی کتاب میں مطالعہ فرمایا تھا تو اس سے معلوم و محقق ہو جائے گا کہ سب جہاں والوں سے بڑھ کر عقلمند، ذات گرامی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف تمام عقول سے وسیع تر ہے تو پھر یہ امر بھی لا محالہ خود بخود ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ بھی اتنے ہی وسیع تر ہیں کہ جس میں کسی قسم کی تنگی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی وسعت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود حلم و بردباری سے کام لینا، اور ایذا پہنچنے پر صبر و تحمل کو اختیار فرمانا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و تحمل، اور قوت برداشت کا تیرے لئے یہی ایک سبق کافی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے بھڑنے والے کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردست تکالیف پہنچائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کئے گئے، اور غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے تاباں

اتنا مجروح کر دیا کہ خونِ مبارک چہرۂ انور سے ٹپکنے لگا۔ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ بات سخت ناگوار گزری ، اور سبھی دیک زبان بولے ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، کاش ان پر دعائے بد ہی فرما دیتے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انی لم ابعث لعانا ولکنی بعثت داعیا ورحمۃ ، اللّٰھم اغفر لقومی واھد قومی فانھم لا یعلمون

میری بعثت کا مقصد کوئی لعن کرنا ، یا بد دعا دینا نہیں ہے بلکہ میں تو (سراپا رحمت اور داعی الی اللہ) بن کر مبعوث ہوا ہوں (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) الٰہی میری قوم کو ہدایت دے اور میری قوم سے درگذر فرما کیونکہ یہ جاہل ہیں۔

صحت رسالت پر دلائل و براہین

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے (مواہب کے) چوتھے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

معلوم رہے کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل کثیرہ (شاہد) ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے ظہور پر اخبار مشہورہ موجود ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کچھ دلائل وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف اور (اسی طرح) حرب شریف میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بابت ، تورات شریف و انجیل مقدس اور دوسری کتب سماویہ میں پائے جاتے ہیں۔

اور (یونہی) یوم ولادت اور یوم بعثت کے وقت امور عجیبہ وغریبہ (جو سبھی کے سبھی خارق عادات تھے) کا ظاہر ہونا۔

مثلاً آثار کفر کا مٹنا، عربوں کے شیون، اور چہ میگوئیاں، وغیرہ کا واضح ہونا۔
اور اصحابِ فیل، اور ان کا ذلیل و خوار ہونا۔
اور اسی طرح آتش کدہ فارس کا بجھ جانا، ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گر پڑنا۔
دریائے ساوہ کے پانی کا خشک ہو جانا اور موبذان کا خواب دیکھنا۔ (دلائل نبوت سے ہے)

اور (اسی طرح) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کی بابت غائبانہ طور پر نداوں کا سُنا جانا اور پوجے جانے والے بتوں کا سرنگوں ہونا اور ان کا اپنی اپنی جگہ سے بغیر کسی کی مداخلت کے اوندھے منہ گر پڑنا۔

علاوہ بریں، سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی (حقانیت) نبوت کی بابت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایام ولادت، اور دورانِ پرورش، اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر فائز ہونے تک جو جو خوارقِ عادات امور عجیبہ ظہور پذیر ہوئے، وہ سبھی کے سبھی احادیثِ مشہورہ میں منقول و مروی ہیں۔

حالانکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال و دولت (وغیرہ) کا کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا کہ جس کی طمع میں لوگوں کے دل ادھر کو کھچتے چلے جاتے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی

---

[۱] ورأی الموبذان ابلا صعابا تقود خیلا عرابا قد قطعت دجلۃ و انتشرت فی بلادہا۔

موبذان (قوم مجوس کے ایک بڑے عالم) نے خواب دیکھا کہ شتر بے مہار عربی گھوڑوں کو دھکیل رہے ہیں یہاں تک کہ دریائے دجلہ تک پہنچ گئے، اور پھر کئی شہروں میں پھیل گئے۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ لمحدث ابن جوزی قدس سرہٗ) (مترجم غفرلہٗ)

قوت تھی کہ جس کی بدولت لوگوں کو مطیع و منقاد بنایا جا سکتا۔

اور جس دین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمایا، اور جس کی طرف آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت دی، اس کو غالب کرنے کے لیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ (ہی تو کوئی) لاؤ لشکر تھا۔ (اور نہ ہی مال و زر)

بعثت کے وقت عربوں کی حالت

جب کہ دوسروں کی اخلاقی پستی کا یہ عالم تھا کہ) وہ لوگ سب کے سب تعظیم ازلام (یعنی جاہلی زمانہ کی رسوم و عادات) اور تعبد اصنام (بُت پرستی) پر متفق تھے۔

اور جاہلی عصبیت و حمیت جلبیت میں راسخ تھی، اور باہمی عداوت و سرکشی، اور خون ریزی و ڈاکہ میں منہمک تھے، اور امر خیر میں اتفاق ناپید تھا اور اپنے ان گھٹیا افعال میں عاقبت کی طرف نظر ڈالتے ہی تھے۔ نہ تو انہیں کسی عذاب و سزا کا خوف تھا اور نہ ہی کسی ملامت و پشیمانی کا ڈر۔

ایسے حالات میں ایسے لوگوں کے احوال و افعال کی مصلح کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرمائی اور) ان کے دلوں میں باہمی محبت والفت کی لہر دوڑا کر انہیں ایک کلمہ پر اکٹھا فرما دیا۔ یہاں تک کہ ان کی آرا متفق اور ان کے قلوب مجتمع ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر وہی مختلف لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں ایک دل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و حلقہ بگوش بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جاں افزا کی ایک جھلک کے شیدا بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے شہروں اور اپنے وطنوں کو چھوڑ دیا اور اپنی قوم اور قبیلہ سے منہ موڑ لیا اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں اپنے دل و جان اور اپنے مال و منال تک کو قربان کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کے اعزاز میں اپنے آپ کو تلواروں کے مقابل لا کھڑا کیا۔

اور اس پر طرفہ یہ کہ وہ بے سروسامان تھے، (اولاً) نہ ہی تو ان پر مال لٹایا گیا،

اور (ثانیاً) نہ ہی کوئی مال و منال تھا کہ جس کے حصول کے طمع میں انہیں جیند ڈال دیا جاتا۔ اور نہ ہی دنیا میں ایسی کوئی مملکت تھی جس کی بادشاہی و سروری کا انہیں مالک و متصرف بنایا جاتا بلکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں خود تصرف فرماتے کر) غنی کو فقیر بنا دیتے اور شریف کو برابر و متواضع فرما دیتے۔

کیا ایسی جملہ باتیں، (اور ایسے تمام احوال) کسی ایسے شخص میں جمع ہو سکتے ہیں اور اسے ان کا اتفاق پڑ سکتا ہے جو اختیار عقلی اور تدبیر فکری سے ان سب کو انجام دے سکے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جملہ امور کو مسخر و گرویدہ بنا لیا۔ یہ جملہ باتیں وہ ہیں جن میں کوئی عقل مند شک نہیں کر سکتا۔ (اور بیقین کامل یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ) یہ امر الٰہی، وحی غالب، اور فیض سماوی ہے۔ قوت بشری کے ساتھ اتنی رسائی پانا از روئے عادت کے محال ہے پروردگار تبارک و تعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی انسان اس پر قادر نہیں ہے۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ان کی ابتدا قرآن کریم سے کرتے ہوئے فرمایا، ان معجزات میں سے (ایک) قرآن کریم ہے۔ جس کے اعجاز پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحدی فرمائی اور انہیں اس کے معارضہ کی دعوت دی، اور اس کے ہم مثل مقابلہ یا صرف ایک سورت ہی لانے کا چیلنج فرمایا چنانچہ وہ لوگ اس کے معارضہ و مقابلہ میں کچھ پیش کرنے سے عاجز ہو گئے۔

قرآن کریم مردوں کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر معجزہ ہے

قال بعض العلماء ان الذی	بعض علماء کرام نے فرمایا کہ سید عالم
اوردہ علیہ الصلوٰۃ والسلام	صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب پر
علی العرب من الکلام الذی	جو کلام پیش فرمایا اور جس کی مثل

اعجزهم عن الاتیان بمثله، اعجب فی الآیة واوضح فی الدلالة من احیاء الموتی وابراء الاکمه والابرص، لانه صلی اللہ علیه وسلم اتی اہل البلاغة، وارباب الفصاحة، ورؤساء البیان، والمتقدمین فی اللسن بکلام مفهوم المعنی عندهم، فکان عجزهم عنه اعجب من عجز من شاهد المسیح علیه السلام عند احیاء الموتی لانهم لم یکونوا یطمعون فیه ولا فی ابراء الاکمه والابرص ولا یتعاطون علمهم، وقریش کانت تتعاطی الکلام الفصیح، والبلاغة والخطابة، فدل علی ان العجز عنه انما کان لیصیر علما علی رسالته وصحة نبوته، وهذه

وہ لانے سے عاجز ہے۔ وہ کلام دلالت وعلامت میں مردوں کے زندہ کرنے، اور مادر زاد اندھوں، اور کوڑھیوں کے تندرست کر دینے سے بھی بڑھ کر عجیب اور واضح تر ہے۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بلاغت، ارباب فصاحت، اور اقلیم سخن کے مالک، میدان فصاحت وبلاغت کے شہسواروں پر جو کلام پیش فرمایا۔ وہ مطلب ومفہوم، اور لفظ ومعنی کے لحاظ سے ان کا جانا پہچانا تھا (اس کے باوجود وہ اس کی مثل لانے سے مجبور رہے۔) لہٰذا ان کا یہ عجز اس سے کہیں عجیب ہے جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مردے زندہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیونکہ وہ ان باتوں کے خواہشمند نہ تھے (اور نہ دیکھنے والوں کے لیے اس میں کوئی چیلنج تھا۔)

حجة قاطعة، وبرهان واضح۔

اور نہ ہی اس تک پہنچنے کا انہیں کوئی علم تھا جب کہ کلام فصیح، اور خطابت و بلاغت قریش کا اپنا فن تھا۔ اور اس میں وہ غلبہ و مقابلہ کے خواہاں تھے (اور اس ہنر میں وہ "لمن الملک الیوم" کا نقارہ بجا رہے تھے) پس اس میں ان کا عاجز رہ جانا اس لیے تھا تاکہ ان کا یہ عجز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت رسالت و نبوت پر ایک علامت بن جائے (اور ان کا مقابلہ میں نہ آنا) یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت رسالت پر قاطع حجت اور واضح برہان ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق ساری مخلوق سے زیادہ دانا ہیں

قال ابوسلیمان الخطابی قد کان صلی اللہ علیہ وسلم من عقلاء الرجال عند اهل زمانہ بل هو اعقل خلق اللہ علی الاطلاق۔
(صنث)

علامہ امام ابوسلیمان خطابی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے لوگوں میں، سب سے زیادہ دانا تھے یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (قطعی طور پر) علی الاطلاق

اللہ جل مجدہٗ کی ساری مخلوق سے
زیادہ عقل مند تھے۔

وہ لوگ اس کی مثل لا ہی نہ سکتے تھے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل مجدہٗ کی طرف سے خبر دیتے ہوتے حتمی اور قطعی تحدی فرماتے ہوئے فرمایا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ؎ — پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے۔

فلولا علمہ صلی اللہ علیہ وسلم بان ذالک من عند اللہ علام الغیوب وانہ لا یقع فیما اخبر عنہ خلف۔

لہٰذا اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایسا نہ ہوتا بایں طور کہ یہ اللہ جل مجدہٗ دانائے غیوب کی طرف سے ہے، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خبر دینے میں یہ خلاف واقع نہ ہوتا (بلکہ یہ خبر دینا واقعی اور نفس الامری ہوتا۔

ورنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف اسکی نہ ہونے والی شئی میں، قطعی طور پر اس کے ہو جانے کی (خبرو) اجازت نہ دیتی۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ اس میدان میں یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ یہ (نہ صرف) اکمل واحسن ہے۔ (بلکہ) نہایت عجیب تر و واضح ترین ہے کیونکہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے معارضہ میں سامنے آنے سے پہلے ہی ان کے عجز کا اعلان فرما دیا۔ اور (ساتھ ہی ساتھ) بلاغت میں (بھی) ان کے قاصر رہنے کا (حتمی اور آخری) چیلنج برقرار رکھا۔ جبکہ انہیں علی رؤس الاشہاد للکارا مگر ان میں سے

؎ پہلا پ۔ البقرہ۔ آیت ۲۴

ایسا کوئی بھی نہ تھا جو باوجود، وافر دواعی اور باہمی کوشش کے معارضہ کے میدان میں اترا
چنانچہ اللہ تعالےٰ علیم وخبیر نے ان کے عجز کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ	تو فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات
وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ	پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ	کی مانند لے آئیں تو اس کا
بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ	مثل نہ لا سکیں گے۔
لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا [۱]	

چنانچہ (حقانیتِ قرآن کریم کا اعتراف کرنے کی بجائے) ان کی عمدہ ہمتوں اور اچھی وخود دار طبیعتوں نے خون ریزیوں، اور عزتوں کی پائمالی کو ہی پسند کیا۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے اعجاز القرآن کے وجوہ کے متعلق بہت سے فوائد نقل فرماتے ہیں۔ اور اس کے آخر میں فرمایا کہ قرآنِ کریم کی نظم وتالیف، اور اس کے شیریں اسلوب، اور اس کے صحتِ معانی، اور اس میں مذکورہ وہ امثال وعلامات و اشیاء جو کہ یوم آخرت پر دال ہیں۔ اور اس کی ماکان ومایکون سے متعلق خبریں دینا، اور اس میں ذکر کردہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق احکام، اس میں مذکورہ خون ریزیوں سے متعلق امتناعی حکم، اور رشتہ داریاں قائم رکھنے پر توجہ دلانا وغیرہا۔ (بے شمار امور) کی مثل لانے پر نہ ہی تو کوئی شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں قادر ہو سکا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی قادر ہو سکتا ہے۔

اس کی مثل لانے پر کوئی قادر بھی کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس کی مثل لانے سے عرب کے فصحاء وبلغاء (جو کہ فصاحت وبلاغت کی تمام صنعتوں کے حاذق وماہر تھے) اور قریش کے خطباء شعراء وفہماء وغیرہ (جو کہ اہل بیان، ماہرینِ زبان، آئمۂ بلاغت اور شہسوارِ خطابت تھے۔) عاجز وبے بس رہے۔

---

[۱] پ ۱۵ س الاسراء آیت ۸۸۔

حالانکہ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے رسالت و نبوت سے قبل چالیس برس تک نہ ہی تو لکھنا، پڑھنا سیکھا اور نہ ہی حساب دانی کے جھمیلاں میں پڑے اور نہ ہی شعر پڑھنے، اور سحر سیکھنے کا مشغلہ اپنایا، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خبر کو محفوظ رکھتے تھے اور نہ ہی کوئی اثر روایت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی منزل اور کتاب مفصل سے سرفراز فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی طرف دعوت دی اور اس کے ذریعہ ان پر حجت قائم فرمائی۔

اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1]	ترجمہ: تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا، نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا، تو میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں، تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی کتاب میں اس کی شہادت دی۔ چنانچہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ [2]	ترجمہ: اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے، اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے، یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

دسطور بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے اعظم و اجل معجزہ قرآن کریم ہے، رہے قرآن کریم کے علاوہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] پ ۱۱ س یونس آیت ۱۶۔ [2] پ ۲۱ س عنکبوت آیت ۴۸۔

کے معجزات جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چشمہ کا جاری ہونا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے (تھوڑے) کھانے کا زیادہ ہو جانا، چاند کا شق ہونا، جمادات کا بولنا (وغیرہ)" تو ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو تحدی سے ظہور پذیر ہوئے یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے معارضہ طلب کرنے پر واقع میں آئے۔ اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بلا تحدی دال ہے۔ مگر (ثانی الذکر) معجزات کی یہ تمام قسمیں بھی (اسی طرح) مفید قطعیت ہیں۔ اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر خوارقِ عادات کثیر باتوں کا ظہور ہوا ہے (اور وہ اسی طرح) مشہور و معروف و یقینی ہیں) جس طرح کہ شجاعت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سخاوت حاتم (طائی) مشہور و قطعی امر ہے۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہ نے فرمایا۔ جب تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ساطعہ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل قاہرہ اور کرامات ظاہرہ میں غور و خوض کرے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات (کائنات کی ہر ایک شئ پر حاوی ہیں چنانچہ وہ) علوی ہو یا سفلی، صامت ہو یا ناطق، متحرک ہو یا ساکن، مائع ہو یا جامد، سابق ہو یا لاحق، موجود ہو یا غیر موجود، ظاہر ہو یا باطن، جلد ہو یا بدیر سب کو شامل ہیں۔ علاوہ بریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اگر حساب کئے جائیں تو ریت کے ذروں سے بھی بڑھ جائیں۔

اور (اسی طرح) آسمانی باتوں کے چرانے سے شیاطین کا رک جانا۔

پتھر و درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا۔ نیز شجر و حجر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت کے ساتھ مخاطب کرنا۔

تنے کا گریہ کرنا، اقتابے، پیالے اور پیالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے پانی کا پھوٹ پڑنا۔

چاند کا شق ہونا، نابینائی کے بعد بینائی کا بحال کر دینا، شتر ناشاد کا فریادی

ہونا، اگرگ دختر مادہ کا بولنا۔

اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ) کی پیشانی تک مسلسل و متوارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور چمکتے رہنا۔

اور ان کے علاوہ وہ معجزات جن سے کتب متداولہ پُر ہیں، اور جو ناقلین کی روایت میں آ چکے اگر ہم انہیں گننے لگ بیٹھیں تو ان کی گنتی میں عمریں بیت سکتی ہیں اور اگر سب اگلے پچھلے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب اکٹھے کرنے شروع کر دیں تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کمالات کے شمار سے عاجز رہ جائیں جو اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمائے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر اوصاف و کمالات کے ساحل تک پہنچ جانے والا بھی چند مفاخر کا ہی احاطہ کر سکے گا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک محب کا یہ کہنا بہت درست ہے۔

وَعَلٰی تَفَنُّنِ وَاصِفِیْہِ بِوَصْفِہٖ — اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف کے متعدد مختلف
یَفْنَی الزَّمَانُ وَفِیْہِ مَا لَمْ یُوْصَفٖ — طرز اور بے شمار خوبیاں بیان کرنے والے پر زمانہ ختم ہو جائے گا لیکن حضور پُرنور میں ایسی صفات رہیں گی جو ابھی تک بیان نہ ہوں۔

اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں یوں کہنا بالکل بجا ہے۔

فَمَا بَلَغَتْ کَفُّ امْرِئٍ مُتَنَاوِلٍ — حضور پُرنور کی بزرگی و عظمت کو کسی شخص نے نہیں پایا اگر کسی
مِنَ الْمَجْدِ اِلَّا وَالَّذِیْ نَالَ اَطْوَلُ — نے اس کی جھلک بھی پائی ہے تو یہ اس سے بڑھ کر اور عظیم تر ہیں
وَلَا بَلَغَ الْمُھْدُوْنَ فِی الْقَوْلِ مِدْحَۃً — بے حد مدح سرا شعرا اور لوگ حضور پُرنور کی کما حقہ مدح
وَلَوْ صَدَقُوْا اِلَّا الَّذِیْ فِیْہِ اَفْضَلُ — نہ کر سکے اگرچہ انہوں نے انتہائی صدق و دیانت سے کام لیا آپ کے فضائل و مناقب اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔

امام العارفین سیدی محمد وفا قدس سرہٗ کے اس ارشادِ گرامی پر ان کے لیے خیر کثیر ہے۔

"فَمَا شِئْتَ قُلْ فِیْہِ فَاَنْتَ مُصَدَّقٌ" تم جو چاہو حضور پُرنور کی صفت و نعت میں کہو کیونکہ تم سچے ہو
"فَالْحُبُّ یَقْضِیْ وَالْمَحَاسِنُ تَشْھَدُ" سچ کہو گے کیونکہ محبت کا تقاضا اور محاسن اس کے شاہد ہیں۔

اور امام ادیب شرف الدین بوصیری قدس سرہٗ نے تونہایت ہی بدیع اور عمدہ تخیل پیش فرماتا ہے۔ جب کہ امام موصوف نے فرمایا۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمْ	وہ بات چھوڑ دو جو عیسائی اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دعویدار ہیں (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں شان الوہیت ماننا) اور اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت جو چاہو فیصلہ کرو اور جو چاہو حکم لگاؤ۔
وَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ	سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر عالی کی جانب جو شرف و عظمت چاہو منسوب کرو۔
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ	کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کی ایسی کوئی حد ہے ہی نہیں کہ جس کو کوئی فصیح البیان (شخص) ظاہر کر سکے۔

(مطالب اشعار کا خلاصہ) مقصد یہ کہ سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ تعریف کرنے والے جس قدر بھی چاہیں تعریف کریں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر محدود فضل و شرف تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو خواب میں دیکھا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ جناب! آپ نے سیّد عالم

صلے اللہ علیہ وسلم کی (بطریقِ نظم) تعریف و توصیف کیوں نہ فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

أَرَى كُلَّ مَدْحٍ فِي النَّبِيِّ مُقَصِّرًا ۔ وَإِنْ بَالَغَ الْمُثْنِي عَلَيْهِ وَأَكْثَرَا ۔ إِذَا اللّٰهُ أَثْنَى بِالَّذِي هُوَ أَهْلُهُ ۔ عَلَيْهِ فَمَا مِقْدَارُ بِالْمَدْحِ الْوَرَى ؟

میرے نزدیک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف جس قدر بھی کی جائے وہ کم اور معمولی ہے خواہ واصف اور مدح کرنے والے انتہائی مبالغہ اور بکثرت مدح کرے جب اللہ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح مدح فرمائی کہ جس کے آپ اہل تھے تو کتنا اور مخلوق کی کیا طاقت اور قدر کہ وہ حضور پرنور کی مدح و توصیف کریں۔

شیخ الاسلام بدرالدین زرکشی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شعرائے متقدمین، جیسے ابو تمام و بحتری اور ابن رومی وغیرہا میں سے کسی نے بھی سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف میں خیال آفرینی کی کوشش نہیں کی۔ اس لیے کہ ان شعراء کے نزدیک سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی توصیف و تحمید ان کے مقصود سے کہیں زیادہ پیچیدہ و مشکل ہے۔ کیونکہ (مدح پر محمول ہونے والے) معانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ علیا سے کہیں فروتر ہیں اور جملہ) اوصاف (جہاں تک تصور میں آ سکتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف سے کمتر ہیں۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تمام مبالغے کم ہی ہیں اسی لیے ایک بلیغ شخص پر میدانِ نظم تنگ ہو جاتا ہے۔

اور یہ امر پایۂ تحقیق تک پہنچا ہوا ہے کہ اگر کسی شخصیت کے بارہ میں تمام مبالغہ آمیز تعریفیں اختیار کر لی جائیں تو پھر بھی وہ سب کی سب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں صادق ہی آئیں گی۔ حتی کہ سبھی شعراء سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پر ہی اعتماد کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداح کو ہی اپنے مقصود کا موضوع بناتے ہیں۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات پر کلام فرمایا ہے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

نیز امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے کتاب کے اسی چوتھے مقصد میں ان کا یہ فرمان ہے۔

معلوم رہے کہ اللہ جل مجدہٗ میرے اور تیرے قلب و جگر کو مقدس و منور فرماتے، اللہ تعالیٰ و تقدس نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند ایسی اشیاء سے مخصوص فرمایا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی بھی نبی علیہ السلام کو نہ مل سکیں اور جو کوئی شی کسی نبی محترم کی خصوصیت قرار پائی تو (اس کا ظہور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور طریقہ سے ہوا یعنی) اس شی کی مانند سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دی گئی (جیسے احیاءِ موتیٰ و تسخیر کائنات وغیرہ۔

(انھی خصائص میں سے یہ ہے کہ) سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات دیئے گئے۔

اور (انھی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ) سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی پیغمبر تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز جسم و روح کے مابین تھے۔

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت فقط ان کے زمانۂ رسالت و نبوت تک ہی محدود رہی۔ اور جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرتبہ و مقام عطا کیا گیا۔ تو اسی سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کامل، اور ہر انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے فیض یافتہ ہے۔

اللہ جل مجدہٗ امام ادیب شرف الدین بوصیری قدس سرہٗ کے درجات بلند فرمائے انھوں نے کیا ہی عمدہ فرمایا ہے۔

وکل آیٍ اتی الرسل الکرام	تمام معجزے جو اولوالعزم پیغمبر لائے
بہا فانما اتصلت من نورہٖ	وہ ان کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم
بھم۔	ہی کے نور سے حاصل ہوتے۔
فانہٗ شمس فضل ھم کواکبہا	کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم

يظهرن انوارها للناس في الظلم ۔	بزرگی کے خورشید تاباں ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام اس آفتاب جہاں تاب سے نور لینے والے سیارے ہیں۔ جو لوگوں کو اپنی تابانیاں تاریکی میں دکھاتے ہیں ۔

انبیاء سابقین کے روپوش ہونے کی وجہ

(تشریح) علامہ ابن مرزوق قدس سرہٗ نے فرمایا: کہ (مذکورۃ الصدر اشعار کا) مطلب یہ ہے کہ پیغمبران کرام علیہم السلام میں سے جس کسی کو بھی کوئی معجزہ ملا تو وہ انہیں سید عالمیان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہی حاصل ہوا۔ امام ادیب بوصیری قدس سرہ کا یہ مصرعہ کتنا ہی عمدہ ہے۔ "فانما اتصلت من نوره بهم" (جس کا مطلب یہ ہے) کہ جب سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نور ازلی کا فیضان ہوا تو وہ اس وقت سے مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلا کم و کاست ساتھ رہا (اور اس سے کوئی شے گھٹی نہیں)، یہی وجہ ہے کہ سب پیغمبروں کے معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نور کا پرتو تھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضل و شرف کا آفتاب ہیں۔ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اس آفتاب نبوت کے جگمگاتے ستارے ہیں۔ یعنی ظلمتوں میں لوگوں کو اپنی تابانیاں دکھانے والے یہ درخشندہ ستارے اسی آفتاب کے انوار کا مظہر ہیں۔

اور یہ امر بھی واضح ہے کہ بالذات ستارے روشن نہیں ہوتے بلکہ روشنی دینے میں یہ آفتاب کے محتاج ہوتے ہیں اور آفتاب کے چھپنے کے بعد اسی کے نور کے مظہر ہوتے

آفتابِ فضل و عظمت آپ ہیں سارے وہ سب
نور سیاروں کا تاریکی میں ہوتا ہے عیاں

ہیں ۔

پس (اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود گرامی کے ظہور سے پیشتر سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وشرف کے ہی مظہر تھے ۔یعنی سب انبیاء کرام علیہم السلام ستارہائے درخشاں کی مانند سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور انور سے منور ہو کر عالم ظہور میں جگمگاتے رہے ۔اوران حضرات سے جتنے بھی انوار و (برکات)ظہور پذیر ہوتے رہے تو وہ سب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نور کا فیضان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع مدد کا ثمرہ تھے (اسی لیے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آفتاب نے طلوع اجلال فرمایا تو وہ حضرات روپوش ومخفی ہو گئے ، اور علماء و اولیاء جو اس آفتاب نبوت کے ذرے ہیں" چمک اٹھے ،کیونکہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں اور ذرے چمک اٹھتے ہیں) اور (اس پر طرفہ یہ کہ) اس فیضان کے دینے میں کسی شئی کی کمی بھی واقع نہیں ہوتی ۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیضان کا ظہور سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام میں اس وقت ہوا جب کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل مجدہٗ نے اپنا خلیفہ منتخب فرمایا اور آپ علیہ السلام کو جمیع اسماء کا علم عطا فرمایا ، اور آپ علیہ السلام کا یہ وصف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف "جامع کلمات" کا مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے وہ تمام اسماء ان فرشتوں پر ظاہر فرما دیئے جو یہ کہتے تھے ۔

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ ؕ[1]	کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلاتے گا اور خون ریزی کرے گا ۔

پھر مسلسل زمین میں خلفاء آتے رہے ۔یہاں تک کہ سلسلہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کی صورت میں موجود ہوا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت کا اظہار ہو پھر

---

[1] پ۱ س بقرہ آیت ۳۰ ۔

جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب کی طرح بروز ہوا تو ہر ایک کا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور میں چھپ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے تحت گم ہو گئے اور سب کی رسالتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صُلبِ نبوت میں شامل ہو گئیں اور سبھی کی نبوتوں کے پرچم رسالت کے تحت ہیں۔

فلم یعط احد منھم کرامة او فضیلة الا وقد اعطی صلی اللہ علیہ وسلم مثلھا۔ (ص۱)

انبیاء علیہم السلام میں سے جس کسی کو بھی کوئی فضیلت یا کرامت دی گئی تو اس کی مثل (بلکہ اس سے دگنی) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا فرمائی گئی۔

فضائلِ مشترکہ

حضرت آدم علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت آدم علیہ السلام کو یہ کرامت دی گئی کہ اللہ جل مجدہٗ نے انہیں اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا۔

لیکن ہمارے حضور اکرم سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال عطا کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح صدور فرمایا اور اللہ جل مجدہٗ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدور کا متولی بنا، اور صدر انور میں ایمان و حکمت کو پیدا فرمایا اور یہی خلق نبوی ہے۔

اور اس طرح اللہ جل مجدہٗ حضرت آدم علیہ السلام کے خلق وجودی کا، اور ہمارے رسول محتشم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق نبوی کا متولی ہوا۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہر نورانی تھا، اور اسی مقصود کی تخلیق کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت

سے سرفراز فرمایا گیا۔

تو حضور اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (گویا) مقصودِ تخلیق ہیں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام وسیلۂ تخلیق، اور یہ بات واضح ہے کہ مقصود وسیلہ سے پہلے ہوتا ہے۔

امام فخرالدین رازی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں روایت فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا سجود ملائک ہونا بدیں وجہ سے تھا کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تاباں تھا۔

خیر کثیر ہے یہ فرمانے والے کے لیے۔

"تجلیتَ جلَّ اللہُ فِی وجہ آدم — اللہ بزرگ و برتر ہے آپ نے آدم کے چہرۂ انور میں تجلی فرمائی اور جب فرشتوں فصلی لہٗ الا ملاکُ حین توسلوا" نے وسیلہ پکڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔

امام خاکہانی قدس سرہٗ سے حکایت کرتے ہوئے ابو عثمان الواعظ قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ انہوں نے کہا میں نے امام سہل بن محمد قدس سرہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اس عظمت و شرافت سے سرفراز فرمایا جو "انّ اللہ وملائکتہٗ یصلون علی النبی الآیہ" میں مذکور ہے، وہ اس عظمت سے کہیں بڑھ کر جامع و تام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائکہ ہونے میں ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل نہ تھا) یہ جائز نہیں کہ اللہ جل مجدہٗ بھی سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل ہو۔ لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ہمراہ ہے۔ لہٰذا ایسی شرافت و عظمت جو اللہ تعالے اور فرشتوں اور مسلمانوں کے اشتراک سے صادر ہو وہ اس شرافت سے کہیں بڑھ کر بلیغ ہے، جس کے ساتھ صرف فرشتگاں مختص ہیں[1]

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے کچھ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات و

---

[1] لا محالہ یہ عظمت و فضیلت اور رفعت و کمال اتم، اجمع، اکمل و اعلیٰ و اشرف ہے۔
(مترجم غفرلہٗ)

فضائل ذکر فرمائے ہیں اور پھران میں سے ہر ایک کے مقابل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات وفضائل ذکر فرماتے ہیں جو یا تو ان کے مماثل ہیں یا ان سے بڑھ کر ہیں۔ لیکن میں نے وہ فضائل اس کتاب میں اس سے پہلے حافظ ابو نعیم قدس سرہٗ کے فرمودات میں ذکر کر دیئے ہیں (جو کہ "جواہر البحار" حصہ اول میں ہیں) اس لیے اب اس جگہ میں نے ان کا ذکر کرنا "مواہب" سے ضروری نہیں سمجھا۔

فضائل وکرامات

امام قسطلانی قدس سرہٗ کے فرمودہ جواہر سے "مواہب لدنیہ" کے چوتھے مقصد میں ان کا وہ فرمان ہے جو انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص فضائل وکرامات کا ذکر فرمایا ہے۔

(چنانچہ امام قسطلانی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا کہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تخلیق کے لحاظ سے اولین پیغمبر ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز مابین روح وجسد تھے۔ اسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ اول ہیں کہ جنہوں نے "روز الست" میں عہد وپیمان باندھا اور اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے سب سے پہلے "الست بربکم" کے جواب میں "بلیٰ" (ہاں) فرمایا۔ (یعنی اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمانے والے ہیں) اسے امام "ابوسہل القطان" قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور جمیع عالم کی اکثر کا مقصود اصلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وجود اقدس ہے۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

جیسا کہ علامہ ابن عساکر قدس سرہٗ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہٗ سے

روایت کیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اللہ جل مجدہٗ نے عرش معلی اور ہر ایک آسمان پر ایک جنت اور ہر ایک جنتی شے پر مکتوب فرمایا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مابعد تک تمام پیغمبروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرنے کا عہد لیا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ[1]

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں۔ پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک جتنے بھی پیغمبر مبعوث فرمائے تو ان میں سے ہر ایک سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت یہ عہد لیا کہ اگر اس کی زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو وہ ان کی نصرت و اعانت کے ساتھ ساتھ ان پر ایمان بھی لائیں۔ پھر ہر ایک رسول (اپنے اپنے وقت میں) اپنی قوم سے بھی یہ عہد لیتا تھا۔ کہ جب بھی نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید کریں۔

---

[1] پ۳ س آل عمران آیت ۸۰۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ گذشتہ تمام (آسمانی) کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بشارتیں واقع ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف میں (از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) تا حضرت آدم علیہ السلام کبھی بھی کوئی خلافِ حیا شئے واقع نہیں ہوئی۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت تمام بت سرنگوں ہو گئے[1] اسے امام خرائطی نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ختنہ شدہ، ناف بریدہ، اور غیر آلودہ، پاک و صاف تولد ہوئے۔ اسے امام طبرانی، امام ابن سعد قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا بایں طور کہ انگشتِ شہادت اٹھی ہوئی تھی، اور نظر مبارک بسوئے آسمان بلند تھی۔ اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ بوقت ولادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ایسا نور ملاحظہ فرمایا جس سے شام کے تمام محلات روشن ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ماؤں نے بھی اسی طرح کے انوار ملاحظہ فرمائے۔ اسے امام الائمہ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

ابن سبع قدس سرہٗ نے خصائص میں ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گہوارے کو فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

---

[1] فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

ابن طغرل بیگ نے "نطق المفہوم" وغیرہ میں روایت کیا کہ مہد میں چاند آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جدھر اشارہ فرماتے چاند اُدھر ہی جھک جاتا تھا۔[1]

ابن سبع اور علامہ واقدی نے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گہوارے میں کلام فرمایا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دھوپ میں بادل سایہ فگن رہا کرتے تھے۔ اسے امام ابونعیم اور امام بیہقی قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی درخت کی جانب متابعت فرماتے تو اس کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھک جاتا تھا اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

امام مسلم قدس سرہٗ وغیرہ (محدثین) نے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر شریف کا شق ہونا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر عضو مبارک کو قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى[2] — دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

نیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں بھی قلب منور کا ذکر ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ — اسے روح الامین لے کر اترا تمہارے دل پر۔

---

[1] مجدد مائتین اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے اس روایت کی کیا ہی نفیس ترجمانی فرمائی ہے۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

[2] پ ۲۷ س نجم آیت ۱۰۔

عَلٰی قَلْبِکَ [1]۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کا ذکر ان آیتوں میں ہے ۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی [2]۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے ۔

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ [3]۔ تو ہم نے اسی قرآن کو تمہاری زبان آسان کیا ۔

چشم اقدس کا بیان اس ارشادِ گرامی میں ہے ۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [4] آنکھ کسی طرف نہ پھری اور نہ حد سے بڑھی ۔

چہرۂ انور کا ذکر اس آیت میں ہے ۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَاءِ [5] ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا ۔

دستِ اقدس اور گردن مبارک کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے ۔

وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ [6] اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو ۔

پشت اقدس اور صدر منور کا ذکر اس آیت میں ہے ۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ [7] کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا، اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی ۔

---

[1] پ ۱۹ س شعرا آیت ۱۹۴

[2] پ۲۷ س نجم آیت ۳ ۔

[3] پ۲۵ س دخان آیت ۵۸ ۔

[4] پ۲۷ س نجم آیت ۱۸

[5] پ۲ س بقرہ آیت ۱۴۴

[6] پ۱۵ س بنی اسرائیل آیت ۲۹ ۔

[7] پ۳۰ س انشراح آیت ۱، ۲، ۳

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم "محمود" سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم مشتق فرمایا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری قدس سرہ نے اپنی "تاریخ صغیر" میں علی ابن زید سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا "ابو طالب" اکثر یوں کہا کرتے تھے۔

وشق له من اسمه ليجله	عزت افزائی کے طور اللہ تعالیٰ نے آپ
فذ والعرش محمود	صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اپنے نام
وهذا محمد صلی اللہ	نامی سے نکالا ہے۔ عرش والا تو
علیہ وسلم"	"محمود" ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
	"محمد" ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: مشہور یہ ہے کہ یہ شعر حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "احمد" صلے اللہ علیہ وسلم بھی خصائص سے ہے اور اس نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی بھی موسوم نہ تھا۔

انہی خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب باشی تو بن کھائے پئے فرماتے مگر صبح کو سیر ہوتے ہوئے تشریف فرما ہوتے۔ (وجہ یہ ہے کہ) اللہ جل مجدہٗ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتی کھانا، پینا، کھلاتا، پلاتا تھا۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ اسے امام بیہقی قدس سرہ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک کھاری پانی کو شیریں بناتا اور شیر خوار بچے کو دودھ سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ اسے امام ابو نعیم قدس سرہ اور امام بیہقی قدس سرہ نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی پتھر پر چلتے تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک (کے نشان) پتھر میں نقش ہو جاتے تھے۔

اور انہی خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک اتنی دور تک سنائی دیتی تھی جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں تو سوتی تھیں مگر قلبِ اطہر بیدار رہتا تھا۔ اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی جمائی نہیں لی (اور نہ ہی کبھی انگڑائی لی) اسے امام ابن ابی شیبہ قدس سرہٗ اور دوسروں نے روایت کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ خصوصیت سب انبیاء کرام علیہم السلام میں مشترک ہے۔

بروایت امام طبرانی قدس سرہٗ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی احتلام نہ ہوا اور نہ ہی کسی اور پیغمبر علیہ السلام کو۔

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک مشک (و عنبر) سے زیادہ خوشبودار تھا۔

امام بیہقی قدس سرہٗ نے روایت کیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب دراز قامت لوگوں کے درمیان چلتے (یا بیٹھتے) تو ان سب سے دراز تر معلوم ہوتے تھے۔

ولم یقع لہٗ ظل علی الارض ولم یُری لہٗ ظل فی شمس ولا فی قمر۔ (ص ۱۲)	اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور نہ ہی کبھی دھوپ اور چاندنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دیکھا گیا۔

امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے نقل فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر کبھی بھی مکھی نہ بیٹھتی تھی[1]

---

[1] مکھی جب کپڑوں پر نہیں بیٹھ سکتی تھی تو لامحالہ جسم اقدس پر بھی نہ بیٹھتی ہوگی۔ (مترجم غفرلہٗ)

حجازی، ابن سبع، دبیقی، وغیرہ قدست اسرارہم نے نقل کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ مچھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک نہ چوس سکتا تھا۔ اور نہ ہی جوں (کھٹمل، پسو وغیرہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند پہنچاتے تھے۔

برکات ولادت وبعثت

سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت کہانت کا منقطع ہونا، اور شیاطین کا (چوری چھپے) خبریں سننے سے (باز رہنا اور) آسمانوں کا محفوظ ہو جانا، اور شیاطین کا شہاب ثاقب سے مرجوم ہونا، بھی انہی خصائص میں سے ہے (جیسا کہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شیاطین آسمانوں سے محجوب نہ تھے (یعنی ان کی آمد ورفت جاری رہتی تھی) اور وہ آسمانوں میں گھس جاتے تھے، اور وہاں سے خبریں لے کر کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے۔ (اور پھر کاہن ان میں اپنی طرف سے جھوٹ وافتراء ملا کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے) پھر جب حضرت عیسے علیہ السلام پیدا ہوئے تو (آپ کی ولادت کی برکت سے) شیاطین کو تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ لیکن سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی برکت سے انہیں سبھی آسمانوں سے روک دیا گیا جب بھی کوئی شیطان آسمانی باتیں چرانے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب سے اسے مارا جاتا ہے۔ یعنی آگ کی چنگاریوں سے، اور وہ شہاب کبھی ضائع نہیں جاتا۔

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شب اسریٰ میں زین ولگام سے (مرصع) براق لایا گیا۔ جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام براق کی برہنہ پشت پر ہی سوار ہوئے ہیں۔

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ راتوں رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک لے جایا گیا، اور وہاں سے مقام اعلیٰ تک عروج دیا گیا۔ اور (وہاں) اللہ جل مجدہ کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائی گئیں، اور معراج میں چشم اقدس کو ماسوا سے محفوظ رکھا گیا۔ حتیٰ کہ آنکھ مبارک نہ جھپکی اور نہ بے راہ ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب انبیائے کرام علیہم السلام کو حاضر کیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اور

فرشتگان کی امامت فرمائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ کا معائنہ کرایا گیا یہ تمام روایات امام بیہقی قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہیں۔

کلام و رؤیت کی خصوصیت انھیں خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچشم سر اللہ جل مجدہٗ کا دیدار کیا اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کلام و رؤیت دونوں کو جمع فرمایا اور ہمکلامی بھی مقام رفیع و اعلیٰ میں ہوئی جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف ایک پہاڑ (یعنی طور) پر حاصل ہوا۔

معیت ملائکہ کی خصوصیت اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس جگہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیر فرماتے تو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ نیز (یہ خصوصیت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ) فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوۂ بدر و حنین میں قتال بھی کیا ہے۔

وجوب صلوٰۃ وسلام کی خصوصیت اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ ہم پر سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا واجب ہے جیساکہ آیت ان اللہ وملائکتہٗ اس کی شاہد ہے جب کہ یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ پہلی اُمتوں پر بھی یہ لازم تھا کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب عزیز دی گئی حالانکہ (یہ امر مسلم ہے کہ) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ نہ تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ پڑھا لکھا اور نہ ہی آپ کسی مدرسہ میں گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کی خصوصیات اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کو تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ بے شمار زندیقوں، ملحدوں اور معطلہ نے خاص کر قرامطیوں نے اس سلسلہ میں تبدیلی و تغیر کی (سر توڑ) کوشش کی مگر اس کتاب کے نور میں سے کسی نقطے کے مٹانے میں کامیاب نہ ہوسکے اور نہ ہی اس کے احکام میں سے کسی کلمہ میں تغیر پیدا کرسکے،

اور نہ ہی اس کے حروف میں سے کسی حروف کے بارہ میں مسلمانوں کے اندر اشتباہ پیدا کر سکے جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا :-

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ [1]	باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

(نیز) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب (عزیز) ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے جن پر تمام آسمانی کتابیں تھیں، اور یہ گزرے ہوئے زمانوں کی خبروں، گذشتہ مٹی ہوئی امتوں کی حالتوں، اور ان احکام و شرائع کی جامع ہے جن کا آج کل نام و نشان تک نہیں اور اہلِ کتاب کے علماء میں سے صرف چند ایک ہی ایسے ہیں جنہوں نے پڑھنے پڑھانے میں ساری عمریں ختم کر کے ان کا تھوڑا بہت حال معلوم کیا ہو۔ (ورنہ اہل کتاب کی اکثریت، علوم الٰہیہ، اور شرائع سابقہ سے نابلد تھی) اور اللہ تعالیٰ نے اس کے سمجھنے والے کے لیے بھی اس کو قریب الفہم بنا دیا ہے۔ (بشرطیکہ عربی سمجھنے کی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ رکھتا ہو) جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے ۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ [2]	اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے ۔

یعنی قرآنِ کریم حفظ کے لحاظ سے آسان کیا گیا ہے) جب کہ دوسری امتوں میں سے کوئی ایک بھی اپنی کتاب کو حفظ نہ کر سکا چہ جائیکہ ایک جم غفیر یاد کرے۔ برسہا برس گزر نے کے باوجود آج بھی قرآنِ کریم بچوں (جوانوں، بوڑھوں) تک کو اس قدر آسان ہے کہ تھوڑی سی مدت میں حفظ کر لیتے ہیں ۔

نیز ہماری آسانی اور سہولت کے لیے اور ہماری شرافت و شفقت کی خاطر اور ہماری عزت افزائی کے لیے اسے "سات حروف" پر نازل کیا گیا ۔

---

[1] پ۲۴ س حم سجدہ آیت ۴۲ — [2] پ۲۷ س قمر آیت ۱۷

(۳ے اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے اور یہ تا ابد رہے گا۔
اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کی حفاظت و نگہداشت
کی ذمہ داری خود اللہ جل مجدہٗ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝[1]

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن
اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان
ہیں۔

مطلب یہ کہ تحریف یا کمی بیشی سے اس کی محافظت فرمائی گئی ہے۔
قرآنِ کریم کی صفت میں اس کی نظیر اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشادِ گرامی ہے۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۝[2]

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے
آگے سے نہ اس کے پیچھے سے (یعنی کسی
طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس
تک راہ نہیں پا سکتا، اور تغیر و تبدیلی
کمی و زیادتی سے محفوظ ہے، شیطان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ سے)

فقیر مترجم غفرلہٗ نے حضرت عارف باللہ تعالیٰ سیدی ابو البرکات سید احمد قادری قدس سرہٗ
کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابنِ ہشام نامی ایک بزرگ "شام" میں ہو گذرے ہیں "جنہوں
نے صرف تین دن" کے اندر قرآنِ کریم حفظ کیا ہے۔
نیز مجدد وقت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
صرف "ایک ماہ" کے اندر قرآنِ کریم حفظ فرمایا ہے۔
نیز فقیر مترجم غفرلہٗ نے بتائید ایزدی صرف چھ ماہ ستائیس دن میں قرآنِ عزیز
حفظ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

[1] پ ۱۴ س حجر آیت ۹ [2] پ ۲۴ س حم سجدہ آیت ۴۲۔

اس میں تصرف کی قدرت نہیں رکھتا)

اور حق جل مجدہٗ کا یہ ارشاد گرامی ۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا [۱]

"اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔"

محافظت قرآن کی کیفیت قرآن کریم کی محافظت کی کیفیت میں محققین کا اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قرآن کریم کی محافظت کے لیے اسے انسان کے کلام سے بالکل مبائن و معجز بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ اس میں کمی بیشی سے عاجز رہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ذرہ برابر بھی اس میں زیادتی یا کمی کرتا ہے تو قرآن کریم کا نظم اور اسلوب فوراً بدل جاتا ہے۔ جس سے ہر ایک سمجھ دار پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کلمہ قرآن کریم کا نہیں ہے۔

اور بعض فرماتے ہیں کہ لوگ قرآن کریم سے کسی قسم کا فتور پیدا کرنے، اور اس کے ابطال سے عاجز ہیں بلکہ اختتام دنیا تک لوگوں میں ایک جماعت ہمیشہ اس کی تدریس و حفاظت پر کمربستہ رہے گی [۲]

اور بعض فرماتے ہیں (اس کا حفظ کرنا بھی اسباب حفاظت میں سے ہے) کہ اگر کوئی اس کے کسی حرف اور نقطہ میں بھی تبدیلی کرتا ہے تو اہل دنیا فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ یہ غلط ہے حتیٰ کہ اگر کوئی بارعب بزرگ بھی ایک حرف یا ایک نقطہ تک میں تبدیلی و کمی بیشی کر دے تو بچے تک اس کی غلطی کو پکڑ لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں اے شیخ تو نے غلط کہا ہے اور صحیح اس طرح ہے (اسی لیے) اس کی مثل دوسری کتابوں میں ایسی کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ایسی سابقہ کوئی کتاب ہے ہی نہیں کہ جس میں تصحیف و تحریف و تغیر موجود نہ ہو (تو غلطی کا پکڑنا کیا) جبکہ قرآن حمید کو اللہ تعالیٰ نے ان آفات سے محفوظ فرما دیا ہے۔ باوجودیکہ

---

[۱] پ ۵ س نساء آیت ۸۲

[۲] جیسے علماء و مشائخ اہل سنت کی جماعت کثیرہ۔

یہودیوں، عیسائیوں، اور دیگر دینوں نے اس کے ابطال وفتور میں کوشش بسیار وسعی بلیغ کی ہے۔ اور اب جب کہ ۹۰۵ھ سال گزر چکے ہیں یعنی "مؤلف مواہب" امام قسطلانی قدس سرہٗ کے وقت تک اور اب جب کہ ۱۳۲۵ھ سال گزر چکے ہیں[1]، مگر قرآن کریم الحمد للہ حفظ وحفاظت میں (دن بدن) ترقی وزیادتی پر ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت الکرسی سورۂ فاتحہ، سبع طوال، اور مفصل سورتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ روایت موجود ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں جو عرش کے خزانوں میں سے (ایک خزانہ) ہیں۔ ان کے ساتھ میں ہی مخصوص ہوں کسی اور پیغمبر کو اس کی مثل نہیں دی گئیں اور مجھے "تورات" کے قائم مقام "سبع مثانی" اور "انجیل" کے قائم مقام دو سو آیتوں والی سورتیں، اور "حوامیم" "زبور" کے قائم مقام دی گئیں۔ اور مفصل سورتوں کے ساتھ مجھے برتری دی گئی۔ اسے امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے دلائل میں ذکر کیا ہے۔

اور "ام القرآن" یعنی سورۂ فاتحہ یعنی سبع مثانی ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (تمام) خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔

بعض (ائمہ) نے فرمایا کہ خزائن سے مراد اجناس عالم ہیں۔ (کہ تمام رزق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقتدار کے سپرد فرمایا اور ظاہر و باطن کی تربیت و قوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائی) جس طرح غیب کی کنجیاں علم الٰہی کے دستِ قدرت میں ہیں کہ

---

[1] یعنی مؤلف "جواہر البحار"، امام نبہانی قدس سرہٗ کے وقت تک، اور اب ۱۴۱۲ھ سال ہو رہے ہیں مگر قرآن کریم کی آن وشان میں روز افزوں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

(مترجم غفرلہ)

ذاتی علم غیب اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی طرح ان کے رزق وقسمت کے خزانے حضور سید کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں عطا فرماتے ۔اس لیے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قانون یہ بنا دیا ہے ۔کہ جسے جو بھی ملے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی ملے گا جن کے دستِ اقدس میں اجناسِ عالم کے خزائن ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات دیئے گئے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سب لوگوں کو شامل ہے پس جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنے گا تو اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا واجب ہوگا ۔یہی وجہ ہے کہ جب اجنہ نے قرآنِ کریم تلاوت ہوتے ہوتے سنا تو فوراً بول اٹھے ۔

یَا قَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ الآیہ ۔[1] — اے ہماری قوم اللہ کی منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ ۔

معلوم ہوا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت جن وانس سب کے لیے عام ہے ۔(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول الثقلین ہیں) اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رحمت" کہ جس کے ساتھ آپ صلے اللہ علیہ وسلم سارے عالم کی طرف بھیجے گئے ہیں" بھی عام ہے۔ اس لیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے کوئی حصہ نہ پائے تو وہ اس کا اپنا قصور ہوگا اور یہ قابل کی جہتِ قابلیت پر محمول ہے جس طرح آفتاب کی روشنی، کہ ان کی کرنیں زمین پر ہی پڑتی ہیں ؟ مگر، اب جو آدمی آفتاب کی روشنی سے کسی کھوہ یا کسی سایۂ دیوار میں چھپ جائے تو دیر امر اسی پر محمول کیا جائے گا کہ) اس شخص نے اپنے پر خورشید جہاں تاب کی کرنوں کو قبول نہیں کیا ۔اور اس کے نور سے اعراض کیا ہے ۔لہٰذا اس کے اس طرزِ عمل سے آفتاب پر کوئی اعتراض لازم نہیں آئے گا۔

---

[1] پ۲۶ س احقاف آیت ۳۱

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ماہ کی مسافت میں رعب (دبدبہ و خوف و ہیبت) سے مدد فرمائی گئی۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ مہینہ نام ہے حرکتِ قمر کی اس مقدار کا جو فلکِ محیط کے درجات کو شامل ہو۔ جب کہ سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کے دلوں میں آپنے عموم رعب کی وجہ سے "قطعِ مسافت کے اعتبار سے قطع منازلِ قمر سے بڑھ کر کہیں تیز رفتار ہیں۔

انما جعلت الغاية شهر الانه لم يكن بين بلده عليه الصلوٰة والسلام وبين احد من اعدائه اكثر من شهر۔ ص۱۲۱	ایک ماہ کی مسافت تک مدد کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مقدس اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء کے شہروں کی مسافت ایک ماہ سے زیادہ نہ تھی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غنائم کو حلال فرمایا گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے بھی غنائم حلال نہ تھیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے تمام روئے زمین سجدہ گاہ اور ذریعہ طہارت (اس سے تیمم مراد ہے) بنا دی گئی۔ یعنی ہر جگہ نماز ادا کرنا درست ہے اور کسی خاص جگہ کو سجدہ کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا۔

اور حضرت عمرو ابن شعیب قدس سرہٗ کی روایت کے یہ الفاظ زائد ہیں۔

وكان من قبلي انما كانوا يصلون في كنائسهم۔	اور مجھ سے پہلے لوگ اپنے کلیساؤں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

دائمی معجزہ

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک دائمی معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا۔ جب کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے وقتی تھے۔ (جو ان کی حیاتِ دنیوی تک رہے) اور پھر ختم ہو گئے۔ اب ان کے معجزات صرف روایات میں باقی رہ گئے ہیں۔ (وہ بھی اگر قرآن کریم تصدیق نہ کرتا تو اخبار و سیر میں بھی ان کا وجود ناپید ہوتا) جب کہ قرآن کریم ایک ایسا (سراپا) معجزہ ہے کہ جس کی

حجت قاہرہ اور معارضہ ممتنعہ ہمیشہ تک ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے بڑھ کر تھے۔ قاضی عیاض مالکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا اکثر ہونا (اظہر و اشہر ہے اور اس پر دلیل) یہ قرآن کریم ہے جو سراسر معجزہ ہے اور اس میں کم از کم جو اعجاز ہے وہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کوثر ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ ہے یا اس کی مقدار کوئی اور آیت (اب جائے غور ہے کہ قرآن کریم میں چھوٹی سے چھوٹی آیت سورۃ کوثر ہے) جس میں دس سے کچھ اوپر کلمات ہیں اور قرآن کریم میں ستتر ہزار سے کچھ اوپر کلمے ہیں پس اگر سورۃ کوثر کی مقدار کلمات قرآن کریم کے اجزا بنائے جائیں تو قریباً سات ہزار ہوں گے جن میں سے ہر ایک جزء فی نفسہٖ معجزہ ہوگا پھر اگر اس کی بلاغت اور اس کا اسلوب (اخبار غیب وغیرہا) وجوہِ اعجاز پر غور کیا جائے تو سات ہزار کی تضعیف ہو جائے گی تو پھر حساب کر لیا جائے کہ ایک قرآنِ کریم میں کتنے معجزے ہوں گے۔ لہٰذا براہین و اعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ (اور نہ ہی ان کے افراد کا احاطہ انسانی طاقت سے ہو سکتا ہے)

اور انہی خصائص میں سے، چاند کا پھٹنا، پتھروں کا سلام کرنا، اور ستنے کا فراق میں گریہ کرنا ہے۔ جیسا کہ ابنِ عبدالسلام قدس سرہٗ وغیرہ نے ذکر فرمایا۔

اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹنا بھی خصائص سے ہے اور اس کی مثل اور انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثبوت نہیں ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں و رسولوں علیہم السلام کے خاتم ہیں۔ (یعنی آخری ہیں) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت دائمی ہے جو قیامت تک رہے گی اور دوسرے سارے نبیوں کی شرائع کی ناسخ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتوں سے زیادہ ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے تو ان سب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہوتی۔

جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرسل ہونا بالاتفاق خصائص سے ہے۔
دو قولوں میں سے ایک کی بنا پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔
اور امام سبکی قدس سرہٗ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (اور وجہ ترجیح میں یہ آیت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ	بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے
عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ	پر قرآن نازل فرمایا تاکہ اہلِ عالم کو
لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا [۱]	ہدایت کرے۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہاں "عبد" سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، اور ماسوی اللہ عالم ہے جو تمام مکلفین کو شامل ہے لہٰذا اس میں جن وانس اور فرشتے بھی داخل ہیں۔ (اس لیے آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول الثقلین کے علاوہ رسول الملائکۃ بھی ہیں۔)
اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے مخاطب فرمایا ہے (مثلاً) یاآدم، یانوح، یاابراھیم، یاداؤد، یازکریا، یایحییٰ، یاعیسےٰ (علیہم السلام وغیرہا) مگر سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو (کنایہ سے خطاب فرمایا) اس طرح خطاب نہ فرمایا (بلکہ یوں خطاب فرمایا ہے) یاایہاالرسول، یاایہاالنبی، یاایہاالمزمل، یاایہاالمدثر، صلی اللہ علیہ وسلم۔
اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر پکارنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیساکہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ	مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ	نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے
بَعْضًا [۲]	کو بلاتے ہو۔

---

[۱] پ ۱۸ سورۃ الفرقان آیت ۱ [۲] پ ۱۸ سورۃ نور آیت ۶۳۔

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نام لے (مثلاً یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مت بلاؤ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو مکانوں کے پیچھے بلند آواز سے پکارتے ہو۔

ولکن قولوا یارسول، یانبی اللہ، مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت۔(ص۱۵)

بلکہ (آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی صفتی نام سے پکارو اور یوں) کہو "یارسول اللہ" یانبی اللہ"، ویا حبیب اللہ" وغیرہ) صلے اللہ علیہ وسلم (نہایت) ادب وانکسار اور نیچی آواز سے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آواز سے گفتگو کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔[۱]

اے اہل ایمان! اپنی آواز پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جب اللہ جل مجدہٗ کا یہ ارشاد " لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ " نازل ہوا تو حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہٗ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قدر آہستہ کلام فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح کوئی اپنے محرم راز سے سرگوشی کر رہا ہو۔

اور مروی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس قدر آہستہ

---

[۱] پ ۲۶، س حجرات، آیت ۲،

کلام عرض کیا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ دریافت کرنا پڑتا تھا۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرۂ مبارکہ کے باہر سے آواز دینا بھی حرام تھا۔

جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ [1]

جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

کیونکہ عقلاً حُسنِ ادب اور مراعاتِ حشمت کا مقتضا یہی ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کے حبیب ہیں اور محبت و خلت (اور کلام و رویت) کے جامع ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی و رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور شہر کی قسم فرماتی ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی تمام اقسام کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔

ہبوط اسرافیل علیہ السلام

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچے آئے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بھی پیغمبر کے پاس نہ آئے تھے۔

امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے پاس آسمان سے وہ فرشتہ آیا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے پاس نہ آیا تھا اور نہ میرے بعد آئندہ کسی کے پاس آئے گا۔ اور وہ فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پروردگار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فرستادہ

---

[1] پ ۲۶، س حجرات آیت ۴۔

ہوں۔ اس نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ (میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے یہ بتا دوں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ساتھ عبدیت اپنائیں یا نبوت کے ساتھ بادشاہت پسند کریں۔ پھر میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف (بطور مشورہ لینے کے) دیکھا تو انہوں نے مجھے متواضع رہنے کا اشارہ کیا۔ پس اگر میں کہہ دیتا کہ میں نبی و بادشاہ بن کر رہنا چاہتا ہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ہمراہ چلا کرتے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن تمام اولادِ آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ (جیساکہ) امام مسلم قدس سرہٗ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ "انا سید ولد آدم یوم القیامۃ" "میں قیامت کے دن اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا" کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اور امام ترمذی قدس سرہٗ نے بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا کہ فرمایا۔

انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر، وبیدی لواء الحمد ولا فخر۔	میں قیامت کے روز اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا، اور یہ فخر نہیں ہے اور میرے ہاتھ میں حمد کا پرچم ہوگا اور یہ فخر نہیں۔

اور یہ اس لیے فرمایا تاکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو سیادت و فضیلت کرامۃً حاصل ہے، اللہ تعالیٰ اس نعمت کو بیان فرما دے، (نیز اس میں) اُمت

---

۱ یہاں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اتنا اور تحریر فرمایا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک یا دو بار ہی نہیں آتے بلکہ وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے ہمیشہ حاضر باشیوں میں سے تھے۔ (مدارج شریف)

(مترجم غفرلہٗ)

کے لیے بھی اطلاع ہے کروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب و مرتبہ پر ایمان رکھے ۔ اسی لیے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ولا فخر" یعنی میری یہ خصلت اپنی حاصل کردہ نہیں ہے بلکہ یہ فضل و کرامت اللہ جل مجدہٗ کی جانب سے ہے میں اسے از خود نہ پاؤں گا ، اور نہ ہی ایسی قوت از خود مجھے حاصل ہو گی کہ جس پر میں فخر کر سکوں ۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل تمام اولین و آخرین کے ذنوب کو بخشا ۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے (دنیا میں) آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو آمرزش کی خبر دے دی جب کہ دوسرے انبیا رعلیہم السلام میں سے کسی اور کے لیے اس قسم کی بشارت منقول نہیں ہے ۔ اس پر دلیل ، ان حضرات کا محشر میں نفسی نفسی کہنا ہے ۔

علامہ ابن کثیر نے "سورۂ فتح" کی اس آیت "ماتقدم من ذنبک وما تاخر" کی تفسیر میں فرمایا ۔ اس وصف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کوئی دوسرا شریک نہیں ہے (یعنی اس وصف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی منفرد ہے)

امام ابو یعلیٰ ، امام طبرانی ، امام بیہقی قدست اسرارہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ۔

بے شک اللہ جل مجدہٗ نے سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر برتری عطا فرمائی ہے ۔ (حاضرین جن سے آپ رضی اللہ عنہٗ ہمکلام تھے ۔) بولے ! آسمان والوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری کیا ہے ؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (وہ یوں کہ) آسمان والوں کے لیے اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا ہے :

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ [1]	ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے ۔

---

[1] پ ۱۷ سورۃ انبیاء آیت ۲۹

جب کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمایا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا	بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما
لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ	دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے
مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ؎۱	اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے برأت کا اعلان فرما دیا۔

(حاضرین پھر) بولے! انبیا کرام علیہم السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوقیت کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ انبیاءِ کرام کے بارے فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ؎۲	اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

(یعنی ان کی رسالت عالمگیر نہ تھی، بلکہ مخصوص قوم اور مخصوص بستی کی طرف ہوا کرتی تھی)

اور سیدِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ؎۳	اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

(جس میں واضح فرما دیا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت و بعثت عالمگیر ہے)

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل مجدہٗ کے نزدیک اکرم الخلق (علی الاطلاق) ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں اور مقرب فرشتوں (اور کل ملائک) سے افضل ہیں۔

؎۱ پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱ ؎۲ پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۱۱، ؎۳ پ ۲۲، سورۃ سبا آیت ۲۸،

امام مسلم قدس سرہٗ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرین (یعنی ہمزاد) کا اسلام لے آنا بھی انہی خصائص میں سے ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (بر تقدیر تسلیم وقوع) خطا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اسے ابن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ماوردی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا کہ (امور اجتہادی میں) نسیان بھی جائز نہیں "شرح مسلم" میں امام نووی قدس سرہٗ نے اسے بیان کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قبر میں میت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سوال ہوتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہا فتنۂ قبر! تو وہ میری ہی بابت آزمائش و پرسش ہوگی۔ پس جب مرد صالح کو اس کی قبر میں بٹھایا جائے گا۔ تو پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ یہ شخص جو تم میں مبعوث ہوئے کون ہیں؟ تو وہ کہے گا، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "الحدیث" اسے امام الائمۃ احمد و امام بیہقی قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ[1] اور اس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔

یعنی حرمت میں وہ ماؤں کی طرح ہیں۔ اُمت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے نکاح حرام قرار دیا گیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و خصوصیت کے سبب سے ہے اور اس لیے بھی کہ ازواج مطہرات آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہوں گی۔

---

[1] پ ۲۱ س الاحزاب آیت ٦۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کی حرمت کا سبب ، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبر شریف میں زندہ ہونا ہے ۔

اور انہی خصائص میں سے وہ بھی ہے جسے ابنِ عبدالسلام قدس سرہما نے شمار کیا ہے ۔ کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھائی جائے ۔ جب کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے ساتھ قسم کھانا جائز نہیں ۔ ابن عبدالسلام قدس سرہما نے فرمایا ۔ لازم ہے کہ یہ جواز صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مخصوص ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مقصود ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اولادِ آدم علیہ السلام کے سردار ہیں ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی قسم دوسرے انبیاء کرام ، اور فرشتگاں ، اور اولیاء عظام کے ساتھ کھانا روا نہیں ۔ کیونکہ ان میں سے اور کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں نہیں ہے ۔ لہٰذا یہ جواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علو مرتبہ و درجہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مخصوص ہے ۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی اولاد کی نسبت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ان ابنی ھذا سید" "بے شک میرا یہ فرزند سیّد ہے"

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک کا سبب و نسب غیر مفید ہوگا ۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

کل سبب و نسب ینقطع	میرے سبب و نسب کے سوا قیامت
یوم القیامۃ الا سببی	کے دن ہر ایک کا سبب و نسب
و نسبی ۔	ختم ہو جائے گا ۔

(واضح رہے کہ) نسب سے اولاد مراد ہے اور سبب سے سسرالی رشتہ مراد ہے ۔

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی موجودگی میں کسی اور سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے ۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس محراب کی طرف حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اس میں اجتہاد سے دائیں بائیں ہونا جائز نہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے یقیناً بلا شک وشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ۔	جس نے مجھے بحالت خواب دیکھا تو وہ عنقریب مجھے بیداری کی حالت میں دیکھے گا۔

اس کے بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مواہب" میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بحالت بیداری وخواب کی رویت پر لمبا چوڑا کلام کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر نام رکھنا، مبارک اور دنیا وآخرت میں سودمند ہے (جیسا کہ) ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) دو بندے بارگاہِ ایزد تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جب اللہ جل مجدہٗ انہیں جنت میں داخل فرمانے کا حکم فرمائے گا۔ تو وہ دونوں عرض کریں گے۔ اے پروردگار! ہمیں جنت کا مستحق کس چیز نے بنایا؟ جب کہ استحقاقِ جنت کے لیے ہم نے کوئی عملِ خیر نہیں کیا۔ اس پر اللہ جل شانہٗ فرمائے گا تم داخلِ جنت ہو جاؤ اس لیے کہ میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہوئی ہے کہ جس شخص کا نام "احمد" اور "محمد" (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوگا اسے دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔

سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم "صلے اللہ علیہ وسلم" پر کنیت رکھنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔ اس کا نام محمد ہو یا کوئی اور۔

اور بعض ائمہ نے اسم مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت دونوں کو اکٹھا کر کے نام رکھنے کو مکروہ خیال کیا ہے۔ اور ایک ایک کر کے رکھنے کو جائز کہا ہے۔ یہی

قول زیادہ صحیح ہے ۔
امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں کئی مذہب ہیں ۔
امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مطلقاً ممنوع فرمایا ہے ۔
اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے مطلقاً جائز فرمایا ہے ۔
اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ ابوالقاسم نام رکھنا اس شخص کے لیے جائز ہے جس کا نام محمد نہیں ہے ۔
اور جو حضرات مطلقاً جائز کہتے ہیں وہ ممانعت کو (حیاتِ طیبہ کی حالت کے ساتھ) مخصوص جانتے ہیں ۔

حدیث رسول اللہ صلی علیہ وسلم، پڑھنے پڑھانے اور سننے کے آداب

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے وقت (غسل کرنا اور) خوشبو استعمال میں لانا مستحب ہے ۔ نیز حدیثِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے وقت آواز کو بلند نہ کیا جائے بلکہ پست رکھا جائے جس طرح کہ حیاتِ طیبہ میں جب گفتگو ہوتی تو آواز پست رکھی جاتی تھی ۔ اور حدیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آدابِ قرات میں سے یہ ہے کہ اونچی جگہ پر پڑھی جاتے ۔

قرائت حدیث کے لیے امام مالک رضی اللہ عنہ کا ادب

ہم نے حضرت مطرت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے روایت فرمایا، جب لوگ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تو آپ رضی اللہ عنہ پہلے نوکرانی کو باہر بھیج کر دریافت کرواتے کہ شیخ سے کیا (پوچھنا) چاہتے ہو؟ آیا حدیث شریف یا مسائل (شرعیہ)؟ اگر آنے والے مسائل کہتے تو فوراً باہر تشریف لے آتے ۔ (اور انھیں مسائل تعلیم فرما دیتے) اور اگر لوگ حدیث شریف سننے کی استدعا کرتے تو پہلے آپ رضی اللہ عنہ غسل خانے میں جا کر غسل فرماتے، اجلا لباس پہنتے، خوشبو لگاتے، سر پر عمامہ باندھتے، چادر اوڑھتے،

کرسی بچھائی جاتی، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ باہر تشریف لاتے اور کرسی پر جلوس فرماتے، اور خشوع و وقار کے ساتھ حدیث مبارک پڑھتے، اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فراغت تک مسلسل "عود" کی دھونی لگی رہتی۔ (اور آپ کے ادب کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ) حدیث شریف پڑھانے کے سوا آپ کرسی پر نہ بیٹھا کرتے تھے۔

ابن ابی اویس قدس سرہٗ نے فرمایا اس بارہ میں جب آپ سے کہا گیا تو آپ اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ مجھے بہت پسند ہے کہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت برقرار رہے۔ اسی لیے میں باوضو اور باوقار طریقہ سے حدیث بیان کرتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کا یہ طریقہ حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہٗ سے اخذ فرمایا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، اور بزرگوں کی ایک اور جماعت بے وضو قرأتِ حدیث کو مکروہ جانا کرتے تھے۔

اور حضرت امام اعمش رضی اللہ عنہ کی تو یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ بے وضو ہو جاتے تو تیمم کر لیتے تھے۔

اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک، حدیثِ پاک، اسم گرامی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے سننے کے وقت ویسا ہی احترام، تعظیم، اور توقیر لازم ہے جیسی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کی حاضری میں تھی۔

قرأتِ حدیث شریف کے وقت کسی کے لیے (بطورِ تعظیم) کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

امام ابن الحاج قدس سرہٗ نے "المدخل" میں فرمایا کہ یہ اس لیے ہے کہ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و احترام پر دوسرے کو ترجیح ملتی ہے، اور یہ کہ غیر کی طرف توجہ کرنے سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں رکاوٹ لازم آتی ہے جو کہ قلت ادب و احترام کی مشعر ہے۔ خاص کر بدعتی (اور فاسق و فاجر) کے لیے قیام (سخت ہی) سوئے ادبی ہے۔ جب کہ سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ احترام

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر نہ تو حدیث شریف چھوڑتے، اور نہ ہی کسی قسم کی حرکت کیا کرتے تھے حتیٰ کہ اگر ان کے جسم پر کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو وہ اس تکلیف رسی پر مکمل تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرتے۔

بے مثل ادب کی ایک نادر مثال

اور تیرے لیے امام الائمہ مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہی کافی ہے جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم شریف پر (قراءتِ حدیث کے دوران) سترہ[۱] مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے جنبش تک نہ فرمائی اور حدیثِ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی خاطر بچھو کے کاٹنے کی تکلیف کو برداشت فرماتے رہے۔ حالانکہ (شرعاً) آپ معذور تھے، اگر دورانِ قرأت جنبش فرما بھی لیتے تو کوئی حرج نہ تھی۔ مگر توقیر حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر آپ (برابر) صبر و تحمل فرماتے رہے۔

اب (اسی سے یہ بھی واضح ہوا کہ ان حضرت سے) یہ کیسے متصور ہو سکتا تھا کہ بلا ضرورت یا کسی مبتدع کے لیے قیام فرماتے، یا کسی مبتدع کے لیے قطع حدیث کرتے ہوئے کوئی حرکت کرتے خصوصاً جب کہ غیر معتاد اور غیر مناسب کلام کی صورت حال پیشِ نظر ہوتی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس شخص نے ایک لمحہ کے لیے بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی (یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھ گیا) تو اس کے لیے (شرفِ) صحابیت ثابت ہے۔[۱] بخلاف تابعی کے کہ اس کی تابعیت اس وقت تک ثابت نہ ہو گی جب تک کہ وہ عرصۂ دراز تک مصاحبت اختیار نہ کرے۔ اہلِ اصول کے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ اور یہ فرق اس لیے ہے تاکہ منصب نبوت کی عظمت و

---

[۱] جب کہ عرف و عادت میں عرصۂ دراز تک ہم نشینی اختیار کرنے کو مصاحبت کہتے ہیں مگر یہاں ایک نظر بھی میسر آجائے تو صحابیت حاصل ہو جاتی ہے۔
(مترجم غفرلہ)

نورانیت کا امتیاز برقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک نگاہِ پاک اگر اجڈ اعرابی پر پڑ جائے تو (اس کی تاثیر یہ ہے کہ) وہ حکمت و دانائی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔

محدثین کی خصوصیت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف پڑھانے والوں کے چہرے ہمیشہ چمکتے دمکتے رہیں گے۔[1]

صحابہ کرام کی خصوصیت

سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ (جیسا کہ) کتاب و سنت کی ظاہری نصوص ان کے عدل پر شاہد (و عادل) ہیں۔ اسی لیے ان کی عدالت میں کسی اور کے بارہ میں بھی کسی طرح کی بھی بحث و تمحیص نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف کے دیگر رواۃ کی بابت ہر ایک کے بارے میں بحث کی جاتی ہے جس طرح اللہ عزوجل نے اس وقت کے موجودین سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا[2] اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل۔

(اس آیت میں "وَسَطًا" بمعنی "عدولاً" (یعنی عادل) ہے)

نیز سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسبوا اصحابی فوالذی	میرے صحابہ کو برا مت کہو قسم
نفسی بیدہٖ لو انفق	ہے اس ذات کی جس کے دستِ
احدکم مثل احد	قدرت میں میری جان ہے اگر

---

[1] یہ حضرت مولانا [illegible] صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز حضرت محدث اعظم [illegible] سید محمد صاحب قدس سرہ کی خصوصیت کی تمثیل ہے۔ یہی حال اہلِ سنت کے دیگر محدثین کا ہے۔ (مترجم غفرلہ)

[2] پ ۲، سورۃ بقرہ، آیت ۱۴۳۔

ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہٗ ۔ | تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر، سونا خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مُد (جو) بلکہ نصف مد کی بھی (ثواب میں) برابری نہ کر سکے گا ۔

نیز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں۔ پھر وہ جو ان سے متصل ہیں۔ پھر وہ جو ان سے متصل ہیں"۔[1]

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عدالت پر بہت سی آیات (قرآنیہ) اور کثیر احادیث (نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم) دال ہیں۔ اسی لیے (اہل سُنّت وجماعت کا) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عادل ہونے پر اجماع (واتفاق) ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض پر فتنوں وغیرہ میں ابتداکی نسبت ہے۔ مگر پھر بھی ان کے بارہ میں حسن ظن رکھنا واجب ہے کیونکہ شورشیں اور فتنے، ان کے اجتہاد وتاویل میں خطا واقع ہونے کی بنا پر ہوئے ہوں گے۔[2]

کیونکہ ان حضرات کا سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوامر (ونواہی) کو غایت درجہ بجا لانے، ممالک کے فتح کرنے، اور (وہاں کے) باشندوں میں کتاب وسنت (کی روشنی) پھیلانے، اور لوگوں کو احکام پہنچانے، اور ہدایت کرنے، اور نماز و، روزہ، وزکوٰۃ اور دیگر عبادات وغیرہ میں ہمیشہ مشغول رہنے میں کوئی اشتباہ نہیں پایا جاتا۔

نیز حضرات صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں جرأت وشجاعت، جود وکرم، اور ستودہ اخلاق کے ایسے عمدہ صفات تھے جو گذشتہ امتوں میں سے کسی بھی امتی کو حاصل نہ تھے۔ (جب پہلے والے نہ تھے) تو ان کے بعد والوں میں سے کوئی ایک بھی

---

[1] یعنی صحابۂ کرام، تابعین عظام، اور تبع تابعین علام رضی اللہ عنہم کے زمانے (مترجم)۔

[2] اور مجتہد، مخطی بھی لائق ثواب ہوتا ہے۔ ورنہ ان کے فضائل وبرکات اور کرامات وکمالات میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ (مترجم غفرلہٗ)

ان کے (مذکورہ صفات میں) کسی مرتبہ ومقام تک نہیں پہنچ سکتا۔[۱]

اور یہ سب خوبیاں صرف اور صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظرِ مبارک کی بدولت تھیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ نمازی (تشہد میں) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب کرتا ہے۔ "السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ" جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو (بحالتِ نماز) اس طرح خطاب نہیں کر سکتا۔ (اگر کرے گا تو نماز جاتی رہے گی)

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پکاریں تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا واجب ہے۔ خواہ وہ نماز میں ہی ہو۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا (یعنی غلط اور من گھڑت روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا) ایسا نہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا عظیم ترین بدی، اور گناہِ کبیرہ ہے۔

اور بعضوں کے نزدیک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر (عمداً) جھوٹ باندھنا کفر ہے، اور اس کی توبہ غیر مقبول ہے (البتہ) امام نووی قدس سرہٗ نے اس کی قبولیت توبہ کو صحیح مانا ہے، اور (آپ کے نزدیک) ایسا شخص اس وقت تک کافر نہیں ہوتا، جب تک کہ اسے حلال نہ جانے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دیوانگی اور طویل بے ہوشی کی نسبت جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ (دونوں) نقائص ہیں۔

اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی یہ جائز نہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک

---

[۱] اسی لیے جمہور امت کا مسلک یہ ہے کہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بخیر ہیں تمت بعد والوں سے افضل ہیں۔ لہٰذا بعد والے ان کے کمالات علمی و عملی میں کسی طرح بھی ان پر فوقیت و برتری نہیں لے سکتے۔ (مترجم غفرلہٗ)

میں وارد ہوا کر ان کی آنکھیں تو محوِ خواب ہوتی ہیں نہ کہ ان کے دل۔ جب ان کے دلوں کو نیند سے "جو کہ بے ہوشی سے بہت ہی خفیف تر ہے" محفوظ و معصوم رکھا گیا ہے تو بیہوشی سے بدرجۂ اولیٰ محفوظ ہوں گے۔

علامہ سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی طرف نابینائی کی نسبت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نابینا ہونا بھی عیب ہے، اور کوئی بھی پیغمبر کبھی بھی نابینا نہیں ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت جو کہا گیا ہے کہ وہ نابینا تھے۔ سو وہ ثابت نہیں ہے۔[1]

رہے حضرت یعقوب علیہ السلام تو ان کی آنکھوں پر پردہ آگیا تھا (جس نے روشنی کو ڈھانپ لیا تھا) اور پھر وہ پردہ دور ہوگیا تھا۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو بھی حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دُشنام دے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (کسی بھی وجہ سے، صراحۃً یا کنایۃً) توہین کرے۔ تو ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا (اور اس کا قتل بالاتفاق واجب ہے) اور (ہاں) اس میں اختلاف ہے کہ اس کا قتل فی الفور لازم ہے یا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا اس سے توبہ کا مطالبہ ضروری بھی ہے یا نہیں ؟

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ قتل کرنا بطریق حد ہے۔ (کہ بالفعل مار ڈالنا چاہیے) یا بطریق ردت ہے (کہ اس سے توبہ طلب کی جائے)

---

[1] اور برتقدیرِ ثبوت، وہ نابینائی منصب نبوۃ کے لیے مضر نہیں ہے کیونکہ وہ تحقق نبوت کے بعد طاری ہوئی ہوگی۔ مترجم۔

مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص بطریق حد قتل کیا جائے گا نہ کہ بطریق ردت اور نہ ہی اس کی توبہ قابلِ قبول ہوگی۔ اور نہ ہی کسی قسم کا عذر قبول کیا جائے گا اگرچہ اس کا یہ ادعا سہواً ہو یا خطاً۔

مالکیوں کے شیخ علامہ خلیل قدس سرہٗ کی اپنی "مختصر" عبارت یوں ہے۔

"اگر کسی پیغمبر یا فرشتے کو گالی دی گئی، یا ان پر تعریض (چوٹ) کی گئی، یا ان پر لعنت کی گئی، یا انھیں کسی عیب سے متصف کیا، یا ان پر بہتان باندھا، یا ان کے حق کو ہلکا جانا یا انھیں کسی غیر صفت سے موصوف کیا، یا ان میں کوئی نقص نکالے، وہ نقص چاہے ان کے دین میں ہو یا ان کی سیرت میں، یا ان کے مرتبہ، اور ان کے وفورِ علم و زہد سے اغماض کرے (یعنی ان کے مراتبِ رفیعہ کو گھٹیا تصور کرے) یا ان کی طرف وہ شے منسوب کی جس کی نسبت ان کی طرف کرنا جائز نہ ہو، یا بصورت مذمت اس چیز کو ان کی طرف منسوب کرنا، جو ان کے منصب کے لائق نہ ہو، یا اس سے (جب) یوں کہا جاتے کہ بحق رسول اللہ" (یہ کام کر یا نہ کر) تو وہ گالی گلوچ پر اتر آئے، یا (کسی پیغمبر و فرشتہ کا ذکر کرکے) کہے میری مراد تو بچھو ہے" تو (ان سب صورتوں میں) ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا۔ اور بطریق حد اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہوگا۔ اگرچہ یہ واضح ہی کیوں نہ ہو جائے کہ جہالت، سکر یا غلبۂ غضب کی وجہ سے، ایسے شخص کی (مذکورہ گفتگو سے) مراد مذمت کرنا نہ تھی۔ (یعنی یہ تینوں عذر نا قابلِ قبول ہوں گے۔) ہاں نومسلم سے (زمانۂ کفر کی گستاخیوں کا) مطالبہ توبہ نہ ہوگا۔
یہ فیصلہ قاضی عیاض قدس سرہٗ نے "شفا" وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور اس پر جو انہوں نے کتاب و سنت اور اجماعِ امت سے استدلال کیا ہے۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مالکیہ" کے دلائل ذکر کرنے اور "شافعیہ" کا مسلک بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ارتداد ہے، جو مسلمان کو کافر بنا دیتا ہے۔ لہٰذا ہمارے جمہور ائمہ کے نزدیک اس میں کوئی نزاع (و خلاف) ہے ہی نہیں کہ ایسا شخص قطعی کافر و مرتد ہے۔ اور (یہ امر مسلم ہے کہ) مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اس مسئلہ کے استدلال میں امام قسطلانی قدس سرہٗ نے لمبا چوڑا کلام کیا ہے۔
اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ اگر کوئی ظالم آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کا قصد کرے، تو جو مسلمان (اس وقت) موجود ہو، اس پر واجب ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جان دینے سے گریز نہ کرے۔
اسے امام نووی قدس سرہٗ نے "زیادۃ الروضہ" میں اپنی جماعت کے چند اصحاب سے روایت کیا ہے۔
اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے جس حکم کی تخصیص چاہیں فرما دیں۔

اس کی مثالیں

چنانچہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے لیے یہ تخصیص فرمائی کہ ان کی ایک شہادت دو شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔ (جس کا واقعہ یہ ہے جیساکہ) امام ابوداؤد قدس سرہٗ نے حضرت عمارابن خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ عنہما سے، اور انہوں نے اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں" روایت کیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دوستائی سے ایک اسپ خرید فرمایا۔ پھر اسے اپنے ساتھ بایں غرض لے لیا تاکہ اسے قیمت ادا فرما دیں۔ چلنے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک تیز تھی۔ جب کہ دوستائی آہستہ چل رہا تھا۔ اسی اثنا میں اس بدوی سے کچھ آدمیوں کا آمنا، سامنا ہوگیا، اور اس سے گھوڑے کا بھاؤ کرنا شروع کردیا۔ مگر لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ اس گھوڑے کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خرید فرما چکے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض خریداروں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمت خرید سے بھی بھاری قیمت پر خریدنے کا ارادہ کرلیا (الحدیث) ازاں بعد امام قسطلانی قدس سرہٗ پوری نے پوری حدیث کرتے ہوئے پھر بقیہ حدیث کا حصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا، "اعرابی نے کہنا شروع کردیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فروخت کردینے اور اپنے خریدنے پر کوئی گواہ پیش فرمائیے۔ اس دوران جو بھی مسلمان آتا وہ بدوی سے کہتا دارے یہ کیا کہتے ہو؟) تجھ پر افسوس ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی غلط بیانی سے کام لیا

ہی نہیں۔ اتنے میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آ گئے اور انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے فروخت کیا ہے۔" الحدیث "

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ بنابریں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔

پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے بروایت حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک اور حدیث شریف ذکر فرمائی جس میں یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ! تم گواہی کیسے دیتے ہو حالانکہ میں نے تمہیں گواہ بنایا ہی نہیں۔

قال انا اصدقک علی خبر السماء	(اس پر) انہوں نے عرض کیا میں
الا اصدقک علی خبر ذا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی باتوں
الاعرابی۔	کی تو تصدیق کرتا ہوں تو کیا میں اس
	بدوی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
	تصدیق نہ کروں۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہٗ کے علاوہ اور کوئی شخصیت ایسی نہیں کہ جس کی گواہی دو گواہوں کے مساوی ہو۔ (اس خصوصیت) میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ منفرد ہیں)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو (جو فضلائے صحابیات سے ہیں بیعت نساء والی آیت کے نزول کے بعد) نیاحت (نوحہ گری) کی رخصت دی۔

اور اسی طرح حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو (یہ موصوفہ بھی اہل علم وکمال فضلائے صحابیات، وبے مثل اسلامی وتاریخی شخصیت ہیں۔) رخصت دی کہ وہ اپنے شوہر حضرت جعفر رضی اللہ عنہٗ کی شہادت پر صرف تین دن تک (بطور سوگ) عدت کریں۔ اس کے بعد جو چاہے کریں یعنی متوفی عنہا زوجہا کی طرح چار ماہ دس دن تک سنگار

کی ضرورت نہیں)

اور اسی طرح حضرت ابو بردہ ابن نیار رضی اللہ عنہ کو رخصت دی کر تمہارے لیے قربانی میں ایک سال سے کم کا بزغالہ کافی ہے۔ اسے امام بخاری و مسلم قدس سرہ نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح ایک مرد سے، اس چیز کے مقابلہ میں جو وہ قرآن سے رکھتا تھا، کر دیا۔ (یعنی تعلیم قرآن اس عورت کا مہر قرار پایا)

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو آدمیوں کے برابر بخار چڑھتا تھا، تاکہ ثواب دوچند ملے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ مرضِ وصال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت اور پرسشِ حال شریف کے لیے جبریلِ امین تین دن تک حاضرِ خدمت ہوتے رہے۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ مسلمانوں نے گروہ با گروہ با الگ (الگ بغیر امامت) اور بغیر دعائے جنازہ معروف کے پڑھی۔ (یعنی محض صلوٰۃ وسلام عرض کیا گیا) اسے بھی امام بیہقی وغیرہ قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور یہ کہ وفات کے تین دن بعد دفن کیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف میں مخملی چادر بچھائی گئی۔ جب کہ یہ دونوں باتیں ہمارے حق میں ناروا ہیں۔

یہ بھی خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد زمین تاریک ہو گئی۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مقدس کو زمین نہیں کھا سکتی۔ یہی حال تمام پیغمبروں کا ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اسے امام ابو داؤد اور امام ابنِ ماجہ قدس سرہما نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت نہیں ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ملکیت ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہے۔ یہی حکم سب انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ ان کی میراث نہیں ہوتی جیسا کہ امام نسائی قدس سرہٗ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا (کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) "ہم جماعت انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے"۔

رہا یہ امر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت مروی ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث بنے، تو اس وراثت سے، نبوت و علم کی وراثت مراد ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرقد منور میں (بحیات حقیقی) زندہ ہیں، اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا بھی ہے۔ (جیسا کہ) ابن نجار قدس سرہٗ وغیرہ نے بیان کیا کہ ایام حرہ کے موقعہ پر مسجد نبوی شریف میں تین دن تک اذان نہ ہوئی اور لوگ مدینہ طیبہ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اس وقت حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہما مسجد نبوی شریف میں ہی رہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ظہر کا وقت آیا تو میں پریشان و خوفزدہ ہو کر قبر شریف کے قریب چلا گیا، اور قبر انور سے اذان کی آواز سن کر میں نے نماز ظہر ادا کی اس کے بعد میں ہر نماز کے وقت قبر شریف سے اذان و اقامت کی آواز سنتا رہا یہاں تک کہ تین راتیں گزر گئیں۔ بعدہٗ جب دوسرے لوگوں کے ہمراہ موذن بھی لوٹ آئے تو میں نے ان سے وہی اذان سنی جو میں قبر اطہر سے سنتا رہا تھا۔

اور یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے کہ انبیاء علیہم السلام حج فرماتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تعلق دارالآخرۃ سے ہے اور وہ جگہ دارالعمل نہیں ہے تو نمازیں حج اور تلبیے کس لیے کرتے ہیں؟

جواب: انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں۔ بلکہ شہداء سے بھی کہیں افضل ہیں۔

اور شہداء (کی شان یہ ہے کہ وہ) پروردگار جل مجدہٗ کے ہاں مرزوق زندگی رکھتے ہیں۔
(اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ) بسا اوقات مکلف ہوئے بغیر علی سبیل تلذذ و شوق اعمال رونما ہوتے رہتے ہیں وہاں بھی یہی ہے۔
لہٰذا انہی کے بارے میں وارد ہوا کہ وہ تسبیح کرتے ہیں اور قرآنِ کریم تلاوت فرماتے ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرقد منور پر فرشتے مقرر ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے والوں کا درود شریف آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام الائمہ احمد ونسائی وحاکم قدست اسرارہم نے روایت کیا ہے۔ اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ صحیح بتایا ہے:

ان للّٰہ ملائکۃ سیاحین	کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے
فی الارض، یبلغو نی عن	ایسے ہیں جو زمین میں گشت لگاتے
امتی السلام	رہتے ہیں۔ وہ میری اُمّت کا سلام
	مجھے پہنچاتے ہیں۔

اور اصبہانی قدس سرہٗ کے نزدیک بروایت حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ الفاظِ حدیث یہ ہیں: "بے شک اللہ تعالےٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے سب بندوں کی قوت وسماعت عطا فرمائی ہے۔ جو کوئی بھی (جہاں بھی) مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے طلب آمرزش فرماتے ہیں۔
ابن مبارک قدس سرہٗ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

لیس من یوم الا ولعرض علی	کہ کوئی دن ایسا نہیں مگر یہ کہ صبح و
النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم	شام امت کے اعمال نبی کریم صلی اللہ

اعمال امتہ غدوۃ وعشیا،	علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں پس
فیعرفہم بسیماھم و	آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کی
اعمالہم۔	پیشانیوں اور ان کے اعمال سے
	پہچانتے ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر منصب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کے اوپر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے:

منبری علی ترعۃ من ترع	کہ میرا منبر جنت کے "ترعوں" میں سے
الجنۃ۔	ایک "ترعہ" ہے

اور ترعہ کی تفسیر باغ کے بلند جگہ پر ہونے سے، کی گئی ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ ہموار جگہ میں ہو۔ اور (لغتۃً) یہی "روضہ" کہلاتا ہے۔

تبصرہ

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ علماءِ کرام میں سے کسی نے بھی اس ارشادِ گرامی کو اپنے ظاہر (مفہوم) پر محمول کرنے میں اختلاف نہیں کیا ہے اور یہی حق ہے کہ وہ محسوس وموجود ہی مراد ہے کیونکہ قدرت یہ صلاحیت رکھتی ہے جس میں کوئی استحالہ نہیں۔

نیز تمام وہ امورِ غیب جن کی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبریں دی ہیں، ان پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر منیف اور قبر انور کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے

اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے "ما بین بیتی ومنبری" کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور (مذکورۃ الصدر خصوصیت کی طرح) یہ بھی حقیقت ومجاز (دونوں) کی محتمل ہے۔

حقیقتاً اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام شریف حقیقت اور اپنے

ظاہر پر محمول ہے۔ کہ یہ جگہ حقیقتاً جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ (جسے وہاں سے دنیا کے اس مقام پر آتارا گیا ہے) جیسا کہ حجرِ اسود (اور مقام ابراھیم علیہ السلام) جنت سے ہے۔ اور اسی طرح دریائے نیل و فرات جنت کی نہروں میں سے ہیں۔ اور جس طرح ہندوستان کے وہ (خوشبودار) پھل (اور درخت) جو جنت کے ان پتوں سے ہیں جنہیں حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔ لہٰذا اس دنیا میں جنت کے پانیوں کا اور وہاں کی مٹی کا اور پتھر و پھلوں کا ہونا باقتضائے حکمت الٰہیہ ہے[1]۔

اور مجازی احتمال یہ ہے کہ یہاں مسبب کا اطلاق سبب پر کیا گیا ہے بایں طور کہ اس جگہ مجالست و ملازمت، نماز و عبادت کے لیے جنت حاصل کرنے کا سبب ہے۔ (لہٰذا فیصلہ یہی ہے کہ) وہ بقعہ حقیقتاً جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہی منتقل ہوا ہے۔

ابن ابی جمرہ قدس سرہٗ نے فرمایا، واضح تر یہی ہے کہ مثا دونوں وجہوں میں (تطبیق و) جمع جائز ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب سے پہلے قبر انور شق ہو گی۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) "وہ شخص میں ہوں جن کے لیے زمین سب سے پہلے کھلے گی" اور یہ کہ زلزلۂ قیامت کے بعد سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوش سنبھالیں گے۔ (جیسا کہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نفخۂ (اولیٰ) کے سب سے پہلے جو شخص اپنا سر اٹھائے گا وہ میں ہی ہوں (پھر) ناگاہ (میں کیا دیکھوں گا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے تھامے ہوئے ہوں گے اب میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا (آپ علیہ السلام بھی بے ہوش ہونے والوں

---

[1] بنابریں وہ بقعہ مبارک فی نفسہٖ جنت کے باغوں میں سے ہی ایک باغ ہے جو بعد از قیام قیامت اپنے اصلی مقام میں لے جایا جائے گا۔ (از شیخ محقق قدس سرہٗ)

(مترجم غفرلہٗ)

میں سے تھے یا) آپ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے تھے یا بے ہوشی[1] طور آپ کی مکافات بن گئی۔ (اور اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو مستثنیٰ فرما دیا تھا) اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

تبصرۂ نبہانی قدس سرہٗ امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مواہب" میں فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ارشادِ گرامی (یعنی سب سے پہلے محشور ہونے اور سب سے اوّل افاقہ میں آنے کا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا ہو جب کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو ابھی تک اس کا علم نہ تھا، حتی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات گرامی کی جانب سے فرما دیا کہ "سب سے پہلے جس کے لیے قبر کھلے گی وہ میں ہی ہوں" صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ کی حدیث روایت فرمائی۔ کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو پُل صراط سے گزریں گے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں محشور ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کو گھیر لیتے ہیں، اور اپنے بازوؤں کو ہلاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ شام کو وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں، اور ستر ہزار اور حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ انور سے باہر تشریف لائیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر بجا لاتے ہوئے ہمراہ ہوں گے۔ "الحدیث"۔ اسے امام بخار قدس سرہٗ نے "تاریخ مدینہ" میں روایت کیا ہے۔

---

[1] مگر بعد میں قبل از وصال، جو کچھ دنیا ہوا یا ہوگا، یعنی از زمانہ حضرت آدم علیہ السلام، تا قیامِ قیامت، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کر دیا گیا حتیٰ کہ اگلوں پچھلوں کے تمام احوال اور تمام علوم الٰہیہ بتا دیئے گئے تھے، اور ہر قسم کے علوم سے بہرہ ور فرما دیا گیا تھا۔

(مترجم غفرلہٗ)

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم براق پر محشور ہوں گے۔ اسے "حافظ سلفی" نے "امام طبری" کی طرح روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موقف میں جنت کے حلوں کی سب سے بڑی خلعت عطا ہو گی۔

اسے امام بیہقی قدس سرہٗ نے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مجھے جنت کا ایسا (نفیس و اعلیٰ) حُلہ پہنایا جائے گا جو اور کسی انسان کے لائق نہ ہو گا۔

اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ان لفظوں کے ساتھ ہے۔ قیامت کے دن لوگ محشور ہوں گے۔ اس وقت میں اور میری اُمت ایک بلند مقام پر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا۔ اسے امام طبری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔ نیز امام طبرانی قدس سرہٗ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ان لفظوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ "پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت لوگوں سے اوپر ایک بلند ٹیلے پر چڑھیں گے"۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرش کی دہنی طرف وہاں کھڑے ہوں گے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرا کوئی بھی نہیں کھڑا ہو گا۔ (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام اگلے پچھلے رشک و غبطہ کریں گے۔

اور انہی خصائص سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (قیامت کے دن) "مقام محمود" عطا ہو گا۔

حضرت امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ ائمہ تفسیر سے ہیں) نے فرمایا اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا "عرش" پر جلوہ افروز ہونا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرسی پر جلوس فرمانا ہے ان دونوں روایتوں کو امام بغوی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا ہے۔

اس مسئلہ پر مزید گفتگو انشاء اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فضائل کے ضمن میں آئے گی جو مقام محمود" کی فضیلت سے متعلق ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "اہل موقف" کے درمیان فصل قضا کے لیے شفاعت عظمیٰ دی جائے گی "جس وقت کہ وہ تمام انبیاء کے پاس حاضری دینے کے بعد گھبرائے ہوئے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے "اور پھر کسی جماعت کو بلا حساب جنت میں داخل کروائیں گے، اور کسی کے درجات بڑھانے کی سفارش فرمائیں گے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ قیامت کے دن سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم "لواء حمد" کے مالک ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا سبھی اسی کے تلے ہوں گے۔ اسے امام بزار قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلے شخص ہوں گے۔ جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ (جیسا کہ امام مسلم قدس سرہٗ نے مختار بن فلفل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق، حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں قیامت کے دن اپنے پیروکاروں کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہوں گے۔ اور باب جنت سب سے پہلے میں ہی کھٹکھٹاؤں گا"

نیز امام مسلم قدس سرہٗ نے انہی حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے (ایک اور) روایت بیان کی کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا۔ اور اسے کھلواؤں گا۔ پھر خازن جنت کہے گا۔

بك امرت ان لا افتح لاحد قبلك۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی قسم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے بھی باب جنت نہ کھولوں"۔

اور امام طبرانی قدس سرہٗ نے اسی حدیث کو مع زیادتی کے یوں روایت فرمایا کہ فرمایا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا دروازہ کھلوانے تشریف لے جائیں گے، تو تعظیم کے لیے خازنِ جنت کھڑے ہو جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے ہوئے باب جنت کھولیں گے۔ اور کہیں گے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولتا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے کھڑا ہوں گا۔"

تبصرہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ایک علیحدہ دوسری خصوصیت ہے کہ خازنِ جنت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے۔ اس میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ وفضیلت کی زیادتی کا اظہار ہے ورنہ نگہبانانِ جنت، سب کے سب سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خدام ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بمنزلہ بادشاہ کے ہیں۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے پہلے میں ہی جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ پھر وہ میرے لیے کھول دی جائے گی۔ پس میں اس میں فقراء مومنین کے ہمراہ داخل ہوں گا اور یہ فخریہ نہیں ہے۔ اسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر عطا ہوگا۔ موتی اور یاقوت پر مشتمل جنتی نہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض میں آکر بہے گی۔ جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں، اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ عطا ہوگا۔ جو جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔

امتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

معلوم رہے کہ جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے غایت اتقان پر کل عالم کو پیدا فرمایا، اور موجوداتِ عیانیہ کے لیے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد منور کو ظاہر فرمایا تو اس خصوصیت قابلیت کے لحاظ سے جو انسان میں ہے، عنایت ربانی اپنی رافت کے ساتھ ظاہر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں میں ظہور فرمایا۔ اگرچہ تمام انسانوں وجنات سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہی ہیں مگر انسان خصوصی وصف کی بدولت سب سے ممتاز ہے۔

اسی لیے انسانوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو سب سے بہترین بنایا۔ جیساکہ فرمایا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [1]	تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اور اس کو احکام میں اجتہادی قوت عطا فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ اپنے اجتہادی احکام کے مطابق بھی عمل کرتی ہو۔

پیغمبروں میں سے جو بھی اس امت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا زمانہ پائے گا، جیسے حضرت عیسٰے علیہ السلام یا انہی کے زمانہ میں موجود ہو جیسے حضرت خضر علیہ السلام تو وہ شرعی حکم وہی نافذ فرمائیں گے جو اس امت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شرعی حکم دے دیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی شریعت کے پابند نہ تھے

اسی لیے جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو وہ ہمارے نبی ہی کی ذات فرمائیں گے (رہی بات کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت اسلامیہ پر واقفیت کیسے حاصل ہوگی تو یہ واقفیت یا تو) بذریعہ الہام (یہ ہوگی) یا روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاع پانے کی بدولت، یا جیسے بھی اللہ جل مجدہٗ چاہے۔

---

[1] پ ۴ س آلِ عمران آیت نمبر ۱۱۰

چنانچہ آپ علیہ السلام، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی شئ اخذ فرمائیں گے، جس کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں فرمایا کرتے تھے، حرام وحلال کے بارہ میں اسی شئ کا حکم فرمائیں گے، جس کا حکم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا۔ اور وہ شریعت آپ کے وقتِ رسالت و دولت کے وقت بھی اُس کا حکم نافذ نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔

مذکورہ الصدر مسئلہ پر حضرت حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ نے "کتاب ختم الاولیا" میں نشاندہی فرمائی ہے۔ اور اسی سے نقل کرتے ہوئے "عنقاءِ مغرب" کے مصنف نے بھی وضاحت کی ہے۔

اور اسی طرح شیخ سعد الدین تفتازانی قدس سرہٗ نے شرح عقائد نفسی میں تصریح فرمائی ہے۔ (بایں ہمہ) آپ سب لوگوں کے امام ہوں گے، اور تمام افراد کی امامت فرماتے ہوئے امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ ہی کی اقتداء فرمائیں۔ کیونکہ آپ علیہ السلام (پیغمبر ہونے کی وجہ سے) امام مہدی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ لہٰذا آپ علیہ السلام کا امام بننا زیادہ سزاوار ہے۔

ازالۂ شبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب وخلیفہ ہیں۔ لیکن آپ اپنی نبوت ورسالت کے لحاظ سے بدستور نبی کریم اور رسول معظم ہی ہوں گے۔ یوں نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام بھی اس امت کا (ایک عامی کی طرح عام) فرد ہوں گے۔ ہاں آپ اُس امت کا ایک فرد ہی ہوں گے (مگر نبی ورسول کی حیثیت سے) جیسا کہ (ابھی ابھی) ذکر کیا گیا کہ آپ علیہ السلام پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کے مطابق آپ کا حکم چلانا واجب ہے۔ (مطلب یہ کہ خلافت ونیابت کی بناء پر آپ منصب نبوت و رسالت سے معزول نہیں ہوں گے۔

اسی طرح جو علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی نبی ہیں اور اب تک بحیات

ہیں، تو ان کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ آنجناب اسی ملت کے احکام کے پابند ہیں۔ اور یہی حکم حضرت الیاس علیہ السلام کے بارہ میں بھی ہے۔ جیسا کہ امام ابو عبد اللہ قرطبی نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ بھی ابھی تک زندہ ہیں۔

(خلاصہ سخن) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ رُسُلِ کرام میں ایسا کوئی بھی رسول نہیں کہ جن کے پیروکاروں میں ایسا کوئی رسول محتشم بھی ہو کہ جس کی مستقل (شریعت و) کتاب ہو۔ لہٰذا اس اُمّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہی ایک شرف کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شرف اور فزوں کرے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم)

تو سبھی خوبیاں اس اللہ جل مجدہٗ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں اس رحمت سے مخصوص فرمایا اور اس نعمت سے ہمارے دامن پر فرمائے، اور ہمیں فضائلِ کثیرہ کی عمومیت سے موردِ احسان ٹھہرایا۔ اور اپنی کتاب عزیز میں ہمیں اپنے اس ارشاد کے ساتھ خطاب فرمایا: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ الخ" اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کلمہ "کُنْتُمْ" قابلِ غور ہے۔ یعنی لوحِ محفوظ میں یا علم اللہ میں، (تم خیر امت تھے)

نصیحت لہٰذا جو بھی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اس کے شایانِ شان یہی ہے کہ وہ پاکیزہ اخلاق اپنائے تاکہ ان اوصاف پسندیدہ کا "جو اس اُمّت کے لیے مخصوص ہیں" یہ شخص بھی مستحق ٹھہر سکے اور خیر و فلاح کا اہل ہو سکے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کا مصداق کوئی شخص اسی وقت ہوگا جب کہ وہ مذکورہ شرائط کا حامل بھی ہو۔ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل ہو۔

اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر الامم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ اس اُمّت میں چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان میں بالکل واضح ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ (مذکورۃ الصدر آیت میں) یہ خطاب براہِ راست سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ہے۔ جیسا کہ خود سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خیرالناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔	لوگوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو ان سے متصل ہے پھر وہ جو ان سے قریب ہے۔
وھذا یدل علی ان اول ھذہ الامۃ خیر ممن بعدھم۔	اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس امّت کے اوّلین، اپنے بعد والوں سے برتر ہیں۔

اور بڑے بڑے علما کا رجحان اسی طرف ہے کہ جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میسر آگئی، اور اس نے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لحظہ بھر ہی دیکھا ہو، اور اپنی عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ دیکھا ہو۔ اسے اپنے بعد کے آنے والوں پر افضلیت حاصل ہے۔ کیونکہ مصاحبت و رویت کی فضیلت کی اور کوئی فضیلت ہمسری نہیں کر سکتی۔

مذہب جمہور یہی ہے اور علامہ ابو عمر ابنِ عبدالبر کا مذہب یہ ہے کہ بعض دفعہ اصحابِ کرام کے بعد والے، بعض صحابہ سے اعمال میں، افضل ہوتے ہیں۔ کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "خیرالناس قرنی" اپنے عموم پر نہیں ہے۔ اس قرن میں فاضل و مفضول کا اکٹھا اس کی دلیل ہے نیز سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے منافقوں کی بھی ایک جماعت پائی جاتی تھی جو بظاہر ایمان کا اظہار کرتی تھی، اور ایسے مرتکب کبیرہ بھی پائے جاتے تھے، جن پر حدود جاری کی گئیں۔

دلائل حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لیے سات دفعہ خوشخبری ہے جو مجھ پر بن دیکھے ایمان لایا۔

امام ابو داؤد طیاسی قدس سرہٗ کی مسند میں حضرت محمد ابن ابی حمید سے روایت ہے انہوں نے حضرت زید بن اسلم سے، اور انہوں نے اپنے والد سے، اور انہوں نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔ میں (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا جانتے ہو؟ ایمان کے لحاظ سے سب سے بالاتر کون سی مخلوق ہے۔ ہم نے عرض کیا! فرشتے! (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ قسم! ان کے لیے تو حق (فضیلت) ثابت ہے ہی۔ میری مراد ان کے علاوہ دیں ہے۔ ہم نے عرض کیا! انبیاء کرام علیہم السلام! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ قسم! ان کے لیے بھی حق (برتری) ثابت ہے۔ میری مراد ان کے علاوہ میں ہے۔ (ہمارے سکوت پر) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان کے لحاظ سے افضل مخلوق وہ لوگ ہوں گے جو ابھی تک لوگوں کی پشتوں میں ہیں۔ وہ (پیدا ہو کر) مجھ پر بن دیکھے ایمان لائیں گے۔ اس لیے مخلوق میں افضل مومن وہی ہوں گے۔

اور اسی طرح مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہٗ کو جب خلافت سونپی گئی تو انہوں نے حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو خط لکھا کہ آپ میرے لیے حضرت سیدنا امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہٗ کی سیرتِ مبارکہ لکھ کر بھیج دیں تاکہ میں (امورِ خلافت میں) اس کے مطابق عمل کرسکوں، تو (جواباً) حضرت سالم رضی اللہ عنہٗ ان کی طرف (بدیں مضمون خط) لکھا۔

اگر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی سیرتِ طیبہ کے مطابق عمل کیا تو پھر آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپ کا زمانہ عمر رضی اللہ عنہٗ کے زمانہ جیسا نہیں۔ اور نہ ہی آپ کے مشیر عمر رضی اللہ عنہٗ کے مشیروں جیسے ہیں۔ (کیونکہ ان کے مشیروں میں بقیہ عشرہ مبشرہ، اور سابق فی الاسلام صحابہ کرام کی مقدس و بے لوث مخلص جماعت شامل تھی۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس وقت نے

کے تمام فقہائے کرام کی طرف بھی (اسی طرح) لکھ بھیجا تو سبھی نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی مانند ہی جواب دیا۔

تبصرہ ابو عمر نے فرمایا: یہ تمام احادیث و مرویات اپنے طُرق کے تواتر و حسن کے بموجب، فضیلت عمل میں اس امت کے اول و آخر کے درمیان مساوات کی مقتضی ہیں۔ ہاں (اولیں میں) اہلِ بدر و حدیبیہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس باب میں جو شخص تدبر کرے گا تو اس کے لیے بہتری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ انتہیٰ (کلام علامہ ابو عمر)

"تجرح صاحبِ مواہب" حدیث امام ابو داؤد طیالسی قدس سرہٗ کی سند عمر رضی اللہ عنہ سے ضعیف ہے۔ لہٰذا لائق حجت نہیں ہے۔

البتہ امام الائمہ احمد، اور امام دارمی، و امام طبرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت سیدنا ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! کیا ایمانی لحاظ سے، ہم سے بھی افضل کوئی ہو سکتا ہے؛ جب کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں اسلام قبول کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کئے۔ تو (جواباً) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (ہاں) وہ لوگ جو تمہارے بعد ہوں گے، اور مجھ پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انہیں میری رویت حاصل نہ ہوگی۔

اس حدیث شریف کی سند "حسن" ہے۔ اور امام حاکم قدس سرہٗ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فیصلہ صاحبِ مواہب اور جس مسلک پر جمہور ہیں۔ حق وہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کی وجہ سے شرفِ صحابیت کا مماثل، عدیل، اور کوئی عمل نہیں ہے۔

دوسروں پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی افضلیت کے کثیر اور مضبوط دلائل پائے جاتے ہیں۔ طوالت کی بنا پر ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

(علاوہ بریں) اس امت مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار ایسے خصائص سے مخصوص فرمایا ہے جو اس سے پیشتر کسی بھی امت کو حاصل نہ تھے جن کی وجہ سے ان پر اس کی برتری بالکل ظاہر ہے۔ (کتنے ہی) اخبار وآثار اس پر ناطق ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُمتی ہونے کی تمنّا کرنا

امام ابو نعیم قدس سرہٗ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اسے پڑھتے ہوئے جب اس اُمت کا ذکر پایا۔ تو عرض کیا اے پروردگار! میں تورات کی تختیوں میں ایسی اُمت کا ذکر پاتا ہوں جو آخر بھی ہے اور سابق بھی ہےٗ۔ پروردگار! اس امت کو میری اُمت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے مُوسیٰ! اس امت کو تمہاری اُمت کیسے بنا دوں جب کہ) وہ امت تو نبی آخرالزماں احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے پروردگار! میں تورات کی تختیوں میں ایسی امت پاتا ہوں جو اپنے سینوں میں اپنی انجیل پڑھتے ہیں۔ (یعنی اس کے سینے کلام الٰہی کا گنجینہ ہیں) پروردگار! اسے میری اُمت بنا دے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وہ اُمّت (میرے حبیب مکرم) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا، پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی امت پاتا ہوں جو اپنے پیٹوں میں صدقہ کو کھائے گی اور اس پر اسے ثواب عطا کیا جائے گا۔ (یعنی صدقات اس پر حلال کئے گئے ہیں جب کہ پہلوں کے لیے یہ گنجائش نہ تھی) پروردگار! اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔ وہ اُمّت تو احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں، (جس کی خصوصیت یہ ہے) کہ ان میں سے جس

ٗ یعنی وجود زمانہ کے لحاظ سے تو وہ آخری امت ہو گی۔ اور فضل و شرف کے لحاظ سے سابق و فائق ہو گی۔ (مترجم)

کسی نے کوئی نیکی کرنے کا ارادہ کر لیا تو نہ کرنے کے باوجود اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی پروردگار اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو میرے (حبیب کریم) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (پھر) عرض کیا، پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں کہ (جس کی صفت یہ ہے) ان میں سے جب کسی نے برائی کا ارادہ کیا تو وہ برائی صرف اس کے ارادہ پر نہ لکھی جائے گی۔ اور اگر بدی کا ارتکاب کر لیا تو صرف ایک بدی لکھی جائے گی۔ پروردگار! اسے میری امت بنا دے تو اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔ وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا۔ پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں کہ جسے علم اول و آخر دیا جائے گا۔ اور وہ مسیح دجال کو قتل کرے گی۔ پروردگار! اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وہ تو (میرے محبوبِ مکرم) احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

قال فاجعلنی من امۃ احمد فاعطی عند ذالک خصلتین، قَالَ یٰمُوْسٰی اِنِّیْ اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ[1]

وازاں بعد) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! تو مجھے ہی امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بنا دے اس پر اللہ جل مجدہٗ نے انہیں اپنے اس ارشاد میں "خوبیاں مرحمت فرمائیں" فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے، تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا۔ اور

---

[1] پ ۹ س اعراف آیت ۱۴۴۔

شکر کرنے والوں میں ہو۔"

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے خدا! میں اس پر راضی ہوگیا ہوں۔
(واضح رہے کہ آیت مبارکہ میں) "الناس" سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے وقت میں موجود تھے۔ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (ورنہ یہ مطلب نہیں کہ آپ علیہ السلام کا انتخاب سارے ہی جہاں کے لوگوں پر ہے۔)

امام ابونعیم قدس سرہٗ کی "حلیہ" میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ جل مجدہٗ نے بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقی ہو کہ وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے تو میں اس کو آگ میں جھونک دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، پروردگار! (یہ) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی وہ ہے کہ میں نے اپنے نزدیک ان سے زیادہ گرامی ترکسی کو پیدا نہ فرمایا۔ اور میرے زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے ان کا نام نامی اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا بے شک جنت اس وقت تک میری تمام مخلوق[1] پر حرام ہے جب تک وہ اور اس کی امت، اس میں پہلے داخل نہیں ہو جائیں گے۔ حضرت موسیٰ نے علیہ السلام نے عرض کیا، اور ان کی امت کون ہے۔ (یعنی اس کے صفات کیا ہیں) تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اس کے صفات یہ ہیں۔ جو ہر حالت میں اور ہر بلندی و پستی پر میری تعریف کرے گی۔ (اور اس کے افراد کی تہذیبی شائستگی یہ ہوگی کہ وہ) ٹخنے سے اوپر ازار بند رکھیں گے۔ اور اپنے اعضا کے اطراف (یعنی، ہاتھ، پاؤں، چہرے) کا وضو کریں گے۔ رات میں عبادت گذار، اور دن میں روزہ دار ہوں گے۔ میں ان کی ہلکی سی نیکی بھی قبول کر لوں گا۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت پر انھیں جنت میں داخل کردوں گا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا خداوندا! مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اس امت کا نبی

---

[1] مخلوق سے مراد غیر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

ان کی قوم سے ہی ہوگا۔ پھر حضرت موسے علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی! مجھے اس اُمت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا آپ کو پہلے بھیجا گیا ہے۔ کہ انہیں میں بعد میں مبعوث کروں گا۔ ہاں میں تمہیں اور ان کو دارالجلال میں اکٹھا کر دوں گا۔

حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیا نبی علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں (ایک ایسے) نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجوں گا۔ جو کہ بہرے کانوں، اور پردۂ غفلت میں لپٹے دلوں، اور اندھی آنکھوں کو کھولے گا۔ جن کی جائے ولادت مکہ مکرمہ، اور مقام ہجرت (ومسکن) مدینہ طیبہ ہوگا۔ اور ان کا ملک شام ہے۔ وہ میرا ایسا بندۂ خاص ہے جو اپنے تمام کام میرے ہی بھروسہ پر کرنے والا ہے۔ وہ میرا بندۂ محبوب ہے، وہ میرا مختار ہے، وہ میرا محتب ہے۔ وہ مصطفٰے ہے، وہ رفعتِ شان والا ہے۔ جو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ عفو و درگذر اور پردہ پوشی سے کام لینے والا ہوگا۔ مومنوں پر شفیق ہوگا۔ وہ بوجھل جانور اور رانڈ کی گود میں (بے سہارا) یتیم پر آنسو بہائے گا۔ وہ درشت خو اور سخت دل نہ ہوگا۔ وہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا نہ ہوگا۔ اور وہ فحش کلامی نہ کرے گا، اور بیہودہ لہو دے گا وہ غلط نہ ہو گا اور (ان کے وقار کا یہ عالم ہوگا کہ) اگر وہ جلتے چراغ کے پاس سے گزرے گا تو ان کے وقار و سکون کی بدولت چراغ بجھے گا نہیں۔ اور اگر وہ چرچراہٹ والے بانس پر بھی گزرے گا تو اس کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دے گی۔ میں اسے مژدہ سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجوں گا۔ میں ان کی اُمت کو تمام امتوں میں بہترین بناؤں گا۔ جو نیکی کا حکم کرے گی اور برائی سے روکے گی۔ میری وحدانیت مانے گی اور مجھ پر ایمان لائے گی۔ مجھ سے اخلاص برتے گی اور میں نے جو کچھ انبیاء پر نازل کیا وہ سب کی تصدیق کرے گی۔ آفتاب و ماہتاب کی رعایت رکھے گا۔

لے یعنی عبادت کے اوقات کی تعیین کے لیے ان کے مطالع کی ٹوہ میں رہے گی۔

وہ دل، چہرے اور رُو میں خوش بخت ہیں جو مجھ سے اخلاص برتتے ہیں۔ میں تسبیح و تکبیر و تحمید و توحید کو ان کی مجلسوں میں، ان کی خواب گاہوں میں، اور ان کی سجدہ گاہوں میں اور ان کے سفر و حضر میں الہام کروں گا۔ اپنی مساجد میں وہ صفیں اس طرح باندھیں گے۔ جس طرح عرش کے گرداگرد فرشتوں کی صفیں ہیں۔ وہ میرے دوست و مددگار ہوں گے۔ میں ان کے ذریعہ اپنے بُت پرست دشمنوں سے انتقام لوں گا۔ وہ میرے لیے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، اور رکوع و سجود کے ساتھ نماز ادا کریں گے۔ وہ میری خوشنودی کی خاطر اپنے گھر بار اور مالوں کو چھوڑ دیں گے، اور وہ میری راہ میں سینہ سپر ہو کر جہاد کریں گے۔ میں ان کی کتاب سے دوسری کتابوں کو، اور ان کی شریعت سے دوسری شریعتوں کو اور ان کے دین سے دوسرے دینوں کو ختم کروں گا۔ پس جو کوئی ان کا زمانہ پائے اور ان کی کتاب پر ایمان نہ لائے اور ان کے دین و شریعت پر نہ چلے، تو وہ میرا نہیں ہے۔ اور میں اس سے بے زار ہوں۔ میں نے انھیں ساری امتوں سے برتر اور امت وسط بنا دیا ہے۔ جو تمام لوگوں کے گواہ ہیں۔ (انہی کی خوبی وخصلت یہ ہو گی کہ) جب وہ غضب ناک ہوں گے، تو میری تہلیل کہیں گے۔ اور جب باہم جھگڑیں گے تو میری تسبیح پڑھیں گے۔ اور اپنے اعضاء اور اپنے چہروں کو صاف ستھرا رکھیں گے اور ازار ٹخنوں سے اوپر رکھیں گے اور اترتے چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہیں گے۔ اور خون بہا کر قربانی دیں گے۔ ان کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہوں گی۔ شب کو عبادت گذار اور دن میں (بوقت قتال) شیر (کی مانند) ہوں گے۔ وہ خوش نصیب ہے جو ان کے ساتھ ہے۔ ان کے دین و شریعت اور ان کی مذہبی راہ ورسم پر ہے۔ یہ میرا فضل و کرم ہے۔ میں جسے چاہتا ہوں، دیتا ہوں۔ میں خداوندِ فضل عظیم ہوں۔ اسے امام ابونعیم قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔

امام فخرالدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب پیغمبر کے معجزے مشہور و معروف ہوں تو اس کی امت کے ثوابِ اعمال میں کمی ہوتی ہے۔

امام سُبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ امت اس (کلیہ) سے مستثنیٰ ہے کیونکہ

اس امت کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر مشہور و معروف ہیں۔ مگر ثواب میں یہ امت تمام امتوں سے بڑھ کر ہے۔

اس امت کے خصائص میں سے غنائم کا حلال ہونا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے کسی بھی امت کے لیے حلال نہ تھیں۔

یہ بھی اس امت کے خصائص سے ہے کہ روئے زمین اس کے لیے مسجد بنا دی گئی۔ جب کہ پہلی امتیں صرف اپنے کلیساؤں میں اور اپنی مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اور یہ کہ زمین کی مٹی کو وجہ طہارت بنا دیا گیا ہے اور وہ تیمم ہے۔ (یعنی اگر پانی مہیا نہ ہو یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے)

اس امت کے خصائص میں سے وضو کرنا بھی ہے۔ کیونکہ وضو انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ ان کی امتوں کے لیے نہ تھا۔ اسے علامہ حلیمی نے ذکر کیا ہے۔ اور انھوں نے امام بخاری قدس سرہٗ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرا محجلین من آثار الوضو۔	بے شک قیامت کے دن میری اُمت اس حال میں مدعو ہو گی کہ آثارِ وضو سے اس کے اعضاء روشن و تاباں ہوں گے۔

تبصرہ امام قسطلانی قدس سرہٗ

مگر ظاہر یہ ہے کہ اس امت کے ساتھ جو شئے مخصوص ہے وہ غرہ و تحجیل (یعنی نورانیت و تابانی) ہے اصل وضو نہیں ؎ ہے۔ کیونکہ بعض گذشتہ امتوں میں بھی وضو تھا ؎۔

اس امت کے خصائص میں سے پانچ نمازیں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ دوسروں کے لیے اس طرح پانچ نمازیں نہ تھیں۔

(؎، ؎ حاشیے اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں)

اذان، اقامت، اور آمین کہنا اور رکوع کرنا بھی اس امت کے خصائص میں سے ہے۔
اس امت کے خصائص میں سے تحیۂ سلام بھی ہے۔
اس امت کے خصائص میں سے (قیام) جمعہ بھی ہے۔ (جو دوسری امتوں میں نہیں ہے)
جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم سب سے پچھلے قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ انھیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی۔ پھر یہ ان کا وہ دن ہے جو اللہ تعالےٰ نے ان پر فرض فرمایا۔ تو وہ اس میں مختلف ہو گئے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ دکھائی۔ دوسرے لوگ اس میں ہمارے بعد میں، یہود کے لیے جمعہ کے بعد (یعنی ہفتہ) اور نصاریٰ کے لیے اس کے بعد (یعنی اتوار) ہے"۔ اسے امام بخاری قدس سرہٗ نے روایت کیا ہے۔
اس امت کے خصائص میں سے جمعہ کی ساعت اجابت بھی ہے۔ (یعنی جمعہ کی وہ

---

[1] امام قسطلانی قدس سرہٗ کی رائے کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "پیشانی کی یہ تابانی تمہارے سوا کسی (اور) میں نہیں ہے" الحدیث"

[2] جیسا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے قصہ سے عیاں ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہا کو ایک جابر و کافر حکمران گرفتار کرنا چاہتا تھا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا نے وضو کر کے نماز شروع کر دی تھی۔

نیز جریج گوشہ نشین عابد کے قصہ میں بھی اسی طرح سے مذکور ہے کہ بوقت جابدہی تہمت اس نے وضو کیا، نماز پڑھی، اور پھر بچے سے کلام کیا۔ تفصیل کے لیے مطولات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

(مترجم غفرلہٗ ولوالدیہ)

گھڑی جس میں اللہ تعالیٰ سے جو مانگا ملتا ہے) اس ساعت کی تعیین میں کئی اقوال ہیں۔
امام زرقانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس ساعت کی تعیین کے بارہ صاحب "فتح الباری" قدس سرہٗ نے بیالیس اقوال لکھے ہیں اور ہر ایک قول علیحدہ، علیحدہ ذکر کیا ہے
اس امت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ جب رمضان شریف کی پہلی شب ہوتی ہے تو اللہ جل مجدہٗ ان کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر فرماتا ہے تو (پھر) اسے کبھی بھی عذاب نہ دے گا۔
پھر امام قسطلانی قدس سرہٗ نے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دیگر خصائص بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ اس اُمت کی شریعت گذشتہ تمام امتوں کی شرائع سے زیادہ کامل ہے۔ اور یہ امر اپنی وضاحت کی بنا پر محتاج بیان نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ علیہ السلام کی شریعت (سراپا) جلال وقہر (کی مظہر) تھی۔ (مثلاً) ان کی اُمت پر قتل نفوس کا لازم ہونا، اور ان پر طیبات کا حرام ہونا (جیسے) ان پر چربیلے اور ناخن دار جانوروں کا حرام ہونا وغیرہ اور اسی طرح غنیمتوں کا حرام ہونا۔ اور یونہی تعجیل عقوبات اور ناقابلِ برداشت بوجھ کا اٹھانا اور ناقابلِ معافی گرفت میں آنا وغیرہ جو ان کے علاوہ اوروں پر نہ تھا۔ (یہی وجہ ہے کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہیبت و وقار اور غضب و مواخذہ میں اور اللہ تعالیٰ کے اعداء کی گرفت کرنے میں، مخلوقِ خدا میں سب سے بڑھ کر اعظم واشد تھے۔ اسی لیے آپ علیہ السلام کی طرف کسی کو نظر بھر کر دیکھنے کی سکت نہ تھی۔
اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام مظہر جمال (الٰہی) تھے۔ جب کہ آپ علیہ السلام کی شریعت (نرمی و آسانی میں) سراپا فضل واحسان تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی شریعت میں مقاتلہ و محاربہ نہ تھا، اور آپ علیہ السلام کی شریعت میں جنگ نام کی شئے تھی ہی نہیں۔ اسی لیے دینِ عیسائیت میں جنگ حرام ہے اگر عیسائی جنگ کریں گے تو مجرم و گنہگار ہوں گے کیونکہ انجیل شریف میں ہے۔

ان من لطمك على خدك   کہ اگر کوئی تمہارے داتیں رخسار پر

الا یمن فادر له خدك الایسر، ومن ناز علك ثوبك فاعطه رداءك، ومن سخرك میلا فامش معه میلین ونحو هذا۔

تھپڑ رسید کرے، تو اس کے آگے اپنا بایاں رخسار بھی کر دو، اور جو کوئی تمہارے کپڑے اتارنا چاہے تو ان کے ساتھ اپنی چادر بھی دے دو، اور جو کوئی تمہیں (جبراً) ایک میل تک لے جانا چاہے تو اس کے ساتھ دو میل تک جاؤ اور اسی کی مثل اور احکام بھی ہیں۔

اسی لیے ان کی شریعت میں شفقت، احر و اغلال نہ تھے۔ (یعنی احکامِ شدیدہ اور اوامرِ غلیظہ نہ تھے) ہاں وہ رہبانیت (یعنی ترکِ دنیا اور اپنے آپ کو لذائذ دنیوی سے دور رکھنا) جو نصاریٰ نے اختیار کی ہوئی ہے وہ ان کی اپنی ایجاد ہے جسے انہوں نے از خود اختراع کیا ہوا ہے ورنہ انجیل مقدس نے ان پر یہ لازم نہیں کیا ہے۔

لیکن ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جامع کمال کے مظہر تھے (اور جلال و جمال کے مابین تھے) قوت و عدل، اور شدت فی اللہ نرمی و مہربانی اور رحمت و کرم کے مابین تھے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تمام شریعتوں میں کامل ترین، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں سے اکمل ترین ہے، اور اس کے احوال و مقامات اکمل احوال و مقامات ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں عدل کے لحاظ سے تو کہیں فرض و ایجاب ہے۔ اور فضل کے طور پر کہیں ندب و استحباب ہے، اور سختی کی جگہ سختی اور نرمی کی جگہ نرمی ہے۔ کہیں شمشیر زنی ہے تو کہیں جود و نوال ہے (کہیں عدل و انصاف ہے تو کہیں فضل و کرم ہے) چنانچہ اسلام عدل و انصاف واجب کرتا ہے اور ظلم کو حرام قرار دیتا ہے چنانچہ ایک آیت میں اس طرح آیا ہے:

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا[1] تو برائی کا بدلہ ویسا ہی ہوگا۔

---

[1] ، سورہ یونس، آیت ۲۷۔

اور یہ عدل و انصاف ہے ۔

اور ایک وقت میں ۔

فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ [1] — تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے ۔

فرمایا جا رہا ہے ۔

اور یہ فضل و کرم کا اظہار ہے ——— اور کہیں

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ [2] — اور بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) ظالموں کو پسند نہیں فرماتا ۔

فرما کر ظلم کو حرام قرار دیا ہے ۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ [3] — اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تکلیف تمہیں پہنچائی تھی ۔

میں عدل و انصاف کو واجب اور ظلم کو حرام قرار دیا ہے ۔

اور اس ارشاد گرامی ۔

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ [4] — اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو سب سے اچھا ہے ۔

میں فضل و کرم پر تنبیہ ہے ۔

اور اسی طرح کسی چیز کو حرام قرار دینا، اس امت کی شریعت میں رحمت و حفاظت ہے (یہی وجہ ہے کہ) اس امت پر ہر ناپسندیدہ اور نقصان دہ اشیاء کو حرام قرار دیا گیا اور ہر پاکیزہ اور سودمند امر کو مباح فرمایا ۔ لہٰذا حرام قرار دینا ان پر رحمت ہے ۔ ورنہ ان سے پہلوں پر ان محرمات کے ارتکاب پر سزا ملتی تھی ۔

---

[1] پ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۴۰ ، [2] پ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۴۰ ،
[3] پ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۱۲۶ ، [4] پ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۱۲۶ ،

اور انھیں اس چیز کی راہ دکھائی جس سے پہلی اُمتیں بھٹک گئی تھیں۔ جیسے یوم جمعہ (پر دلالت اس امت کے خصائص سے ہے) اور انھیں اپنا علم وحلم عطا فرمایا۔ اور ان کو بہترین امت بنایا جو لوگوں میں ظاہر ہوئی اور اس کے لیے وہ تمام محاسن مکمل فرما دیئے۔ جو پہلی امتوں میں علیحدہ علیحدہ تھے جس طرح ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ تمام محاسن وفضائل، جو پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ مکمل ومجتمع فرما دیئے۔ اور اسی طرح وہ محاسن جو پہلی کتابوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ سب کے سب ان کی کتاب میں مکمل طور پر جمع فرما دیئے۔

اور یہی حال سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مبارکہ کا بھی ہے۔

اُمتِ مجتبٰی یہی ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[1]

ترجمہ: اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔

اور ان لوگوں پر شاہد بنایا۔ اور (اس خصوصیت کی وجہ سے) انھیں رسولوں کے مقام پر کھڑا کیا کیونکہ وہ حضرات اپنی اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔

اس امت کے خصائص سے یہ ہے کہ یہ گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ اسے امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہٗ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ (سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہ ہو تو اللہ تعالےٰ نے میری التجا کو شرفِ پذیرائی عطا فرمایا۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ ان کے اجماع کو حجت قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کا اختلاف رحمت ہے جب کہ پہلی امتوں کا اختلاف عذاب تھا۔ اسے امام بیہقی قدس سرہٗ

---

[1] پ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۷۸۔

نے روایت کیا ہے ۔

اور انہی خصائص میں سے یہ ہے کہ طاعون ان کے لیے رحمت و شہادت ہے جب کہ پہلی امتوں پر یہ عذاب تھا۔ اسے امام الائمہ احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ۔

اور اس امت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ان میں سے جب کسی شخص کی بھلائی کی دو مسلمان (متقی، صالح) گواہی دے دیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے ۔ جب کہ پہلی امتوں میں جب سو آدمی کسی کی بھلائی کی شہادت دیتے تھے تو تب وجوب جنت کا لزوم ثابت ہوتا تھا ۔

امتِ مسلمہ کے خصائص سے یہ بھی ہے کہ گذشتہ امتوں کی بہ نسبت ان کی عمریں اور ان کے اعمال اقل ہیں مگر ان کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے اور انہی کو علم اولین و آخرین عطا کیا گیا ہے ۔

اور یہ کہ آخری امت ہونے کی وجہ سے دوسری امتیں تو ان کے سامنے رسوا ہوں گی مگر ان کی رسوائی کسی کے سامنے نہ ہو گی ۔

اس امت کے خصائص میں سے اسنادِ حدیث کا عطا کیا جانا بھی ہے ۔ یہ اس امت کے خصائص فاضلہ میں سے مخصوص فضیلت ہے ۔ اور مخصوص سنتوں میں سے سنت سنیہ ہے ۔

امام قسطلانی قدس سرہٗ نے "مواہب" میں یوں فرمایا

اسنادِ احادیث اُمتِ مصطفوی کی بے مثل خصوصیت ہے ۔

ہم نے ابوالعباس دغولی کے واسطے سے محمد بن حاتم بن مظفر سے سُنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ کے خصائل و فضائل میں سے فضیلتِ اسناد ہے پہلی تمام امتوں میں اسناد نہیں ہے ۔

وہ لوگ اپنے نبی کے بارے میں جو کچھ جہاں کہیں سے ملتا اپنی کتب میں درج کر لیتے تھے فرق نہیں کرتے تھے کہ یہ چیز تورات و انجیل وغیرہا کتب سماویہ سے لی گئی یا غیر کتب سماویہ سے اور نہ ثقہ اور غیر ثقہ راویوں میں امتیاز کرتے۔ اس امت (امتِ محمدیہ) کو یہ شرافت و بزرگی عطا کی ہے۔ کہ یہ اپنے زمانے کے اس شخص سے حدیث کی روایت کرتے ہیں جو صدق و امانت و عدالت میں مشہور ہو۔ پھر ان میں جو زیادہ حافظے والا زیادہ ضبط رکھنے والا اور اپنے شیخ کی مجلس میں زیادہ بیٹھنے والا کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایک حدیث کو بیس بیس طرق سے روایت کر دیتے ہیں۔ پھر ان میں موضوع ضعیف صحیح وغیرہا کی تحقیق کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا اس فضلِ عظیم پر شکر ادا کرتے ہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ اس اُمت کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی اُمت نے بھی اپنے نبی اور رسول کے آثار و احادیث کو محفوظ نہیں کیا۔

اس اُمت کے خواص میں سے علم انساب و اعراب (نسب کے متعلق تاریخی معلومات) ہے۔

تصنیف کتب اس اُمت کے خواص میں سے کتب کی تصنیف بھی ہے ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر (قیامت) ظاہر ہو۔

معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

امام قسطلانی نے مقصد خامس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج و اسرا کے خصائص اور بارگاہِ ایزدی میں مقامِ قرب کے لطائف عمومیہ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً اس سے ہمکلام ہونا اور ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ و دیدار کرنا۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ معراج آپ کے تمام معجزات پر حاوی اور تمام دلائل و براہین میں زیادہ مضبوط اور قوی تر معجزہ ہے۔ ایک بار آپ کو جسمانی معراج ہوئی۔ اسی طرف جمہور محدثین فقہاء اور متکلمین علماء گئے ہیں۔ اس پر کثرت سے احادیث شاہد ہیں جن سے انکار اور عدول نہیں کیا جا سکتا۔ معراجِ جسمانی انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ہی کو ہوئی۔ شب معراج

آپ کو دس معراج ہوئے سات آسمانوں تک آٹھواں سدرۃ المنتہیٰ، نواں مستوی تک جہاں آپ نے تقدیر لکھنے والی قلموں کی آواز سُنی، دسواں عرش رفرف دیدار خداوندی بالمشافہ گفتگو و کشف حقیقی حاصل ہوا۔ معراج کی حدیث بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے۔ مواہب میں چھبیس کا ذکر کیا ہے۔ حاصل کلام حدیث اسراء پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ طویل حدیث بمع مختلف روایات اور عجیب و غریب نکات کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کو میں نے اپنی کتاب انوار محمدیہ مختصر المواہب اللدنیہ میں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس کی ضرورت نہیں تھی اس کو حذف کر دیا اور خاص خاص پوائنٹ کو بیان کر دیا تاکہ پڑھنے والے کو مزید حُسن اور ذوق محسوس ہو، نیز پڑھنے میں آسانی ہو۔

اور امام قسطلانی نے مقصد سادس میں اس آیت کا ذکر کیا ہے جس میں عظمت و رفعت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالخصوص بیان ہے۔

رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔	ترجمہ:- یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ سے مفسرین سیدنا موسیٰ علیہ السلام مراد لیتے ہیں اور حتمی طور پر یہ بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمائی اور وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین طرح سے رفعت عطا فرمائی۔

نمبر ۱۔ ذات کے اعتبار سے اور یہ شب معراج عطا کی۔

نمبر ۲۔ سیادت کے اعتبار سے اور یہ تمام مخلوق کی سرداری عطا فرما کر رفعت دی۔

نمبر ۳۔ معجزات کے اعتبار سے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ معجزات عطا کئے جو پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملے۔

لہ پ ۳ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۳

زمخشری کہتے ہیں کہ درجات کو مبہم رکھنے میں (کہ کون کون سے دیئے گئے) تفخیم شان اور بلندی قدر و عزت مقصود ہے جو مخفی و پوشیدہ نہیں کہ آیت اس بات کی شاہد ہے کہ آپ کو وہ علم ہوا جس میں اشتباہ و شک کا شبہ تک نہیں اور وہ امتیاز حاصل ہے۔ جس میں کبھی بھی التباس و اشتباہ نہیں ہو سکتا اور اس چیز کو دوسری آیتیں بھی بیان کیا۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ[1] ترجمہ: بے شک ہم نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت دی۔

بے شک انبیاء و رسلانِ عظام کے مراتب متفاوت و مختلف ہیں۔ بعض اہلِ علم کہتے ہیں جس طرح قاضی عیاض نے اس کو نقل کیا ہے کہ فضیلت انبیاء دنیا میں تین طرح سے ہے۔

نمبر ۱۔ آیات و معجزات سب سے زیادہ ظاہر اور مشہور ہوں۔

نمبر ۲۔ یا اس نبی کی اُمت پاکیزہ ترین اور سب سے زیادہ ہو۔

نمبر ۳۔ یا ذات نبی سب سے افضل و اظہر ہو۔

یہ تینوں حال ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

اللہ نے آپ کی ذات میں ہمکلامی، خلت اور رویتِ ذات باری اور اس کے علاوہ وہ کمالات رکھے ہیں جو دیگر انبیاء کو نہیں ملے۔ آپ کے معجزات سب انبیاء سے زیادہ اور قوی اور مضبوط ترین اور باقی رہنے والے ہیں اور آپ کی ذات سب سے افضل اور سب سے زیادہ ظاہر و مطہر ہے۔ لہٰذا آپ کا رتبہ تمام انبیاء سے بالا ہے۔

آپ تمام انبیاءؑ کے صفات کے جامع ہیں

امام فخر الدین رازی معالم میں لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاءؑ کے اوصاف حمیدہ بیان کئے۔ پھر حضور علیہ السلام سے کہا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ترجمہ: وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے تو فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ[2] آپ ان کی ہدایت کی اقتدا کیجیے۔

تو آپ نے تمام اوصاف حمیدہ کو اپنایا جو ان میں متفرق طور پر تھے۔ لہٰذا ان سب سے افضل ہوئے۔

[1] پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۵ [2] پ ۷ سورہ انعام آیت ۹۰

اور آپ کی دعوت و تبلیغ دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک اور علاقوں میں پہنچی، جہاں پہلے انبیا کی دعوت نہیں پہنچ سکی تو آپ کی دعوت سے مخلوقِ خدا نے دیگر انبیا علیہم السلام کی دعوت کی نسبت زیادہ فائدہ حاصل کیا اور آپ کی دعوت نفع و فائدہ کے اعتبار سے کامل ترین ہوئی۔ لہٰذا آپ سب سے افضل ٹھہرے۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

یہ فرمان تحدیثِ نعمت کے طور پر ہے کہ اُمت کو آپ کی عظمت و رفعتِ شان کا علم ہو جائے کہ ہم اس نبی کی اُمت ہیں جو تمام مخلوق کا سردار ہے خواہ آدم علیہ السلام ہوں یا کوئی نبی و رسول۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ [1] ترجمہ: ہم نے آپکے ذکر کو آپ کے لیے بلند کر دیا۔

ابن خزیمہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ذکر کیا ہے۔ ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے۔

انه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّكَ یَقُوْلُ تَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَكَ قُلْتُ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا۔ جبریل امین میرے پاس آئے اور کہا تحقیق میرا اور تیرا رب کہتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے ذکر کو کیسے بلند کیا میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے تو فرمایا جب میرا ذکر ہوگا ساتھ تمہارا ذکر و چرچا بھی ہوگا۔

قاضی بیضاوی اس کا معنی بیان کرتے ہیں! یہ رفع بلند کیا گیا مثلاً دونوں کلمہ شہادت میں اللہ تعالٰی اپنے نام کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو متصل کر دیا ہے اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [2]

ترجمہ: جس نے رسولِ کریم کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

---

[1] پ ۳۰ سورہ انشرح آیت ۴ [2] پ ۵ سورہ النساء آیت ۸۰

ایسے ہی اور بہت آیات ہیں جو اس پر شاہد ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[1]	ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مقامِ مصطفیٰ سے مطلع کیا ہے جو کہ اس کے اور ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں) کے ہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پاس آپ کی مدح و تعریف کرتا اور فرشتے آپ پر صلوٰۃ (نزولِ رحمت) بھیجتے ہیں۔ ثم عالم سفلی یعنی انسان کو صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا تو آپ کے پاس اللہ اور اس کے پیغمبر اور اکثر اہلِ جہاں (دنیاوی و اخروی) اہلِ جہاں علوی ہوں یا سفلی سب کی ثنا آپ کے پاس جمع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى[2]	ترجمہ: اے محبوب! ہم نے یہ قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ اپنے نفس کو عبادت میں تنگی اور مشقت دیں۔

وَمَا بُعِثْتُ اِلَّا بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ۔ ترجمہ: آپ کو آسان دینِ حنیفیت دیا گیا ہے۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے ہیں کہ آپ کے قدموں میں سوزش پڑ جاتی۔ تو جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔ اپنے نفس کو آرام بھی دیجیے کہ اس کا بھی آپ پر حق ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ[3]	ترجمہ: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

ہم نے آپ کو مناقب کثیرہ عطا کیے جو ہر ایک منقبت دنیا کے فرشتے اپنے پروں سمیت

---

[1] پ ۲۲ سورۂ احزاب ۱۲۹۔ [2] پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۲۔

[3] پارہ ۳۰ سورہ کوثر رکوع ۳۳۔

سے بڑی ہے۔ کوثر کا مشہور معنی جنت کی نہر ہے اور یہی معنی علمائے سلف و خلف کے ہاں مشہور ہے۔ یہ معنی حدیث شریف میں موجود ہے۔ پھر اور بہت سی اشیا کا ذکر کیا۔ جن سے کچھ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور کچھ کا ذکر آگے آئے گا۔

پھر قسطلانی نے کہا خلاصہ کلام کہ قرآن کریم میں آپ کے جلالت رتبہ، عظمت مرتبہ اور علو رفعت ذکر کی تصریح پر متضمن ہے۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ آپ عزت و تکریم کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

رحمتِ عالم

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[1] ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

ابوبکر بن طاہر کہتے ہیں۔ اللہ نے آپ کو رحمت کی زینت سے مزین کیا ہے آپ کی رحمت اور جملہ خصائل و صفات مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ پس جسے آپ کی رحمت سے کچھ مل گیا وہ دونوں جہان میں کامیاب ہے اور مصائب سے محفوظ ہو گیا آپ کی رحمت کا حصہ ہر محبوب اور نیک انسان کو پہنچنے والا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر نیک و فاجر کے لیے رحمت ہیں اس لیے جس نے کسی بھی اپنے نبی کی تکذیب کی اس کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے کی ہلاکت کو موت یا قیامت تک کے لیے مؤخر کیا اور جس نے تصدیق کی اس کے لیے دنیا و آخرت میں رحمت ہیں۔

سمرقندی نے رحمۃ العالمین کا معنی کیا کہ جن و انس کے لیے رحمت ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ مومن کے لیے ہدایت کے ساتھ رحمت منافق کے لیے قتل سے امان اور کافر کے لیے تاخیر عذاب سے رحمت ہیں۔ پس آپ کی ذات اقدس مومن و کافر سب کے لیے رحمت ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷، سورہ انبیا، رکوع ۷، آیت ۱۰۸۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ [1] — ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

امام بیہقی وغیرہ نے روایت کیا۔

اِنَّمَآ اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ ۔ — ترجمہ: میں ہدایت دینے والی یا ہدایت یافتہ رحمت ہوں۔

بعض عرفاء نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تخلیق رحمت سے ہوئی اور ہمارے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم عین رحمت ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [2] — ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم (پچھلے) ہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تمام مخلوق کی طرف رسول بن کر آیا ہوں اور مجھ پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ [3] — ترجمہ: وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ و انجیل میں۔

یہ آیت آپ کے کمال صداقت پر دلالت کرتی ہے اس لیے آپ کا ذکر توراۃ و انجیل وغیرہ میں ہوا تو یہ یہود و نصاریٰ کے لیے سب سے بڑی وجہ انکار ہوتی۔ کیونکہ جھوٹ اور بہتان پر اصرار بہت بڑے منکرات سے ہے۔ کوئی عقلمند ایسی کوشش نہیں کرتا جس سے اس کا وقار

---

[1] پارہ ۹ ۔ رکوع ۱۸ ۔ سورۃ انفال ۔ آیت ۳۳

[2] پارہ ۲۲ رکوع ۲ ۔ سورۃ احزاب آیت ۴۰

[3] پارہ ۹ رکوع ۹ ۔ سورۃ اعراف آیت ۱۵۷ ۔

مجروح ہوا اور لوگ اس کی بات سے نفرت کریں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ عقلمند ہیں۔ تو آپ نے جب اعلان کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ کے اوصافِ حمیدہ تورات و انجیل میں مذکور ہیں اور یہ آپ کی نبوت و رسالت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کتب سماویہ تحریف شدہ ہونے کے باوجود ان میں آپ کا ذکر اور نبوت و رسالت کا تذکرہ موجود ہے۔ بہت سی عبارات جن میں نبوت و رسالت کا بیان ہے۔ قسطلانی نے نقل کی ہیں اور بہت سی عبارات میں نے بھی اپنی کتاب حجۃ اللہ علی العالمین میں ذکر کی ہیں جسے یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اتباعِ رسُول و محبّتِ رسُول

امام قسطلانی نے ساتویں مقصد میں محبت و اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔ کہ آپ کے ساتھ محبت فرض اور آپ کے ارشادات پر عمل لازم ہے۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ مقام ہے جس میں سانس لینے والے سانس لیتے ہیں۔ عاملین اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ محبین اس میں گم ہو جاتے ہیں۔ عبادت گذار اس کی نسیم روح سے راحت حاصل کرتے ہیں پس یہ دلوں کی غذا ارواح کی قوت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہ وہ زندگی و حیات ہے جو اس سے محروم ہے وہ مُردوں سے ہے اور وہ نور اور روشنی ہے جس کے پاس یہ نہیں وہ تاریکیوں کے دریاؤں میں غوطہ زن ہے پس محبتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایمان، اعمال، روح اور مقاماتِ علیا کی رُوح ہے جب انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے۔ جو اسے دنیا میں ایک یا دو بار فنا اور ختم ہونے والا فائدہ پہنچائے یا کسی ضرر و ہلاکت سے بچاتا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ جن سے باقی اور ہمیشہ رہنے والا فائدہ پہنچتا ہے اور ہمیشہ رہنے والے عذاب جہنم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

جب انسان دوسرے سے اس کی حسنِ صورت اور سیرتِ جمیلہ کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ تو ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جو اخلاقِ حسنہ کے جامع اور مکارمِ اخلاق اور فضلِ عمیم کے پورا کرنے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بسبب اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی نعمتیں عطا کیں۔ ہم پر ظاہری و باطنی نعمتوں کا القا فرمایا۔ تو اپنی جان مال، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبت کے مستحق ہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے جسم کے ایک ایک بال کے تحت آپ کی محبت ڈال دے۔ پھر بھی کماحقہٗ آپ کی محبت کا تقاضہ پورا نہیں ہوتا۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ:۔ تم میں کوئی ایک کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

○ امام بخاری نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ۔

ترجمہ:۔ جب تک میں جان سے پیارا نہ ہو جاؤں تم سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

و عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر قرآن کریم اتارا۔

وَلَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِی الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ تَمَّ اِیْمَانُکَ۔

ترجمہ: حضور آپ مجھے اپنے دل سے بھی زیادہ پیارے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔

○ اور سیدنا علی مرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاٰبَائِنَا وَاُمَّہَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَاءِ۔

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مال، اولاد، ماں باپ سے زیادہ پیارے تھے اور پیاسے کے لیے ٹھنڈے پانی سے زیادہ عزیز تھے۔

⊙ ابن اسحاق نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے - ایک انصاری عورت جس کا باپ، بھائی اور شوہر غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے - جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ سنی تو وہ دوڑتی ہوئی اُحد کی طرف جا رہی تھی - جب اسے اپنے باپ، بھائی اور شوہر کے قتل ہونے کی خبر ملی تو کہنے لگی -

مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ترجمہ :- آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے -

صحابہ کرام نے جواب دیا - آپ الحمد للہ بخیریت ہیں تیری منشا کے مطابق - اس نے کہا مجھے زیارت کراؤ تاکہ مجھے یقین ہو جائے - آپ کی خیریت وصحت کو دیکھ کر کہنے لگی -

كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ اى صَغِيْرَةٌ - آپ کے بعد بڑی سے بڑی مصیبت بھی معمولی ہے -

۵ جب مشرکین مکہ حضرت زید بن دثنہ کو حرم سے قتل کرنے کے لیے باہر لائے تو ابو سفیان جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے - زید سے کہنے لگے میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں - اے زید! کیا اس بات کو پسند کرے گا کہ تیری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے - تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں تو اس چیز کو بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ آپ کے قدموں کو کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے اہل وعیال میں ہوں - تو ابو سفیان کہنے لگا کہ احواب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جتنی اپنے رسول و محمد سے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں - اتنی کوئی کسی سے محبت نہیں کر سکتا - آپ کے ساتھ محبت کرنا فرض ہے - اس پر بہت حدیثیں ذکر کی ہیں -

محبت کی علامات

محبت کی بہت سی علامات ہیں -

(۱) **اقتدا** محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی اقتدا اور آپ کے طریقوں وسنتوں پر عمل اور آپ کی ہدایت سے ہدایت حاصل کی جائے - نیز آپ کی شریعت مطہرہ کی حتی الامکان معلومات اور واقفیت حاصل کی جائے - جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1] — ترجمہ:۔ اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس آیت میں اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بندے کی اللہ سے محبت کی علامت قرار دیا۔ اور حُسنِ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صلہ میں خود اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت قرار دی، اس کمالِ اتباع سے محبت و محبوبیت دونوں اکٹھی حاصل ہو جاتی ہیں۔ اب یہ نہیں کہ بندہ تو اللہ سے محبت کرے اور خود ذات باری تعالیٰ بندے سے محبت نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ہوگا۔ جب تو ظاہری و باطنی طور پر حبیب خدا مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرے آپ کی خبر کی تصدیق، امر پر عمل، دعوت پر برضا و رغبت لبیک کہے۔ آپ کے حکم کی وجہ سے غیر کے حکم پر عمل نہ کرے اور آپ کی محبت میں مخلوق کی محبت کو بھول جائے۔ آپ کی اطاعت سے غیر کی اطاعت کو بھلا دے۔ اگر اسی طرح نہیں کر سکا تو یقین کر تجھے ابھی نہیں ملا۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ کے الفاظ میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اسی صورت میں محبت کرتا ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع کی جائے۔

ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:۔

مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ — ترجمہ:۔ جس نے میری سُنّت کو (زندہ) (سنت پر عمل) کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔

ابن عطاؒ کہتے ہیں جو آدابِ سُنّت کا التزام (لازم) کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے منور کر دیتا ہے۔ اوامر، نواہی، افعال اور اخلاق میں آپ کی اتباع و پیروی سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔

۲۔ شریعت پر رضامند ہونا

علاماتِ محبت سے ایک علامت آپ کی شریعت مطہرہ پر رضامندی ہے اور آپ کے ہر فیصلے کو برضا و خوشی

[1] پارہ ۳ رکوع ...

قبول کیا جائے اور دل میں تنگی تک محسوس نہ کرے۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؕ[1]

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

جو شخص آپ کے فیصلے پر دل میں تنگی محسوس کرے گا اس کے دل سے ایمان سلب کر لیا جائے گا۔

تاج الدین بن عطا اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ آیت اس پر دال ہے کہ حقیقی ایمان اس وقت حاصل ہو گا۔ جب اپنے نفس پر اللہ اور اس کے رسول کے احکام قولاً فعلاً اخذ و ترک اور حب و بغض کے ہر لحاظ سے نافذ کرے۔ پھر احکم الحاکمین نے اس شخص سے جو آپ کے فیصلے کو قبول نہیں کرتا اور دل میں تنگی محسوس کرتا ہے۔ ایمان کی صرف نفی نہیں کی بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی عنایت و رافت فرماتے ہوئے اپنی ربوبیت کو آپ کی طرف منسوب کر کے قسم اٹھائی اور فرمایا فَلَا وَرَبِّکَ تیرے رب کی قسم۔ قسم میں اس طرف اشارہ ہے۔ جو آپ کے فیصلوں کو بخوشی قبول کرتے ہیں خواہ وہ فیصلہ ان کے ہی خلاف ہو۔ ان پر محبت کا غلبہ اور نصرت الٰہی ان کے شامل حال ہے۔

اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کا اظہار ہو رہا ہے۔ کہ آپ کے حکم فیصلے کو اپنا حکم اور فیصلہ قرار دیا۔ بندوں پر لازم کر دیا کہ آپ کے احکامات پر عمل کریں جو آپ کے احکام پر عمل نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی[2]

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

---

[1] پارہ ۵ رکوع ۶ ۔ سورہ نسا آیت ۶۵ ۔

[2] پارہ ۲۷ رکوع ۵ ۔ سورہ النجم آیت ۴ ۔

۵۔ کثرت شوق دیدار مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

علامات محبت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے آپ کے دیدار کا ہر وقت مشتاق رہنا ہے۔

۶۔ محبت قرآن

جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامات میں سے قرآن کریم سے محبت ہے۔ اگر تو نے معلوم کرنا ہو کہ تجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے تو قرآن کریم کی محبت سے اندازہ لگا لے کہ قرآن کریم سے کتنی محبت ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا

۷۔ سنت سے محبت اور احادیث مبارکہ کا پڑھنا

یہ ہے کہ آپ کی سنن سے محبت اور احادیث مبارکہ کو پڑھا جائے۔

۸۔ آپ کے ذکر کرنے اور نام سننے سے لطف اندوز ہونا

علامات محبت میں سے ہے کہ محب آپ کے ذکر پاک کرنے یا اسم گرامی سننے کے وقت لذت اندوز ہو۔

۹۔ اہل بیت و صحابہ کرام اور مدینہ منورہ سے محبت

آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے آپ کے دین، آل، اصحاب، شہر اور ہر اس چیز سے محبت کی جائے جو آپ کی طرف منسوب ہو۔ جب بندے پر آقا علیہ السلام کی محبت کا شدت کا غلبہ ہوگا تو ماسوا کے خیالات محو ہو جائیں گے۔ دل و جان اور آنکھ کان اس کی محبت میں مستغرق ہو جائیں گے تو اکثر آپ کی زیارت سے عالم خواب میں مشرف ہوتا رہے گا۔ بعض اوقات چشم ظاہر سے حالت بیداری میں مشرف ہو جائے جیسا کہ اکابر اولیا اور خیرۃ الاصفیا عالم یقظہ میں دیدار سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

آپ کا غیب کی خبریں دینا

امام قسطلانی آٹھویں مقصد کے آخر میں آپ کا مغیبات کی بہت خبروں کا تذکرہ کیا ہے۔

یاد رکھیے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان یا کسی اور سے صدور ہوا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ وحی یا الہام کے ذریعہ حدیث شریف میں ہے۔

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ۔ ترجمہ: بخدا میں وہی جانتا ہوں جو مجھے حق تعالیٰ نے سکھایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغیبات پر مطلع ہونا اتنا مشہور ہو گیا تھا۔ کہ بعض نے اپنے دوستوں سے آپ کے متعلق بات کرتے سے منع کرتے ہوئے کہہ دیا کہ خاموش ہو جا۔ اگر آپ کے پاس کوئی خبر دینے والا ہو تو بطحا کے پتھر آپ کو حالات سے آگاہ کر دیں گے اور اس کی شہادت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہوتی ہے۔

وَفِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ یَتْلُوْ کِتَابَهٗ ترجمہ: اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو
اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الصُّبْحِ سَاطِعٗ اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب صبح درخشاں ہوتی ہے۔

اَرَانَا الْهُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فَقُلُوْبُنَا ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت دکھائی پس
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٗ ہماری دل آپ کے فرمان کے مطابق امور کے وقوع پذیر ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں۔

نَبِیٌّ یَرٰی مَا لَا یَرَی النَّاسُ حَوْلَهٗ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ملاحظہ
وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰهِ فِیْ کُلِّ مَشْهَدٖ فرماتے ہیں جو لوگ اپنے اردگرد بھی نہیں دیکھ سکتے اور ہر مشہد میں (شہادت گاہ) میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔

فَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مَقَالَةً غَائِبٍ فَتَصْدِیْقُهَا فِیْ ضَحْوَةِ الْیَوْمِ اَوْ غَدٍ

ترجمہ: اگر آپ نے غائب کے متعلق کوئی بات فرمائی تو اس کی آج تصدیق ہو گی یا کل۔

علامہ قسطلانی نے بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جو مخصوص واقعات سے متعلق ہیں جن کے متعلق آپ نے خبر دی ویسے ہی وہ واقعہ رُونما ہوا۔ انواع معجزات میں سے مغیبات کی اطلاع دینا سب سے زیادہ ہے۔

کیا اسلام سے قبل آپ کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت گذارتے تھے یا نہیں۔

امام قسطلانی مقصد تاسع میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت سے قبل کسی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے یا نہیں۔ تو جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ کسی بھی نبی کی شریعت کے مطابق عبادت گذار نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا[1]

ترجمہ: پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دینِ ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں صرف توحید میں اتباع مراد ہے۔

شیخ الاسلام بلقینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ احادیثِ مبارکہ میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے قبل از اعلانِ نبوت کی عبادت کی کیفیت معلوم ہو۔

ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سال میں ایک ماہ کامل غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے اور واپسی پر گھر میں داخل ہونے سے قبل بیت اللہ شریف کا طواف کرتے۔ بعض نے تعبد و عبادت کو غور و خوض، تفکر و تدبر پر محمول کیا ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں جو جن میں آپ کی انواع عبادت کا ذکر ہے کثیر ہیں۔ امام قسطلانی نے آخر میں کچھ ادعیہ اذکار اور قرأت کا ذکر کیا ہے اور بہت سی ادعیہ مستجابہ و مقبول دعاؤں کا ذکر فرمایا۔

آپ کی ادعیہ مستجابات

وہ دعائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائی۔ ان میں ایک حضرت

[1] پارہ نمبر ۱۴ رکوع ۲۲ ۔ سورۂ نحل آیت ۱۲۳ ۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَطِلْ عُمْرَہٗ وَاغْفِرْلَہٗ۔ ترجمہ: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت فرما اس کی عمر طویل کر اور اس کی مغفرت فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری پشت سے ایک سو دو بچے دفن ہوئے۔ میرا باغ سال میں دوبار پھل دیتا۔ میری عمر اتنی طویل ہوئی کہ اپنی زندگی سے اُکتا گیا اور رابعہ (موت) کی اُمید کرنے لگا۔ (اس کو ابن سعد نے روایت کیا ہے)

حضرت مالک بن ربیعہ سلولی کی اولاد میں برکت کے لیے دُعا فرمائی تو ان کے اتنے لڑکے (لڑکے پوتے) پیدا ہوئے۔ (رواہ ابن عساکر)

جب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو خیبر فتح کرنے کے لیے بھیجا تو ان کی آنکھیں دکھتی تھیں تو ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالا اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ۔ ترجمہ: اے اللہ اس سے گرمی اور سردی کو دُور کر۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے گرمی محسوس ہُوئی نہ سردی اور نہ پھر کبھی آنکھیں خراب ہوئیں اور بہت دعاؤں کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ایسی کوئی ایک روایت بھی نہیں ملتی کہ آپ نے دُعا فرمائی ہو اور اللہ تعالیٰ نے قبول نہ کی ہو۔

انبیا علیہم السلام اپنی موت میں با اختیار ہیں

امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کے مقصد عاشر جو کتاب کا آخری حصہ ہے۔ لکھا ہے۔ موت چونکہ طبعی طور پر ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس لیے ہر نبی کو اپنی موت کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہُوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اختیار دیا ہے کہ دنیا وما فیہا

یا جو اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے۔ جس کو چاہے پسند کر لے۔ تو اس کے بندے نے ماعند اللہ (جو اللہ کے پاس ہے) کو پسند کیا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ کلمات سن کر رونے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ راوی کہتے ہیں ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کلمات تعجب کیا لوگ کہتے لگے اس شیخ کی طرف دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کہ اللہ نے بندے کو دنیا و آخرت میں اختیار دیا ہے کہ جواب فدیناک بآبائنا و امہاتنا کہہ رہے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ مخیر ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ علم والے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

○ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخیر عمر میں موت کی آمد کے منتظر رہتے تھے اس پر چند احادیث ذکر کی ہیں۔

واحدی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال شریف سے ایک ماہ قبل بیان کیا۔ جب فراق کا وقت قریب آیا۔ تو ہم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تمہیں سلام کے ساتھ زندہ رکھے اللہ تم پر رحمت فرمائے۔ تمہیں قوت و طاقت دے۔ تمہاری مدد کرے۔ تمہیں بلند و بالا اللہ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ تمہیں خوفِ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔ تمہیں ذاتِ الٰہی سے ڈراتا ہوں کہ بے شک میں تمہارے لیے ایک واضح اور ڈرانے والا ہوں۔ اس کے شہروں اور بندوں کے بارے میں اللہ کی مخالفت نہ کرنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں یہ فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا	ترجمہ:۔ یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں
لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا	جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد
فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ	اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی۔
لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾ [1]	

---

[1] پارہ نمبر ۲۰ رکوع ۱۲ سورہ قصص آیت ۸۳۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا :-

اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ ؕ[1] ترجمہ :- کیا مغرور کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَتٰی اَجَلُکَ آپ کو موت کب آئے گی۔ فرمایا فراق کی گھڑی بالکل قریب ہے۔ رب العالمین اور جنت الماویٰ کی طرف رجوع اور لوٹنا ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کفن کس میں دیں گا۔ فرمایا میری اہل بیت کے مرد الاقرب فالاقرب (قرب کے لحاظ سے) درجہ بدرجہ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو کفن کس میں دیں۔ تو فرمایا میرے ان کپڑوں میں اور اگر تمہارا خیال ہو تو سفید مصری کپڑوں یا حلہ یمانیہ (یمنی چادر) ہم نے عرض کیا، آپ کی نماز جنازہ کون پڑھے گا۔ تو فرمایا جب تم میرے غسل اور کفن سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے چارپائی پر رکھ کر قبر کے پاس رکھ کر کچھ وقت کے لیے جدا و علیحدہ ہو جانا کہ سب سے پہلے مجھ پر جبریل امین درود پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل اور اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت، پھر تم جماعت جماعت بن کر جانا، مجھ پر درود و سلام پڑھتے جانا، سب سے قبل میری اہل بیت کے مرد پھر عورتیں پھر تم مجھ پر سلام پڑھنا اور میرا سلام دینا اس کو جو میرے صحابہ میں سے غائب ہے اور جس نے میرے دین کی اتباع کی آج سے قیامت تک کے لیے۔ ہم نے عرض کیا آپ کو قبر شریف میں کون اتارے؟ فرمایا میرے اہل فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حالت صحت میں ارشاد فرمایا :-

لَمْ یُقْبَضْ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ یُخَیَّرُ ۔ ترجمہ :- نبی فوت ہونے سے قبل جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے۔ پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے

---

[1] پارہ نمبر ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۶۰

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی اور موت کا عین وقت آگیا تو اس وقت آپ کا سر اقدس میرے ران پر تھا۔ آپ پر غشی طاری ہوئی۔ جب افاقہ ہوا، آپ نے آنکھ کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا :۔

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔ ترجمہ: اے اللہ! رفیق اعلیٰ کی صحبت میں۔

میں نے کہا اس وقت ہمیں پسند نہیں کریں گے۔ مجھے معلوم ہوگئی وہ حدیث جو آپ نے حالت صحت میں بیان فرمائی تھی۔ پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی اور تکلیف شدت اختیار کر گئی تو سیدہ فاطمہ زہرا نے کہا واکرب اباہ۔ اے اباجی کی تکلیف تو آپ نے فرمایا، آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی کرب و تکلیف نہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

علما فرماتے ہیں کہ آپ کو کرب و تکلیف رفعت منزلت و مقام اور مزید ترقی درجات کے لیے تھی۔ طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ملک الموت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایام مرض میں آئے۔ اس وقت آپ کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملک الموت نے اجازت طلب کی اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تو حضرت علی نے فرمایا واپس چلے جائیے۔ ہم مصروف ہیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ملک الموت عزرائیل ہے رشد و ہدایت کے ساتھ داخل ہوجا۔ جب داخل ہوا تو عرض کیا آپ کا رب آپ کو سلام دیتا ہے۔ پس مجھے معلوم ہوگیا کہ ملک الموت اس قبلے اہل بیت کو سلام کیا ہے نہ بعد میں کرے گا۔

جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے تین دن قبل جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ کے احترام کے واسطے تفضیل اور مخصوص آپ کے لیے۔ آپ سے وہ ذات دریافت فرما رہی ہے جو آپ سے زیادہ آپ کو جانتی ہے کہ آپ اپنے کو کیسے پاتے اور محسوس کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے جبریل! میں اپنے کو مغموم پاتا ہوں۔ دوسرے دن پھر جبریل حاضر ہوئے پہلے دن کی طرح سوال کیا اور آپ نے بھی پہلے دن کی مانند جواب دیا۔ تیسرے دن پھر حاضر خدمت ہوئے اور اسی طرح کہا۔ پھر آپ کے پاس ملک الموت حاضر ہوئے

اجازت طلب کی، جبریل نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ملک الموت آپ سے اجازت چاہتا ہے جس نے آپ سے پہلے کسی سے اجازت طلب کی ہے اور نہ اجازت طلب کرے گا۔ فرمایا۔ اجازت دے دیجیے تو ملک الموت آپ پر داخل ہوئے۔ آپ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کی ہربات کی تعمیل کروں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی روح قبض کرتا ہوں اور اگر ترک کرنے کا حکم دیں تو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَائِكَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت جس کا تجھے حکم ہوا ہے وہ پورا کر۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمین میرا آخری ٹھکانہ تھا جس کی مجھے دنیا میں تمنا تھی۔ ملک الموت نے روح قبض کی۔ جب آپ کی روح مبارک قبض ہو گئی تو مکان کے ایک کونہ سے آواز سنائی دی۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ	ترجمہ: اے اہل بیت تم پر سلام، اللہ کی
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ كُلُّ نَفْسٍ	رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہر نفس نے موت
ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ	کا ذائقہ چکھنا ہے تحقیق تمہیں قیامت
اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	کے روز پورا پورا اجر دیا جائے گا۔
اِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ	بے شک اللہ کی ذات ہر مصیبت سے
مُصِيْبَةٍ وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ	نجات، ہر ہلاک ہونے والے کا خلف
وَدَرَكًا مِنْ كُلِّ فَائِتٍ فَبِا	اور ہر فوت ہونے والے کا پانا ہے۔
للّٰهِ فَثِقُوْا وَاِيَّاهُ فَارْجُوْا	پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی پر امید
فَاِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ	رکھو۔ محروم ثواب سے درستگی ہے اور
الثَّوَابَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ	تم پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمت اور اس
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔	کی برکتیں ہوں۔

حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے فرمایا یہ خضر علیہ السلام ہیں۔
(اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے)
حاکم نے حدیث انس روایت کی ہے اس میں آخری کلام جو آقا علیہ السلام نے فرمائی وہ یہ ہے۔

جَلَالُ رَبِّیَ الرَّفِیْعِ ۔ ترجمہ: میرے بلند و بالا رب کا جلال۔

سالم بن عبد اللہ اشجعی سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو سب سے زیادہ غمگین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ ہوئے۔ آپ تلوار پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا جس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ لوگوں نے کہا اے سالم صاحب رسول اللہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلاؤ میں مسجد کی طرف گیا تو وہاں ابوبکر موجود تھے۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو رونے والا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ جو آپ کو کہے گا کہ فوت ہو گئے ہیں تو میں اس تلوار کے ساتھ اس کو قتل کر دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپ کو چادر سے لپیٹا ہوا تھا آپ نے چہرۂ انور سے چادر اٹھائی اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا اور خوشبو سونگھی پھر لپیٹ دیا، اور ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[1] ترجمہ: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔[2] ترجمہ:۔ بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

---

[1] پارہ نمبر ۴۔ رکوع نمبر ۶۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۴۴۔ [2] پارہ ۲۳، سورۂ زمر آیت ۳۰۔

اے لوگو! جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ تو وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہُ نے کہا قسم بخدا میں نے اس سے پہلے یہ آیات گویا کبھی تلاوت ہی نہیں کی۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

ابن منیر نے کہا کہ جب رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عقل و ہوش اڑ گئے۔ بعض مخبوط الحواس ہو گئے بعض میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی۔ بعض گونگے ہو گئے کہ کلام سُن نہیں سکتے تھے اور بعض کمزور اور ناکارہ ہو گئے۔ مخبوط الحواس (پاگل ہو جانا) ہونے والوں میں حضرت عمر فاروق تھے۔ گونگے ہونے والوں میں حضرت عثمان غنی تھے۔ کبھی جاتے کبھی آتے بھول نہیں سکتے تھے۔ بیٹھ جانے والوں میں حضرت علی مرتضٰے تھے کہ حرکت نہیں کرتے تھے۔ ناکارہ ہونے والوں میں حضرت عبداللہ بن انیس تھے۔ جو اسی حالت میں فوت ہوئے ثابت قدم رہنے والوں میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کی آنکھیں خشک سانس متردد اور پھولا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئے جھک کر چہرہ اقدس سے کپڑا ہٹایا اور عرض کی آپ کی زندگی اور موت پاکیزہ ہے آپ کے وصال سے وہ چیزیں منقطع ہو گئیں جو دیگر انبیا علیہم السلام کے وصال پر منقطع نہیں ہوئیں۔ صفت عظیم ہوئی اور گریہ و بکا ہوا اگر آپ کی موت اختیاری ہوتی تو ہم آپ کی موت پر اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ اپنے رب کے پاس ہمارا ذکر فرمائیے ہم آپ کے بال (ذکر) سے ہوں۔

ایک روایت میں جو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہُ سے مسند امام احمد میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام کے پاس سر کی جانب سے آئے۔

جب آقا علیہ السلام نے وصال ہوا تو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا یا ابتاہ اپنے رب کے بلانے پر لبیک کہا۔ یا ابتاہ! آپ کا مقام جنت الفردوس ہے۔ یا ابتاہ! جبریل آمین کو موت کی خبر دیتے ہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔

ابو نعیم نے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہُ سے بیان کیا۔ جب حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم

نے وصال فرمایا۔ ملک الموت گریہ کناں کے ساتھ آسمان کی طرف گئے۔ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے آسمان سے ندا سنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مصیبت سے تمام مصیبتیں ہلکی اور آسان ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے مرض موت میں فرمایا اے لوگو! اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو میری مصیبت کی طرف نسبت کرے میرے کسی اُمتی کو مجھ سے بڑھ کر تکلیف نہیں پہنچی۔

پیر کے دن وصال شریف

اس پر اجماع ہے کہ وصال شریف پیر کے دن ہوا۔ بدھ کے دن دفن ہوئے اس میں علماء کا اختلاف ہے اور محل دفن میں ابن عساکر نے ابو ذویب ہذل سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہمیں یہ خبر پہنچی کہ آپ بیمار ہیں۔ گھر والوں نے موت کا خطرہ محسوس کیا تو رات کو بیدار رہے اور صبح طلوع ہونے کے قریب سو گئے۔

تو ہاتف غیبی نے ندا دی۔ اشعار ؎

خَطْبٌ اَجَلٌ اَنَاخَ بِالْاِسْلَامِ — ترجمہ: موت آگئی جب آپ نے کھجوروں
بَیْنَ النَّخِیْلِ وَمَقْعَدِ الْاٰطَامِ — (مدینہ منورہ) اور قلعہ میں بیٹھنے کی جگہ (شام) میں اسلام کو پھیلایا۔

قُبِضَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ فَعُیُوْنُنَا — ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال
تَبْدَی الدُّمُوْعُ بِالتَّسْجَامِ — ہوا تو ہماری آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں۔

میں گھبرا اٹھا آسمان کی طرف صرف بعد از ایک نبے ستارے کو دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً فوت ہو چکے ہیں تو اہل مدینہ چیختے پکارتے ہوئے آنے جیسے حاجی لوگ احرام باندھتے وقت تلبیہ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس میں نے کہا مہ دٹھہرا تو کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بہت اچھا مرثیہ کہا ہے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي — ترجمہ: تو دیکھنے والوں کی آنکھ سیاہی
فَعَمِي عَلَيْكَ النَّاظِرُ — ہے آنکھ تجھ پر مشتبہ ہو گئی (معلوم نہیں کر سکی)
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ — جو تیرے بعد مرنا چاہے مر جائے پس لازم
فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ — ہے تجھ پر کر محتاط رہوں میں۔

ابو داؤد اور حاکم ابو داؤد اس روایت کو صحیح کہا ہے نے حضرت علی سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو غسل دیا پس میں نے دیکھنا چاہا تو مردوں سے نکلتا ہے تو کچھ نظر نہیں آیا۔ صرف یہی کہ زندگی پاک صاف اور موت بھی پاک اور صاف تھی۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ سے ایسی خوشبو مہک رہی تھی جیسی کبھی نہیں مہکی۔
ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کے غسل شریف سے منگل کے روز فارغ ہوئے تو چارپائی پر لٹا کر گھر میں رکھا گیا لوگ جماعت در جماعت داخل ہو کر صلوۃ پڑھتے رہے مردوں کے فارغ ہونے کے بعد عورتیں گروہ در گروہ داخل ہو کر صلوۃ پڑھتی رہیں۔ پھر اسی طرح بچے داخل ہوئے۔ کسی نے امامت نہیں کرائی - ایک روایت ہے کہ سب سے قبل ملائکہ نے گروہ در گروہ آ کر صلاۃ پڑھی، پھر اہل بیت، پھر عام لوگ، پھر آخر میں عورتیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے حجرۂ انور میں بستر والی جگہ میں دفن ہوئے تو حضرت سیدہ فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور فرمایا۔ تمہارے نفوس کیسے پاک ہوں گے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈال رہے ہو پھر قبر انور سے مٹی اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور یہ اشعار پڑھے۔ ؎

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ — ترجمہ: احمد مختار کی تربت سونگھنے والے پر
أَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا — لازم ہے اس کے بعد رہتے وقت تک کوئی چیز نہ سونگھے۔
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا — مجھ پر اتنے مصائب نازل ہوئے اگر وہ
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا — دنوں پر نازل ہوں وہ رات میں بدل جائیں

دارمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ دن جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہمارے پاس تشریف لائے اس دن سے زیادہ حسین اور روشن ترین دن میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جس دن آقا علیہ السلام کا وصال ہوا۔ اس سے زیادہ تاریک اور قبیح نہیں دیکھا۔

ترمذی میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ اس دن نے ہر چیز کو روشن کر دیا جس دن میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس نے ہر شے کو تاریک کر دیا۔ جب ہم آپ کو دفن کر رہے تھے تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو نہیں جھاڑا حتیٰ کہ ہمارے دلوں نے انکار کیا۔

آخرت میں فضیلت و شانِ مصطفےٰ

جیسا کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءِ خلق میں فضیلت رکھتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے اوّل آپ کی تخلیق ہوئی۔ عالم ذر (عالم ارواح) میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا سب سے پہلے جواب دیتے ہوئے بَلٰی کہا۔ ایسے ہی آخرت میں بھی سب سے بزرگتر ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ کی قبر انور کھلے گی۔ سب سے پہلے سفارش کرنے والے اور جن کی سفارش پہلے قبول ہو گی وہ آپ کی ذات اقدس ہے۔ سب سے پہلے آپ کو سجدہ کی اجازت ہوگی۔ سب سے پہلے خالق کائنات کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ کی اُمت کا حساب ہوگا۔ سب سے قبل آپ کی اُمت کو پل صراط سے گزرنے اور جنت میں داخل ہونے کی اجازت ہو گی جو تحائف اور انعامات ملیں گے ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے سوار ہو اٹھیں گے اور مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ لواء الحمد کے تحت حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء ہوں گے۔

○ آپ کی خصوصیات میں سے عرش کے سامنے اللہ رب العزت کو سجدہ کرنا ہے۔ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثنا کریں گے جو پہلے نہ کسی نے کی ہے اور نہ بعد میں کوئی کر سکے گا۔

آپ کو رب العالمین کا خصوصی قرب حاصل ہو گا اور خالق کائنات فرمائے گا۔

يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

ترجمہ: اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر اٹھایئے کہیے آپ کی بات سُنی جائے گی مانگیے دیا جائے گا سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول ہو گی۔

دیدار خداوندی سے بڑھ کر کوئی منزلت نہیں۔ اسی لیے آپ بار بار سفارش کریں گے۔ اور دوبارہ سہ بارہ سجدہ کریں گے اور اس میں نئی سے نئی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے۔ جو نہ کسی نے کی ہے اور نہ کرے گا اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر اٹھایئے کہیے آپ کی بات سُنی جائے گی۔ مانگیے دیا جائے گا سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول ہو گی۔

آپ عرش کے داہنی طرف کھڑے ہو نگے اسی لیے آپ عرش کی داہنی جانب کھڑے ہوں گے جہاں کوئی بھی کھڑا نہیں ہو گا اور اس میں اگلے پچھلے غبط کریں گے۔

○ انبیأ علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے مابین شہادت دیں گے کہ تمام انبیأ اپنی اپنی امت کو توحید و رسالت کی تبلیغ کی ہے۔ اسی سے ثابت ہے کہ آپ عرش کے دائیں طرف کھڑے ہوں گے جہاں کوئی شخص کھڑا نہیں ہو سکے گا اور تمام اوّلین و آخرین اس پر غبطہ کریں گے۔

○ آپ انبیأ علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے اختلاف میں شہادت دیں گے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو تبلیغ کی ہے۔

○ انبیأ علیہم السلام آپ سے شفاعت و سفارش کریں گے۔ تاکہ غم اور عرصہ دراز تک ٹھہرنے سے نجات حاصل ہو اور آپ ایسی قوم کی سفارش فرمائیں گے جنہیں جہنم کا حکم دیا جا چکا ہو گا۔

حوض

امام بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض کی مسافت ایک ماہ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا اور اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی مانند ہوں گے جو ایک بار پی لے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

قرطبی نے مفہم میں بیان کیا ہے کہ جس پر کہ ہر مکلف انسان کو ہر عمل کرنا اور اس کی تصدیق لازمی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو جس حوض کے ساتھ مخصوص کیا ہے اس کے نام صفات اور پینے کی تصریح احادیث صحیحہ مشہورہ میں ہے جن سے علم یقین حاصل ہو جاتا ہے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس سے چند زائد صحابہ کرام نے روایت کیا۔ جن میں بیس سے کچھ زائد صحابہ سے صحیحین میں روایت موجود ہے اسی تعداد میں صحابہ سے تابعین نے روایت کیا۔

تابعین سے کئی گنا زائد تبع تابعین نے روایت کیا۔ اسی طرح بعد والوں نے اور اس کے ثبوت پر اہل سنت کے سلف و خلف کا اجماع ہے۔

احادیث حوض میں سے مسلم کی روایت ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا حوض پر میری اُمت میرے پاس آئے گی۔ میں لوگوں کو اس سے روکتا رہوں گا جیسے آدمی اپنے اونٹ سے روکتا ہے[1] اور اس کے چارے کا انتظام کرتا ہے۔ ہم نے

[1] اہل علم روکنے کی حکمت میں کہتے ہیں کہ حضور کا ارشاد ہے کہ اُمت کے لیے نبی کا حوض ہے۔ تو حضور علیہ السلام کا یہ روکنا از رُوئے انصاف اور اپنے بھائیوں یعنی نبیوں کے حق میں ہوگا نہ کہ جھڑکنے اور بخل سے روکنے کی وجہ سے اور بجائے خود وہ جگہ امن کی ہے اور حضور خود اسخی الناس اور رحمۃ اللعالمین ہیں اور یہ بھی امکان ہے کہ آپ انہیں روکیں گے جو اس کے پینے کے مستحق نہ ہوں۔ (مدارج النبوت مترجم جلد اول صفحہ ۴۴۸)

عرض کیا۔ آپ ہم کو پہچان لیں گے۔ آپ نے کہا ہاں تم میں علامات موجود ہوں گی جو دوسرے لوگوں میں نہیں ہوں گی تم میرے پاس حوض پر ایسی حالت میں آؤ گے کہ آثار وضو (یعنی اعضاء وضو) چمکتے ہوں گے۔

کوثر کے بارے میں مسلم وغیرہا نے انس سے روایت کیا ہے کہ ایک روز مسجد میں آقا علیہ السلام ہم میں موجود تھے اچانک آپ پر اونگھ طاری ہوئی۔ پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس چیز نے آپ کو ہنسایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابھی ابھی مجھ پر سورۃ نازل ہوئی ہے اور سورت کی تلاوت فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ[1]

ترجمہ:۔ اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا تحقیق وہ ایک نہر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ (الی آخر الحدیث)

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب معراج میرا آسمان پر ایک نہر سے گزر ہوا جس کے کنارے جوف دار لؤلؤ کے قبے یعنی موتیوں کے قبے ہیں تو میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے تو اس نے جواباً عرض کیا یہ کوثر ہے۔ امام قسطلانی نے کوثر سے متعلق بہت سی احادیث کا ذکر کیا ہے آخر میں فرمایا کہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کثیر آئمہ حدیث کے نزدیک حدیث کوثر متواتر احادیث سے ہے جو علم یقین کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح حدیث حوض بھی

---

[1] پارہ نمبر ۳۰۔ سورہ کوثر۔

مفید علم یقین اور متواتر حدیث ہے۔

تمام مومنین آپ کی شفاعت سے ہی جنت میں داخل ہو سکیں گے۔

○ آپ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی شفاعت لوگوں کی بلندی درجات کے لیے بھی ہو گی۔ آپ صاحب وسیلہ ہیں وسیلہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ جس پر آپ کے سوا کوئی فائز نہیں ہو سکے گا جس سے اللہ تعالیٰ اہل محشر اور اولین و آخرین اور ملائکہ کے روبرو آپ کی تعظیم و تکریم اور جلالتِ شان کا اظہار فرمائے گا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

علامہ قسطلانی نے بہت سی روایات اور احادیث کا ذکر کیا ہے کہ

اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ۔ ترجمہ: سب سے پہلے آپ کی قبر انور کھلے گی۔

وَاِنَّهٗ سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَاِنَّهٗ حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ تَحْتَهٗ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ۔ آپ تمام اولادِ آدم کے سردار اور آپ ہی لواء حمد کے اٹھانے والے ہوں گے جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر تمام لوگ ہوں گے۔

دارمی، ترمذی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا شَفِيْعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا يَئِسُوْا اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ ترجمہ: لوگوں میں سب سے پہلا شخص میں ہوں جب وہ قبروں سے نکالے جائیں گے اور میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور میں شفیع ہوں گا جب وہ رد کر دیئے جائیں گے اور میں ان کو بشارت دینے والا ہوں گا

بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلٰی رَبِّیْ یَطُوْفُ عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ کَاَنَّهُمْ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ اَوْلُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرٌ ۔

جب وہ عزت و تکریم سے مایوس و ناامید ہوں گے اس دن چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے زیادہ محترم و مکرم ہوں۔ میرے گرد ہزار خادم ایسے حلقہ باندھے ہوں گے گویا وہ مروارید ناسفتہ یا بکھرے موتی ہیں۔

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلا شخص میں ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی۔ تو جنتی حلہ پہنایا جاؤں گا۔ پھر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ کوئی کھڑا نہیں ہوگا۔

ترمذی نے انس کی روایت ذکر کر کے اسے حسن کہا ہے کہ حضرت انس نے کہا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ میرے لیے روز محشر شفاعت کریں آپ نے فرمایا۔ میں انشاء اللہ کروں گا۔ تو عرض کیا آپ کو کہاں تلاش کروں تو فرمایا پہلے مجھے پل صراط کے پاس تلاش کرنا۔ عرض کیا اگر وہاں نہ پاؤں تو فرمایا میزان کے پاس۔ میں عرض گذار ہوا اگر وہاں بھی نہ پاسکوں۔ تو فرمایا حوض کے پاس ہوں گا۔ ان تین مقامات کے علاوہ کہیں نہیں جاؤں گا۔

فضیلت شفاعت اور مقام محمود

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت اور مقام محمود کی فضیلت سے نوازا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[1]

ترجمہ: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا۔

---

[1] پارہ نمبر ۱۵، سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔

مفسرین اس پر متفق ہیں عسیٰ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمعنی وجوب کے ہے مقامِ محمود کی تفسیر میں راجح قول امام رازی نے کہا تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ مقامِ شفاعت ہے۔ اس معنی کی تائید میں اخبار صحیحہ وارد وجود ہیں جیسا کہ امام بخاری نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا۔ آپ سے مقامِ محمود کے بارے دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ شفاعت ہے۔

سب سے قبل آپ گفتگو کریں گے

حضرت حذیفہ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا۔ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائے گا اور آپ پڑھیں گے۔

لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَ	(اے رب) میں تیرے پاس بار بار حاضر
الْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ وَ	ہوں۔ تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں
الشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ	شر کو تیری طرف راہ نہیں۔ ہدایت یافتہ
وَالْمُهْتَدِیْ مَنْ هَدَیْتَ	وہی ہے جسے تو نے ہدایت دی۔ تیرا
وَعَبْدُكَ بَیْنَ یَدَیْكَ	بندہ تیرے حضور حاضر ہے اور تیرے
وَبِكَ وَاِلَیْكَ وَلَا مَلْجَأَ مِنْكَ	ساتھ اور تیری طرف تیرے سوا کوئی
اِلَّا اِلَیْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَیْتَ	جائے۔ پناہ نہیں تو برکت والا اور بلند
سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَیْتِ۔	ہے ہر عیب ونقص سے پاک ہے اے
	بیت کے رب (بیت اللہ)

شفاعت سے متعلق بہت سی احادیث اور مقامِ محمود کے متعلق اقوال ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے بخاری ومسلم کی طویل حدیث جو شفاعتِ عظمیٰ کے متعلق بہت مشہور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمام آدمیوں کا سردار ہوں گا۔ روزِ قیامت تم جانتے ہو کہ یہ سرداری کیسی ہے (الحدیث) پھر لوگوں کا غم والم شدت وسختی اور اللہ تعالیٰ کے شدتِ عذاب اور اہلِ محشر کا اولوالعزم پیغمبروں کے پاس باری باری جانے کا ذکر فرمایا اور ہر پیغمبر اپنی خطا وذنب کا ذکر کر کے فرمائے گا۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ اور اپنے بعد والے کی طرف اشارہ کرے گا یہاں تک کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔

وہ بھی یونہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج اتنا غضبناک ہے کہ پہلے ہوا اور نہ کبھی ہوگا اور وہ ذنب کا ذکر نہیں کریں گے۔ اور کہیں گے نفسی نفسی کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تو تمام مخلوق آپ کے پاس آکر کہے گی۔

یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَخَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ اَلَا تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْہِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ۔

ترجمہ: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے آپ ملاحظہ نہیں فرماتے ہم کس حالت میں ہیں ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش کیجیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں زیر عرش آؤں گا اور رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہوں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ میری زبان پر ایسی حمد و ثنا جاری فرمائے گا۔ جو مجھ سے پہلے کبھی کسی نے نہ کی ہوگی اس کے بعد فرمایا جائے گا۔

یَا مُحَمَّدُ اِشْفَعْ رَاْسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

ترجمہ: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھائیے مانگیے جو چاہیں گے دیا جائے گا۔ شفاعت فرمائیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اس کے بعد میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا۔

اُمَّتِیْ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ۔

ترجمہ: اے میرے رب میرے اُمتی اے میرے رب میری اُمت۔

اس کے بعد فرمائے گا۔

یَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِکَ مَنْ لَاحِسَابَ عَلَیْہِ

ترجمہ: اپنی اُمت کے ہر اس شخص کو جس پر حساب کتاب نہیں۔ جنت کے

مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔ داہنے دروازے سے داخل کر دو۔

اور جنت کے دیگر دروازوں سے اور لوگ بھی داخل ہونے میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

مسند بزاز کی روایت میں ہے میں پروردگار عالم سے عرض کروں گا۔ اے میرے رب مخلوق سے حساب لینے میں جلدی فرما۔

انبیأ علیہم السلام کے ذنوب

آقا علیہ السلام کا فرمان انبیا علیہم السلام عذر میں اپنے اپنے ذنوب کا ذکر کریں گے

وہ صورت ذنوب یعنی بظاہر گناہ ہیں۔ حقیقت میں گناہ نہیں۔ (انبیا گناہوں سے معصوم ہیں)

اور بہت سی احادیث شفاعت کا ذکر کیا ہے۔ جن کا ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھا۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا صحابہ کرام کی ایک جماعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ جب ان کے قریب ہوئے تو ان کو طرح طرح کی باتیں کرتے سُنا وہ تعجب سے کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے خلیل چنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منتخب کر کے کلیم بنایا اور ان سے کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسٰے علیہ السلام کو روح اللہ بنایا۔ چوتھے نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہا اس کے بعد حضور علیہ السلام نے ان کو سلام کہا اور فرمایا میں نے تم سب کی باتیں سُنی ہیں۔ تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اسی طرح حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ اور حضرت عیسٰے کو روح اللہ اسی طرح حضرت آدم کو صفی اللہ بنایا صلوٰت اللہ علیہم یہ

---

[۱] شفاعت کی بہت سی اقسام ہیں۔ اوّل تمام اہل محشر کی شفاعت کثیر وقت رکے رہنے حساب وکتاب کی شدت انتظار سے نجات دلانے کے لیے۔ دوم۔ بلا حساب جنت میں داخل ہونے والوں کے لیے۔ تیسری قسم مستحقین عذاب کو عذاب سے نجات دلانے کے واسطے۔ چہارم جہنم میں داخل ہونے والوں کو وہاں سے نکالنے کے لیے۔ پنجم۔ بلندی درجات کے لیے جو جنت داخل ہو چکے ہیں۔ چھٹی قسم مدینہ والوں کے لیے۔ ساتویں۔ زائرین گنبد خضریٰ کے لیے اس کے علاوہ بھی علماء نے اقسام بیان کی ہیں۔ (مدارج جلد اول نمبر ۹۰ مترجم)

سب درست ہے تو تم جان لو اور باخبر ہو جاؤ کہ مجھے حبیب اللہ بنایا اور اس پر فخر نہیں میں روز قیامت لواء الحمد اٹھاؤں گا۔ یہ فخر نہیں میں اول شافع اور اول مشفع ہوں اور یہ فخر نہیں سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکاؤں گا اور میں فقراء مؤمنین کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گا اور یہ فخر نہیں اور میں اوّلین و آخرین میں زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محترم و مکرم ہوں اور یہ فخر نہیں۔ (رواہ الترمذی)

ذکر مقام وسیلہ، درجہ رفیعہ فضیلہ

اب رہا جنت میں حضور علیہ السلام کا مقام وسیلہ فضیلہ اور درجہ رفیعہ تو مسلم کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن کی آواز سنو تو تم وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر تم مجھ پر درود شریف بھیجو جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ رب العزت اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کو مانگو۔ کیونکہ جنت میں یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کسی کو زیب دیتا ہے خدا کے بندوں سے بجز ایک بندے کے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ لہٰذا جو کوئی میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگتا ہے تو اس کے لیے شفاعت اترتی ہے۔

وسیلہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ منزلت کا نام ہے اور وہ منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور یہی مقام جنت میں حضور کی سکونت کا ہے جنت کا یہ مقام عرش کے بہت قریب ہے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ عبادت گذار، زیادہ علم والے، سب سے زیادہ خشوع و خضوع اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں لہٰذا آپ کو وہ مقام حاصل ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہو اور وہ یہی مقام ہے۔

اور اُمت کو وسیلہ کی دعا مانگنے کا حکم فرمانا اس لیے ہے کہ اس دعا و سوال کے کرنے والے ثواب جزیل اور زیادتی ایمان حاصل کریں۔ نیز حق تعالیٰ نے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے منزلتِ اسباب کے ساتھ مقدر فرمائی ہے امت کا حضور علیہ السلام کے لیے وسیلہ کی دعا مانگنا دیگر اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کیونکہ آپ کے دست مبارک پر جو ہدایت و ایمان حاصل ہوا ہے یہ اس کے مقابلہ میں ایک شے ہے۔

مقامِ فضیلت

لیکن طلب مقام فضیلت تو یہ تمام مخلوق پر زائد مرتبہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایک منزلت علیحدہ ہو۔

طُوبیٰ لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰب کی تفسیر

طُوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کو خالق کائنات نے اپنے دستِ قدرت سے لگایا ہے۔ جنت کا ہر پھل اس سے میسر ہے اور اس کی ٹہنیاں جنت کی دیواروں کی دوسری طرف سے بھی نظر آتی ہیں اس کا تنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوگا۔ ہر مومن کے گھر میں اس کی شاخ ہوگی تاکہ ہر ایک کو جو نعمت بھی حاصل ہو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے حاصل ہو کیونکہ جنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ملتی ہے۔ اس طرح انعام و اکرام کا آپ ہی ذریعہ میسر ہوں گے یونہی ابلیس جہنم کا سردار ہے لہٰذا جس کسی کو بھی عذاب ہوگا تو وہ اس میں برابر کا شریک ہوگا۔

ابو حیان کی بحر میں اللہ تعالیٰ کے ایک اس قول۔

عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا[1] ترجمہ: ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں سے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

کہا گیا ہے کہ وہ عین یعنی چشمہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہے اس سے انبیاء و رسل عظام علیہم السلام اور مومنین کے گھروں میں جائے گا۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۹ - رکوع ۱۹ - سورہ دہر - آیت ۱

مواہب میں کہا جب تجھے اس بات کا علم ہو گیا ہے تو یقین کر جنت کی سب سے اعلیٰ اور اکمل نعمت اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک اس کا قرب و معیت بمعہ رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی کے جو کہ بجائے خود بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی ہے۔ جس کو قرب و معیت اور رضوان حاصل ہو گیا تو کون سی نعمت، کون سی لذت اور کون سی فلاح ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ بخدا اس سے بڑھ کر کوئی کامل حسین، شیریں بلند اور گراں قیمت نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں پر حجاب واحد کے پیچھے اپنے اسم الجلیل اللطیف کے ساتھ تجلی فرمائے گا اپنے نور کا پرتو ڈالے گا جو ان کی ذوات میں سرایت کر جائے گا تو وہ اسی جمال سے مبہوت اور بے خود ہو جائیں گے اور ان کی ذوات ذات اقدس کے جمال سے حضور اقدس کے حضور روشن ہو جائیں گے پھر اس حجاب کو بھی اٹھائے گا اور بلا حجاب تجلی فرمائے گا تو سب سجدہ میں گر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے سروں کو اوپر اٹھالو میرے بندو یہ سجدے کی جگہ نہیں ہے۔ میں نے تو صرف اپنا جمال دیکھانے کے لیے بلایا ہے میں تم پر راضی ہوں کبھی ناراض نہیں ہوگا اس سے زیادہ شیریں کلام اور اس بشارت سے زیادہ لطف اندوز کون سا کلمہ ہے۔

تو اس وقت مومنین عرض کریں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا	ترجمہ: سب تعاریف اللہ کے لیے ہیں
الْحَزَنَ وَاَدْخَلَنَا دَارَ الْمُقَامَةِ	نے ہم سے غم دور کیا اور جنت میں
مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا	اپنے فضل سے داخل کیا جس میں تھکاوٹ
نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا	اور اکتاہٹ محسوس ہو گی بے شک
لغوب ان ربنا لغفور	ہمارا رب بخشش فرمانے والا شکر
شكور وقالوا الحمدلله	کی جزا دینے والا ہے اور انہوں نے
صدقنا وعده واورثنا	کہا۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس
الارض نتبوء من الجنة	نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں زمین
حيث نشاء فنعم اجر	کا وارث بنایا۔ جنت میں جہاں چاہیں

العالمین دعواهم فیها سبحانک اللهم وتحیتهم فیها سلام وآخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمین -

ٹھہریں گے عمل کرنے والے کا اجر کتنا اچھا ہے اس میں ان کا یہی دعویٰ ہوگا - کہ پاکیزگی اے اللہ تیرے لیے ہے اور اس میں ان کا تحفہ سلام ہے اور ان کا آخری دعویٰ یہی ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں - جو تمام جہان کا پالنے والا ہے -

امام عارف باللہ سیدی الشیخ عبدالوہاب شعرانی

المتوفی سنہ ۹۷۲ رضی اللہ عنہ

کے

فرمُوداتِ گرامی

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر کے مبحث چھتیس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت اور آپ کی تمام مخلوق سے علی الاطلاق افضلیت کا ذکر کیا ہے۔ اس پر بہت سی نقول کا ذکر کیا ہے۔ زیادہ تر فتوحات مکیہ سے نقل کیا ہے ان میں سے عظیم ترین کا میں نے شیخ اکبر کے کلام میں ذکر کر دیا ہے اس لیے شیخ اکبر سے نقل کردہ کلام کو میں نے ترک کر دیا ہے۔ دوسرے فوائد جو امام نے اپنی طرف سے یا دوسروں سے بیان کیے ہیں ان کو ذکر کرتا ہوں اگرچہ کچھ کا تکرار ہو جائے گا کہ ان کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن وہ بہت تھوڑے ہیں۔

رسالتِ محمدیہ کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے

جان لو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کتاب (قرآن کریم)، سنت اور امت کے اجماع سے ثابت ہے ایسے ہی امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ آپ نے مکمل طور پر رسالت کی تبلیغ فرما دی ہے۔ یونہی تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو رسالت کی تبلیغ کر دی ہے۔ اس کی بھی ہم شہادت دیتے ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع پر خطبہ ارشاد فرمایا لوگوں کو جہنم سے ڈرایا جنت کی خوشخبری دی اور کسی کو مخصوص نہیں کیا اس کے بعد فرمایا۔

أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا بَلَّغْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

ترجمہ: کیا میں نے تمہیں تبلیغ کر دی ہے سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ نے تبلیغ کر دی۔

آپ نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

ترجمہ: اے اللہ تو گواہ ہو جا۔

امام شعرانی نے کہا۔

سوال مخلوقات میں سے عدم سے وجود میں آنے میں سب سے پہلے کون ہے؟

جواب سب سے پہلے موجود ہونے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ امام شیخ

تقی الدین بن ابو منصور نے کہا ہے اسی لیے اولیات کے بھی سبب ٹھہرے۔ پس آپ ابوالروحانیات ہیں جیسا کہ حضرت آدم ابوالجسمانیات ہیں۔

سوال حدیث پاک کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (میں نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے۔) کا کیا معنی و مطلب ہے۔ جب کہ نبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے خبر دینے والے کو۔ آپ کے مخلوق ہونے اور مخلوقات کے موجود ہونے سے پہلے کس کو اور کس طرح خبر دیتے ہیں؟

جواب شیخ اکبر نے فتوحات کے تین سو پانچویں باب میں اس کا مطلب بیان کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی ذات کو اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے جانتے تھے۔ بغیر ظہور کے میثاق سے پہلے یہ وہ حال ہے کہ جس میں اپنی نبوت کو پہچانتے تھے یہ تخلیق آدم سے قبل کی بات ہے جیسا کہ حدیث میں اشارہ ہے آپ کے لیے یہ تعریف اس حال میں تھی۔ اس لیے نشأۃ انسانیہ عناصر اور اس کے مراتب میں پھیلی ہوئی تھی لیکن بعض انسان کو اس مقام میں اپنی ذات اور مرتبے کا مشاہدہ عطا کیا گیا۔ مکمل طور یا اس کی صورتوں میں سے کسی صورت کا جو اس مرتبہ کا موجود دنیا میں اسے عطا ہونا ہے کا عین ہو تاکہ اس کے ذریعے اپنی پر حکم کر سکے۔ اسی بنا پر آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا مشاہدہ فرمایا ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آپ نے اپنے جمیع احوال کی صورتوں کا مشاہدہ ہے یا نہیں۔

وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا۔ ترجمہ: اور آسمان میں اپنے امر کی وحی کی۔

نو آسمانوں میں سے کوئی آسمان ایسا نہیں جس میں انسان کی صورت نہ ہو اور اس صورت کو اس کے وقت کے پہنچنے تک اس نے محفوظ کر رکھا ہے پس صورت واحدہ کی مختلف مرائی میں مختلف اشکال میں۔ طول، عرض، استقامت، کجی، گولائی، مربع، مثلث چھوٹے اور بڑے ہونے کے اعتبار سے پس ان اشکال کی صورتیں تجلی ڈالنے والے کے اختلاف سے مختلف ہیں حالانکہ حقیقت اور عین ایک ہے اسی لیے ہم نے کہا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اس کی ذات کو اس کی ذات سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر تجلی ڈالنے والے کو پہچانتے تھے۔ اور اس مقام پر مراتب اس میں اثر پذیر نہیں ہوتے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس منزلتِ رفیعہ پر فائز ہونے کے عالم میں فرمایا :

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ ترجمہ: میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور یہ فخریہ نہیں۔

اس میں مرتبے کا حکم نہیں لگایا جاتا۔ دوسرے وقت میں یعنی رسالت و خلافت کے مرتبہ میں فرمایا :-

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ ترجمہ: تحقیق میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں۔

یہ مرتبہ و مقام نشاۃ کی معرفت کے لیے حجاب نہیں بن سکتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے لطیفہ کو مرکبِ عنصری کے اعتبار سے دیکھا کہ وہ اس میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اس کی ذات عنصریہ کا مشاہدہ فرمایا تو معلوم ہوا۔ افلاک علیا کی قوت کے ماتحت ہے اس میں دوسری مخلوق انسان، حیوان، نباتات، اور معدنیات کو مشارک دیکھا۔ تو نشاۃ عنصریہ کے لحاظ سے کسی سے برتری لینے لیے نہ دیکھی بلکہ ان کو اپنی مثال خیال کیا اور فرمایا۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور بھوک میں پناہ مانگتے اور صرف وحی کے لحاظ سے فرق کیا اس سے تجھے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ کا معنی معلوم ہو گیا۔ یہ فرمان اس صورت کی زبان کے ساتھ ہے۔ جو ان مراتب کی صورتوں میں شمار ہوتی ہے تو اس مکان میں اس صورت کا ترجمہ کیا۔

سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کو تخلیق آدم سے قبل نبوت عطا فرمائی ہے؟

جواب کوئی ایسی روایت ہم تک نہیں پہنچی کہ آپ کے علاوہ بھی کسی کو نبوت عطا ہوئی ہو۔ سب انبیا علیہم السلام اس عالم ظاہر میں نبی تھے۔

سوال آپ نے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے) فرما کر نبوت کا ذکر کیا ہے کُنْتُ اِنْسَانًا اَوْ مَوْجُوْدًا کہ میں انسان تھا یا موجود تھا کہہ کر انسانیت یا وجود کا

ذکر کیوں نہیں کیا ؟

جواب نبوت کا اس لیے ذکر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ شریعت کی معرفت کا نام ہے۔ (گویا آپ نے نبوت کے ساتھ صاحب شریعت اور عارف باللہ ہونے کا ذکر کیا۔)

سوال اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ۔ تمام مخلوق سے پہلے اللہ نے مجھے پیدا کیا اس خلق سے مراد خلق خاص ہے یا مطلق خلق ؟

تشریح شیخ نے چھٹے باب میں ذکر کیا ہے کہ خلق مخصوص مراد ہے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ وہ ھبآ (غبار) ہے سب سے پہلے جس کا اس میں ظہور ہوا وہ حقیقت محمدیہ ہے۔

تشریح اس کی وضاحت یوں ہے جب پروردگار عالم جل وعلا نے اپنے علم کے مطابق کائنات کو ظاہر کرنا چاہا تو تنزیہہ کی تجلیات میں سے کچھ حقیقت کلیہ پر ڈالی تو ھبآ ظاہر ہوا یہ تعمیر مکان کے لیے گارے کی مانند ہے تاکہ اس میں اشکال اور مختلف صورتیں ظاہر ہوں یہ کائنات میں پہلا موجود ہے پھر اپنے نور کی تجلی اس ھبآ میں القا فرمائی جس میں تمام جہان بالقوہ موجود تھا تو اس میں موجود ہر شے حسب قرب مراتب نور الٰہی قبول کیا جس طرح چراغ سے مکان کی در و دیوار حسب قرب چراغ روشنی قبول کرتے ہیں سب سے زیادہ نور الٰہی کے قریب صرف حقیقت محمدیہ ہے۔ تو اس ھبا میں روشن ترین بھی حقیقت محمدیہ ہوئی۔ لہٰذا آپ کائنات کے ظہور کے لیے مبدا اول مخلوق ٹھہرے۔

پھر کہا جس کو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں بیان کیا ہے کہ جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنے والے تھے لہٰذا قطب الاقطاب ہو گئے کہ اول و آخر سب لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں ہر نبی اول کے لیے آپ اس کے ظہور سے قبل عالم غیب میں اور ظہور کے بعد عالم شہادت میں حسب مراتب و حال ممد و معاون ہیں ایسے عالم برزخ (قبر) و آخرت میں بھی ممد و معاون ہیں کیونکہ آپ کی رسالت کے انوار متقدمین و متاخرین میں سے کسی کے لیے منقطع نہیں ہوتے بلکہ ہر وقت جاری و ساری ہیں۔

سوال ایک حدیث میں فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اور دوسری حدیث میں فرمایا
اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ - ترجمہ: سب سے اول اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔
ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کیسے ہوگی - ؟

جواب دونوں کا معنی ایک ہے کہ حقیقتِ محمدیہ کو کبھی عقل سے تعبیر کیا اور کبھی نور سے۔

سوال کیا قرآن مجید اس پر ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاً سابقین کے عالم شہادت میں ممد و معاون ہے - ؟

جواب ہاں اس پر شواہد و دلائل موجود ہیں۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ان کی ہدایت تیری ہی ہدایت ہے جو کہ تجھ سے ان کی طرف باطن میں منتقل ہوئی ہے۔ پس فَبِهُدٰهُم سے مُراد آپ کی ہدایت سے ان کی ہدایت وابتدا ہے اس لیے کہ باطن میں اوّلیت ظاہر میں آخریت آپ کے لیے ہیں اگر اس کے علاوہ کوئی اور معنی لیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ یہ فرمانا فَبِهُم اقْتَدِهْ نیز آپ نے خود فرمایا كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ لہٰذا ہر نبی جو آپ کے ظہور سے قبل گذر چکا ہے۔ وہ اپنی شریعت کے لیے آپ کا نائب ہے۔ نیز اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

وَضَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَدَهٗ بَيْنَ تَدَيَّ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ - ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے سینے پر رکھا تو اوّلین و آخرین سب کا مجھے علم حاصل ہو گیا۔

اولین سے مراد انبیاً علیہم السلام ہیں جو آپ کے ظہور سے قبل گزر چکے ہیں۔

آپ کو علم دو مرتبہ دیا گیا

اور اس کی وضاحت یوں بھی کی جاسکتی کہ آپ کو دوبار علم عطا کیا گیا۔ ایک بار تخلیق آدم علیہم السلام سے قبل دوسری بار اعلانِ نبوت کے بعد۔

قرآن کریم کا آپ پر نزول دوبار ہوا جس طرح کہ آپ پر قرآن کریم

دو مرتبہ نازل کیا گیا ایک بار بلا واسطہ جبریل امین دوبارہ بواسطہ جبریل امین علیہم جس کی تائید قرآن کی اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ [1]
اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اس کی وحی تمہیں پوری نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ اپنے اساتذہ کے ساتھ اس حکم میں موافقت کریں کہ ان سے سننے کے بعد پڑھا کریں۔ شیخ محی الدین اکبر نے فتوحات کے بارہویں باب میں اس کو ذکر کیا ہے امام شعرانی نے شیخ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ شیخ کے اس قول کے مطابق قرآن دو مرتبہ نازل ہوا۔ میں نظر ہے کہ اس پر مجھے کوئی حدیث اور روایت نہیں ملی۔

سوال اس سے معلوم ہوا کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کل عالم خیر کی روح ہے وہی اس میں نفس ناطقہ ہے؟

الجواب ہاں بات یونہی ہے جیسا کہ شیخ نے تین سو چھیالیسویں باب میں ذکر کیا ہے کہ عالم مذکور کی حالت اس کے ظہور سے پہلے جسم مکمل کی مانند ہے اور آپ کے وصال کے بعد نیند والے کی مانند روز محشر جب مخلوقات اٹھایا جائے تو نیند سے بیدار ہونے والے کی مانند ہوگی اور آج پورا جہان آپ کے وصال سے لے کر قیامت تک نائم (نیند والے) کی مانند ہے افضلیت سے متعلق فوائد ذکر کرنے کے بعد جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جملہ انبیا علیہم السلام حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے افضل و برتر ہیں۔

سوال فرمایا حدیث میں ہے:۔
لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلٰى يُوْنُسَ۔ ترجمہ: مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔
یہ حدیث کیا منسوخ ہے یا آپ نے یہ کلمات تواضعاً فرمائے ہیں۔؟

جواب یہ تواضعاً اور انکساری کے طور پر فرمایا ہے ورنہ آپ جانتے ہیں کہ آپ

---

[1] پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۴۔

تمام مخلوق سے افضل ہیں اور علم اس لیے بھی ضروری ہے کہ پورے طور پر شکر ادا کرسکیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے تمام مخلوق سے زیادہ اللہ کے انعامات کا شکر ادا کیا ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہوا کہ اپنے نفوس کی طرف سے مجھے حضرت یونس پر ترجیح نہ دو کہ تم حقیقت امر سے ناواقف ہو۔ یہ مراد نہیں کہ مطلقاً مجھے فضیلت نہ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عمیم ہے۔

سوال کیا عارف کے لیے جائز ہے کہ آپ کو فضیلت دے ایسی چیز سے جس کے الفاظ احتمال رکھتے ہوں ؟

جواب ہاں یہ جائز ہے لیکن عارف کامل الفاظ محتملہ کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات پر اعتماد کرتا ہے۔

سوال کیا آپ کے جمیع مقامات آپ کی اتباع کرنے سے انبیاؑ و اولیاؑ کو مل سکتے ہیں: یا نہیں ؟

جواب جیسا کہ شیخ نے تین سو سینتیسویں باب میں ایسے مقامات کا ذکر کیا ہے جو کسی اور کو نہیں مل سکتے اور ان کو امام شعرانی نے نقل کیا ہے۔ چونکہ میں نے ان کو شیخ محی الدین شیخ اکبر کے کلام میں ذکر کر دیا ہے لہٰذا یہاں دوبارہ ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر لواءالحمد، وسیلہ اور قیامت کے روز آپ کے منزلت و مقام پر کلام کیا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

معراج شریف

امام شعرانی کے جواہر میں سے جو کہ ان کی کتاب مذکور کے چونتیسویں باب میں مذکور ہے۔
صحت اسرا اور اس کے توابع کا بیان ہے۔ جان لو کہ قصہ اسرا و معراج کی اصل یہ آیت ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی	ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو
بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ	راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد
الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ	اقصیٰ تک. جس کے اردگرد ہم نے برکت
الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا	رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں

قولہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ؎ بے شک وہ سُنتا اور دیکھتا ہے۔

شیخ نے فرمایا کہ اِنَّہٗ میں ھُوَ ضمیر کا مرجع صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کا مرجع اللہ تعالیٰ نہیں بن سکتا اور یہ طویل گفتگو کی ہے۔ شب معراج ایک جگہ سے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جگہ کی مخصوص آیات وعجائبات جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دال ہیں وصف مخصوص کے ساتھ کہ اس آیت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے معلوم ہوسکتی ہے یہ سب دکھانے کے بعد منتقل کیا۔ پس گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کو آیات مخصوصہ دکھانے کے لیے معراج کرائی نہ کہ اپنی طرف اس لیے کہ کوئی جگہ مجھے سما نہیں سکتی۔ تمام مکانات کی میری طرف نسبت ایک نسبت ہے پس وہ کیسے میری طرف اسرا کر سکتے ہیں میں تو ان کے ساتھ ہوں جہاں بھی ہوں۔

سوال پھر تو فرشتے کو اس کے ملک عظیم میں اور اس کے لشکر اعلیٰ تعظیم میں اس کے دیکھنے سے ہیبت کا طاری ہونا یہ ایک امر منکر ہے۔

جواب اللہ تعالیٰ کو کوئی مکان محیط نہیں ہو سکتا کہ مکان معقول وہ سقف عرش سے زمینوں کی تہہ تک یہ تمام ما فوق العرش کی نسبت ایک ذرہ ہے اگر عرش پر ابد الآباد تک چڑھتا رہے تو اس کے بعد چھت نہیں پائے گا یا عرش سے ابد الآباد تک اترتا رہے اس کے لیے زمین نہیں پائے گا۔ جس نے دیکھا تو اس وجود کو دیکھا اللہ تعالیٰ کی حیثیت کا قول اور اعتقاد کرنا بعید از عقل و نہ قرین قیاس ہے۔ پھر امام شعرانی نے پورا واقعہ معراج ذکر کیا جس کو میں نے شیخ کے کلام میں نقل کر دیا ہے۔

سوال اس معراج جسمانی یا روحانی میں آیات الٰہیہ کی رؤیت کے علاوہ کوئی اور فائدہ ہے یا نہیں؟

جواب ہاں اس کے علاوہ بھی فائدہ ہے کہ جب آپ اسمائے الٰہیہ کے حضرات سے گزرے تو ان اسما سے متصف ہوتے گئے۔ جب اسم رحیم سے گزر ہوا رحیم ہوئے غفور سے گزرے تو غفور بنے صفت کریم سے گزرے تو کریم بن گئے حلیم سے گزر ہوا تو حلیم بن گئے۔

؎ پ نمبر ۱۵، رکوع نمبر ۱، سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱

شکور سے گزرے تو شکور بنے جواد سے متجاوز ہوئے تو جواد بن گئے۔ اسی طرح جس اسم سے بھی گزرے اس صفت سے متصف ہو گئے الغرض جب واپس تشریف لائے تو انتہائی درجہ کمال پر فائز تھے۔

فائدہ نمبر ۱ ایک جسم آن واحد میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ نے خود کو پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نیک لوگوں کی معیت میں دیکھا۔

فائدہ نمبر ۲ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کہہ کر عبد مطلق فرمایا ہر قسم کے دعویٰ و ربوبیت سے پاک کر دیا یہاں تک کہ اسرا کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی اسی لیے سُبْحَانَ الَّذِیْ دَعَا عَبْدَہٗ نہیں فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف گئے آیات کو دیکھنے کے لیے سیر فرمائی بلکہ کسی ایک فعل کی نسبت بھی آپ کی طرف نہیں کی۔

فائدہ نمبر ۳ اسرا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رفعت مقام کی طرف اشارہ ہے اس میں آپ کی عظیم مدح ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے عرش کی طرف اپنے استوا کی نسبت فرما کر اپنی تعریف فرمائی کہ عرش تمام مخلوق سے بڑا ہے۔ تمام موجودات کو محیط و شامل ہے۔ کہ اس کے اوپر کوئی چھت نہیں اور نہ اس کے نیچے زمین ہے اللہ نے اس کی طرف اس لیے نسبت کی کہ مسلمانوں کی نگاہوں کا انتہائی مقام ہے۔ لیکن عارفین، کاملین خواہ انبیا ہوں یا اولیا کے نزدیک عرش اعظم فضا میں اڑنے والے ایک ذرہ کی مانند ہے کہ جس پر کوئی چھت نہیں اور نہ اس کے اوپر چڑھ سکے اور نہ ہی نیچے زمین کہ جس کی طرف اتر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد و ثنا و پاکی ہے جس کے سوا اس کی عظمت کو کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ نمبر ۴ شیخ محی الدین نے تین سو سولہویں باب میں ذکر کیا ہے کہ عرش پر استوا اللہ تعالیٰ کے لیے مدح و تعریف ہے یونہی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی مدح و ستائش ہے کہ اعلیٰ و عظیم ترین اور بلند ترین پر رسولان عظام میں صرف آپ ہی تشریف لے گئے۔

جسمانی معراج پر دلائل نمبر ۱ اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کو معراج جسمانی ہوا ہے اگر معراج و اسرا روحانی و خوابی ہو تو یہ مدح نہیں اور نہ کوئی عربی انکار

کرتا کیونکہ عالم رؤیا میں تو انسان اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ اس کے باوجود کسی کو رؤیت الٰہی نہیں ہوئی نیز ہر انسان بلکہ ہر حیوان میں قوتِ رؤیا (خواب) ہے۔

دلیل نمبر ۲ آپ نے بطور اپنی مدح کے فرمایا جب میرے لیے مستوی ظاہر ہوا تو میں نے اقلام (قلم کی جمع) کی آواز سُنی۔ اس میں لفظ حتی ذکر کیا جو انتہاءِ غایت کے لیے آتا ہے یعنی آخری مقام جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے قدمِ محسوس کی انتہا عرش اعظم ہے واللہ اعلم بالصواب۔

خاتم المرسلین

امام عارف شعرانی نے پینتیسویں (۳۵) مبحث میں ذکر کیا۔ اس پر اجماع اُمت ہے کہ آپ خاتم المرسلین اور خاتم الانبیا ہیں۔ اگرچہ آیت میں خاتم النبیین سے مراد خاتم المرسلین ہیں فتوحات کے چار سو باسٹھویں باب میں شیخ کی عبارت یہ ہے کہ :۔

اللہ تعالیٰ نے شریعتِ محمدیہ سے تمام شریعتوں کو منسوخ اور ختم کر دیا ہے۔ پس آپ کے بعد کوئی رسول صاحبِ شریعت اور نہ ہی کوئی نبی آئے گا جو اپنی شریعت کے مطابق عمل کرے بلکہ سب لوگ قیامت تک شریعتِ محمدیہ کے مطابق عمل کریں گے۔

فتوحات کے اکیسویں (۲۱) باب میں شیخ نے کہا جو یہ کہے کہ اللہ نے کسی چیز کا مجھے حکم دیا ہے تو یہ اس کی بات سراسر باطل ہے بلکہ یہ دھوکہ ہے کہ امر کلام کی ایک قسم اور صفت ہے اور کلام کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضرتِ الٰہیہ میں کوئی امر تکلیفی موجود نہیں جو مشروع نہ ہو چکا ہے پس اولیا وغیرہ کے لیے صرف امر کا سماع ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ مناجات ہے اور یہ امر نہیں بلکہ حدیث اور سمر ہے۔

جو ولی کہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے حرکات و سکنات میں مامور ہے تو شریعتِ محمدی تکلیفی کے مخالف ہے اس پر امر مشتبہ ہو گیا ہے اگرچہ وہ اس میں صادق ہے کہ اس نے سنا ہے یہ سماعت اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ شیطان مردود کی طرف سے ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے سمجھ بیٹھا۔ کیونکہ شیطان کو احکم الحاکمین کی طرف یہ قدرت حاصل ہے کہ عرش و کرسی

اور آسمان کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور لوگوں کو مخاطب بھی کر سکتا ہے۔ اس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اوامر و نواہی بند ہو چکے ہیں۔ اب اگر کوئی مدعی نبوت ہو کہ اس کی طرف وحی آتی ہے جو شرع محمدی کے مطابق ہو یا مخالف اگر وہ مکلف ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے ورنہ اس کی کسی بات کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اس سے روگردانی کریں گے۔

سوال:۔ کیا بعثت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل دعویٰ نبوت جائز ہے یا ممنوع۔

جواب:۔ آپ سے قبل ممانعت نہیں۔ اسی لیے عبد صالح خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

مَافَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ[1] ترجمہ: یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔

وہ اپنے زمانے میں نبوت سے سرفراز تھے اور شریعت کے اپنے رب سے مامور تھے اللہ تعالیٰ نے ملک الہام کی زبان پر وحی فرمائی اور بعض نے کہا بلا واسطہ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ نے بھی موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرمائی اور ہمارے پاس بھی۔ لیکن آج کل حضرت خضر اور الیاس علیہم السلام شریعت محمدیہ پر ہیں۔ بحکم وفاق ہیں یا بحکم اتباع بہر صورت نبوت بطور توصیف نہ بحیثیت نبوت۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتی بن کر اتریں گے

ایسے ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائیں گے تو شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اس وقت آپ کی پہچان بھی بحیثیت ایک مبلغ ہو گی اگرچہ آپ نبی ہیں۔

امر الٰہی کا حکم عموم ہے

اللہ کے حکم کا حکم ہے مگر کوئی دلیل خصوص ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ[2] ترجمہ: حکم مانو اللہ اور حکم مانو رسول کا۔

یہ حکم اطاعت بھی عام ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو اجازت نہیں دی کہ وہ شرع محمدی کی مخالفت کرے بلکہ سب پر اتباع لازم ہے۔

---

[1] پارہ نمبر ۱۶ رکوع نمبر ۱ سورہ کہف آیت ۸۲ [2] پارہ نمبر ۵ رکوع نمبر ۵۔ سورہ نساء آیت ۵۹

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آمر و ناہی ہیں

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے امر و نہی کا اختیار دیا ہے اور جو چاہیں حکم دیں اور جس سے چاہیں منع کر دیں۔ آپ مختار ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول :۔

وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ [1] ترجمہ :۔ اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

اس سے مراد ہے ہم ان کی طاعت مباحات میں کریں یا اس سے منع کریں نہ یہ کہ ہمارے نبی شریعت مشروع کریں جو شرع محمدی کے مخالف ہو جب ہم ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماجور ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ کی واجبات و منہیات کی اطاعت سے ماجور ہوتے ہیں۔ یہ اس کا فضلِ عمیم ہے جس کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور استہزا کرتے ہیں۔

سوال آئمہ مجتہدین کی شریعات کا کیا حکم ہے؟

جواب آئمہ مجتہدین اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں کرتے بلکہ صرف احکام میں غور کر کے ان سے ایسے مسائل اخذ کرتے ہیں جن کی اصل موجود ہوتی ہے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کر رکھا ہے اور وہ احکام شرع میں سے ایک حکم ہے اور اگر ایک حکم کا حکم دے جس کی اصل اور مادہ قرآن و حدیث میں موجود نہیں تو وہ حکم مردود ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے پر دلیل

اس کے بعد امام شعرانی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ السلام کے افضل ہونے پر خاتم النبیین ہونا دلیل ہے کہ سب انبیاء کے خاتم ہیں اور سب انبیاء آپ سے امداد چاہتے ہیں جیسا کہ شیخ نے چار سو بانویں باب میں ذکر کیا ہے کہ دنیا و آخرت میں جس کو جو علم بھی حاصل ہوتا ہے وہ باطنیت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے انبیاء و علماء متقدمین ہوں یا متاخرین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا :۔

اِنِّیْ اُعْطِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ۔ ترجمہ :۔ مجھے اولین و آخرین سب کا علم دیا گیا ہے۔

---

[1] پارہ ۵ رکوع ۵ ۔ سورہ نساء آیت ۵۹ ۔

اور ہم آخرین میں ہیں اور انبیا متقدمین میں ۔ اس علم الاولین والآخرین میں حکم عام ہے معقول منقول، مفہوم اور موہوب سب کو شامل ہے اے پیارے کوشش کر تجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے معرفت الٰہی حاصل ہو کیونکہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عارف باللہ ہیں اور علمائے اُمت میں سے کسی عالم کی بلا دلیل مخالفت سے بچنا تم پر لازم ہے یہ ایک راز وسر ہے جس پر میں نے مطلع کیا ہے اس کو یاد رکھنا۔

سوال اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو خاص علم جو بندے اور اللہ کے مابین ہوتا ہے اپنے واسطہ کے بغیر عطا فرماتا ہے جیسے حضرت خضر کا موسیٰ علیہم السلام ساتھ واقعہ سے واضح ہے جو کہ اپنے زمانے کے رسول ہیں۔؟

جواب ہم نے مطلق علم کا نہیں کہا بلکہ معرفت الٰہی کا علم صرف باطنیت محمدیہ علیہ التحیۃ والثنا سے حاصل ہوتا ہے۔ اس بات کا تمہیں شعور ہو یا نہ اس کو امام ابوالقاسم بن قسی اپنی کتاب خلع النعلین میں ذکر کیا ہے۔ اور ہمیں یہ روایت ان کے بیٹے سے تیونس میں ۵۹۰ھ میں پہنچی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ جنّ وانس کے رسول ہیں

امام شعرانی نے چھتیسویں مبحث میں صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔ ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

کی تفسیر میں فرمایا خلق سے مُراد جن وانس ہیں جیسے مفسرین کرام نے مَنْ بَلَغَ کی تفسیر جن وانس کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول میں:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہے۔

لہ پ ۱۸ سورہ فرقان آیت ۱۔

یعنی جس کو قرآن پہنچے ایسے عالمین کی تفسیر بھی جن وانس کی ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ؕ ترجمہ: اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔

اس کی تفسیر میں امام جلال الدین محلی نے جن وانس کی ہے۔

حاصل کلام اصولیوں کا کلام دو قول کی طرف راجع ہے۔

اوّل آپ ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔

ثانی آپ ملائکہ کے رسول نہیں۔

صحیح قول جس کی تصحیح امام سبکی وغیرہ نے کی ہے وہ یہ کہ ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔

بلاذری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حیوانات و نباتات، جمادات و حجر و شجر کے رسول ہیں نے مزید اضافہ کیا ہے کہ حیوانات، نباتات، جمادات، حجر و شجر کل اشیاء کے رسول ہیں۔

اس کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ذکر کیا ہے۔

امام سبکی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ نبی الانبیاء ہیں، سلطانِ اعظم کی مانند ہیں۔ اور جملہ انبیاء عساکر کے امراء کی مانند ہے اگر جملہ انبیاء آپ کا زمانہ بعثت پا لیتے تو آپ کی اتباع لازم ہوتی۔ اس لیے آپ حضرت آدم سے تا قیام قیامت تمام مخلوق کے نبی و رسول ہیں۔ آپ کی جسمانی غیبت میں انبیاء آپ کے نائب ہیں اور آپ کی شریعت میں سے کچھ حصہ سے ہر نبی مبعوث ہوا جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا۔

سیدی علی خواص علیہ الرحمہ

آپ عالم ارواح و اجسام دونوں میں رسول ہیں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح اور عالم اجسام حضرت آدم سے تا قیام قیامت تمام مخلوق کے رسول

لہ پ۷ رکوع ۸ سورۃ انعام آیت ۱۹۔

ہیں میں نے آپ سے سنا ہے کہ فرشتوں کی تین اقسام ہیں۔

ایک قسم جن کی طرف آپ رسول ہیں امر و نہی دونوں کے یہ ملائکہ زمین پر اور زمین و آسمان کے مابین رہتے ہیں۔

دوسری قسم جن کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف امر کے ساتھ مبعوث ہیں یہ آسمانوں کے ملائکہ ہیں جنہیں نہی کی خبر ہی نہیں وہ صرف امر میں ہیں۔ ان کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ[1] ترجمہ:۔ جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

تیسری قسم وہ جو امر و نہی کسی لحاظ سے آپ ان کی طرف مرسل نہیں۔ یہ ملائکہ عالی ہیں۔ جن کی طرف ابلیس کے قصہ میں اشارہ موجود ہے۔

اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ[2] ترجمہ:۔ کیا تجھے غرور آگیا یا تو تھا ہی مغروروں میں:

یہ ملائکہ عابدین بالذات ہیں عبادت کی جبلت پر پیدا ہوئے ہیں انہیں کسی رسول کی ضرورت نہیں بلکہ وہ جلال الٰہی میں مستغرق ہیں۔ انہیں تخلیق آدم علیہ السلام کی خبر تک نہیں۔

اس کے بعد امام شعرانی فرماتے ہیں پہلی قسم میں غور کر ان کے کلام میں غرابت پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے بعد اپنے شیخ حضرت سید علی خواص اور عارف قاشانی سے نقل کیا ہے۔ کہ زمین کے ملائکہ معصوم نہیں اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف امر و نہی کے ساتھ مرسل ہیں۔

عبارت قاشانی کے بعد ذکر کیا کہ بعض نے کہا شاید اس سے مراد زمین و آسمان کے مابین کے ملائکہ ہوں جو جنات کی قسم ہوں اور اصطلاحاً ان کو ملائکہ کہہ دیا گیا ہو۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۸ - رکوع نمبر ۱۹ - سورۃ التحریم - آیت ۶ - [2] پ ۲۳ سورہ صاد آیت ۷۵ -

حضور علیہ السلام کے احکامات پر اعتراض جائز نہیں

امام شعرانی علیہ الرحمہ نے ستیسویں مبحث میں بیان کیا ہے جو کچھ بھی احکامات میں سے آقا علیہ السلام آئے ہیں ان پر یقین اور اطاعت لازم ہے اور ان پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اسے برضا و رغبت قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا [1]

ترجمہ "اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں"

شیخ محی الدین نے فتوحات کے حج کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ وہ امور جن کو شارع علیہ السلام نے مباح قرار دیا ہے۔ ان کے بارے میں تیرے دل میں کراہت نہ آئے اور نہ ہی ان کے بارے میں تیرے دل میں تنگی آئے اور کہے اگر مجھے اباحت و کراہت کا اختیار دیا جاتا تو اس کو میں مکروہ قرار دیتا اور لوگوں کو اس سے روک دیتا اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیری نظر اور عقل اشیاء کو پرکھنے اور شارع علیہ السلام بڑا ہے اور جاہلین کے طریقے پر چلنے لگا ہے۔ ایسی باتیں بعض لوگوں سے کثیر مرتبہ ہوتی رہتی ہیں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا خیال نہیں رکھتے اور جب لوگ ان مباحات کو کرتے ہیں تو عاجزیہ کہتے ہیں میں کیا کروں اس کو تو شارع نے مباح کیا ہے اب یہاں کسے بولنے کی ہمت ہے پس صبر کرتا ہے اور دل میں بہت تنگی محسوس کرتا ہے یہ سب سے بڑا سوء ادب ہے اور وہ شخص مردود درگاہِ خداوندی ہے۔ ایسی گفتگو قرن اول کے بعض الناس سے ہونے لگی تھیں اب تو اکثر لوگ یہ کہنے لگے ہیں

---

[1] پارہ نمبر ۵ رکوع ۲ سورۃ النساء

یہ کہنا حرام ہے کہ اگر حضور کے وقت یہ کام ہوتا تو آپ منع کر دیتے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ اس کو دیکھ لیتے تو ضرور منع کر دیتے، حالانکہ ہم جانتے ہیں شارع حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اگر ایک قوم کے لیے مباح اور دوسری کے لیے حرام ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ضرور بیان فرما دیتا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام احکاماتِ الٰہی کے مبلغ ہیں اپنی مرضی سے کبھی گفتگو نہیں فرماتے اور نہ ہی اوامر خداوندی سے کچھ بھولتے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی[۱] ترجمہ:۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا[۲] ترجمہ:۔ اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔

تمام مباحات میں امت کیلیے مصلحت اور فائدہ ہے۔

پس جن کو مباحات قرار دیا گیا تو اس میں جہان کے لیے مصلحت اور فائدہ ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور نہ ایسے ہوا کہ جس میں مصلحت اور فائدہ ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام نہ کیا ہو جس سے احکاماتِ الٰہی میں اختلال واقع ہوا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شافعِ یوم النشور ہیں

علامہ شعرانی نے سترویں بحث میں بیان کیا ہے کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روز محشر سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے اور پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہو گی۔

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ (زاد فی روایۃ) وَلَا فَخْرَ۔ ترجمہ: میں روز حشر اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا ہی وہ شخص جس کی پہلے شفاعت مقبول ہو گی اور اس میں فخر نہیں۔

---

[۱] پارہ نمبر ۲۷۔ سورۃ النجم۔ آیت ۴۔ [۲] پارہ نمبر ۱۶۔ سورۃ مریم۔ آیت ۶۴۔

علماء فرماتے ہیں کہ آپ نے سیادت کو قیامت کے ساتھ مخصوص اس لیے کیا کہ وہ ہر ایک پر ظاہر ہونے کا دن ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ [1] ترجمہ:۔ آج ملک کس کے لیے ہے۔

اور آقا علیہ السلام کی شرف و بزرگی تو دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کوئی وقت اس سے خالی نہیں۔

ہمارے سکون و آرام کیلئے حدیث شفاعت بیان فرمائی

شیخ محی الدین نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کی حدیث اس لیے سنائی کہ ہم روز محشر ہر نبی کے پاس جانے سے جو مشقت اور تکلیف ہوگی اس سے نجات حاصل کریں کہ جب لوگ انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ تو ہم صبر کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری کا انتظار کریں اور آپ ہی فرمائیں گے۔

اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا۔ ترجمہ: میں اس کام کے لیے ہوں۔ میں اس کام کے لیے ہوں۔

امتِ محمدیہ میں سے وہی دیگر انبیاء کے پاس جائے گا۔ جس کو یہ حدیث نہیں پہنچی یا اسے بھول گئی اور جسے یہ حدیث معلوم اور یاد ہوگی وہ آپ کے ساتھ رہے گا۔ سبحان اللہ آقا علیہ السلام کو اپنی امت پر کتنی عظیم شفقت و محبت ہے۔

ولا فخر کا مطلب

یہ حدیث جو بیان کی ہے کہ میں بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا۔ اس پر فخر نہیں کرتا بلکہ اس سے میرا مقصد قیامت کے دن تمہیں تکالیف و مشقات سے نجات دینا ہے کہ جب میں نے ہی سب سے پہلے شفاعت کرنی ہے اور سب سے قبل میری شفاعت ہی قبول ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ سے وعدہ ہے۔ پھر تمہیں کسی نبی کے پاس جاکر تکلیف اٹھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عظمت اور برتری ایک مقصد صحیح کے لیے بیان کی ایسے آپ کی امت اولیاء کاملین بلکہ جمیع امت کے لیے ضروری ہے۔ بغیر کسی مقصد صحیح کے مخلوق میں سے کسی پر بھی اپنی برتری اور فوقیت کا اظہار نہ کریں۔

---

[1] پ ۲۴۔ سورت مومن۔ آیت ۱۶۔

شفاعت مصطفےٰ علیہ السلام کی آٹھ اقسام

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ قیامت کے روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت آٹھ قسم کی ہوگی۔

نمبر۱۔ شفاعتِ عظمیٰ جو تمام مخلوق کو شامل ہے اور جس سے حساب جلدی شروع ہو جائے موقفِ محشر سے نجات ہوگی یہ شفاعت آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

نمبر۲۔ بلا حساب و کتاب ایک قوم کو جنت میں داخل کروانا امام نووی نے کہا یہ بھی آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

نمبر۳۔ جو دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں ان کو جنت میں داخل کروانا۔ امام نووی کو اس کے حضور علیہ السلام کے خاصہ ہونے تردد ہے۔

نمبر۴۔ جو مجرم نار دوزخ میں داخل ہو جائیں گے انہیں وہاں سے نکلوانا اور جنت میں داخل کروانا۔ اس شفاعت میں دیگر انبیاء، ملائکہ اور مومنین بھی شامل ہیں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس میں تفصیل ذکر کی ہے کہ وہ مجرم جن کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا ان کی شفاعت تو آپ کا خاصہ ہے ان کے علاوہ مجرموں کو دوزخ سے نکلوانے کی شفاعت میں انبیاء ملائکہ مومنین بھی شامل ہیں۔

نمبر۵۔ اہلِ جنت کے ترقی درجات اور افزائش مراتب کے لیے شفاعت کرنا۔ امام نووی نے اس کو بھی آپ کا خاصہ کہا ہے۔

نمبر۶۔ جن کی نیکیاں اور بدیاں حسنات و سیئات برابر ہوں گی انہیں جنت میں لے جانا جیسا کہ امام قزوینی عروۃ الوثقیٰ میں ذکر کیا ہے۔

نمبر۷۔ جو دائمی اور ابدی عذاب کے مستحق ہیں ان کے عذاب میں تخفیف کرانا۔ اس کو اور آیت کو تطبیق دیتے ہوئے۔

لَا یُفَتَّرُ عَنْھُمْ[۱] ۔ ترجمہ: وہ کبھی ان سے ہلکا نہ پڑے گا۔

جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ یہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی اور ابن دحیہ نے

۱۔ پ ۲۵، سورہ زخرف۔ آیت ۷۵

ذکر کیا ہے یہ ابولہب کے حق میں نازل ہوئی۔

میلاد کی خوشی کا کافروں کو فائدہ پہنچتا ہے

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں جب اس نے اپنی کنیز ثوبیہ کو آزاد کیا تو اس کے صلے ہر پیر کے روز اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

امام جلال سیوطی فرماتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ کی شفاعت بعض کفار کے لیے عذاب قبر کی تخفیف میں ہے اس لیے کہ یہ شفاعت مومنین اور برزخ کے بارے میں ہے اور ہمارا کلام قیامت کے روز عام شفاعت کے بارے میں ہے۔ موحدین ہو یا غیر موحدین تخفیف عذاب میں

نمبر ۸۔ کفار کے نابالغ بچوں کی شفاعت کرنا کہ ان کو عذاب نہ ہو۔

تین اقسام اور ہیں جن کو بعض حضرات نے ذکر کیا ہے۔

نمبر ۱۔ مدینہ منورہ میں دفن ہونے والوں کی شفاعت کرنا کہ ان کو عذاب نہ ہو۔ روایت کیا اور اس کو صحیح کیا۔

شیخ محی الدین تین سو اکتیسویں باب میں ذکر کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شفاعت لوگوں کے لیے شفاعت کا دروازہ کھولنے کے لیے ہوگی تو اس کے بعد ہر شفاعت کرنے والا شفاعت کرے گا۔ جب شفاعت کرنے والے شفاعت کریں گے۔ تو ان کی شفاعت سے جو چاہے گا اللہ تعالیٰ قبول کرے جو چاہے رد کر دے گا اور اس دن شافعین کے دل میں رحمت کی وسعت کر دے گا۔ تو ان کی شفاعت اس لیے رد نہیں کرے گا کہ اس میں نقص ہے یا مشفوع پر رحمت کرنا مقصود نہیں بلکہ بعض بندوں پر اللہ تعالیٰ اپنے احسان کا اظہار کرنا مقصود ہوگا۔ ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر کے اپنے اسم ارحم الرحمین کی شفاعت کا اظہار فرمائے گا۔ جب کہ نار دوزخ میں داخل کرنا اپنے اسم منتقم اور جبار کا اظہار ہے کہ خالق کائنات کی شفاعت اپنے اسماء الٰہیہ کے مراتب کے مطابق ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ۔ ترجمہ: میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی

ملائکہ انبیاؑ اور مومنین شفاعت کریں گے۔ تو خود ارحم الرحمین کی ذات باقی رہ جائے گی تو یہ مفہوم اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت نہیں کرے گا بلکہ بذات خود موحدین مجرمین کو آتش دوزخ سے نکالے گا جہنم کو اپنے غضب وعتاب سے پُر کرے گا جیسے جنت کو اپنی رضا ورحمت سے۔

ارحم الرحمین، انبیاؑ، مومنین اور ملائکہ کی شفاعت الگ الگ مخصوص جماعت کے لیے ہوگی

شیخ محی الدین نے تین سو چھترویں باب میں لکھا ہے کہ ارحم الراحمین انبیاؑ، ملائکہ اور مومنین کی شفاعت الگ الگ جماعت کے لیے ہوگی۔ پس خالق تعالیٰ کی شفاعت ان کے لیے ہوگی جن کے پاس توحید کے علاوہ کوئی نیکی نہ ہوگی۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں اللہ کی شہادت کے ساتھ اور ملائکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ملائکہ کی شفاعت ان نافرمان لوگوں کے لیے ہے جن کے اخلاق اچھے ہیں اور فرمایا کہ شفاعتِ ملائکہ بالترتیب ہوگی۔ آخر میں جہنم کے انیس فرشتوں کی شفاعت ہوگی۔

شفاعتِ انبیاؑ مومنین کے لیے مخصوص ہے۔ مومنین دو قسم کے ہیں۔

اوّل وہ مومن جو دلیل ونظر سے ایمان لایا ان کی شفاعت کرنے والے حضرات انبیاؑ ہوں گے کیونکہ انبیاؑ علیہم السلام اپنی امم کی طرف خبر لائے اور خبر متعلق ایمان ہے۔

دوم قسم دوسری قسم تقلیدی مومن کی ہے جو اسے اس کے والدین اور قرابت داروں نے دیا۔ ان کی سفارش کرنے والے اعلیٰ درجے کے مومن ہیں جو خود کامیاب ہو گئے۔ بذاتِ خود یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے کامیاب ہو گئے۔ یہ تمام سفارشی عصاۃ موحدین کی مدت مواخذہ کے اختتام کے بعد سفارش کریں گے۔

تین سو سنتالیسویں باب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سُحْقًا سُحْقًا (اللہ کی رحمت سے دوری) اس قوم کے حق میں فرمایا جو آپ کے بعد مرتد ہوگئی۔ یہ اس

لیے ارشاد ہے۔ ان پر غضب میں اللہ تعالیٰ کی موافقت ہو جائے کہ عالم امر مقتضائے وقت کے خلاف حکم دیتا۔ اسی لیے ان پر شفقت و رحمت فرماتے ہوئے کہا۔

پھر اس حالت کے زوال کے بعد پھر نرمی و ملائمت ہو گی تو اس کی سفارش ہو گی۔ جو فرد دین اسلام سے مرتد ہوا نہ اصل دین۔

تہترویں باب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت میں صاحب مقام محمود ہیں کہ آپ کو جوامع کلم دیئے گئے اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے۔ مخلوق کے تمام مقامات اس مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔

جیسے آپ کی بعثت رسالت عام اور شریعت جامع اور جمیع شرائع یونہی شفاعت عام ہے۔ جیسے کوئی عمل صحیح آپ کی شریعت سے خارج نہیں یونہی کوئی فرد آپ کی شفاعت سے خارج نہیں۔ اور یہاں طویل گفتگو کی۔

پھر اٹھترویں باب میں رقمطراز ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سجدہ کریں گے اور طویل سجدہ کریں گے اسی لیے کہ اس دن سجود میں جسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مامور ہو گا کیونکہ یہ باب شفاعت کے کھلنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور آپ کے بغیر نہ کھول سکے گا۔ چنانچہ آپ رب کائنات کے پاس حاضر ہو کر طویل سجدہ کریں گے جب کہ آپ کو ابھی سجدہ کی اجازت بھی مرحمت نہ ہوئی ہو گی تو خالق کائنات فرمائے گا۔ پیارے اپنا سر سجدے سے اٹھائیے مانگیے عطا ہو گا۔ سفارش کیجیے آپ کی سفارش مقبول ہو گی۔

امام شعرانی نے اپنی درر الخواص میں اپنے شیخ سیدی علی الخواص کے منصوص علیہ فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ۹۴۲ھ میں آپ سے سوال کیا کہ کیا میں لوگوں کے حوادث سے محفوظ رہوں گا۔؟

جواب ار مجھا امید ہے تو محفوظ رہے گا۔ کیونکہ اکثر لوگ بلاؤں تکالیف اور خسف و مسخ کے مستحق ہوں گے۔ اور ان تمام سے محفوظ رہے گا۔ پھر میں عرض گذار ہوا کہ اللہ تعالیٰ

کا فرمان ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ[1] ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بعض کو بعض سے دفع نہ کرتا تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی۔

تو فرمایا صحیح ہے لیکن جس چیز میں قدرت ہوگی۔

پھر فرمایا تمام اولیا کاملین زندہ ہیں یا اپنی قبور میں سب کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھلا ہے پس جو کمال بھی تمہیں حاصل ہو رہا ہے۔ اور جس چیز کی وجہ سے مخلوق تیری طرف متوجہ ہے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت سے مل رہی ہے کہ آپ تمام کے شیخ اور سب لوگ آپ کے غلام ہیں۔ جس میں اختلاف کرتے ہیں تو آپ ہی فیصلہ فرماتے ہیں۔ اور فرمائیں گے[2]

آپ افضل الخلق ہیں

امام عارف شعرانی اپنی المنن الکبریٰ کے چودھویں باب میں لکھتے ہیں۔ خالق کائنات نے اپنے فضل و کرم سے جو باتیں میرے قلب میں القا فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام مخلوق سے بزرگ و برتر ہیں۔ زمین و آسمان میں سے کوئی فرد آپ کا ہم مرتبہ نہیں۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو بصیرت سے کورا ہو۔ اور اس کی نگاہیں چمگادڑ کی مانند ہیں۔ بدیں وجہ شریعت مصطفوی کا نور دوپہر کے وقت سورج کی روشنی سے زیادہ واضح ہے۔

دلیل نمبر ۱ آپ کے فضل و کمال پر یہ دلیل ہی کافی ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے کے لوگوں کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ آپ افضل الخلق ہیں۔ اور آیات

---

[1] پارہ نمبر ۲ رکوع نمبر ۱۶ ۔ سورہ بقرہ ۔ آیت ۲۵۱۔

[2] لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی (اعلیحضرت)

بدیہی ہے جس پر کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں - آقا علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے -
لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ - ترجمہ: میری اُمت گراہی پر اتفاق نہیں کرے گی -

ایک شخص کا اس سے انکار

۱۳۱۴ھ میں ایک شخص نے اعلان کیا سیدنا ابراہیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں - اس پر یہ استشہاد پیش کیا کہ جب صحابہ کرام نے درود شریف پڑھنے کی کیفیت اور طریقہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ تو اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مُشبّہ اور ابراہیم علیہ السلام مشبّہ بہ ہیں مُشبّہ بہ مُشبّہ سے افضل ہوتا ہے -

اس کا رد

اس شخص کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ صحابہ کرام کیفیت صلوٰۃ کے دریافت کرنے پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا - اس پر غور کیا جائے کہ کسی ولی غوث ابدال نبی سے مثلاً پوچھا جائے کہ آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس سے میں تمہاری تعظیم اور احترام کروں اور لوگوں پر فضیلت و ترجیح دوں تو اس کے جواب میں وہ محترم خاموش رہیں گے یا وہ بیان کریں گے جس میں تواضع و انکساری کا اظہار ہو یہی وجہ ہے - کعب بن عجرہ کی روایت میں ہے کہ جب ہم نے آپ سے کیفیت صلوٰۃ دریافت کی تو آپ خاموش ہوگئے اور آپ کا رُخ انور غصے سے سُرخ ہوگیا - یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش سوال ہی نہ کرتے -

آقا علیہ السلام کا یہ فرمان ہے :-

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ - وَاَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ -
ترجمہ: قیامت کے روز میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا پہلے میری ہی قبر کھلے گی سب سے اول میں شفاعت کروں گا پہلے میری ہی سفارش مقبول ہوگی -

اس حدیث سے تمام مخلوق پر فضیلت عیاں ہو رہی ہے یہاں تک کہ آدم علیہ السلام پر بھی فضیلت رکھتے ہیں اگرچہ آپ کا نام احتراماً نہیں لیا کیونکہ اولاد کے لیے مناسب نہیں

کرکے مجھے اپنے باپ پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ حدیث فضیلت خود نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ارشاد فرمائی اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ[1] ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

البتہ اذن الٰہی ہو تو اولاد کہہ بھی سکتی ہے جیسے حدیث شریف میں ہے:

آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ - ترجمہ: حضرت آدم اور دوسرے میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

افضلیت مصطفیٰ پر کثیر تصنیف ہوئی

اس شخص کی تردید اور افضلیت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر علمائے مصر نے بہت کتب تحریر فرمائیں مثلاً سیدی محمد البکری، سیدی محمد الرملی۔ شیخ ناصر الدین طبلاوی اور شیخ نور الدین طلندائی وغیرہم۔ ان کتب میں آپ کی افضلیت پر بے شمار دلائل ہیں۔

ایک اور منکر افضلیت مصطفیٰ کا ذکر

ایسے ہی علامہ شعرانی طبقاتِ کبریٰ نے سیدی ابوالمواہب الشاذلی کے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ شیخ ابوالمواہب الشاذلی فرماتے ہیں کہ میرا ایک شخص سے الجامع الازہر میں امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ کے اس شعر پر مناظرہ ہوا۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ ۔۔۔ وَاَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ[2]

کمال علم کی انتہا یہی ہے کہ آپ بشر ہیں ۔۔۔ اور اللہ کی تمام مخلوق سے برتر ہیں۔

تو اس کے خلاف اس کو کوئی دلیل نہ بن پائی، تو میں نے کہا اس پر امت کا اجماع ہے تو پھر بھی باز نہ آیا تو میں کیا دیکھتا ہوں۔

آقا علیہ السلام کا تشریف لانا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جامع الازہر کے منبر کے پاس جلوہ افروز ہیں۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق بھی موجود ہیں۔ آپ اپنے اصحاب سے فرما رہے ہیں کہ آج کیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اصحاب کرام عرض کرتے ہیں اللہ و رسولہ اعلم۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۷ رکوع نمبر ۵ آیت ۳۔

[2] لا یمکن الثناء کما کان حقہ ۔۔۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

توآپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ فلاں تعیس و مایوس شخص کا عقیدہ ہے کہ میں ملائکہ سے افضل نہیں ہوں۔ اصحاب کرام بیک آواز عرض کرتے ہیں آپ سے بڑھ کر رُوئے زمین پر کوئی نہیں۔ توآپ نے ان سے فرمایا۔ اس رحمتِ خداوندی سے محروم شخص کا کیا حال ہو جو زندہ ہی نہیں رہے گا اگر زندہ رہا بھی تو ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرے گا۔ جس کا عقیدہ ہے کہ میری افضلیت پر اجماعِ امت نہیں۔ میں نے اس واقعہ خواب کو ابوالمواہب کی کتاب المرائی النبویہ میں بالتفصیل پڑھا ہے۔

خصائص مصطفےٰ علیہ السلام

امام شعرانی نے اپنی کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں خصائص مصطفےٰ علیہ السلام کا ذکر امام حافظ جلال الدین سیوطی کے حوالے سے کیا ہے جیسا کہ انہوں نے خود آخر میں فرمایا ہے۔ خصائص کبریٰ کی تلخیص الوزح الیبب فی خصائص الحبیب سے اخذ کیا ہے ان سب کا تذکرہ میں نے حافظ سیوطی کی کتاب صاحب جواہر البحار "میں متعدد بار کیا ہے مثلاً شروع کتاب میں امام نووی کے کلام ان کی کتاب تہذیب الاسماء واللغات سے نقل کیا ہے۔ ایسا امام مقریزی یمنی کے کلام نیز تفصیل کے ساتھ روایات واحادیثِ فضیلت کو خصائص کبریٰ سے ماخوذ کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی سے نقل کیا ہے۔

امام شعرانی نے اختصار سے صحیح اور حسن روایات کا ذکر کیا ہے لہٰذا ان کے ذکر کو بیان کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ جملہ خصائص محامد اور فضائل جو ابتدائے آفرینش سے تا قیامت اصالتہً ہمارے آقا علیہ السلام کو ملے اور ان کی اتباع اور میراث کے طور پر دوسروں کو میسر ہوئے۔

تعظیم رسول پر کوئی دلیل طلب کرنا اور بحث کرنا ناجائز ہے

ہر وہ چیز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم پر دال ہو اس پر دلیل طلب کرنا اور بحث مباحثہ کرنا علماء ناجائز ہے کیونکہ یہ سوءِ ادب ہے حضور علیہ السلام کی شان اور تعریف میں جو چاہتا ہے کہ

اس میں کچھ حرج نہیں ؀

خصائص کا ذکر علماء نے اس لیے کیا ہے کہ اس سے عظمت مصطفےٰ علیہ السلام کا بیان و ذکر ہے۔ اور تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضورؐ کی یہ فضیلت نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی نے حضرت عمرؓ کے بارے میں کہا کہ ان کی گردن اڑادی جائے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اس کی اجازت نہیں۔

خصائص کی اقسام

علماء نے خصائص کو آٹھ اقسام میں منقسم کیا ہے۔ جن کا نہایت اختصار سے ہم ذکر کر رہے ہیں۔

القسم الاول آقا علیہ السلام خلقت و نبوت کے لحاظ سے تمام انبیاء سے اول ہیں۔ جیساکہ اس حدیث۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ ترجمہ:۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے۔

سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نیز آپ کے متعلق انبیاء سے پہلے میثاق لینا بھی عیاں ہوتا ہے۔

سب سے پہلے بلیٰ آپ نے کہا اور سب سے پہلے الوہیت کا اقرار کرتے ہوئے آپ نے ہی بلیٰ کہا۔

تمام مخلوق آپ کی وجہ سے پیدا ہوئی جناب آدم علیہ السلام اور دیگر تمام مخلوق کو آپ کی وجہ سے پیدا فرمایا اور آپ کا اسم گرامی عرش، تمام آسمان و جنات اور ما فیہا اور جو کچھ ملکوت میں ہے پر درج ہے۔

ملائکہ ہر وقت آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور عہد آدم علیہ السلام میں آذان اور ملکوت

؀ اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

اعلیٰ میں آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہوتا رہا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے آپ کی نبوت و نصرت کا اقرار لیا گیا۔

کتب سماویہ میں آپ کا اور آپ کی اُمت کا ذکر موجود ہے

کتب سماویہ میں آپ کے اوصاف آپ کی امت اصحاب و خلفاء کے خصائص و فضائل کا ذکر موجود ہے۔

آپ کی ولادت کے وقت سے شیاطین کا آسمان پر جانا موقوف، شق صدر، دل کے محاذی، پشت پر مہر نبوت کے نشان کا ذکر موجود ہے۔

آپ کے دل اور دیگر انبیاء کے دل میں شیطان وسوسہ نہیں ڈال سکتا۔

انگشتری آپ کے داہنے ہاتھ میں ہوگی۔ آپ کے ایک ہزار نام ہوں گے۔

آپ کا نام اللہ کے نام سے مشتق ہوگا۔[1]

ستر کے قریب آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہی نام ہیں۔

آپ کا نام احمد اور محمد رکھا گیا جو پہلے کسی کا نام نہیں ہے۔

سفر میں ملائکہ کا آپ پر سایہ کرنا۔ آپ کی عقل کامل مکمل ہے۔

آپ تمام مخلوق سے حسین ترین ہیں

آپ کو مکمل حسن عطا کیا گیا جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ملا۔ ابتداء وحی میں تین دن تک خاموش رہنا، جبریل امین کو اصل حالت میں دیکھنا۔ آپ کی بعثت پر علم کہانت کا اختتام، آسمان سے شیاطین کے گفتگو کرنے کی آواز سننے سے موقوف ہونا۔ شہاب کا گرنا۔ آپ کے والدین کا موت کے بعد زندہ ہو کر کلمہ پڑھنا۔ لوگوں سے عصمت کا وعدہ۔ معراج اور اس میں خوارق عادات کا ظاہر ہونا، اور مقام قاب قوسین تک رسائی حاصل کرنا۔ نیز اس مقام پر فائز ہونا جہاں کسی رسول نے رسائی پائی نہ کسی مقرب فرشتے کی پہنچ ہوئی۔ آپ کے لیے انبیاء علیہم السلام کو زندہ کرنا ان کی اور فرشتوں کی امامت کرنا جنت و دوزخ پر مطلع ہونا۔ آیات کبریٰ کا مشاہدہ فرمانا۔ شب معراج دیدار خداوندی میں محو ہوتے ہوئے

---

[1] شَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ؞ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّ هٰذَا مُحَمَّدٌ
آپ کی عظمت کے لیے اللہ نے آپ کا نام اپنے نام سے تجویز فرمایا ہے کہ صاحب عرش محمود اور آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آنکھ کا کجی سے محفوظ رہنا۔ دوبار خالق کائنات کا دیدار کرنا۔ ملائکہ کا جہاد میں شریک ہونا اور سفر میں آپ کے پیچھے پیچھے چلنا۔ باوجود اُمّی ہونے کے ام الکتاب کا ملنا جو ہر تغیر و تبدل سے آج تک محفوظ ہے اور جمیع کتب کے علوم و احکام پر حاوی ہونے کے علاوہ مزید علوم پر مشتمل ہے اور جس کا نجماً نجماً سات حروف اور سات ابواب پر نزول ہوا۔ جس کے پڑھنے سے ایک ایک حرف کے عوض دس دس نیکیاں عطا ہوں۔

قرآن کریم باقی کتب سے تیس خصائص کے لحاظ سے افضل ہے

قرآن کریم دیگر کتب سماویہ تیس ۳۰ اوصاف کی وجہ سے افضل ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

وصفِ اوّل یہ کتاب بیک وقت دعوت بھی ہے اور حجت بھی۔ جب کہ دیگر انبیا کی پہلے دعوت ہوتی۔ پھر اس کے علاوہ حجت کچھ ہوتی تھی لیکن قرآن عظیم معانی کے لحاظ سے دعوت اور الفاظ کے لحاظ سے حجت ہے دعوت کے لیے یہ شرف کافی ہے حجت اس کے ساتھ ہو۔ اور حجت کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ دعوت اس سے علیحدہ نہ ہو۔

وصفِ ثانی آپ کو عرش کے نیچے سے وہ خزانہ دیا گیا جو پہلے کسی نبی کو نہیں ملا

وصفِ ثالث تسمیہ صرف آپ کو دی گئی۔

وصفِ رابع سورۃ فاتحہ صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

وصفِ خامس آیۃ الکرسی بھی آپ کے خواص میں سے ہے۔

وصفِ سادس سورۃ بقرہ کی آخری دس آیات بھی آپ کے خواص سے ہے۔

وصفِ سابع سات طوال اور مفصل بھی آپ کی خصوصیات سے ہیں۔

قرآن والا معجزہ تا قیامت باقی رہے گی جب کہ دوسرے انبیا کے معجزات ختم ہو چکے ہیں اور آپ کے معجزات تمام انبیا کرام کے معجزات سے زیادہ ہیں۔

دیگر انبیا کے کمالات و فضائل و محامد کے جامع ہیں ان کے علاوہ بھی بے شمار حاصل ہوئے مثلاً۔ شق قمر۔ پتھروں کا سلام کرنا۔ تنے کا رونا۔ آپ کی انگلیوں سے چشمہ کا جاری ہونا۔ درختوں کا بولنا اور آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دینا۔ آپ کے

بلانے پر ان کا حاضر خدمت ہونا۔

آپ خاتم النبیین ہیں آپ کی دعوت تمام لوگوں کے لیے عام ہے بالاتفاق آپ جنات کے بھی رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کی حیات اور نبوت و رسالت کی قسم اٹھائی دشمنوں کو آپ سے دور کیا اپنی کلام مجید میں اپنے نام سے آپکا نام ملایا اور تمام کائنات پر آپ کی اطاعت فرض کی۔ اس میں کسی قسم کا استثنا نہیں کیا۔

آپ کے اعضا کے قرآن کریم میں اوصاف اور آپ کے ایک ایک عضو کی قرآن حکیم میں تعریف فرمائی۔

اللہ نے آپ کو نام سے نہیں پکارا اللہ نے پورے قرآن میں کہیں بھی آپ کو نام لے کر نہیں پکارا بلکہ مختلف اوصاف سے پکارا یا ایہا النبی یا ایہا الرسول اور اُمت پر نام لے کر پکارنا حرام کیا۔ ان القاب سے بھی نوازا جن کے ساتھ سابقہ انبیا کو نوازا تھا۔

آپ کی حیات ظاہرہ آپ کی اُمت سے ایسی کوئی حرکت ظاہر نہیں ہونے دی جو آپ کو ناگوار ہو۔ بخلاف دیگر انبیا کے۔ آپ حبیب الرحمٰن ہیں۔ آپ میں محبت و خلت رؤیت کلام دونوں کو جمع کر دیا۔

آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہمکلامی سے نوازا اور حضرت موسٰی علیہ السلام کو وادی سینہ میں۔ آپ صاحب قبلتین اور صاحب ہجرتین ہیں۔ ظاہر و باطن دونوں کے حکم کو جمع کر دیا۔ ایک ماہ قبل اور ایک ماہ بعد کے سفر کے ذریعہ رُعب سے مدد کی۔ جوامع کلم آپ کو عطا ہوئے زمین کے خزانوں کی چابیاں سندس کے کپڑے میں لپیٹ کر ابلق گھوڑے پر دی گئیں۔

جملہ اقسام وحی سے آپ پر وحی کا نزول ہوا۔

اسرافیل کا اُترنا آپ کے پاس اسرافیل آئے جب کہ پہلے کسی نبی کے پاس نہیں آئے۔

آپ میں نبوت و سلطنت یکجا کر دیئے آپ کی خصوصیات میں سے ہے

کہ آپ کو نبوت و رسالت کے ساتھ سلطنت سے بھی نوازا۔

آپ امور خمسہ کے عالم ہیں — آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک کہ روح اور پانچ امور کا بھی جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ[1] — ترجمہ: بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا ذاتی علم۔

دجال کے حالات سے بھی واقف ہیں جب کہ اس کا پہلے کسی نبی کو بھی علم نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے آپ سے حیات ظاہری ہی میں مغفرت کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ[2] — ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب اور وسیلے سے) آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق میں سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی حقیقی ایمان نہیں لایا۔ اذان، خطبہ اور تشہد، کوئی بھی ایسا مقام نہیں۔ جہاں اللہ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے۔

تمام امت کو آپ پر پیش کیا بلکہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب سے آگاہ کر دیا نیز سابقہ اُمتوں کے حالات سے بھی مطلع کر دیا۔ جیسے آدم علیہ السلام کو کل اشیاءٗ کے اسماء تعلیم دیئے گئے آپ تمام کائنات کے سردار اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے محترم و مکرم ہیں تمام مرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں۔ آپ کائنات کے رہبر ہیں آپ کو چار وزیر دیئے گئے دو آسمان پر جبریل و میکائیل اور دو زمین پر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اصحاب سے چودہ نجیب عطا ہوئے دیگر انبیاء کو سات سات ملے۔ آپ کا ساتھی شیطان مسلمان ہو گیا۔ آپ کی ازواج و بنات آپ کی مددگار اور تمام عورتوں سے افضل ہیں۔
ازواج مطہرات کے نیک اعمال پر دو گنا ثواب اور گناہ پر دو گنا عقاب ہے۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۱ ، رکوع نمبر ۱۲ - آیت ۳۴ - [2] پارہ ۲۶ رکوع ۸ آیت ۲ - سورۃ فتح

اذانوں میں خطبوں میں شادی و غم میں غرض ذکر ہوتا ہے ہر جا تمہارا۔

آپ کے اصحاب انبیاء کے سوا تمام مخلوق سے برتر ہیں جن کی تعداد انبیاء کے تقریباً برابر ہے۔
اور تمام کے تمام عادل، مجتہد اور مصیب ہیں۔ اسی لیے فرمایا :۔

اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ ترجمہ: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

ایک دن کے لیے آپ پر مکہ شہر حلال ہوا۔ مدینہ شہر کی حرمت فرمائی اور اس کو عذاب سے امن دینے والی اور اس کی گرد و غبار مرض جذام (کوڑھ) سے شفا والی قرار دیا۔ آپ کے بارے میں قبر میں میت سے سوال ہوتا ہے۔

ملک الموت آپ کے پاس اجازت لیکر آیا

ملک الموت آپ سے اجازت لے کر آیا حالانکہ پہلے کسی نبی کے پاس اجازت لیکر نہیں آیا۔ ازواج مطہرات سے نکاح آپ کے بعد امت پر حرام قرار دیا۔ اور ایسی کنیزیں بھی جن سے آپ نے مباشرت کی ہو۔

قبر انور کعبہ سے افضل ہے

زمین کا وہ حصہ جس میں آپ دفن ہیں وہ کعبہ اور عرش سے افضل ہے۔

آپ کی قسم اٹھانا جائز ہے

اللہ پر آپ کی قسم اٹھانا بھی جائز ہے اور کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں۔ آپ کی شرمگاہ پر کسی کی نظر نہیں پڑی اگر پڑ جاتی تو بینائی سلب ہو جاتی۔

آپ کی اُمت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس اُمت کے علمائے ربانی انبیاء کے قائم مقام ہیں اور ان کی مثل کام کرتے ہیں۔
اسی لیے فرمایا :۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ ترجمہ: میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا :۔
اِلاَّ الْعَ[illegible] بیشک عالم اپنی قوم میں

كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ - اپنی امت میں نبی جیسا ہے۔

آپ کا نام عبداللہ رکھا اور اس کا اطلاق کسی اور پر نہیں کیا۔ صرف یہ فرمایا :

عَبْدًا شَكُورًا[1] شکر گذار بندہ۔

اور فرمایا :

نِعْمَ الْعَبْدُ[2] اچھا بندہ۔

قرآن اور دیگر کتب میں آپ کے علاوہ کسی پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم نہیں دیا۔

آپ کے اسما توقیفی ہیں آپ کے تمام اسمائے گرامی اسمائے الٰہیہ کی طرح توقیفی ہیں۔

القسم الثانی

دُنیا میں شریعت اور اُمت کے بارے میں خصوصیات

آپ کی خصوصیات میں سے مالِ غنیمت کا حلال ہونا۔ رُوئے زمین کو مسجد بنانا دیگر اُمتوں کے لیے بیع کنیسہ کے باہر نماز جائز نہ تھی۔ زمین کو طہارت بنایا گیا یعنی پانی نہ ہو تو تیمم کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی پہلی امتوں کے لیے جائز نہ تھا۔ موزوں پر مسح۔ پانی سے نجاست کا دُور ہونا۔ بہت سا پانی یعنی کثیر پانی میں نجاست کا مؤثر نہ ہونا۔ ڈھیلا وغیرہ سے استنجاء کرنا۔ پانی اور ڈھیلوں دونوں کو استعمال کرنا۔ پانچ نمازوں کا مجموعی طور اور درمیانی وقفہ کے گناہوں کے لیے کفارہ ہونا۔ عشا کی نماز پڑھنا جو کسی نے نہیں پڑھی۔ آذان، اقامت، تکبیر سے نماز شروع کرنا، آمین کہنا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا۔ نماز میں گفتگو کا حرام ہونا۔ نماز میں استقبالِ کعبہ، نماز میں ملائکہ کی طرح صف بندی، فرشتوں اور اہلِ جنت کی طرح ایک دوسرے کو السلام علیکم کہنا، روزِ جمعہ کو عید بنانا۔ جمعہ کے روز اجابت کی گھڑی، عید الضحیٰ۔ نماز جمعہ نماز باجماعت، قیام اللیل، نماز عیدین، صلاۃ کسوف (سورج گرہن) صلاۃ خسوف (چاند گرہن) صلاۃ استسقاء، نماز وتر، حالتِ سفر میں نماز قصر سفر بارش اور بیماری کی وجہ سے دو نمازوں کا جمع کرنا، صلاۃِ خوف۔ یہ تمام اس اُمت کی خصوصیات سے ہیں۔ یہ پہلوں کے لیے نہ تھیں۔

---

[1] پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۳ - [2] پ ۲۳ سورۂ صٓ آیت ۴۴ -

ماہِ رمضان المبارک کا اس خصوصیت کے ساتھ اس میں شیاطین کا قید ہونا۔ جنت کا اس میں مزین ہونا۔ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری سے زیادہ پسندیدہ ہونا۔ افطار کے وقت ملائکہ کا روزہ داروں کے لیے دعائے مغفرت کرنا۔ شب بیداروں کی مغفرت۔ سحری کھانا۔ افطار میں تعجیل۔ شب رمضان میں اکل وشرب اور جماع کا حلال ہونا جو پہلی اُمتوں پر نیند کے ساتھ منع ہو جاتی تھیں۔ صوم وصال کا منع ہونا۔ حالت روزہ میں کلام کرنا جو کہ سابقہ اُمتوں پر جائز نہ تھی۔ نماز میں گفتگو کی ممانعت جو کہ پہلوں کے لیے جائز تھی۔ لیلۃ القدر یوم عرفہ۔ یوم عرفہ کے روزے کا دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہونا۔ کہ یہ سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یوم عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہونا۔ کہ وہ سُنّت موسوی ہے۔ تناول کھانے کے بعد ہاتھ دھونا دو نیکیاں ہیں کیونکہ یہ اس شریعت اور سابقہ شرائع میں سُنّت ہے۔ جنابت کا غسل کہ اس سے نقصانات بدنی و روحانی دور ہوتے ہیں۔ مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا۔ قبر کھودتے وقت لحد بنانا۔ شق دنیچے کو سیدھا گڑھا کھودنا اہل کتاب کے لیے ہیں۔ نحر کرنا اہل کتاب کے لیے ذبح تھا۔ سر کے بالوں کی مانگ کرنا۔ ان کے لیے سدل ہے بال سیدھے کرنا بغیر مانگ کے۔ بالوں کا رنگنا۔ اہل کتاب بڑھاپے کو تبدیل نہیں کر سکتے ہیں۔ ڈاڑھی بڑھانا (بقدر مشت) لبوں کا کٹوانا جب کہ اہل کتاب ڈاڑھی چھوٹی اور لبیں لمبی رکھتے تھے۔ اور وہ صرف لڑکوں کا عقیقہ کرتے اور دین اسلام میں لڑکا لڑکی دونوں کا عقیقہ کیا جاتا ہے۔ جنازہ کے لیے قیام کا ترک۔ نماز فجر ومغرب میں جلدی کرنا۔ سخت زمین پتھریلی کے استعمال کرنے کی کراہت صرف جمعہ کے روزہ کی کراہت۔ یہود صرف اپنی عید عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے اور ہم یکم محرم تا عاشورا (محرم کے پہلے دس دن) رکھتے ہیں۔ پیشانی سے سجدہ کرنا اہل کتاب چہرے کی ایک طرف سے سجدہ کرتے۔ نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہونے کی کراہت جب کہ اہل کتاب ادھر ادھر چم...

[1] نحر اونٹوں کے ساتھ مخصوص ہے اس کی گردن کو تین جگہ سے کاٹنا۔

[2] خضاب کرنا حرام ہے۔ اس کے علاوہ مہندی وغیرہ لگانا جائز ہے۔

[3] فقہ حنفی میں جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا مستحبات سے ہے خواہ غیر مسلم ہی کا کیوں نہ ہو۔

[4] احناف کے نزدیک فجر میں تاخیر مستحب ہے اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ۔ صبح کی نماز خوب سفید کر کے پڑھو اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے۔

جاتے۔ نماز میں آنکھیں بند کرنے کی کراہت۔ نماز کا اختصار سے پڑھنا بعد میں دعا کے لیے کھڑا ہونا۔ نماز میں[1] قرآن سے دیکھ کر پڑھنا۔ عید فطر کے دن کچھ کھا کر نماز عید کے لیے جانا۔ اور اہل کتاب نماز عید سے قبل نہیں کھاتے تھے۔ موزوں[2] اور پاک جوتوں سمیت نماز کا ہو جانا۔ یہ تمام خصوصیات امتِ محمّدیّہ سے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں جب کتاب پڑھی جاتی تو اس کا ساتھ ساتھ[3] جواب دیتے اور ہمارے لیے شریعت ممنوع ہے۔

اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ — ترجمہ:۔ اور جب قرآن شریف پڑھا جائے

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا — تو اسے سنو اور چپ رہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ہاتھ پر سہارا لیکر نماز میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو اس کو منع کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ یہود کی نماز ہے۔ اسلام[4] میں عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے آنے کی اجازت ہے، جب کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو اجازت نہ تھی۔

اہل کتاب کی شریعت میں حکم و فیصلہ کا فسخ جائز تھا۔ جب دوسرے حاکم کے پاس لے جائے جو اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہو عمامہ میں شملہ رکھنا یہ ملائکہ کی علامت ہے۔ وسط میں تہبند باندھنا۔ سدل کی کراہت، سبز دستار باندھنا۔ ایک ہی قمیض پر پیٹی باندھنا۔ قمری مہینے کا اجرا۔ وقف۔ موت کے وقت تہائی حصّہ تک مال کی وصیت۔ جنازہ اٹھا کر تیز تیز چلنا۔

آپ کی امت تمام امتوں سے افضل و برتر، اور سب کے آخر میں آئی ہے۔ ان کے ہاں پہلی امتوں کی رسوائی و ذلّت کا ذکر ہوتا ہے لیکن اس امت کی ذلت و رسوائی کا ذکر کسی کے پاس نہیں ہوا۔ ان کے لیے دو نام مومن مسلم اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے مشتق کیے۔ ان کے دین

---

[1] نماز میں قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

[2] آج کل جوتوں کے چمڑے بہت سخت ہوتے ہیں سجدہ میں جا کر جوتے کی نوک زمین پر لگتی اور پاؤں بالکل زمین سے اٹھ جاتے ہیں ایسے جوتوں میں نماز نہیں ہوتی۔

[3] پارہ ۹ رکوع ۱۴۔ سورۃ الاعراف آیت ۲۰۔

[4] ہدایہ جلد اوّل میں یکرہ لھن حضور الجماعات۔ عورتوں (جوان) کے لیے جماعت میں حاضر ہونا مکروہ

کا نام اسلام رکھا جب کہ پہلی اُمتوں کے لیے تجویز نہیں کیا۔ صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے تمدد۔ اصر (گناہوں کا بوجھ) کو ان سے اٹھایا۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد خزانہ جمع کرنا جائز ہے۔ دین اسلام میں حرج روا نہیں رکھا۔ اونٹ، شتر مرغ، نیل گائے۔ بطخ، تمام مچھلیاں، چربی اور دم غیر مسفوح مثلاً جگر، تلی اور رگوں کا کھانا جائز ہے۔ خطا و نسیان پر مواخذہ نہیں۔ اسی طرح جبر اور دلی وساوس پر بھی مواخذہ نہیں جو گناہ کا ارادہ کرے جب تک عمل نہ کرے گناہ لکھا نہیں جاتا۔ اگر گناہ کرے گا تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے اور نیکی کے ارادے پر ایک نیکی اور ادا کرنے پر دس نیکیوں کا ثواب ہے بلکہ سات سو گنا تک ثواب لکھا جاتا ہے۔ توبہ کے لیے خود کو قتل کرنا۔ ناجائز چیز کے دیکھنے پر آنکھ کا نکالنا اور زکوٰۃ چوتھائی حصہ مال دینا معاف کر دیا گیا ہے۔ اولاد کا آزاد کرنا۔ دنیاوی اُمور سے رُکنا۔ رہبانیت وسیاحت منع ہے۔

لَيْسَ فِي دِيْنِي تَرْكُ النِّسَاءِ وَلَا اللَّحْمِ وَلَا اِتِّخَاذُ الصَّوَامِعُ۔ ترجمہ: میرے دین میں عورتوں اور گوشت کو بالکل ترک کر دینے مساجد میں ہی بیٹھے رہنے کی کوئی حیثیت نہیں۔

یہود میں اگر کوئی ہفتے کے دن کام کرتا تو اسے سولی پر چڑھا دیا جاتا۔ دین اسلام میں جمعہ کے روز کام کرنے پر کوئی ممانعت نہیں (ماسوا اوقات جمعہ کی نماز) اہل کتاب نماز کی طرح وضو کیے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے تھے اگر کوئی چوری کرتا غلام بن جاتا۔ جس نے خودکشی کی اس پر جنت حرام ہو جاتی اگر کوئی شہنشاہ ان پر غلبہ حاصل کر لیتا تو انہیں غلام بنا لیتا۔ ان کے مال سے جتنا چاہے لے جاتا۔

اسلام میں چار عورتوں سے بیک وقت نکاح جائز ہے۔ تین طلاق دے سکتا ہے۔ اہل کتاب اور کنیزات سے نکاح جائز ہے۔ حیض کی حالت میں مجامعت کے علاوہ نفع حاصل

لہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے ظہر عصر کی نماز میں شرکت مکروہ ہے حاشیہ میں مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ الفتوى اليوم على كراهة حضورهن في الصلوات كلها۔ اس دور میں اس پر فتویٰ ہے کہ مطلق عورتوں کے لیے سب نمازوں میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے صفحہ نمبر ۱۲۶۔

کرنا جائز ہے۔ عورت کے قبل میں جس طرح چاہے استمتاع کرسکتا ہے۔ قصاص و دیت میں اختیار ہے۔

حملہ آور کا دفاع جائز ہے

حملہ آور کا دفاع کرسکتا ہے جب کہ اہل کتاب پر کوئی حملہ آور ہوتا تو اس کا دفاع نہیں کرسکتا تھا۔ خواہ وہ قتل کردے یا اپنی مرضی سے چھوڑ دے۔ شرمگاہ کا ننگا کرنا جائز نہیں۔ تصویر، نشہ آور چیز کا پینا۔ لہو و لعب کے آلات (ڈھول باجے وغیرہ) بہن کے نکاح۔ سونے چاندی کے برتن۔ ریشم اور سونا مردوں کے لیے اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے پہلے سجدۂ تحیہ تھا۔ اسلام میں اس کے عوض سلام ہے۔ مساجد کے محراب بنانا ہمارے لیے جائز اور پہلوں کے لیے مکروہ تھا۔ اُمتِ محمدیہ کا ضلالت و گمراہی پر اجماع نہیں ہوسکتا۔ اور اہل باطل اہل حق پر غالب آسکتے ہیں۔

نبی کی بددعا سے اس اُمت کو محفوظ رکھا ہے ان کا اجماع حجت ہے اور اختلاف رحمت ہے حالانکہ پہلوں کا اختلاف باعث عذاب تھا۔ طاعون کی موت شہادت اور رحمت ہے۔ جب بھی دعا کریں قبول ہوتی ہے۔ سابقہ کتب اور قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ بیت اللہ کا حج کرتے ہیں کبھی اس سے جدا نہیں ہوتے نیکی پر آخرت کے لیے ذخیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی صلہ مل جاتا ہے۔ پہاڑ اور درخت ان کی تسبیح و تہلیل کے لیے ان کی گذرگاہ پر اُمنڈ پڑتے ہیں ان کے اعمال اور ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں ان کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی نزول رحمت

اللہ تعالیٰ ان پر نزول رحمت کرتا اور فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے جیسے انبیاء پر صلوٰت بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ۔[1]

ترجمہ: وہی ہے جو تم پر درود اور رحمتیں بھیجتے ہیں اور ان کے فرشتے۔

یہ اپنے بستر پر فوت ہوتے ہیں تو اللہ کے ہاں وہ شہید ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے

---

[1] پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت ۴۳

مائدہ رکھا جاتا ہے ان کے اٹھانے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ جب کپڑے پہنتے ہیں تو کپڑا اجاڑنے سے پہلے ان کی نجات ہو جاتی ہے۔

اس اُمت کے صدیق تمام صدیقین سے افضل ہیں یہ علماء و حکماء ہیں۔ فقاہت و حکمت کی وجہ سے انبیاء کے مقام کو پہنچ گئے۔ حق گوئی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ مومنین پر مہربان اور کفار پر سخت ہیں۔

ان کا قرب نماز اور ان کی قربانی ان کا خون ہے۔ جو اس امت کا عمل مقبول نہیں اس پر ستر ڈال دیا جاتا ہے حالانکہ پہلے لوگ رسوا ہو جاتے جب ان کی قربانی کو قدرتی آگ نہ جلاتی۔ استغفار سے اس اُمت کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ندامت ان کے لیے توبہ ہے۔

اُمتِ محمدیہ کی چار کرامتیں

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت کو چار کرامتوں سے نوازا ہے جو کسی اور کو حاصل نہ ہو سکیں۔

پہلی کرامت میری توبہ مکہ میں ہوئی اور اس کا کوئی فرد جہاں چاہے توبہ کر لے۔

دوسری کرامت جب مجھ سے خطا سرزد ہوئی تو بدن سے کپڑے اتر گئے لیکن ان کے کپڑے نہیں اترتے۔

تیسری کرامت مجھے اپنی بیوی سے جدا کیا گیا۔

چوتھی کرامت مجھے جنت سے نکالا گیا۔

بنی اسرائیل سے جب کوئی گناہ کرتا تو اس پر طیب و طعام حرام ہو جاتا اور اس کے دروازے پر اس کی خطا لکھی ہوئی پائی جاتی۔

اس اُمت سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، بھوک سے نہ کلی طور دشمن سے، نہ غرق سے ہلاک کرے گا، اور نہ ہی ایسا عذاب آئے گا جس سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔

اگر دو آدمی کسی کی بھلائی و خیر کی شہادت دیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے حالانکہ پہلی اُمتوں کے لیے ایسا نہ تھا۔ البتہ اگر سو آدمی شہادت دیتے۔

یہ اُمت کے قلیل عمل پر کثیر اجر اور بھی ان سے کم رکھتی ہے۔

پہلی اُمتوں کے آدمی کی تیس گنا عبادت ہے اس کی عبادت تیس گنا سے کئی درجے بلند و برتر ہے۔ مصیبت کے وقت نماز رحمت اور ہدایت عطا کی۔ علم اوّل علم آخر دیا ہر شے کے خزائن کی چابیاں۔ یہاں تک کہ علم انساب، اسناد، اعراب کا علم دیا۔ تصنیف کتب کی توفیق۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کو دور میں محفوظ رکھا یہاں تک کہ حضرت موسٰی بن مریم کا نزول ہوگا۔

اُمت مصطفٰے سے اقطاب و ابدال ہیں

آپ کی اُمت سے اقطاب، اوتاد نجبا، ابدال ہوتے ہیں۔

آپ کا اُمتی عیسٰی کی امامت کریگا

وہ آپ کا ہی اُمتی ہوگا جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی امامت کرے گا۔

آپ کی اُمت سے وہ لوگ ہوں گے جو تسبیح و تہلیل کے ساتھ فرشتوں کی طرح طعام سے مستغنی ہوجائیں گے۔ اور دجال کو قتل کریں گے ملائکہ ان کی آذان اور تلبیہ کو آسمان پر سنتے ہیں جو ہر حال میں اللہ کی تعریف کرنے والے اور پستی و بلندی پر جاتے وقت اس کی تکبیر کہتے ہیں۔ جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو انشاء اللہ، ناراضگی کے وقت تہلیل اور منازعت و اختلاف کے وقت تسبیح پڑھتے ہیں۔ کام سے پہلے استخارہ اور سواری پر سوار ہوتے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ قرآن کریم ان کے سینوں میں ان میں سے سبقت لے جانے والا جنت میں بلا حساب داخل ہوگا ان کا میانہ رو نجات پانے والی جبکا حساب یسیر ہوگا۔ اور ان کا ظالم مغفور، اُمت کا ہر فرد مرحوم جنت کا رنگین لباس پہنے گا۔ نماز کے لیے اوقات نماز کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ یہ وسط عادل اُمت جس کا اللہ تعالٰی نے تزکیہ نفس فرما دیا ہے۔

جہاد میں فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں ان پر وہی اشیاء فرض ہیں جو انبیاء و رسل پر لازم ہیں۔ جیسے وضو و غسل جنابت حج اور جہاد وغیرہ۔ نوافل سے جو انبیاء علیہم السلام کو عطا کیا وہی ان کو۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یاایھا الذین آمنو سے پکارا

اللہ تعالیٰ کی اس امت پر خاص نوازش ہے کہ اس کو یاایھا الذین آمنو کے وصفِ ایمان سے پکارا جب کہ پہلوں کو یاایھا المساکین سے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ[1] ترجمہ: تو تم میرا ذکر کرو میں اپنی رحمت سے تمہارا پرچار کروں گا۔

سے بلا واسطہ خطاب کیا اور بنی اسرائیل کو

اُذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ[2] ترجمہ: میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا۔

چونکہ وہ صرف اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں۔ ذاتِ خداوندی نہیں۔ اللہ کی نعمتیں خدا کی پہچان کا ذریعہ تھیں۔ اس لیے فرمایا اللہ کی ان نعمتوں کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیں ان میں زیادہ تر غلام تھے۔

جب یہ آیت

السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ	ترجمہ: اور سب سے پہلے ایمان والے
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ	مہاجر اور انصار وہ لوگ جنہوں نے
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ	بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا	تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ
عَنْهُ[3]	سے راضی ہوئے۔

نازل ہوئی تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری تمام اُمت کے بارے نازل ہوئی۔ رضامندگی کے بعد ناراضگی نہیں ہوگی۔

ان کا نام اہل القبلہ رکھا اور ان کی شہادت دوسروں کے لیے جائز ہے دوسری

---

[1] پارہ ۲ رکوع ۲ آیت ۱۵۲۔ [2] پارہ ۱ رکوع ۵ سورۃ البقرۃ [3] پارہ ۱۱ رکوع ۱۲ آیت ۱۰۰ سورۃ توبہ

اُمتیں غیر ملت کے لیے شہادت نہیں دے سکتیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس اُمت میں تجرید مدعل اور صفد جائز نہیں۔

تشریح حد جاری کرتے وقت ننگا اور کھینچا نہیں جائے گا بلکہ بیٹھے ہوئے کپڑوں سمیت حد نافذ کی جائے گی۔

تشدید و تسہیل کے مابین احکام

علماء فرماتے ہیں ابتدائے شرائع میں سہولت تھی کہ حضرت نوح حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے ادیان میں سختی نہ تھی اور موسیٰ علیہ السلام کے دین میں سختی تھی۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا۔ لیکن اس شریعت میں موسیٰ علیہ السلام کے دین کی طرح سختی اور نہ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی طرح نرمی بلکہ اس کے بین بین ہے لہٰذا یہ دین نہایت ہی معتدل ہے۔

قسم الثالث

وہ خصوصیات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ دارِ آخرت میں مخصوص ہیں

سب سے پہلے آپ ہی کی قبر کھلے گی۔ صور کے صعقہ سے پہلے آپ ہی کو افاقہ ہوگا۔ ستر ہزار فرشتوں کی معیت میں براق پر محشر میں تشریف لائیں گے۔ میدانِ حشر میں آپ کے نام کا اعلان ہوگا۔ آپ کو روزِ محشر جنت کا سب سے خوبصورت لباس پہنایا جائے گا۔ عرش کی داہنی جانب اور مقامِ محمود پر کھڑے ہوں گے۔ آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ جناب آدم اور دیگر سب مخلوق آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ آپ امام النبیین قائد اور ان کے خطیب ہوں گے۔

سب سے پہلے آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوگی۔ سب سے قبل ہی سجدہ سے سر اٹھائیں گے۔ سب سے قبل اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ سب سے اول ہی سفارش کرنے والے اور پہلے ہی سفارش مقبول ہوگی۔ دوسروں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ اور دوسرے اپنے بارے سوال کریں گے۔ آپ ہی شفاعتِ عظمیٰ کے مالک ہیں۔

آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بلا حساب۔ ایک جماعت جو مستحق عذاب ہو گی جنت میں جائے گی اور ایک جماعت کے جنت میں درجات بلند ہوں گے۔ جہنم میں داخل ہونے والے امتیوں کو آپ کی شفاعت سے نکالا جائے گا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی آپ کا اُمتی جہنم میں باقی نہ رہے گا۔ صالحین کی جماعت جن سے اطاعت و عبادت میں تقصیر ہو چکی ہو گی۔ کی معافی ہو گی۔ آپ کی شفاعت سے حساب میں تخفیف ہو گی۔ مخلد فی النار کفار کے عذاب میں بھی تخفیف۔ کفار کے بچے عذاب سے محفوظ۔

اہل بیت جنتی ہیں

آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جائے۔ تو آپ کا سوال پورا ہو گا۔

سب سے پہلے پل سے اس حال میں گذریں گے کہ آپ کے سر اقدس کے بالوں اور چہرے سے نور چمک رہا ہو گا۔ جب کہ دیگر انبیاء کے دو نور ہوں گے۔

سیدہ فاطمہ کی عظمت شان

جب سیدہ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہما وسلم کا گذر ہو گا۔ ندا آئے گی اہل محشر اپنی نگاہیں بند کر لو تاکہ بنت رسول گزر جائیں۔

سب سے پہلے آپ ہی باب جنت کھٹکھٹائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کے بعد آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا حوض کوثر جو کہ سب سے بڑا ہے آپ ہی کے لیے مخصوص ہے دوسرے انبیاء جن کے لیے چھوٹے چھوٹے حوض ہوں گے۔

آپ صاحب وسیلہ ہیں

آپ کے لیے وسیلہ مخصوص ہے جو ایک جنت کا درجہ ہے۔

آپ کے منبر کی ٹانگیں جنت میں مضبوط گڑھی ہوئی ہیں اور منبر جنت کے حوضوں میں سے ایک حوض پر رکھا ہوا ہے۔

جنت کا ٹکڑا

آپ کے منبر اور محراب کا درمیانہ حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

سب انبیاء کی تبلیغ پر گواہ طلب ہو گا۔ لیکن آپ سے کوئی گواہ طلب نہیں کیا جائے گا بلکہ دیگر انبیاء کی تبلیغ پر گواہ ہوں گے۔

قیامت کے روز آپ کے سوا تمام حسب و نسب ختم ہو جائیں گے۔ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام کے حسب و نسب ختم ہو جائیں گے۔
جنت میں حضرت آدم کی کنیت آپ کے نام سے ابو محمد ہو گی۔

اہلِ قبرہ سے آپ کے متعلق امتحان لیا جائے گا

احادیث میں مروی ہے کہ اہلِ قبرہ سے آپ کے بارے امتحان لیا جائے گا جس نے اطاعت کی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں جائے گا۔

آپ کے اجداد اطاعت کریں گے

آپ کے اجداد سب کے سب اطاعت کریں گے تاکہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

درجات جنت بحساب آیات قرآن ہیں

مروی ہے کہ درجات جنت آیات قرآنیہ کے حساب کے مطابق ہیں۔ قاریٔ قرآن سے کہا جائے گا کہ تلاوت کر تلاوت کی آخری آیت کا اختتام تیرا مقام ہے اور دوسری کتب سماویہ کے متعلق ایسا نہیں ہو گا۔

جنت میں صرف قرآن کی تلاوت ہو گی

اہل جنت صرف قرآن کریم کی تلاوت کریں گے اور فقط عربی زبان ہی بولیں گے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو خازن کھڑا ہو کر کہے گا تو کون ہے؟ میں جواب دوں گا۔ انا محمد۔ میں محمد ہوں۔ تو جواب میں کہے گا۔ میں آپ کے لیے کھڑا ہوں دروازہ کھولتا ہوں۔ آپ سے پہلے کھڑا ہوا ہوں نہ آپ کے بعد کھڑا ہوں گا۔ واللہ اعلم۔

القسم الرابع

جو آخرت میں آپ کی امت کے لیے مخصوص ہیں

لوگوں میں سے سب سے پہلے آپ کی امت قبروں سے اس حالت میں نکلے گی کہ ان کے اعضاءِ وضو چمکتے ہوں گے۔ محشر میں بلند مقام پر ہوں گے ان کے لیے

انبیاؑ کی مانند دو نور بھی ہوں گے۔ دوسری امتوں کے لیے ایک نور ہو گا۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے آثار نمایاں ہوں گے ان کی ذریت ان کے سامنے ہو گی۔

نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

اس امت کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پل پر سے بجلی کی مانند گزر جائیں گے ان کے نیک لوگ گنہگاروں کی شفاعت کریں گے وہ مقبول بھی ہو گی۔ ان کے گناہوں کی سزا دینا اور برزخ میں مل جائے گی تاکہ روز قیامت پاک و صاف ہوں۔ گناہ لے کر قبر میں داخل ہوں گے۔ بغیر گناہوں کے قبر سے نکلیں گے یہ مومنین کے ان کے حق میں استغفار کی وجہ سے ہو گا۔ اس امت میں جس نے نیکی کی۔ اور اس کے لیے جس نے نیکی کی دونوں کا اجر اسے ملے گا۔

سب سے قبل ان کا حساب ہو گا اور لغزشیں معاف کی جائیں گی۔

سب مخلوق سے ان کی نیکیاں وزنی ہوں گی۔

اُمتِ محمدیہ کو حاکم عادل کا مقام حاصل ہو گا

ان کو عادل حاکم کا سا مقام حاصل ہو گا۔ یہ لوگوں بلکہ انبیاؑ کی تبلیغ کی بھی شہادت دیں گے۔

ہر امتی کے عوض ایک ایک یہودی یا عیسائی جہنم میں بھیجا جائے گا۔

سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

ستر ہزار بلا حساب جنت میں جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اور ہوں گے۔ ان کی اولاد ان کے ساتھ ہو گی۔

اہلِ جنت کی صفوف

اہلِ جنت کی کل ایک سو بیس ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں چالیس ۴۰ دوسری امتوں اور اسّی اس امت کی ہوں گی جب اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا۔ تو وہ سجدہ میں گر جائیں گے۔

حضورؐ کی پوری امت جنت میں داخل ہو گی

حدیث شریف میں ہے پہلی امتوں کے کچھ لوگ جنتی اور کچھ دوزخی ہوں گے لیکن

یہ میری اُمت سب کی سب جنت میں ہوگی ۔

القسم الخامس

وہ واجبات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض میں تو دیگر انبیاء بھی شریک ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاشت کی نماز، وتر، تہجد، مسواک، قربانی، مشاورت، فجر کی دو رکعت، غسل جمعہ، زوال سے قبل چار رکعت، اور نماز کے لیے یا جب بھی حدث لاحق ہو وضو کا واجب ہونا مخصوص ہیں۔ بعد میں مسواک کا وجوب منسوخ ہوگیا۔

ایسے استعاذہ، دشمن کے مقابلے میں صبر کرنا۔ خواہ کتنا ہی کثیر تعداد میں دشمن ہو۔ جب کوئی مقابلے میں آیا تو قتل ہو۔ تم سے پہلے ظاہر نہیں ہوا۔

منکرات کی تغییر کا اظہار، خوف وخطر کا ساقط نہ ہونا۔ ایفائے عہد۔ اگر تنگدست مسلمان مرا تو اس کے قرض کا ادا کرنا، فراق میں ازواج کو اختیار دینا۔ ان کے آپ کے پسند کرنے کے بعد آپ کا اختیار کر کے اپنے پاس رکھنا۔

ان پر کسی اور سے نکاح نہ کرنا، ان کی مکافات کے لیے تبدل کرنا۔ بعد میں آپ کو خوش رکھنے کے لیے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ بغیر خلل کے کامل ومکمل نماز ادا کرنا۔ احسن طریقہ سے سوالات اور تنقید کا جواب دینا۔

جتنے بھی لوگ علم سیاست کے مکلف ہیں اتنے آپ اکیلے ہی مکلف ہیں۔
مخلوق کے ساتھ میل جول کے ساتھ ساتھ مشاہدہ حق کے بھی مکلف ہیں۔

جس عمل کے لوگ پابند ہیں اس عمل کے آپ بھی پابند ہیں۔ حالتِ وحی میں دنیا سے اخذ واستفادہ کرتے ہیں۔

نبی علیہ السلام کو نماز، روزہ معاف نہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز، روزہ اور دیگر احکام ساقط نہیں۔

روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یومیہ ستر مرتبہ استغفار کے مکلف تھے۔

آپ کے نوافل زیادتی اجر کے لیے ہیں

فرائض کے تابع نوافل صرف زیادتی اجر کے ہیں۔ فرائض کی تکمیل کے لیے نہیں کیونکہ آپ فرائض کا حصہ ادا کرتے۔ شب معراج کے حکم کے موافق آپ کے لیے ایک شب و روز پچاس نمازیں مخصوص ہیں۔

آپ فرائض کے علاوہ سو رکعت ادا کرتے

بعض نے روایت کیا ہے کہ آپ صلوات خمسہ کے علاوہ روزانہ سو رکعت ادا فرماتے

نماز کے وقت سونے والے کو جگانا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ [1]

ترجمہ: اے نبی! لوگوں کو اچھی تدبیر اور عمدہ نصیحت کے ذریعے اپنے رب کے راستہ کی طرف بلائیے۔

عقیقہ کا وجوب، ہدیہ پر کچھ عطا کرنا اور اللہ تعالیٰ پر توکل واجب اور ذخیرہ کرنا حرام ہے۔ تنگ دست والے کے عیال کی کفالت اور تنگ دست کی جنایات اور کفارات ادا کرتے۔ مکروہات پر صبر اور تنگ دست جو صبح و شام رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ کی معیت پر صبر کرنا آپ پر واجب ہے۔ اور لوگوں سے کلام ان کے عقل و فراست کے مطابق کرنا بھی آپ پر لازم ہے۔ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

القسم السادس

آپ کی شرافت و بزرگی کی وجہ سے جو اشیا آپ پر حرام ہیں

مال زکوٰۃ، صدقہ، کفارات آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے موالی اگر ان کے لیے کچھ کھانے کو ہے اور ازواج مطہرات پر بھی بالاجماع حرام ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آپ

[1] پارہ ۱۴ - رکوع ...

پر صدقات معینہ حرام تھے اور عام جیسے مساجد اور کنوؤں کا پانی حرام نہ تھا۔ آپ کی آل کو عامل بنانا اور ان کو نذر و کفارات اور ان کا فروخت کرنا حرام ہے۔ کتابت، شعر گوئی اور کتاب کو دیکھ کر پڑھنا بھی ممنوع ہے۔

جب ہتھیار پہن لیں تو جب تک جنگ نہ ہو یا آپ کے اور دشمن کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ نہ کر دے تو اوتارا اوتار جائز نہیں یونہی دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی ناجائز ہے۔

من یعنی احسان کا ذکر کرنا تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب مل سکے۔ آنکھ کی خیانت، کتابیہ سے نکاح چیز لوگوں کے لیے حرام ہے۔ اس کو دیکھنا حرام ہے تکبیر سن کر پیچھے رہنا بھی حرام ہے۔

شراب قبل از بعثت بھی آپ پر حرام تھی

اعلانِ نبوت سے بیس سال قبل آپ پر شراب حرام ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق نے کبھی شراب نہیں پی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر صدیق نے کبھی شراب نہیں پی۔ جاہلیت میں نہ اسلام لانے کے بعد۔ ننگے ہونے اور شرمگاہ کے کھولنے کی ممانعت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔

القسم السابع

مباحات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا۔ وتر سواری پر با وجود واجب ہونے کے بیٹھ کر پڑھنا۔ وتر میں جہر سے قرأت اس کے علاوہ سِری قرأت جائز ہے۔ ایک رکعت کا کچھ حصہ بیٹھ کر اور کچھ کھڑے ہو کر جائز ہے۔ روزے کی حالت۔ بیوی کا بوسہ لینا، نفس پر مکمل اعتماد و کنٹرول کی وجہ سے اور صوم وصال جائز ہیں۔ کھانے پینے اور لباس کی ضرورت کے باوجود آپ روک سکتے ہیں اور مالک پر ان کا خرچ کرنا لازم ہے۔ اگر ہلاک ہو جائے تو اس کا فدیہ دے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خود ہو دی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجنبیات کو دیکھ سکتے ہیں

غیر محرم عورتوں کو دیکھ سکتے ہیں اور خلوت میں ان کے پاس بیٹھ بھی سکتے ہیں۔ سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا بھی جائز ہے۔

آپ کے لیے جائز ہے کہ

چار سے زائد عورتوں سے آپ نکاح کر سکتے ہیں

چار سے زیادہ عورتوں سے بھی نکاح کر لیں۔ ایسے پہلے انبیاء پر جائز تھا۔ بغیر مہر ابتداءً و انتہاءً نکاح جائز ہے کہ چار اور گواہوں اور عورت کی مرضی کے بغیر بھی آپ نکاح کر سکتے ہیں۔

جب آپ کا کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ہو جائے۔ تو صرف رغبت ہی سے کوئی دوسرا آدمی اس عورت کو پیغام نکاح نہیں دے سکتا۔ اگر شادی شدہ عورت کے بارے دل میں رغبت ہو جائے تو اس کے شوہر کے لیے لازم ہے کہ وہ اسے طلاق دے دے تاکہ آپ اس سے نکاح کر سکیں۔ (اگرچہ آپ نے ایسا نہیں کیا)

اگر کسی شخص نے عورت کو پیغام نکاح دیا ہے تو اس کے بعد آپ اسے بھی پیغام عقد کا حق رکھتے ہیں عورت اور مرد کے ولی کی اجازت کے بغیر بھی جس مرد سے چاہیں نکاح کر دیں۔ خود اپنے سے بھی کر سکتے ہیں۔ نیز طرفین کے ولی عورت اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر بھی بن سکتے ہیں۔

حضرت امیر حمزہ کی دختر کا نکاح حضرت عباس جو اس کے چچا اور اقرب تھے کی موجودگی میں کر دیا۔ حضرت ام سلمہ سے فرمایا۔ کہ اپنے بیٹے کو کہہ کر میرا نکاح کر دے۔ تو اس نے جو کہ وہ نابالغ ہی تھا نکاح کر دیا۔ حضرت زینب کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آپ سے کر دیا۔ تو خود عقد کئے بغیر ان کے پاس گئے۔

اپنے کلام سے وقفے کے بعد منفصلاً استثنا کر سکتے ہیں۔

مال غنیمت میں سے تقسیم سے

مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے بھی آپ اپنے لیے رکھ سکتے ہیں

قبل بھی اپنے لیے جو چاہیں رکھ لیں۔

اپنی شہادت خود بھی دے سکتے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی اور اپنی اولاد کی شہادت دینا جائز ہے اور یہ شہادت قابلِ قبول بھی ہے۔

نیز ہدیہ قبول کر سکتے ہیں دیگر حکام کے لیے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں۔

بلا شہادت حدِ زنا جاری کر سکتے ہیں

تہمت زنا پر شہادتوں کے بغیر بھی حد جاری کر سکتے ہیں اور دوسروں کے لیے یہ جائز نہیں۔

لفظ صلوٰۃ سے آپ جس کو چاہیں دعا دیں لیکن ہمارے لیے نبی کے علاوہ جائز نہیں۔ آپ نے اپنی امت کی قربانی دی لیکن دوسرے لوگ اس کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتے۔ آپ کے لیے جائز ہے خود اور اللہ تعالیٰ کو ضمیر میں جمع کر لیں۔ دوسروں کے لیے ناروا ہے۔ جو آپ کو گالی دے یا ہجو کرے آپ اس کو قتل کر دیں تو جائز ہے۔

فتح سے قبل اراضی پر قبضہ کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کا آپ کو مالک بنا دیا ہے۔ اور ارضِ جنت کو قطع کر سکتے ہیں۔

القسم الثامن

فضائل وکرامات جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں

منصب صلاۃ سے مخصوص ہیں اور آپ اور جملہ انبیاء کا میراث میں تقسیم ہونا۔ بلکہ صدقہ کی وصیت کرنا لازم ہے۔ جب نبی جہاد کے لیے تیار ہو کر نکلے تو ہر ایک کے لیے لازم ہے اس کی رفاقت میں تیار ہو کر نکلے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

ترجمہ: مدینہ میں رہنے والوں اور دیہاتیوں کو مناسب نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے

ان یتخلفوا عن رسول اللہ[1] رسول سے پیچھے رہ جائیں۔
یہ حکم بعد کسی خلیفہ راشد کے لیے نہیں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور بنات کا کسی کو بھی دیکھنا جائز نہیں اور نہ ہی شہادت وغیرہا اپنا چہرہ اور بازو وغیرہ ننگے کر سکتی ہے۔ نہ مشافہتہً سوال کر سکتی ہیں۔

ازواج مطہرات و بنات رسول کو نماز مکان کی چھت پر پڑھنا منع ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و بنات مکان کی چھت پر نماز پڑھنا ممنوع ہے وہ مومنین کی مائیں ہیں۔

ازواج مطہرات حضور علیہ السلام کے بعد نکاح نہیں کر سکتیں

ازواج مطہرات کے لیے لازم ہے کہ آپ کے بعد آپ کے گھر میں رہیں دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتیں۔
ازواج مطہرات و آل رسول کے لیے جنابت و حیض وغیرہا کی حالت میں بھی مسجد میں بیٹھنا جائز ہے۔
آپ اگر بلا ناغہ بیٹھ کر نوافل ادا کریں اس کا ثواب بھی قیام والے نوافل کے برابر ہے۔

نمازی کو نماز کی حالت میں بھی جواب دینا واجب ہے

نمازی نماز پڑھ رہا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے بلائیں تو حالت نماز میں بھی جواب دینا لازم ہے۔[2] یہی حکم دیگر انبیا کے لیے بھی ہے۔

رسول کے پیچھے ضحک سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ضحک (بلا آواز ہنسنا) سے نماز نہیں بلکہ یہ حکم صرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے ہے۔

---

[1] پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۴ آیت ۱۲۰۔ سورۃ توبہ۔
[2] قرآن کریم میں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائے تو فوراً جواب دو۔

حضور علیہ السلام کو گھر سے بلانا حرام ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اگر گھر میں جلوہ افروز ہوں تو دروازے سے آواز نہیں دے سکتے اور نہ ہی دُور سے آپ کو آواز دینا جائز ہے۔

آپ کے فضلات طیب ہیں آپ کا پیشاب، براز، خون و دیگر فضلات طیب و طاہر ہیں۔ بلکہ آپ کے پیشاب کا پینا شفا ہے۔

جو آپ کو سب وشتم کرے اسے قتل کیا جائے گا۔ آپ کی اہانت کفر، آپ کی آل اور اصحاب سے محبت اُمت پر فرض ہے۔ کسی نبی کی زوجہ فاحشہ نہیں۔

آپ کی بنات کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا قَطُّ	ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ ہر نبی کی اولاد
اِلَّا جَعَلَ ذُرِّیَّتَہٗ فِیْ صُلْبِہٖ	اس کی صلب سے پیدا فرمائی لیکن میری
غَیْرِیْ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ	اولاد علی المرتضیٰ کی صلب سے پیدا
ذُرِّیَّتِیْ مِنْ صُلْبِ عَلِیٍّ۔	فرمائی۔

آپ کی بنات پر دوسری عورت سے نکاح منع ہے آپ کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد اس کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی جائز نہیں۔ بعض علماء نے قیامت تک کی اولاد کے لیے یہی حکم بیان کیا ہے۔

رشتہ صہر ذریعہ نجات ہے جانبین میں سے جس طرح بھی رشتہ صہر آپ سے قائم ہو گیا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

محرابِ رسول میں نماز کیلئے کھڑا نہ ہو محراب رسول میں کھڑا ہو کر صلوٰۃ نہیں پڑھ سکتا ایسے ہی داہنی جانب نہ بائیں جانب۔

لفظ رحمت سے آپ کے لیے دعا مانگے نہ کر لفظ دُعا کے ساتھ۔

انگشتری پر محمد رسول نقش نہیں کرا سکتا کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ اپنی انگشتری پر محمد رسول اللہ کا لفظ کندہ کروائے۔

غضب و رضا کی حالت میں آپ سے حق کلمہ ہی نکلتا ہے ناراض ہوں یا راضی کسی

حالت میں بھی آپ کی زبان حق ترجمان سے حق کے کچھ نہ نکلتا۔ خواب میں آپ کی زیارت حق ہے ایسے ہی جملہ انبیاء۔

انبیاء کو اغماء وجنون نہیں ہوسکتا

انبیاء علیہم السلام بیہوشی اور جنون وغیرہا کی بیماریوں سے محفوظ ہیں اور نہ ہی عام لوگوں کی طرح ان کی نیند ہوتی ہے۔

انبیاء عیوب ونقائص سے پاک ہیں

حاصل کلام ہر وہ عیب اور نقص جس سے لوگ متنفر ہوں انبیاء اس سے پاک ہوتے ہیں

احکام کو کسی کے لیے مخصوص کرنے کا آپکو حق ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ جس حکم کو جس کے لیے چاہیں مخصوص کر سکتے ہیں جیسے خزیمہ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دینا۔ خولہ بنت حکیم کو نوحہ کی اجازت دینا۔ اسماء بنت عمیس کے لیے سوگ کی رخصت دینا۔ ایک شخص کا دو نماز پڑھنے کی شرط مسلمان ہونے کی لگانا۔ اور آپکا اسے قبول فرمانا۔ مہاجرین کی عورتوں کو ان کے مکانات کا وارث قرار دینا کیونکہ وہ مہاجرات ہیں ان کے پاس مکان نہیں۔ جیساکہ کتاب الفرائض میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بجائے طلوع فجر کے طلوع شمس کے طلوع ہونے سے روزہ رکھتے۔ نیز اپنے اہل بیت کے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے۔ ظاہر ہے یہ ان کی خصوصیت ہے۔

آپ ہر طرف اور روز و شب میں یکساں دیکھتے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح اپنے سامنے دیکھتے ایسے دائیں بائیں اور پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے نیز دن کے اُجالے کی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن عمرو سے مسند امام احمد میں حدیث مذکور ہے۔

[2] آپ نے فرمایا مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَآنِیْ۔ جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔

آپ کے لعاب دہن سے کڑوا پانی شہد کی طرح شیریں ہو جاتا۔
آپ کی آواز اتنی دُور سنائی دیتی جہاں کسی بلند آواز سے بلند آواز کی سنائی نہیں دیتی تھی۔

آپ کا قلب صمیم ہر وقت بیدار رہتا۔

آپ کی آنکھیں سو جاتیں لیکن دل کبھی نہ سویا۔ نہ آپ نے جمائی لی اور نہ احتلام ہوا۔ یہ تینوں نبی کی خصوصیت ہیں۔ آپ کے پسینے سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی۔

چلتے ہوئے ہر ایک سے بلند نظر آتے

جب آپ کسی طویل قامت شخص کے ساتھ چلتے تو اس سے بھی طویل ہی نظر آتے۔ اور مجلس میں بیٹھتے تو مجمع سے آپ کے کندھے بلند ہوتے۔

آپ کا سایہ نہیں تھا

آپ کا سایہ کبھی زمین پر نہیں پڑا۔ چاند اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ تک نظر نہ آیا[1] کیونکہ آپ نُور تھے۔ آپ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی اور نہ آپ کو جوں یا کھٹمل نے ایذا دی۔
جس سواری پر آپ سوار ہوتے تو وہ بول و براز نہ کرتا۔
آپ کا پاؤں مبارک مکمل طور پر زمین پر لگتا۔
پاؤں کی خنصر انگلی بھی پورا کام کرتی۔ عام لوگوں کی طرح اس میں کمزوری نہ تھی۔
جب زمین پر چلتے تو زمین آپ کے لیے سمٹ جاتی۔

آپ میں قوّتِ جماع

آپ میں چالیس آدمیوں کے برابر قوت جماع تھی اور سو بہادروں کے برابر قوت شجاعت، غذا میں سب سے زیادہ قناعت کرنے والے۔

آپ کے براز کو زمین نگل جاتی

جو کچھ آپ سے خارج ہوتا فوراً اسے زمین نگل جاتی۔ اور کستوری کی طرح اس سے

---

[1] تو ہے سایہ نُور کا ہر عضو ہے ٹکڑا نور کا   سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نُور کا
(اعلیٰحضرتؒ)

خوشبو آتی۔ دیگر انبیا کی بھی یہی شان ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی سفاح نہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ تک کوئی بھی بدکار نہ تھا آپ پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے چلے آئے۔ آپ کے والدین بھی طیب وطاہر اور ساجدین میں سے تھے۔

آپ کی ولادت کے وقت بت گر گئے

جب آپ پیدا ہوئے تو بت گر گئے[1]۔ آپ ختنہ شدہ ناف بریدہ طیب وطاہر زمین پر سجدہ کی حالت میں تشریف لائے ایک شیرخوار رونے والے بچے کی مانند ایک انگلی اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔

آپکی والدہ کو بوقت ولادت شام کے محلات نظر آئے

آپ کی ولادت کے وقت ایک ایسا نور چمکا جس سے آپ کی والدہ نے شام کے محلات دیکھ لیے یونہی ہر نبی کی والدہ دیکھتی رہی۔

آپ کی تمام رضاعی مائیں مسلمان ہیں

جس عورت نے بھی آپ کو دودھ پلایا وہ مسلمان ہوگئی۔

آپ کا جھولا فرشتے جھولتے

جب آپ جھولے میں ہوتے تو فرشتے جھولا جھولتے۔

چاند آپ کا کھلونا تھا

بچپن میں آپ جدھر انگلی کا اشارہ کرتے چاند ادھر پھر جاتا[2]۔

پہلی گفتگو جب آپ میں قوتِ گویائی پیدا ہوئی تو پہلی گفتگو آپ کی یہ تھی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ ترجمہ: اللہ بہت بڑا ہے تمام تعریفیں

---

[1] تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا۔

[2] چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا۔

رُوح قبض ہونے کے بعد دوبارہ واپس کی گئی - آپ کے جسدِ اقدس سے رُوح قبض ہونے کے بعد دوبارہ واپس کی گئی - دنیا میں رہنے اور اللہ کی طرف جانے کا اختیار دیا گیا - تو آپ کی روح نے رجوع الی اللہ کو ترجیح دی - یونہی ہر نبی کے لیے - مرضِ وصال میں جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تین بار بھیجا تاکہ آپ کا حال دریافت کیا جائے -

اسماعیل فرشتہ جب ملک الموت آیا تو اس کے ساتھ اسماعیل نامی فرشتہ بھی ہوا میں اتر کر ٹھہر گیا جو اس سے پہلے چڑھا ہے اور نہ اترا ہے -

اسماعیل فرشتہ رونے لگا جب اس نے ملک الموت کی آواز سُنی تو وا محمداہ وا محمداہ کہتے ہوئے رونا شروع کر دیا -

آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ اور فرشتوں نے صلوٰۃ پڑھی اور لوگ بغیر امام دعائیں مانگ رہے تھے - اور یہ کہتے آپ ہی موت و حیات میں یکساں ہمارے امام ہیں اور معروف دُعا جنازہ نہیں پڑھی -

دفن جہاں آپ کا وصال ہوا اسی جگہ دفن کیا گیا - کیونکہ انبیا اپنی وصال والی جگہ پر ہی دفن ہوتے ہیں - باقی لوگوں کے لیے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے - آپ کے وصال کے وقت زمین پر تاریکی چھا گئی -

حیاتِ نبی علیہ السلام آپ اپنی قبر انور میں زندہ جاوید ہیں اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں ایسے ہی دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں حیات ہیں -

احادیث کا پڑھنا عبادت ہے احادیثِ مبارکہ کی تلاوت باعث ثواب ہے قرآن کریم کی طرح اس پر بھی اجر ملتا ہے حدیث شریف کی تلاوت کے لیے غسل اور خوشبو مستحب ہے -

فضیلتِ حدیث حدیث شریف پڑھتے ہوئے کسی کے استقبال کے لیے اٹھنا

مکروہ ہے حاملین حدیث کا چہرہ ہمیشہ تروتازہ اور ہشاش بشاش رہے گا۔

آپ کے صحابہ کرام عادل تھے

آپ کے سب کے سب صحابہ عادل ہیں۔

مزارِ انور کا احترام

روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز بلند کرنا منع ہے جس طرح حیات ظاہری میں منع تھی۔

امام ایک ہوگا

آپ کی خصوصیت سے ہے کہ آپ کے بعد ہر دور میں امام ایک رہے دیگر انبیا کے بعد ان کی امتوں کے بیک وقت کئی امام تھے۔

آلِ رسول کا مخلوق میں کوئی کفو نہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے لیے مخلوق میں کفو اور ہمسر نہیں۔ آل رسول کو اشراف کہا جاتا ہے۔

آلِ رسول کون ہیں

آل رسول علی۔ عقیل۔ جعفر اور عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد ہیں۔ سلف صالحین کی یہی اصطلاح ہے صرف حسن و حسین کی شرافت کی خصوصیت مصر میں خلفائے فاطمین کے دور میں رواج پذیر ہوئی۔

شانِ سیدۂ فاطمہ

جناب سیدہ زہرا کو کبھی حیض نہیں آیا اور بچے کی پیدائش کے وقت خون نفاس جس سے آپ کی کوئی نماز رہ گئی ہو۔ اسی لیے آپ کا لقب زہرا ہے۔

سیدہ کی بھوک ختم ہوگئی

ایک دن جناب سیدہ کو بہت سخت بھوک لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بعد کبھی آپ کو بھوک کا احساس نہ ہوا۔

سیدہ کی موت کے وقت خود غسل دیا

جب سیدہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اٹھ کر غسل کیا اور وصیت کی کہ مجھے ننگا نہ کرے چنانچہ علی المرتضیٰ نے آپ کو اسی غسل میں کفن دیا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گنجے کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کے سر پر

بال اُگ آئے۔ کسی کھجور کے درخت کو بویا تو اس نے اسی سال پھل دیا۔

آپ کے تبسّم سے روشنی ہو جاتی جب آپ اندھیری رات میں تبسم فرماتے تو تاریک مکان روشن ہو جاتا [1]

کان کی قوّتِ سماعت جب جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہٰی پر اپنے پروں کو ہلائیں تو زمین پر اس کی آواز سن لیتے

نزولِ آیت سے قبل ہی آپ کو آیت کی خوشبو آنی شروع ہو جاتی اور قرآنِ کریم بالمعنی تلاوت کرتے۔

عظمتِ صحابہ بعض صحابہ کی موت پر عرشِ عظیم ان کی روح سے ملاقات پر فرطِ محبت سے جھولنے لگتا۔

حضور جس راہ چلتے خوشبو آتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی راہ پر جاتے بعد میں آنے والے کو اگر معلوم نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس سمت تشریف لے گئے ہیں تو راستہ میں آپ کی خوشبو سونگھ کر پیچھے پہنچ جاتا۔

حاصل کلام آپ کے اوصافِ حمیدہ، خصائص مبارکہ ان گنت اور بے شمار ہیں۔ بقدر اختصار اتنے ہی کافی ہیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ تمام خصائص خاتم الحفاظ الشیخ امام جلال الدین کے کلام سے اخذ کئے ہیں۔

اس کے بعد عارف شعرانی لکھتے ہیں۔ میں نے ان خصائص مذکورہ کو تیس ۳۰ سال کی مدت میں تحقیق و تجسس کر کے جمع کیا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا کہ ان کی حد کہاں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] سوزنِ گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے — شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا (اعلیٰحضرت)

امام الشیخ الشہاب احمد بن حجر الہیتمی ۹۷۳

کے

فرمودات گرامی

ابن حجر ہیتمی نے اپنی شرح ہمزیہ میں امام بوصیری کے مطلع ہمزیہ کے شعر

كَيْفَ تَرْقَىٰ رُقِيَّكَ الْاَنْبِيَاءُ ۔۔۔ يَا سَمَاءً مَّا طَاوَلَتْهَا سَمَاءُ

کی شرح میں لکھتے ہیں۔

حسی بلندی تَرْقَىٰ بلند ہوگا رُقِيَّكَ آپ کی حسی بلندی۔ شب معراج جسم اقدس کے ساتھ ہجرت کے ساتھ آسمان کی طرف پھر سدرۃ المنتہی پھر مستوی جہاں تقدیر لکھنے والی اقلام کی آواز سنائی دیتی ہیں۔ پھر عرش، رفرف، رؤیت و دیدار اللہ کا خطاب بالمشافہ سننا اور حقیقی کشف وغیرہا جہاں کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کی رسائی نہیں

معنوی بلندی معنوی طور پر بلندی کہ ایک صفت کمال و خلق عظیم سے دوسری صفت خلق کی طرف جو پہلے سے اکمل ہے اسی طرح غیر متناہی سلسلہ تک۔

علامہ بوصیری رقی کے دونوں معنوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اختصاص کا ذکر کیا ہے کہ آپ رفعت و شرف کے غائت درجہ کے ساتھ منفرد ہیں۔

معنی اوّل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز سے لامکان تک شب معراج جانے میں منفرد ہیں۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے۔

دوسرا معنی کمالات کے ساتھ منفرد ہونا تو یہ بات قرآن میں غور و فکر کرنے سے عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن میں صراحۃً اور کنایۃً دونوں طرح سے ثابت ہوتا کہ کمالات کی ان بلندیوں پر پہنچے، جہاں کوئی نہیں پہنچ سکا اور نہ ہی مرتبہ میں اللہ کے ہاں مساوی ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ[1] ترجمہ: اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں میں بلند کیا۔

کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے

زمخشری کا قول زمخشری نے کہا کہ نام نہ لے کر ابہام سے ذکر کرنے سے آپ کی عظمت و شان و اعلیٰ منزلت کی طرف اشارہ ہے اس کی شہادت

---

[1] پ ۳ ۔ سورہ بقرہ ۔ آیت ۱۵۳۔

ایسے علم سے ہے۔ جس میں شبہ نہیں اور ایسی تمیز سے ہے جس میں التباس نہیں۔

درجات سے مُراد آیت مذکور درجات سے مُراد آیات و معجزات کثیرہ ہیں کیونکہ آپ تمام انبیاؑ کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں۔ اس کے علاوہ جو معجزات و کمالات عطا ہوئے جو کسی کو عطا نہیں ہوئے۔

قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے تیرے لیے آپ کی کتاب قرآن ہی کافی ہے۔ کیونکہ آپ کے معجزات غیر متناہی اور آیات ان گنت ہیں۔ آپ کی اُمت سب سے کثیر اور پاکیزہ اور بہتر ہے جیسا کہ قرآن کریم[1] میں ہے :۔

کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ۔ ترجمہ :۔ تم ان اُمتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ہوئیں۔

اُمت کا افضل ہونا نبی کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کی صفات اعلیٰ و اجل اور ذات افضل و اکمل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :۔

فَبِھُدٰھُمُ اقتَدِہ[2] ترجمہ : تو آپ انہی کی راہ پر چلیے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاؑ علیہم السلام کو اوصاف حمیدہ بیان فرمانے کے بعد ان سب اوصاف میں اقتدا کا آپ کو حکم دیا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ میں وہ متفرق اوصاف یکجا پائے جائیں۔

حدیث شفاعت سے معلوم ہوا کہ سب کے پاس جانے اور ان کے اس حقیقت کے کہ ہم اس کے اہل نہیں کا اعتراف کرنے کے بعد آپ فرمائیں گے۔

اَنَا لَھَا۔ میں اس کے لائق ہوں۔

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ۔ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

اور روایت میں ہے :۔

---

[1] پارہ ۴، رکوع ۳، آیت ۱۱۰۔ سورہ آل عمران

[2] پارہ ۷، رکوع ۱۶، آیت ۹۰۔ سورہ انعام

أَنَا أَكْرَمُهُمْ عَلَى رَبِّهِ۔ ترجمہ: میں تمام انبیا سے اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ مکرم و معزز ہوں۔

ترمذی کی حدیث میں ہے۔

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي۔ ترجمہ: میں اولاد آدم کا روز محشر سردار ہوں مجھے اس میں فخر نہیں لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اس میں فخر نہیں تمام انبیاء علیہم السلام آدم اور دیگر سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں۔

جس طرح بخاری وغیرہ کی حدیث۔

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ترجمہ: میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

اور حدیث۔

أَنَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ۔ ترجمہ: میں سب مخلوق کا سردار ہوں۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ملائکہ پر بھی فضیلت رکھتے ہیں۔ آیت کی نص سے ثابت ہے کہ حضرت آدم فرشتوں سے بلند تر ہیں۔ اس کی تائید آئندہ حدیث سے بھی ہوتی ہے کوئی فرشتہ آپ کے ہمسر نہیں۔

حدیث ترمذی حسن ہے جیسا کہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں ترمذی پر رد کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

أَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ۔ ترجمہ: میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ محترم ہوں۔

اس میں انبیاء و ملائکہ سب کے شمول کی واضح تصریح ہے۔

حدیث شریف۔ آدم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا۔

قَالَ آدَمُ يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا غَفَرْتَ لِي فِيهِ إِنَّهُ قَالَ يَا آدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَهُ وَلَمْ أَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ أَيْ بِقُدْرَتِكَ الْقَاهِرَةِ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ أَيْ سِرِّكَ الْعَجِيبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُ حَقِيقَتَهُ أَحَدٌ غَيْرُكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ قَالَ اللّٰهُ صَدَقْتَ يَا آدَمُ إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ وَإِذْ سَأَلْتَنِي بِحَقِّ مُحَمَّدٍ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَسَلَّمَ مَا خَلَقْتُكَ۔ (صحیح الحاکم)

ترجمہ: اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں میری خطا معاف فرما۔ اللہ نے فرمایا اے آدم! تو نے اسے کیسے پہچانا جب کہ میں نے ابھی پیدا نہیں کیا۔ عرض کیا اے پروردگار جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا یعنی اپنی قدرتِ کاملہ سے اور مجھ میں اپنی رُوح ڈالی یعنی عجیب سِر جس کی حقیقت تیرے سوا کوئی نہیں جانتا، میں نے اپنا سَر اٹھایا تو قوائمِ عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ تُو نے صرف سب سے زیادہ پیارے کا نام ہی اپنے نام سے ملایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تُو نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق میں محبوب ترین ہے جب تُو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے توسل سے معافی چاہی تو میں نے معاف کر دیا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور اعتراض کیا لیکن ابن عباس سے جو مروی ہے وہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ۔

ترجمہ: اگر محمد کو پیدا نہ کرتا تو آدم کو پیدا نہ کرتا اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا تو جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ متذبذب ہوا تو میں نے یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس پر لکھ دیا۔ جس سے وہ سکون پذیر ہوا۔

دوسری روایات میں ہے۔

لَوْلَاہٗ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا وَلَا الطُّوْلَ وَلَا الْعَرْضَ وَلَا وَضْعَ ثَوَابٍ وَلَا عِقَابٍ وَلَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا نَارًا وَلَا شَمْسًا وَلَا قَمَرًا۔

ترجمہ: اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمان و زمین کو پیدا نہ کرتا۔ نہ طول و عرض کو اور نہ ثواب و سزا ہوتی اور نہ جنت و دوزخ اور شمس و قمر کو پیدا کرتا۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ فَاَلْبَسُ الْحُلَّةَ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ

ترجمہ: سب سے قبل میری قبر کھلے گی۔ میں جنتی لباس پہن کر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا۔ جہاں میرے سوا کوئی فرشتہ کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

ایک روایت سراج بلقینی نے اپنے فتاوٰی میں نقل کی ہے۔

اللہ تعالٰے نے ان سے فرمایا میں نے تجھ پر سات چیزوں سے احسان کیا ہے۔

حضور معزز ترین مخلوق ہیں

میں نے مخلوق میں تم سے زیادہ معزز کوئی پیدا نہیں کیا۔

دوسری روایت میں ہے جس کو بلقینی نے روایت کیا ہے۔

جبریل آمین نے آپ کو بشارت دی کہ آپ خیر الخلق اور بزرگتر مخلوق ہیں۔ اللہ تعالٰی جتنی آپ سے محبت کرتا ہے اور کسی سے نہیں کرتا۔ خواہ ملک مقرب ہو یا نبی مرسل[1]

بحیرا راہب سے روایت

بحیرا راہب علما اہل کتاب سے ہے جو حق بات کہتے ہیں سے روایت ہے۔

هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ۔ ترجمہ: یہ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام جلیل القدر صحابی اور اہل کتاب کے امام تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایک روز جمعہ کے دن مختلف امور پر گفتگو فرمائی ان میں سے ایک یہ ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَ خَلِيْفَةِ اللهِ عَلَى اللهِ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالٰی کے مکرم ترین خلیفہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو آپ سے دریافت کیا گیا ملائکہ سے بھی تو آپ ہنسے اور سائل سے فرمایا۔

یا ابن اخی هل تدری ما الملائکة انما الملائکة خلق کخلق السموٰت والارض والریاح والسحاب والجبال وسائر الخلق التی لا تعصی اللہ شیئا وان اکرم الخلق علی اللہ ابو القاسم۔ ترجمہ: اے بھتیجے کیا تو جانتا ہے کہ ملائکہ کیا ہے؟ فرشتے بھی ایک مخلوق ہیں جیسے آسمان، زمین، ہوا، بادل، پہاڑ اور دوسری مخلوق ہیں۔ جو اللہ کی کبھی نافرمانی نہیں کرتی۔ اسکے پاس معزز ترین ابو القاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

سراج بلقینی نے بیان کیا ہے کہ یہ مرفوع کا حکم رکھتی ہے اس لیے کہ جلیل القدر صحابی وہی روایت کرتا ہے جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو یا تورات کی صحیح روایت ہو۔

باقلانی اور حلیمی افضلیت ملائکہ کیوں توضیح کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کے لیے ہو اسی پیمان کے بعض اجلہ تلامذہ نے جزم کیا ہے۔ جیسے بدر زرکشی۔

---

[1] خلق سے اولیا اولیا سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی (اعلیٰحضرت)

یا ایک نوع خاص میں ملائکہ افضل ہو تو مفضول کا کسی خاص چیز میں افضل سے فضیلت حاصل کرنا افضل کی افضلیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فضیلت انبیاء پر آئمہ مسلمین کا اتفاق ہے

آئمہ مسلمین میں سے کسی نے انبیاء و مرسلین کی افضلیت میں توقف نہیں کیا اگر کسی شخص نے اختلاف کیا تو اس کا رد کیا گیا۔ جس نے یہ خیال کیا کہ ہم افضلیت انبیاء و رسل کی معرفت کے مکلف نہیں تو اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ گمان و وہم باطل ہے۔ یہ اصولِ دین واجبہ سے ہے جس کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس پر دلائل ذکر کرنے بھی لازم ہیں، اور جس کے ذہن میں اگر کسی قسم کا خلل و خدشہ ہو تو اس کی توضیح بھی ضروری ہے۔

مشہور حدیث ہے :۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔

ترجمہ: تین خصلتیں جس میں موجود ہوں گی۔ وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔ اللہ اور رسول اس کو کل ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف اور صراحتہً معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کل کائنات سے مکرم و محتشم ہیں۔

انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا جائز ہے

علامہ بلقینی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا جائز ہے۔ یہ عام علماء کا قول ہے جس طرح سابقہ دلائل صریحہ سے واضح ہے۔

سوال :۔ اللہ کا فرمان ہے :۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ [1]

ترجمہ :۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے۔

---

[1] پ ۱ رکوع ۱۶۔ سورہ بقرہ۔ آیت ۱۳۶

جواب تو یہ باعتبار ایمان کے ہے۔

سوال اور یہ احادیث صحیحہ۔

لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ۔ ترجمہ: انبیا کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو

لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ۔ ترجمہ: مجھے انبیا پر فضیلت نہ دو۔

لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ۔ ترجمہ: انبیا میں سے کسی کو ترجیح نہ دو۔

اس کے کئی جواب ہیں۔

جواب نمبر ۱ :- یہ اپنے افضل ہونے کے علم سے پہلے ارشاد فرمایا۔

جواب نمبر ۲ :- تواضع وانکساری کے لحاظ سے فرمایا۔

جواب نمبر ۳ :- ایسی فضیلت نہ بیان کرو جس سے کسی نبی کی شان میں تنقیص لازم آئے یا اس کے مقام وشان سے چشم پوشی ہو۔

جواب نمبر ۴ ذات نبوت ورسالت کے لحاظ سے فضیلت بیان نہ کرو ایک کی نبوت ذاتی دوسرے کی عرضی ہو۔ نفس نبوت میں سب یکساں فضائل وکرامات ومعجزات کے اعتبار سے فرق ہے۔

جواب نمبر ۵ اپنے عقل ورائی فضیلت نہ دو۔ بالاتفاق قیاس سے کسی کو ترجیح دینا منع ہے۔

سوال دو احادیث صحیح جن میں ہے۔

مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ۔

ترجمہ: کسی کے لیے جائز نہیں کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں جو یہ کہے گا کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں وہ جھوٹا ہے۔

جواب حکمت ان دو میں حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ محل ظاہری کے اختلاف سے کوئی یہ خیال نہ کرے۔ شائد مرتبہ وقرب حق میں بھی یہی فرق ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سمندر کی گہرائی میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاب قوسین

کی بلندیوں پر فائز ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سب کی نسبت ایک جیسی ہے اس لیے کہ وہ مکان اور جہت سے پاک ہے۔ اسی میں سے آپ کا قول الانبیاء ہے جو سب انبیاء پر مشتمل ہے خواہ ان کے نام معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ [1]

ترجمہ:۔ ان میں سے کسی کا حال مفصل ہم نے آپ کو سنا دیا اور کسی کا مفصل حال نہ فرمایا۔

انبیاء کی تعداد

جن کا تذکرہ معلوم ہے ان کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔ مشہور حدیث ابن مردویہ نے ابو ذر سے روایت اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ ابو ذر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا، ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ میں نے ارسالِ عظام کی تعداد کے متعلق سوال کیا تو فرمایا۔ تین سو تیرا کا جم غفیر۔ میں نے پوچھا پہلا نبی کون ہے؟ تو فرمایا پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ پھر فرمایا۔

سریانی انبیاء کی تعداد

سریانی نبی چار ہیں۔ آدم، شیث، نوح، اخنوخ یعنی ادریس یہ وہ جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھا۔

عرب کے نبی

چار نبی عرب میں ہوئے۔ ہودؑ، صالحؑ، شعیب اور ابو ذر تیرا نبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بنی اسرائیل کے پہلے نبی

بنی اسرائیل اولاد اسرائیل سے پہلے نبی حضرت یعقوب ہیں اور درمیانے سیدنا موسیٰ اور آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام اول النبین حضرت آدم اور آخر الانبیاء تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس حدیث شریف کو طوالت کے ساتھ حافظ ابو حاتم ابن حبان نے اپنی کتاب

---

[1] پارہ نمبر ۲۴، رکوع نمبر ۱۳۔ سورہ مومن، آیت ۷۸۔

الانواع التقاسیم میں ذکر کیا ہے۔ اور اسے صحیح کہا ہے۔ لیکن ابن جوزی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اپنی موضوعات میں روایت کیا۔

اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن ہشام متہم ہے۔ حافظ ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث کی وجہ سے بہت سے آئمہ جرح و تعدیل نے اس پر کلام کیا ہے۔

شیخ ابن حجر نے فرمایا شرح المنہاج فی خطبہ میں نے بیان کیا۔ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا والی حدیث صحیح ہے اور حدیث کہ تین سو تیرہ رسول ہیں صحیح ہے۔

شیخ ابن حجر نے امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کے اس شعر۔

لَمْ تَزَلْ فِیْ ضَمَائِرِ الْکَوْنِ تُخْتَا
لَکَ الْاُمَّھَاتُ وَالْاٰبَاءُ

ترجمہ: مخفی وجود میں ہمیشہ آپ کے لیے آباؤ اجداد پاکیزہ رہے۔

کی شرح میں فرمایا :۔

آپ کے آباؤ اجداد طیب و طاہر ہیں

جس طرح آپ کی ذات اعلیٰ کمال حاصل ہونے کی وجہ سے طیب و طاہر ہے۔ ایسے آپ کا نسب بھی طیب و طاہر ہے۔ یعنی حضرت حوا سے سیدہ آمنہ تک اور سیدنا آدم سے سیدنا عبداللہ تک سب اعلیٰ و برتر پاکیزہ و طیب تھے۔ جس پر بخاری شریف حدیث نمبر ایک شاہد ہے۔

(۱) بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْہُ۔ ترجمہ: میں بہتر زمانوں میں مبعوث ہوتا رہا۔ زمانہ در زمانہ یہاں تک کہ وہ زمانہ جس میں اب ہوں۔

حدیث نمبر ۲ مسلم شریف کی حدیث ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ مِنْ کِنَانَۃَ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو پسند کیا کنانہ سے قریش۔ قریش سے بنی ہاشم اور

واصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ — ان سے مجھے پسند کیا۔

حدیث نمبر ۳: ترمذی کی حدیث حسن ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ فِرَقِهِمْ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ قَبِيْلَةٍ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوْتَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ بُيُوْتِهِمْ فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا اَيْ رُوْحًا وَذَاتًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا اَيْ اَصْلًا۔

ترجمہ: تحقیق اللہ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین بنایا، پھر قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا، پھر گھر پسند کیے تو مجھے بہترین گھر میں رکھا۔ تو میں سب سے بہتر ہوں رُوح اور ذات کے لحاظ سے اور افضل ہوں گھر کے اعتبار سے بھی۔

طبرانی کی حدیث میں ہے:

(۴) اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِيْ آدَمَ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ فَاخْتَارَ مِنْهُمُ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَنِيْ مِنَ الْعَرَبِ فَلَمْ اَزَلْ خِيَارًا مِنْ خِيَارٍ اَلَا مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ۔

ترجمہ: اللہ نے مخلوق کو پسند کیا تو ان سے بنی آدم کو پسند کیا، پھر بنی آدم سے عرب کو اور عرب سے مجھے پسند کیا۔ میں ہمیشہ بہتر سے بہتر میں رہا۔ خبردار جو عرب سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے جو ان سے بغض و عداوت رکھے وہ میرے ساتھ بغض و عداوت کی وجہ سے۔

حضرت حوّا کے بطن سے اولاد

حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت حوّا کے بطن سے چالیس جڑواں بچے پیدا ہوئے لیکن حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے یہ عظمتِ مصطفیٰ کی وجہ سے۔

آدم علیہ السلام کی وصیّت

جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو

حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی کہ نور مصطفےٰ کو مطہرات میں ودیعت کرنا۔ پھر حضرت شیث علیہ سلام نے اپنے وصی کو یہی وصیت کی قرناً فقرناً یہاں تک کہ یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں چمکا اور آپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ متولد ہوئے۔

اللہ نے آپکے نسب کو سفاح سے محفوظ رکھا

حضرت حق تعالیٰ اس نسب شریف کو سفاح جاہلیت سے محفوظ و مامون رکھا۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ ہے مثلاً سنن بیہقی میں ہے۔

حدیث نمبر ۱:

مَا وَلَدَنِي مِنْ سَفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْئٌ مَا وَلَدَنِي اِلَّا نِكَاحُ الْاِسْلَامِ۔ ترجمہ: سفاح جاہلیت سے پیدا نہیں ہوا۔ میں نکاح اسلام سے پیدا ہوا۔

سفاح سین کے کسرہ کے ساتھ بمعنی زنا کے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت میں رواج تھا پہلے عورت سے زنا کرتے رہتے پھر اس سے نکاح کر لیتے۔

حضور علیہ السلام کے نسب میں پانچسو مائیں ہیں جو سب پاک تھیں

ابن سعد و ابن عساکر نے محمد سائب بن کلبی سے اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔

(۲) قَالَ كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَمِائَةِ أُمٍّ فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِنَّ سَفَاحًا وَلَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔ ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سو مائیں لکھی ہیں جو سفاح اور امر جاہلیت سے پاک و صاف تھیں۔

طبرانی۔ ابن عساکر اور ابو نعیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے

(۳) قَالَ خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ اِلٰى اَنْ وَلَدَنِي اَبِي وَاُمِّي وَلَمْ يُصِبْنِي مِنْ اَمْرِ۔ ترجمہ: آپ نے فرمایا میں نکاح سے پیدا ہوا سفاح سے نہیں۔ آدم علیہ السلام سے میرے ماں باپ تک مجھے امر جاہلیت سے کسی چیز کے شیبہ

اَلْجَاهِلِيَّۃِ شَیْئٌ ۔ تک کا تعلق نہیں ہوا۔

ابونعیم نے حضور علیہ السلام کا قول نقل کیا میرے نسب میں کوئی ماں باپ سفاح پر جمع نہیں ہوا۔

(۴) لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ تَعَالٰی یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّیِّبَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ مُصَفًّی مُھَذَّبًا لَا تَنْشَعِبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِھِمَا۔

ترجمہ: ہمیشہ اللہ تعالیٰ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا۔ جو مہذب و مصفی تھے۔ جہاں دو گروہ ہوئے میں تقسیم کیا۔ تو مجھے ان میں بہتر میں رکھا۔

ابن مردویہ نے روایت کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یوں پڑھی۔

لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفَسِکُمْ [1]

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک ایسے رسول تشریف لائے۔

(۵) وَقَالَ اَنَا اَنْفَسُکُمْ نَسَبًا وَصِھْرًا وَحَسَبًا وَلَیْسَ فِیْ آبَائِیْ مِنْ لَدُنْ آدَمَ سِفَاحٌ کُلُّنَا نِکَاحٌ۔

ترجمہ: میں تم سب سے حسب و نسب اور مہر کے اعتبار سے اشرف ہوں۔ جناب آدم سے لے کر ہم سب نکاح سے ہیں کوئی سفاح سے نہیں۔

شیخ ابن حجر نے اس کے بعد ذکر کیا۔

ابن حجر کا حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد کے متعلق نظریہ

مجھے علامہ بوصیری کے کلام سے واضح ہو رہا ہے جو مجھے احادیث مبارکہ کے الفاظ سے اکثر اور معنوی طور پر تمام سے تصریح ملی ہے۔

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب میں کوئی مرد یا عورت کافر نہیں تھا۔

---

[1] پارہ ۱۱، رکوع ۵۔ سورۃ یونس آیت ۱۲۸۔

بلکہ تمام مسلمان اور موحد تھے۔ کیونکہ کافر مختار کریم اور طاہر نہیں۔ بلکہ نجس ہوتا ہے جیسا کہ آیت میں ہے :۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ[1] ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ مشرک نرے نجس ہیں۔

احادیثِ مذکورہ سے صاف عیاں ہے کہ وہ مختار واشرف اور آباء کرام کریم اور امہات طاہرات ہے۔

اہل فترۃ مومنین کے حکم میں ہیں

حضرت عبد اللہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک اہل فترۃ ہیں ایسے ہی دو رسولوں کے درمیان کا زمانہ بھی فترۃ ہے۔ اہل فترۃ آیت درج ذیل سے مسلمانوں کے حکم میں ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ[2] (اور نمازیوں میں تمہارے دورے) بعض تفاسیر میں ہے کہ آپ کا نور ساجد سے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

آپ کے والدین مسلمان اور جنتی ہیں

اس سے بھی تصریح ہو رہی ہے کہ آپ کے والدین حضرت عبد اللہ و سیدہ آمنہ اہل جنت سے ہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کے قریبی مختارین سے ہیں۔ یہی حق ہے بلکہ کثیر حفاظ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور اعتراض و طعن کرنے والے کی طرف دھیان نہیں کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ اَحْيَاهُمَا لَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ خُصُوْصِيَّةً وَّ كَرَامَةً لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔ یہ آپ کی خصوصیت اور معجزہ ہے۔

---

[1] پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۰۔ سورۃ توبہ، آیت ۲۸۔ [2] پارہ ۱۹، سورہ الشعرآ، آیت ۲۱۹۔

جیساکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ کہ آپ کی دعا سے غروب شدہ سورج لوٹا اور حضرت علی نے نماز عصر ادا کی یہاں بھی ایسے ہی ہے۔ اس حدیث کی صحت پر بعض کا اعتراض کرنا۔ ان کے لیے سودمند نہیں۔

سوال روایت ہے کہ اللہ نے والدہ کے استغفار کی اجازت نہیں۔

جواب نمبر ۱ عدم اذن کے احیا اور ان کے ایمان لانے سے قبل کا واقعہ ہے۔

جواب نمبر ۲ یا کسی مصلحت کے تحت اس وقت اجازت نہ دی اور بعد میں مل گئی۔

سوال جب آپ کا قول ہے کہ آپ کے والدین اہل فترۃ سے ہیں۔ اہل فترت کو عذاب نہ ہوگا۔ تو پھر ان کے احیا میں کیا مصلحت و فائدہ ہے۔

جواب نمبر ۱ اس فائدہ کا حصول ہے جو اہل فترت کو میسر نہیں۔

جواب نمبر ۲ ثواب علیا کے مراتب کے حصول کے لیے، جس کے اہل فترت مستحق نہیں۔ اس کے مزید جواب بھی ہیں۔ جو میں نے اپنے فتویٰ میں ذکر کیے۔

سوال آپ کے آباؤ اجداد تمام رسب مسلمان تھے ہو سکتے ہیں۔ آذر کا کفر قرآن سے ثابت ہے نیز اس میں ابوہ آذر ابراہیم کا باپ آذر کے الفاظ موجود ہیں۔

جواب اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے کہ آذر حضرت ابراہیم کا حقیقی باپ نہیں تھا۔ بلکہ چچا ہے۔ عربی میں چچا پر اَبٌ کا لفظ استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جیساکہ قرآن کریم میں ہے۔ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ[1]

حضرت اسماعیل علیہ السلام جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں پر اَبٌ کا لفظ استعمال ہو رہا ہے اگر اس پر اجماع نہ ہو تو احادیث مذکورہ متعارضہ میں تطابق ضروری ہے۔

علامہ بیضاوی وغیرہ نے جو احادیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے یہ ان سے تساہل ہوا ہے اور مسلم کی حدیث کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو

---

[1] پارہ نمبر ۱، رکوع نمبر ۱۶، سورہ بقرہ، آیت ۱۳۳۔

کہ عرض گذار ہوا کہ میرا باپ کہاں ہے تو آپ نے فرمایا تیرا باپ جہنم میں ہے جب واپس لوٹا تو آپ نے اسے آواز دے کر فرمایا تیرا اور میرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ اس کی تاویل بھی ضروری ہے۔ احسن تاویل یہ ہے۔

کہ آپ نے اس کی تالیف قلب کے لیے فرمایا اور اَبْ سے مراد چچا ابو طالب لیا۔ جس نے حضرت عبد المطلب کی کفالت کی کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے۔ اس مجاز کا قرینہ درج ذیل آیت ہے۔ یا اس کی تاویل یوں ہو سکتی ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل ارشاد فرمایا۔ آیت یہ ہے:۔

مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [1] ترجمہ:۔ ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

ایسے ہی اطفال مشرکین کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے آباء کے ساتھ جہنم میں ہوں گے۔ پھر فرمایا وہ جنت میں ہوں گے

اس حدیث مسلم کی توجیہ امام نووی نے یوں کی۔ اہل فترت میں سے عرب کے رسم و رواج کے مطابق بت پرست ہے وہ جہنمی ہیں تبلیغ سے قبل مواخذہ والا اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ انہیں دعوت ابراہیم پہنچی ہے۔ یہ توجیہ بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کے بعد عرب میں کوئی نبی و رسول مبعوث نہیں ہوا جو کہ ان کے وصال پر ختم ہو گئی۔ بدیں وجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کی بھی نبوت عامہ نہیں کہ وصال کے بعد بھی نبوت جاری رہے۔

بعض نے تاویل یوں کی ہے کہ جن کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ دوزخ میں ہیں وہ بُت پرست تھے۔

امام نووی کی تاویل سے فخر الدین رازی کے کلام کی تردید ہوتی ہے۔ پھر میں نے اپنے والد کی شرح مسلم دیکھی تو انہوں نے نووی کی بہت سخت تردید کی ہے اس طرح

---

[1] پارہ نمبر ۱۵ رکوع آیت ۱۵، سورہ بنی اسرائیل۔

اہل فترت کے لیے متعارض حکم ہے کہ وہ اہل فترت ہیں اور انہیں دعوت پہنچی ہے۔ بایں وجہ اہل فترت کہتے ہیں دو رسولوں کے درمیانی زمانے کے لوگ جنہیں پہلے نبی کی دعوت پہنچی اور نہ دوسرے نبی کی۔ یہ اصول قطعیہ سے ہے کہ جب تک دعوت نہ پہنچے عذاب نہیں ہوتا تو اس کے مطابق وہ اہل تعذیب نہیں۔ (انتہی کلام)

یہ میری تاویل ذکر کردہ کے موافق ہے۔

بعض علماء نے کتنی اچھی بات کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا کسی نقص و عیب سے بالکل ذکر نہ کرنا کہ اس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

طبرانی کی حدیث میں ہے۔

لَا تُؤْذُوا الْاَحْيَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ۔ ترجمہ: متوفین کے ذریعہ احیا کو تکلیف مت دو۔

اہل فترت میں سے جن کے بارے صحت سے ثابت ہے کہ ان کو عذاب ہوگا۔ اس سے اشاعرہ اہل کلام اہل اصول اور فقہائے شافعیہ کے قول کے مطابق اہل فترت کو عذاب نہ ہوگا۔ میرا اعتراض نہ ہوگا۔

بدیں وجہ کہ اس پر اتفاق ہے کہ وہ لڑکا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکپن میں قتل کر دیا۔ امر ربی کی وجہ سے جس کی وہی جانتا ہے کی بنا پر کافر ہے یہاں بھی امر ربی انہیں عذاب ہو جس کو وہی جانتا ہو اسی بنا پر ان پر خصوصیت کے ساتھ کفر کا حکم ہو اگرچہ انہیں دعوت و تبلیغ نہیں پہنچی۔

یہ جواب اس جواب سے بہتر ہے کہ یہ احادیث عذاب خبر آحاد جو کہ عدم عذاب کے قطعیت کے متضاد نہیں۔

یا یہ کہ احادیث عذاب ان کے لیے جنہوں نے تغیر و تبدل کیا جیسا کہ بت پرستی وغیرہ ہے یہ ان کے نزدیک ہے۔ جو عقل سے توحید کے وجوب کے قائل نہیں۔ لیکن اکثر اہل سنت کے نزدیک ارسال رسل کے بعد تعذیب ہوتی ہے اور یہ حتمی و قطعی بات ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد عرب کی طرف کوئی نبی و رسول نہیں آیا اور ان کی رسالت

ان کے وصال سے ختم ہو گئی لہٰذا صرف اہل فترت سے انہیں کو عذاب ہو گا جن کے بارے احادیث میں تصریح ہے۔

ابو حیان کا قول رافضی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے مسلمان ہونے کے قائل اس آیت سے۔

وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ[1] ترجمہ: اور نمازیوں میں آپ کے دور سے استدلال کرتے ہیں۔

ابو حیان کا قول علم نحو میں صرف مستند ہے۔
لیکن مسائل اصولیہ میں ان کا قول معتبر نہیں صرف روافض کی طرف منسوب کرنا درست نہیں حالانکہ اشاعرہ اہل سنت وغیرہ بھی مومن ہونے کے قائل ہیں اور ان سے تساہل سرزد ہوا ہے۔

ابن حجر شرح قصیدہ ہمزیہ کے شعر۔

مَا مَضَتْ فَتْرَةٌ مِنَ الرُّسُلِ إِلَّا بَشَّرَتْ قَوْمَهَا بِكَ الْأَنْبِيَاءُ

ترجمہ: کسی نبی کا زمانہ نہیں گزرا مگر اس میں انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو آپ کی بشارت دی۔

میں لکھتے ہیں۔
آپ کے کمال شرف اور انبیا کی زبان پر رفعت وعظمت شان پر واضح استدلال ہے۔ اور آپ نبی الانبیا اور ان کے اور ان کے متبعین کے مقتدا ہیں۔ اس کی شہادت حضرت عیسٰے علیہ السلام کے اس قول سے ہوتی ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ[2] ترجمہ: اور ایک عظیم الشان رسول جو میرے بعد تشریف لائیں گے جن کا نام احمد ہے خوشخبری دیتا ہوں۔

اسی لیے آپ کا ارشاد گرامی ہے۔
أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ فِي آيَةٍ. میں حضرت ابراہیم کو جو آیت مذکور ہے۔
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا[3] ترجمہ: اے ہمارے رب اور ان میں

---

[1] پارہ ۱۹، رکوع ۱۵ - سورہ شعرا آیت ۲۱۹ [2] پ۲۸ رکوع ۹، سورہ صف آیت ۶ - [3] پ۱ رکوع ۱۵ سورہ بقرہ، آیت

مِّنْهُمْ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى۔ سے ایک رسول انہی میں سے بھیج اور عیسیٰ کی بشارت۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان :۔

اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ[1] ای وا مسهم۔ ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا اور ان کی اُمتوں سے۔

ان کا ذکر یاں وجہ نہیں کیا تابع کا ذکر متبوع کے ضمن میں آجاتا ہے۔
لَمَا مفتوحہ قسم کی تمہید ہے جس کا اخذ میثاق میں ذکر ہے۔ اور لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ جواب کے قائم مقام ماشرطیہ کا جواب یعنی اس وجہ سے۔

لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ اِیْ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ اَلْاٰيَةُ[2]۔ ترجمہ: جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا فرماؤں پھر جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کے لیے ایک رسول تشریف لائے تو تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

مفسرین کا اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔
حضرت علی المرتضیٰ۔ ابن عباس اور اس کی اتباع میں حسن۔ قتادہ اور طاؤس نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک ہر نبی سے عہد لیا۔ کہ تم میں سے جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے وہ ان پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی بھی اپنی اپنی اُمت سے عہد و پیمان لیا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے۔ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد و نصرت کرے۔

---

[1] پارہ نمبر ۳ رکوع ۱۷۔ [2] ایضاً۔

میثاق انبیاء اس کے متضاد نہیں کہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ آپ کا زمانہ نہیں پائیں گے۔ اور اسی طرح نہ میثاق امم متضاد ہے اس لیے کہ ان کے بعد وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اس سے منحرف ہو جائیں گے۔ بایں وجہ تعلیق شی وقوع کو مستلزم نہیں۔

کیا اس آیت کو نہ دیکھا۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ[1]

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ترجمہ: اور اگر یہ نبی ہم پر ایک بات لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ[2] بھی (اپنی طرف سے) بنا کر کہتے تو ضرور ہم ان سے زبردستی قوت سے بدلہ لیتے۔

مقصد اس سے یہ ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ نبی آپ کے زمانہ میں زندہ ہے۔ جیسا ان دو آیتوں میں فرض و تقدیر مفروضہ ہے۔

اسی لیے امام تاج الدین سبکی نے کہا کہ یہ اس پر دال ہے کہ اگر آپ کے زمانہ بعثت میں کوئی نبی زندہ ہو تو آپ اس کے مرسل ہوں گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی مطلقہ اور تمام مخلوق کو شامل ہے یہ حکم تا قیام قیامت ہے۔

انبیاءؑ سے میثاق لینے میں حکمت

انبیاء علیہم السلام سے میثاق لینے میں حکمت یہ ہے کہ سب پر واضح ہو جائے کہ نبی الانبیاء دنیا میں شب معراج اور روز حشر و نشر آپ کے لواء الحمد کے سائے تلے جمع ہونے سے بلکہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے اس کا ظہور اور وقوع ہو گیا۔

شرح ہمزیہ سے جواہر امام ابن حجر جو شعر ہذا کی شرح میں۔

تَبَاهَتْ بِكَ الْعُصُوْرُ وَتَسْمُوْ ‏ بِكَ عُلْيَاءُ بَعْدَهَا عُلْيَاءُ

ترجمہ: زمانوں نے آپ کے ذریعے فخر کیا۔ بعد میں آنے والے زمانے آپ کے قرب کے ذریعے برتری حاصل کرتے ہیں۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۹۔ رکوع ۶۔ سورہ الحاقہ، آیت ۴۴۔ [2] پارہ نمبر ۲۴، سورۃ زمر، آیت ۶۵۔

طویل زمانے آپ کے وجود کے ذریعے آدم علیہ السلام تا قیامت اور ما بعد فخر کرتے رہیں گے تو ہر زمانہ اپنے سے پہلے زمانہ پر جو آپ کے وجود سے قبل ہیں فخر کرتے ہیں کہ وہ اعلیٰ واشرف ہیں اگرچہ آپ کے آباؤ اجداد کا زمانہ ہے۔ آپ ان کے اصلاب میں موجود ہونے کی بنا پر لیکن سب سے اشرف و برتر وہ زمانہ ہے جس میں آپ دنیا میں جلوہ گر ہوئے پھر آپ کے نشو نما کا زمانہ پھر بعثت کا زمانہ پھر مخلوق کو دعوت دینے کا زمانہ پھر ہجرت اور جہاد اور اسلام کے غلبہ کا زمانہ آپ کے صحابہ پھر تابعین پھر تبع تابعین کا زمانہ اسی طرح روز حشر تک جیسا کہ حدیث مشہور لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ۔ اس پر دال ہے۔ تو ہر زمانہ میں حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ سے شرافت و بزرگی ہے اسی طرح آپ کی امت کا زمانہ دوسرے زمانوں پر برتری رکھتا ہے۔ اور ان کے اعمال بھی پہلوں کے اعمال سے کئی گنا زیادہ مزیت رکھتے ہیں۔

بایں وجہ نیکی پر راہنمائی کرنے والے کو اس پر عمل کرنے والے کے مساوی ثواب ملتا ہے۔ آپ سے جتنا زمانہ بعید ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی راہنمائی کرنے والے بڑھتے جائیں گے۔ نیز عاملین میں بھی اضافہ ہوگا۔ تو لا محالہ ان کے ثواب میں بھی اضافہ ہوگا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق تبلیغ اور عمل ہوا لہٰذا تمام اُمت کی نیکیوں کے برابر آپ کو بھی ثواب حاصل ہوگا اور اضافہ ایسا ہوگا جس کا احاطہ عقل نہیں کر سکتی۔

روز محشر میں مقام محمود اور شفاعت عظمیٰ کا زمانہ پھر بقیہ شفاعت کا وقت پھر حوض کا وقت و زمانہ پھر آپ کی فضیلت و وسیلہ کا زمانہ جو اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں عطا کرے گا۔ اسی طرح غیر متناہی زمانہ تک۔ الغرض تمام زمانے جہاں وہ وقوع پذیر ہیں اپنے اندر کمال کے وقوع کی وجہ سے دوسرے زمانہ پر فوقیت و برتری حاصل کرتا رہے گا کیونکہ ہر زمان و مکان کو اپنے اندر وقوع پذیر ہونے والے کی شرف سے شرافت و بزرگی ملتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض علما نے فرمایا شب ولادت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

شب قدر سے افضل ہے اور یہی حق اور صحیح ہے۔ اگر نص اس کے خلاف ہوتی۔
مزید برآں کہ شب قدر آپ کی خصوصیات سے ہے اور اسے آپ کی وجہ سے شرافت ملی ہے۔ وَتَسْمُوْبِكَ عليا بعدها عليا۔ یعنی زمانے میں ازمنہ سے آپ کے ذریعے ماقبل سے بلندی مراتب حاصل کرتا ہے اور مابعد ماقبل سے اشرف ہے ہکذا غیر متناہی زمانہ تک۔

یہ آپ کے تفاوتِ مراتب پر دلیل ہے (کما فی القرآن)

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۝[1] ترجمہ: اور یوں دعا کریں اے میرے رب میرا علم اور زیادہ فرما۔

بلاشک وشبہ آپ کے علوم ومعارف غیر متناہی زمانہ تک متزائد ہوتے رہیں گے۔
حدیث پاک۔

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ ترجمہ: بے شک وہ دل پر غلبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔

عارف قطب الاقطاب ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غین انوار ہے نہ غین اغیار یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر ترقی پذیر ہیں جب ہی علوم ومعارف کا قلب اقدس پر غلبہ ہوتا ہے تو اس سے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو جاتے ہیں تو پہلے درجہ کو جس پر فائز تھے۔ شانِ اقدس سے کم پاتے تو استغفار کرتے تاکہ مزید ترقی کمال حاصل ہو۔
ناظم (علامہ بوصیری) کے قول تَسْمُوْا سے بلند ہوتے ہیں وہ مدائح جن کا وقوع عظیم ہے یعنی بلند مراتب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلند ہوتے ہیں۔ یہی کیونکہ آپ کو عالم امر میں ان بلند ترین درجات وکمالات کے ساتھ پیدا کیا جو کسی اور کو نہیں دیئے۔ پھر انہیں مراتب وکمالات کے ساتھ عالم خلق میں ظاہر کیا۔ تاکہ ان کمالات درجات کو آپ کے ذریعے شرافت وبزرگی حاصل ہو نہ اس لیے آپ کو ان مدارج کے

---

[1] پارہ ۱۶ رکوع ۱۵ ۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۱۱۴۔

ذریعہ بزرگی حاصل ہو اس لیے آپ ان کمالات کے وجود سے بھی کامل واکمل ہیں۔

شرح ہمزیہ میں اس شعر کے تحت ابن حجر کا کلام

لَیْلَۃُ الْمَوْلِدِ الَّذِیْ کَانَ لِلدِّیْ ۔۔۔ نِ سُرُوْرٌ بِیَوْمِہٖ وَازْدِھَاءٗ

میلاد کی رات جس کے دن سے دین کو سرور اور روشنی حاصل ہوئی۔

روز شب میلاد کی عظمت یہ درخشاں شب جس کے دن میں آپ مولود ہوئے۔ جس کی وجہ سے دین اہل دین کو تمام ادیان اور ایام پر فوقیت ملی۔

نکتہ ناظم وشاعر (بوصیری) نے میلاد کی روز اور شب دونوں کی طرف نسبت کی ہے کیونکہ بعض نے کہا کہ آپ کی ولادت رات کو ہوئی۔ ابن السکن کی عثمان بن عاص عن امر کی حدیث سے استشہاد کیا آپ فرماتی ہیں کہ شب ولادت میں موجود تھی۔

قَالَتْ فَمَا شَیْئٌ اَنْظُرُ اِلَیْہِ مِنَ الْبَیْتِ اِلَّا نُوْرٌ وَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النُّجُوْمِ تَدْنُوْ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَقُوْلُ لَیَقَعْنَ عَلَیَّ۔ ترجمہ: فرماتی ہیں میں گھر کی ہر چیز روشن دیکھتی اور ستاروں کو دیکھتی ہوں کہ وہ اتنے قریب ہو گئے کہ وہ گمان ہونے لگا کہ کہیں مجھ پر گر نہ جائیں۔

بیہقی نے اس کو روایت کیا الا النور و تدلی النجوم ۔ کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی تصریح یوں ہی ہے جیسا حاکم نے روایت کیا۔

بعض علماء نے وقت ولادت دن قرار دیا جیسا کہ بوصیری کے اگلے مصرع یوم نالت بوضعہ ابنۃ وھب میں تصریح موجود ہے۔

(ابن حجر فرماتے ہیں) یہ زیادہ صحیح ہے جیسا کہ حدیث مسلم وغیرہ میں تصریح ہے لیکن بعید الفجر اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر فضائل و مناقب میں بالاتفاق حجت ہے۔

دونوں روایات میں ابن حجر کی تطبیق جنوں نے رات بیان کی تو اس شب سے مراد

طلوع شمس ہے یا مجاز یا محاورت ہے ایک روایت میں ستاروں کے قریب آنے کا ذکر نہیں اور دوسری روایت میں ذکر ہے کہ طلوع فجر کے بعد بھی ستاروں کا نزدیک آنا ممکن ہے۔ بلکہ سورج کے طلوع ہونے کے بعد بھی خرق عادت ممکن ہے۔

شب میلاد کی روایت کے مطابق بعض نے فرمایا۔

شب میلاد شب قدر سے افضل ہے

کہ شب ولادت لیلۃ القدر سے افضل ہے ان پر کثیر دلائل قائم کیے جس کو عالم و فاضل جانتا ہے لہٰذا ذکر کی ضرورت نہیں۔ دن کو ولادت ہوئی کے قول کے مطابق کون سا دن تھا تو اس پر جمیع کا اتفاق ہے کہ وہ پیر کا دن ہے جس کی صحت حدیث مسلم سے ہو رہی ہے۔

کون سے ماہ میں پیدا ہوئے

مہینے میں علما کا اختلاف ہے کہ کون سا ماہ ہے بعض نے کہا غیر معین ہے اور بعض نے معین کہا پھر معین ماہ کے بارے میں کہا کہ وہ صفر یا ربیع الاول یا ربیع الآخر یا رجب یا رمضان یا یوم عاشورہ مختلف اقوال ہیں۔ اصح قول کے مطابق شہر ربیع الاول ہیں۔ اس کی ۲ تاریخ تھی بعض نے آٹھ ربیع الاول بھی اس کو اکثر محدثین وغیرہم نے اختیار ہے بلکہ مورخین نے اس پر اتفاق کیا ہے بعض نے دس اور بعض نے بارہ بیان کی بیان کی اور یہی مشہور ہے اور اسی پر ہی عمل ہے بعض نے سترہ اور بعض نے بائیس لکھی۔

زمانے کو آپ سے شرافت ملی

بابرکت دن مثلاً جمعہ اور بابرکت مہینے محرم۔ رمضان میں ولادت نہیں ہوئی تاکہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ آپ کو زمانے اور وقت سے شرف ملا بلکہ وقت اور زمانے کو آپ سے فضیلت ملی جیسا کہ برکات و انوار والے مشہور شہر مکہ میں ولادت نہ ہوئے تاکہ غیر شرف والے کو آپ کے ذریعے شرافت و بزرگی ملے۔

نیز لوگ آپکے روضہ اقدس اور مسجد نبوی مستقل طور پر قصد کر کے سفر کریں کہ اس میں مزید فضل و کرامت کا اظہار ہے۔

سن ولادت میں بھی اختلاف ہے اکثر کا قول عام الفیل ہے بلکہ اتفاق بھی روایت

ہے اور مشہور ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔
اڑھائی سال دس پندرہ سال بعد ہوئی۔ واقعہ فیل کے بعد ہونے میں تائید ملتی ہے۔
یہ واقعہ ارہاص نبوت اور ظہور نبوت کے لیے مقدمہ ہے۔

مکان ولادت آپ کی ولادت باسعادت مکہ میں شعب (ابی طالب) ردم اور مشہور مسجد کے پاس ہے جو کہ اب مولد کے نام سے مشہور ہے بعض عفان کا گمان ہے یہ شاذ جس کی طرف کوئی کان نہیں دھرتا۔

بعض نے تصریح کی کہ والدین کے لیے ضروری ہے۔ کہ اپنی اولاد کو بتائیں کہ ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں پیدائش اور مدینہ منورہ میں وصال ہوا بعض نے کہا اس انکار کفر ہے۔ کہ اس سے وجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے۔

شرح ہمزیہ میں اس شعر

یَوْمَ نَالَتْ بِوَضْعِہٖ اِبْنَۃُ وَھْبٍ   مِنْ فَخَارٍ مَالَمْ تَنَلْہُ النِّسَاءُ

آپ کی ولادت کے دن بنت وہب (حضرت آمنہ) کو یہ شرف ملا جو دوسری عورتوں کو نصیب نہ ہوسکا۔

کی تشریح کرتے ہیں۔

عظمت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ان کمالات میں جو حضرت آمنہ کو ملے ایک وہ جو ابونعیم خرائطی ابن عساکر نے روایت سے کیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے خواب کی وجہ سے جو آپ نے دیکھا تھا حضرت عبداللہ کی شادی کا ارادہ کیا۔ انہی ایام میں ایک کاہنہ جو کتب سماویہ کی عالمہ تھی نے آپ کی پیشانی سے نور محمدی چمکتا ہوا دیکھا۔ نیز آپ تمام عرب سے زیادہ حسین وجمیل بھی تھے تو فریفتہ ہو کر پیغام وصل دیا اور کہا کہ اس کے ساتھ یک صد اونٹ ہم دوں گی تو آپ نے فرمایا حرام کاری سے تو موت بہتر ہے۔

حضرت عبدالمطلب کا رابطہ حضرت وہب سے ہوا تو ان کی بیٹی حضرت آمنہ سے آپ کی شادی کر دی۔ کیونکہ جناب آمنہ حسب ونسب اور طہارت کے اعتبار سے قریش کی

تمام عورتوں سے افضل تھیں۔

دونوں کا حجرہ کے پاس ایام حج میں پیر کی رات وصال ہوا تو وہ نور محمدی جناب عبداللہ کی پیشانی سے شکمِ مادر میں منتقل ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد اسی عورت سے آپ کا گذرا ہوا تو اس نے آپ کی طرف کوئی التفات نہ کیا۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگی۔ میں تو نور محمدی پر فریفتہ تھی۔ جس سے آپ کی جبیں اقدس دمک رہی تھی۔ جو آج نظر نہیں آرہا۔

نورِ محمدی کے شکمِ مادر میں منتقل ہونے کی برکات

جس رات استقرار نطفہ زکیہ مصطفوی صدف رحم آمنہ میں منتقل ہوا اس صبح کو تمام دنیا میں بُت سرنگوں زمین سرسبز و شاداب اور درخت پھل آور ہو گئے۔ قریش کو جو شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے کشرت و خوشی حاصل ہوئی۔ کہ انہوں نے سال کا نام سنتہ الفرح والابتہاج رکھا۔ سارے عالم میں ندا کی گئی کہ آج وہ نور مکنون بصد عقل آکہ فضل ظاہر کے ساتھ صدف رحم آمنہ میں منتقل ہوا کہ انہیں حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہونے کی خصوصیت سے نوازا گیا ہے۔ کیونکہ اپنی قوم سے حسبًا افضل اصل و فرع کے اعتبار پاکیزہ ہیں۔

ابن اسحاق کی حدیث میں ہے کہ جب آپ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہوئیں تو آپ کی ندا آئی اے آمنہ تو اس امت کے سردار سے حاملہ ہے۔

آپ فرماتی ہیں عام عورتوں کی طرح کسی قسم کی گرانی، بار، درد، بدمزگی محسوس نہ کی۔ لیکن بعض روایات میں ہے۔ کہ فرمایا کچھ بوجھ سا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں روایتوں کی جمع اور تطبیق یوں ہے کہ ابتدائے علوق میں ثقل محسوس ہوتا تھا۔ مگر مدت گذر جانے کے بعد حمل میں خفت محسوس ہونے لگی۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں تھی کہ کسی نے ندا دی اے آمنہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ تو سید الناس سے حاملہ ہے۔ اس کے بعد جب ولادت کا وقت نزدیک ہوا تو پھر خواب میں کسی نے کہا یہ کہہ۔

اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ ترجمہ: میں اس نومولود کے لیے ایک

شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ - وَسَمِّيْهِ مُحَمَّدًا - کے ساتھ ہر حاسد کی شر سے پناہ مانگتی ہوں۔ اور اس کا نام محمد رکھنا۔

اس بیت (شعر) کے بعد اور بھی ابیات مشہور ہیں جن کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ شیخ زین عراقی نے بیان کیا۔

ابو نعیم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے سیدہ آمنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہونے کے فضائل میں ایک بات یہ تھی کہ قریش کے ہر چوپایہ نے اس رات گویائی کی اور کہا قسم ہے خانہ کعبہ کے رب کی آج رات اللہ کا رسول حمل میں تشریف لایا۔ جو ساری دنیا کا امام اور تمام علماء کا آفتاب ہے۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے گئے۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب والوں کو اور مغرب کے جانوروں نے مشرق والوں کو بشارت دی۔ دریائی اور سمندری جانوروں نے ایک دوسرے کو بشارت دی۔ اسی طرح حمل کے ہر مہینے زمین و آسمان سے ندا آتی کہ تمہیں مبارک ہو وہ قریب آگیا ہے کہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو صاحب خیر و برکت ہوں گے۔

ابو نعیم سے مروی ہے سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ حمل کے چھ ماہ بعد کسی نے ندا کی کہ اے آمنہ تو تمام مخلوق سے افضل سے حاملہ ہوئی جب یہ بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا اور اس کی شان کو مخفی رکھنا۔

ولادت مبارک سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب مجھ پر وہ حالت طاری ہوئی جو عام طور پر عورتوں پر وضع حمل کے وقت درد وغیرہ ہوتا ہے۔ تو میں گھر میں تنہا تھی تو میں نے دیکھا ایک سفید مرغ کا بازو میرے سینے کو مل رہا ہے تو میرا خوف و دہشت جاتا رہا پھر میرے پاس ایک سفید شربت کا پیالہ لایا گیا میں نے اسے پیا تو سکون و قرار حاصل ہوا۔ پھر میں نے ایک بلند نور دیکھا اس کے بعد اپنے پاس بلند قامت والی عورتیں دیکھیں جن کا قد عبد مناف کی لڑکیوں کی مانند کھجور کے درختوں کی مانند ہے میں نے تعجب کیا کہ یہ کہاں سے آگئیں اس پر ان میں سے ایک نے کہا میں آسیہ زوجہ فرعون ہوں، دوسری نے کہا مریم والدۂ عیسیٰ بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں حور عین

ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک فرش زمین و آسمان کے درمیان کھینچا گیا اور میں نے دیکھا کہ میرے
آسمان کے درمیان بہت سے لوگ کھڑے ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں۔
پھر میں نے دیکھا پرندوں کی ایک ڈار میرے سامنے آئی یہاں تک کہ میرا کمرہ ان سے
بھر گیا ان کی چونچیں زمرد اور بازو یاقوت کے تھے حق تعالے نے آنکھوں سے پردہ ہٹایا
تو میں نے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے دیکھا کہ تین علم ہیں ایک مشرق میں ایک
مغرب میں ایک خانہ کعبہ کے اوپر نصب ہے۔ پھر مجھے درد زہ ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ
وسلم متولد ہوئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور دونوں انگشت ہائے مبارک
آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک سفید ابر دیکھا جس نے
انہیں میری نظروں سے اوجھل کر دیا اور میں نے کسی کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا انہیں تمام
مشارق و مغارب کی سیر کراؤ اور اس کے شہروں کی گشت کراؤ تاکہ وہاں کے رہنے والے
آپ کے اسم مبارک اور نعت و صورت کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپ کی صفت ماحی ہے
جو شرک کے نشانات محو و فنا کر دیں گے پھر فوراً وہ ابر زائل ہو گیا۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ میں
نے ایک ابر عظیم نورانی دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے پروں کے پھڑپھڑانے اور
لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں تھیں یہاں تک کہ اس ابر نے حضور کو ڈھانپ لیا اور میری
نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس وقت ایک منادی کو میں نے ندا کرتے ہوئے سنا کہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام زمین کے مشرقوں و مغربوں میں پھراؤ اور سمندروں کی
موجوں پر گشت کراؤ۔ فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ اور تمام جن
کے سامنے اخلاق میں خوطہ دو اس کے بعد وہ ابر جلد ہی کھل گیا تو میں نے دیکھا کہ سبز
ریشمی کپڑے میں حضور لپٹے ہوئے ہیں اور حریر کی تہہ اس حریر سے پانی ٹپک رہا ہے
اور کوئی کہہ رہا ہے کہ ماشاء اللہ حضور کو دنیا میں کس شان سے بھیجا گیا حتیٰ کہ
کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ کی اطاعت میں نہ ہو۔ سب کچھ آپ کے قبضہ قدرت میں
دے دیا گیا۔ پھر میں نے تین شخص کھڑے دیکھے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ دوسرے

کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک انگشتری نکالی۔ جس سے دیکھنے والوں کی نظریں جھک جاتی تھیں پھر اسے سات مرتبہ دھویا اور اس انگشت سے آپ کے شانوں کے درمیان مُہر کیا اور حریر لپیٹ کر اٹھالیا۔ اور کچھ دیر اپنے آغوش میں لے کر میرے سپرد کر دیا۔

ابن حجر نے امام بوصیری کے اس شعر کی تشریح کی

فَاسْتَبَانَتْ خَدِيجَةُ اِنَّهُ الْكَنْزُ ‏ الَّذِيْ حَاوَلَتْهُ وَالْكِيمِيَاءُ

حضرت خدیجہ کو واضح ہو گیا کہ آپ پوشیدہ خزانہ اور کیمیا ہیں۔

یہ اس حالت کی ذکر کی طرف اشارہ ہے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو آپ کی ابتداءِ بعثت میں ظہور پذیر ہوا۔ حاصل واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی بعض نے چالیس برس سے کچھ اوپر بیان کی ہے۔ دوشنبہ کے روز اللہ تعالے نے نبوت و رسالت سے نوازا مسلم کی روایت کے مطابق رمضان کی سترہ تاریخ تھی۔ ایک قول آٹھ ربیع الاول اور ایک قول رجب کا ماہ تھا۔ یہ دونوں قول شاذ و نادر ہیں۔

آپ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا۔ ظہور نبوت کی ابتدا رویا صادقہ سے ہوئی۔ جو صبح صادق کی طرح یقینی اور روشن تھے مکہ شہر سے باہر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادتِ الٰہی کرتے پھر جناب سیدہ خدیجہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان سے چند دنوں کی قوت و غذا لے جاتے اور زیادہ وقت خلوت نشینی میں بسر کرتے اس لیے کہ اگر اچانک فرشتہ آتا تو قوائے بشریہ اس کی متحمل نہ ہوتی۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جبریلؑ وحی لے کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ پڑھیے آپ نے فرمایا۔

مَا اَنَا بِقَارِئٍ ‏ ای لَسْتُ بِقَارِئٍ۔ ترجمہ: میں پڑھنے والا نہیں یعنی میں ناخواندہ ہوں۔

مطلب یہ کہ میں اُمّی ہوں کسی سے میں نے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا۔
جبریل نے آغوش میں لے کر اپنی پوری قوت صرف کی جتنی کہ میری اس کے ساتھ تھی پھر جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر دوبارہ کہا۔ پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں جبریل نے پھر آغوش میں لیا اور بھینچا پھر کہا پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر جبریلؑ نے تیسری مرتبہ آغوش میں لیا اور بھینچا اور کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ[1]	ترجمہ: پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھیے اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

جبریل علیہ السلام کا آغوش میں لے کر دبانا یہ ایک قسم کا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود گرامی میں ملکوتی انوار داخل کر کے تصرف کرنا تھا تاکہ آپ وحی کے قبول کرنے پر آمادہ اور اس کے ماسوا سے خالی اور بے التفات ہو جائیں۔
جب آپ نے مکہ مراجعت فرمائی تو آپ کا قلب مبارک لرز رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ۔ مجھے کمبل اڑھاؤ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ جب خوف دُور ہوا تو آپ نے سیدہ خدیجہ سے سارا حال بیان کیا اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں خطرے میں نہ پڑ جاؤں اس خطرے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ بار رسالت کو اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ یا مجھے میری قوم نہیں چھوڑے گی۔ قتل کے درپے ہو گی۔ سیدہ خدیجہ نے عرض کیا کہ آپ غم نہ کھائیے اور خوش رہیے کیونکہ اللہ تعالے آپ کو کسی خطرے میں نہ ڈالے گا اور نہ آپ کو کسی کے آگے ذلیل و رسوا

---

[1] پارہ نمبر ۳۰، سورہ علق۔ آیت ۱ تا ۵۔

کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے، نادار کا بوجھ اٹھاتے، ریاضت و مجاہدہ کرتے، مہمان نوازی فرماتے، بیکسوں اور یتیموں کی دستگیری کرتے، غریبوں اور محتاجوں کی بھلائی کرتے ہیں۔

اس کے بعد سیدہ خدیجہ اس حالت کی تائید و تقویت کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے جو عرب کے طور و طریق اور جاہلیت کی رسوم سے نکل کر حقیقی دین عیسوی کے موحد بن گئے تھے ان کو انجیل کا علم تھا ان سے سیدہ خدیجہ نے کہا اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سُن وہ کیا فرماتے ہیں۔ ورقہ نے حضورؐ سے دریافت کیا کیا بات ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا حال دریافت فرمایا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک اور خوشی ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اے کاش میں اس دن تک زندہ اور جوان و قوی رہتا جب آپ کی قوم آپ کو اس جگہ سے نکالے گی۔ حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا ہاں۔ آپ جو کچھ لے کر تشریف لائے اس کی مانند کوئی ایک لے کر کبھی نہیں آیا۔ اس کے باوجود ان سے دشمنی کی گئی اور انہیں ایذائیں پہنچائی گئیں اگر میں آپ کا وہ دن پاؤں تو میں اس دن آپ کی پوری پوری مدد و نصرت کروں گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ورقہ نے وفات پائی۔ پھر وحی کا نزول رُک گیا جس سے آپ سخت غمگین ہو گئے اس وجہ سے کئی دفعہ پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جاتے کہ پیچھے چھلانگ لگا کر خود کو ہلاک کر ڈالوں تو اچانک جبریل امین ظاہر ہو کر عرض کرتے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے سچے رسول ہیں لہٰذا آپ اطمینان رکھیے۔

بخاری و مسلم وغیرہما کی روایت میں ہے کہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ غار حرا میں خلوت نشین رہے یہ خلوت نشینی صرف ذکر و فکر کے لیے تھی نہ طلب نبوت کے لیے کیونکہ نبوت وہبی چیز ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ[1] ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

---

[1] پارہ ۸ رکوع ۲ آیت ۱۲۳، سورۃ انعام

جب توشہ ختم ہوا تو میں نیچے اترا تو آواز سنائی دی کوئی کہنے والا نظر نہ آیا میں نے سر اوپر اٹھایا تو جبریل کو زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا تو مجھ پر خوف طاری ہو گیا میں خدیجہ پاس آکر دَثِّرُوْنِیْ - دَثِّرُوْنِیْ - مجھے چادر اڑھاؤ مجھے چادر اڑھاؤ مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ - الآیۃ ترجمہ: اے بالاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ۔

یہ آیت کا اقرأ اور فترتِ وحی کے بعد نزول ہوا - اصح قول بلکہ صواب یہی ہے۔ کہ سب سے پہلے اقرأ باسم ایک آیت کا نزول ہوا۔

اور شعبی نے کہا چالیس سال کی عمر میں اظہارِ نبوت کیا اور تین سال اسرافیل آپ کے مصاحب رہے۔ آپ کو کلمہ کی تعلیم دیتے لیکن اس کی زبان پر قرآن کا نزول نہیں ہوا - نزولِ قرآن فقط جبریل کی زبان پر ہوا - نزولِ قرآنِ پاک کا زمانہ بیس سال ہے۔ تین سال فترت کے ہیں، فترت وحی کی وجہ یہ تھی کہ نزول سے جو آپ کے دل میں خوف و حواس پیدا ہو گیا تھا وہ دور ہوا اور دوبارہ نزول کے لیے اشتیاق میں اضافہ ہوا۔

اصحابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہوں نے عرض کیا جب وہ دوبارہ تمھارے پاس آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ آپ نے فرمایا ضرور، جب جبریل امین آئے تو آپ نے سیدہ خدیجہ کو بتایا کہ وہ آگیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا میری بائیں ران پر بیٹھیے آپ نے یونہی کہا انہوں نے دریافت کیا وہ نظر آتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر عرض کیا، اب میری دائیں ران پر بیٹھ جائیے آپ نے ایسے ہی کیا تو جناب سیدہ خدیجہ نے پوچھا، اب بھی نظر آتے ہیں۔ تو فرمایا ہاں تو پھر عرض کیا جناب اب میری آغوش میں بیٹھ کر دیکھیے۔ تو فرمایا اب بھی بدستور نظر آرہا ہے انہوں نے آپ پر اپنا دوپٹہ ڈال دیا اور کہا اس کو دیکھتے ہیں فرمایا نہیں تو عرض کرنے لگیں ثابت قدم رہیے خوش و شاد رہیے بخدا یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں۔

لہ پارہ ۲۹، رکوع ۱۵، آیت ۱، سورت مدثر

ابن حجر کے جواہر میں سے بوصیری کے اس شعر کی تشریح

کل وصف لہ ابتدأت بہ استو   عب اخبار الفضل منہ ابتدأ

جب بھی آپ کے وصف کے ساتھ شروع کرتا ہوں اور جس پر صراحتہً مشتمل
ہے غور کرتا ہوں تو اس وصف کو فضل و کمال کے جمیع اقسام کا جامع پاتا ہوں۔

یہ کوئی بعید از عقل اور قرینِ قیاس سے دُور نہیں۔ اس لیے آپ کے اوصاف میں
سے ہر وصف بقیہ اوصاف کے کامل ہوتی ہے۔ مثلاً حلم یہ اسی وقت کامل ہوگی جب
بقیہ اوصاف مثلاً علم، کرم، شجاعت، خُلقِ حسن وغیرہا بھی کامل ہوں۔ لہٰذا آپ کی ہر
صفت اپنے معنی پر حقیقتہً اور صراحتہً دلالت کرتی اور بقیہ اوصاف اشارۃً اور التزاماً
دلالت کرتی ہے جیساکہ عقل مند پر یہ بات مخفی نہیں۔

یہ بات ایمانیات سے ہے اس پر یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی حسین
جمیل ترین صورت پر پیدا کیا جو اس پر کسی کو پیدا کیا اور نہ پیدا کرے گا۔

حُسنِ ظاہری حُسنِ باطنی کی دلیل ہے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا حُسن ذات عمدہ اخلاق اور روشن صفات
کی دلیل ہے کیونکہ آپ اوصاف و کمالات کی انتہا پر پہنچے جہاں کسی نبی کی بھی رسائی
نہیں اس لیے قصیدہ بردہ میں علامہ بوصیری نے کہا۔

الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَصُوْرَتُہٗ   ترجمہ: وہ ذات جس کا ظاہر و باطن
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٍ   مکمل ہے لہٰذا آپ کا حسن ناقابلِ تقسیم ہے۔

اس سے معلوم ہُوا کہ حسن کامل کی حقیقت آپ ہی ہیں جو کبھی میں تقسیم نہیں ہوتیں
اور اگر اس کو تقسیم کر دیا جائے تو وہ کامل و مکمل نہیں رہتا۔ بعض کا یہ قول کتنا اچھا ہے۔

لَمْ یَظْھَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِہٖ وَ   ترجمہ: اگر حضور علیہ السلام کا پورا حُسن
اِلَّا لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا   ظاہر و نمایاں ہوتا تو ہماری آنکھیں اسے
النَّظْرَ اِلَیْہِ   دیکھ نہ سکیں۔

تنبیہ ثم معنا کی تشریح اوپر ہو چکی ہے کہ باطنا حسن اخلاق و اوصاف میں آپ کامل و اکمل ہیں اور حسن ذات کی تشریح نہیں کی۔ اس کی طرف بروية وجہ الخ اور ضحکہ التبسم الخ اور بتقبیل راحتہ کے ساتھ صرف اشارہ ہی کیا۔ لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی بساط کے مطابق اس کی وضاحت کریں۔

آپ کا چہرہ انور براء رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے۔

كَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خُلُقًا۔ ترجمہ: آپ کا تمام لوگوں سے حسین چہرا اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ۔ ترجمہ: میں نے آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گویا کہ سورج آپ کے رخ انور میں چمک رہا تھا۔

حضرت براء سے روایت ہے کہ آپ سے پوچھا کہ آپ کا رخ انور تلوار کی مانند چمکتا تھا فرمایا نہیں بلکہ فجر صادق کی مانند یعنی تلوار میں طول اور چمک کم ہوتی ہے۔ بلکہ چاند کی مانند گول اور روشن تھا۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رخ انور تلوار کی طرح نہیں بلکہ شمس و قمر کی مانند مستدیر تھا۔ تو اس تشبیہ میں حسن اشراق، ملاحت و استدارت (گولائی) کو جمع کر دیا گیا ہے۔

حضرت علی المرتضے کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ بِالْمُكَلْثَمِ يَعْنِيْ شَدِيْدَ اِسْتِدَارَةِ الْوَجْهِ۔ ترجمہ: آپ کا رخ انور مکلثم یعنی انتہائی گول نہ تھا۔

بلکہ گولائی مائل تھا اور ایسا چہرہ عرب کے نزدیک بہت خوب صورت لگتا ہے اور یہی ابوہریرہ کے قول کا معنی ہے کہ:

كَانَ اَسِيْلَ الْخَدَّيْنِ۔ ترجمہ: آپ کے رخساروں میں طول تھا۔

اور بہت زیادہ اٹھاؤ تھا نہ اندر کو داخل۔ بہت سے اصحاب نے چاند کے ایک طرف کے ساتھ دی اور بعض نے چاند میں سیاہی کی وجہ سے تشبیہ دینے سے احتراز کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ نے چاند کے ہالہ سے تشبیہ سے منع کیا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے آپ کا رُخِ انور خوشنما آئینہ کی مانند جس میں دیواروں وغیرہا کی تصاویر دیکھائی دیتی۔

ایک روایت میں ہے۔

يَتَلَأْلَؤُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ ترجمہ: رُخِ انور چودھویں کے چاند کی مانند تاباں و درخشاں تھا۔

اکثر حضرات نے قمر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ قمر کو مکمل طور پر دیکھا جاسکتا ہے اور مانوس ہوتا اور ایذا نہیں دیتا بخلاف شمس اسی لیے آپ کے اسماگرامی میں سے ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ نے آپ کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ہم پر بدر (چودھویں کا چاند) ثنیات الوداع پہاڑی سے طلوع ہوا

ہم پر شکر لازم ہے جو جب تک اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔

یہ تمام تشبیہات عرب کے رسم و رواج کے مطابق دی گئیں ورنہ کوئی چیز آپ کے صفات خلقیہ و خلقیہ میں سے کسی کے عشر عشیر کے برابر کبھی نہیں ہو سکتی۔

چشمِ مبارک آپ کی بصارت و بینائی کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان کافی ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى [1] ترجمہ: نبی کریم کی آنکھ نہ ادھر اُدھر پھسلی اور نہ حد سے بڑھی۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۷ سورہ والنجم آیت ۱۷۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَىٰ بِاللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرَىٰ بِالنَّهَارِ فِي الضَّوْءِ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے جیسا دن کی روشنی میں۔

آپ نماز میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتے تھے یعنی آنکھ سے کیفیت صلاۃ کا ادراک کرنا یہ آپ کے معجزات میں سے ہے ورنہ بصارت کے لیے روشنی ومحاذات کا ہونا ضروری ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناکہ کی مانند دو آنکھیں تھیں جن سے آپ پس پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے آپ انہیں کپڑوں سے نہیں ڈھانپتے تھے۔

یا یہ کہ قبلہ کی دیوار پر مثل آئینہ مقتدیوں کی صورتیں منعکس ہوتی تھیں۔ اور آپ ان کے افعال کا مشاہدہ فرما لیا کرتے تھے۔ ان دونوں کی کوئی اصل ثابت نہیں یا یہ رؤیت قلبی ہو یا وحی والہام سے علم ہو جاتا ہو۔

اور یہ حدیث کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اس کی بھی کوئی سند معلوم نہیں ابن جوزی اپنی بعض کتب میں بغیر سند کے روایت کیا ہے اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سے اس علم غیب کی نفی ہو رہی ہے جو بغیر وحی والہام کے ہو

ایسے ہی وہ حدیث جو اونٹنی کی گمشدگی کے سلسلے منقول ہے۔ چنانچہ منافقوں نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی خبر تو دیتے ہیں مگر (معاذ اللہ) اتنا نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ جب منافقوں کی یہ بدگوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میں (از خود) نہیں جانتا اور نہ (از خود) پاتا ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے مجھے علم دیا اور عنایت فرمایا اور آپ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے چنانچہ لوگ وہاں پہنچے تو اونٹنی کو اسی مذکورہ حالت

میں پایا اگر بالفرض تعارض مان لیا جائے تو تطبیق یوں ہو گی یہ نماز کے ساتھ مخصوص ہو اور عدم رؤیت والی خارج صلاۃ پر محمول ہو۔

جب آپ کسی طرف التفات فرماتے تو مکمل طور پر گھوم جاتے دائیں بائیں پہلو بدلنے یا محض گردن گھما لینے اور دریدہ نظری سے آپ گریز کرتے کہ یہ سہل نگاروں کا شیوہ ہے۔

خلقت کے لحاظ سے چشم مبارک

یہاں تک تو بینائی و بصارت کا ذکر تھا اب دوسری وجہ خانہ چشم اور اس کی شکل کے وصف میں ہے کہ آپ کی چشم مبارک بڑی اور بھنویں دراز تھیں۔ مسلم کی روایت میں اَشْکَلُ الْعَیْنَیْنِ ہے۔ آپ کی چشم مبارک سفیدی میں سرخی لیے ہوئے تھیں۔ (آنکھوں کی باریک رگیں تھیں) اور روایت اَشْھَلُ الْعَیْنَیْنِ اشہلہ حُمْرَۃٌ فِی سَوَادٍ۔ حضورؐ کی دو چشم مبارک شہل شہلہ سیاہی میں سرخی کو کہتے ہیں۔ اور روایت میں ہے۔ گہری سیاہ آنکھوں والے۔ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ لمبی بھنویں۔

گوشہائے مبارک

حضورؐ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سماعت شریفہ کے متعلق ترمذی کی یہ روایت ہی کافی ہے۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحَقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ لَیْسَ مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا مَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَوْ قَائِمٌ۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم نہیں سن سکتے میں آسمان اطط (خاص قسم کی آواز) کو سن رہا ہوں آسمان کو لائق ہے کہ آواز نکالے کیونکہ آسمان میں چار انگل کی بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کسی فرشتے نے سجدہ نہ کیا ہو۔ ایک روایت جہاں کوئی فرشتہ کھڑا ہو۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

موئے مبارک آپ کے بال مبارک رجل نرم تھے اور جلد ٹوٹنے والے نہ تھے۔

لَا سَبِطَ وَلَا جَعْدَ قَطِطَ۔ بہت زیادہ نرم، بہت دراز اور بہت زیادہ گھونگریالے نہ تھے۔

سبط بفتح سین و اسکون با و کسر با۔ نرم و لٹکے ہوئے قطط فتح قاف کسر طا ایسے بال جو سخت اور پیچیدہ ہوں (اردو میں انہیں گھونگریالے بال کہا جاتا ہے۔ مترجم)

آپ کے بالوں کی لمبائی کانوں اور شانوں کے درمیان کبھی کانوں کی لو تک کبھی لوؤں سے کچھ زیادہ اور شانوں تک تھی ان سب میں باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کنگھی فرماتے تو دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا بال ترشوانے سے پہلے دراز اور بعد میں اختصار ہوتا رہتا تھا۔ سر کے بالوں کو چھوڑتے تو مانگ نکالتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ علمائے کرام فرماتے ہیں مانگ نکالنا سنت نبوی ہے۔

آپ کے سر اقدس اور ریش مبارک میں بیس سے کم بال سفید تھے اور اس سے کبھی زیادہ سفید نہ ہوئے کیونکہ یہ نور اور وقار ہے سب بالوں کے سفید ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا کہ اکثر عورتیں اس کو ناپسند کرتی ہیں جو آپ کی کسی چیز کو ناپسند اور مکروہ سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

بالوں کا رنگنا کبھی کبھی آپ بالوں کو مہندی وغیرہ رنگ کرتے اور اکثر اپنے حال پر چھوڑتے یہی ہمارے لیے سنت ہے۔

لحیہ شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک اس کثرت سے تھی کہ سینہ مبارک بھر گیا تھا۔

ایک روایت میں ہے۔

كَانَ يَأْخُذُ مِنْ عَرْضِ لِحْيَتِهِ وَطُولِهَا غَيْبَةٌ۔ ترجمہ: اپنی ریش کے طول و عرض میں سے بال تراشتے تھے

اور اس کے خلاف ایک روایت۔ وَاعْفُوا اللُّحَىٰ داڑھی بڑھاؤ۔ کے باوجود ہمارے آئمہ مجتہدین بنا مد بال کٹواتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بالوں کی نگہداشت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر اقدس پر اکثر اوقات تیل لگاتے اور ریش مبارک میں کنگھی کرتے۔ نیز آتا ہے کہ آئینہ دیکھتے اور کنگھی کرتے۔

سر کے بال حج و عمرہ کے علاوہ کبھی نہ منڈواتے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی روایت میں ذکر نہیں کہ آپ حج و عمرہ کے سوا کبھی سر کے بال منڈواتے ہوں۔

سرمہ سنت رسول ہے

آپ روزانہ آرام فرمانے سے پہلے اثمد کا سرمہ ہر آنکھ میں تین تین سلائی ڈالتے

پیشانی مبارک

آپ کی واضح الجبین یعنی کشادہ پیشانی تھی۔

مواجب شریف بھنویں

آپ مقرون الحاجبین تھے (بھنویں ملی ہوئی تھیں) یعنی ان کے بال آپس میں ملے ہوئے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ملے ہوئے نہ تھے اس کو ابن اثیر نے ترجیح دی ہے ان کی باہمی مطابقت یوں دی جاتی ہے کہ بھنوؤں کے بال کثیر تھے بظاہر یہ اتصال بہت گہرا

[1] حاشیہ گذشتہ صفحہ: ان دونوں میں باہمی مطابقت یوں ہے کہ یکمشت سے زائد تراشے اور قدر مشت تک بڑھاؤ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے سفر السعادت میں ہے لبیں تراشو ریش بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو یعنی ان کی عادت تھی لبیں بڑی ریش چھوٹی رکھتے تو آپ نے اس کی مخالفت میں یہ فرمایا۔ کتاب الآثار میں امام محمد امام اعظم کی سند سے ابن عمر کی حدیث نقل کرتے ہیں کَانَ یَقْبِضُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَیَاْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَۃِ۔

اور انہیں الفاظ ابو ہریرہ سے بھی روایت کیا ہے۔ کہ داڑھی کو مشت میں پکڑ کر جو زائد بال ہوتے انہیں تراشتے۔ "فالاصل اَنَّ الْقَدْرَ الْمَسْنُوْنَ فِی اللِّحْیَۃِ ھُوَ الْقَبْضَۃُ" قدر مسنون داڑھی میں ایک مشت ہے۔ اما تَقْصِیْرُ اللِّحْیَۃِ بِحَیْثُ تَصِیْرُ اَقَلَّ مِنَ الْقَبْضَۃِ فَغَیْرُ جَائِزٍ فِی الْمَذَاھِبِ الْاَرْبَعَۃِ مشت سے چھوٹی کرنا آئمہ اربعہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ حاشیہ ترمذی باب اللحیۃ جلد ثانی لمعات شرح مشکوٰۃ میں عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ والظاہر من کلامہم حُرْمَۃُ حَلْقِ اللِّحْیَۃِ وَنُقْصَانِھَا مِنَ الْقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ۔ فقہاء و محدثین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے

(بقیہ صفحہ آئندہ)

نہ تھا کہ جس سے دونوں ابرو آپس میں پیوست ہو گئے ہوں اور نہ اتنی جگہ خالی تھی کہ جس سے فاصلہ نظر آئے بلکہ چند خفیف بالوں کا اتصال تھا اس بنا پر اتصال اور عدم اتصال کا اطلاق بادی النظر والخیال میں صحیح ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بینی شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک کے بارے میں اَقْنَی الْاَنْفِ دَا قْنِی الْعِرْنَیْنِ وَدَقِیْقُ الْعِرْنَیْنِ وارد ہے۔ اَقْنٰی کی تفسیر سَائِلُ الْحَاجِبَیْنِ مرتفع الوسط سے کی گئی ہے۔ سائل سیلان سے مشتق ہے جس کے معنی ناک کی لمبائی اور باریکی میں ایک گونہ ہمواری کے بھی منقول ہیں دقیق دقت سے مشتق ہے جو سیلان کے ہم معنی ہے جس کا مطلب ناک کے موٹاپے کی نفی کرتا ہے۔

دہن شریف آپ کے دہن شریف کے بارے صحیح روایت میں یَفْتَتِحُ الْکَلَامَ وَیَخْتِمُہٗ وارد ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام کو کشادگی دہن سے آغاز فرماتے اور شدق سے ختم فرماتے۔ شدق کے معنی فراخی دہن کو کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دہن مبارک سے کلام تام کامل اور بھرا ہوا نکلتا تھا جو اہل عرب کے نزدیک باعث تعریف اور اس کی ضد باعث ذلت ہے۔
آپ اَشْنَبُ مُفَلَّجُ الثَّنَایَا تھے۔ سامنے کے دانت دلکش تر، آبدار اور کشادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ریش کا منڈھانا اور قدر مسنون سے کمی کرنا حرام ہے اور مدارج النبوت میں لکھتے ہیں مذہب حنفی میں ڈاڑھی کی مقدار چار انگل ہے جس سے مراد ہے اس سے کم نہ ہو لیکن ایک روایت یہ ہے کہ اس سے زائد بالوں کا کاٹنا واجب ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں اگر علماء و مشائخ اس سے زائد بڑھائیں تو بھی درست ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں کتاب اللباس کے آخر میں یہ مذکور ہے۔ سیدنا ابن عمر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لیکر اس سے زائد بال کٹوا دیا کرتے تھے۔ (مترجم)

تھے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو ایسا لگتا۔ گویا کہ سامنے دندانہائے مبارک کی کشادگی کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔[ا]

اور ایک روایت میں مُفَلَّجُ الْاَسْنَانِ ہے کہ سامنے کے دانت کشادہ تھے۔

لعابِ دہن مبارک

آپ کا لعابِ دہن شریف بیماروں کے لیے شفائے کامل تھا۔ چنانچہ وہ حدیث جس میں روزِ خیبر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں کے آشوب میں لعابِ دہن لگانا اور اسی وقت تندرست و صحیح ہو جانا مذکور ہے۔ صحیح اور مشہور ہے کہ اس دن آپ کو علم عطا فرمایا تو آپ کے دست پر قلعہ فتح ہوا۔

آپ کے حضور ایک ڈول پانی کا لایا گیا تو آپ نے پانی کا گھونٹ لے کر اس میں کلی کر دی۔ پھر جب اس ڈول کے پانی کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو اس کنویں سے کستوری کی مانند خوشبو آنے لگی۔ اسی طرح ایک اور کنویں میں جب آپ نے لعابِ دہن ڈالا۔ تو مدینہ طیبہ میں اس سے بڑھ کر کوئی اور کنواں شیریں نہ تھا۔

ایک مرتبہ عاشورہ کے دن آپ کی خدمت میں شیرخوار بچے لائے گئے۔ تو آپ نے ان کے منہ میں لعابِ دہن ڈال دیا۔ پھر تو وہ ایسے سیراب ہوئے کہ اس دن انہوں نے دودھ ہی نہ پیا۔

ایک دن امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سخت تشنگی میں تھے آپ نے اپنی زبان اقدس

[ا] كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ ۔ مِنْ مَعْدَنَيْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمِ (بوصیری)

ترجمہ: گویا کہ دندانہائے مبارک صدف میں چھپے ہوئے موتی ہیں جو اپنے معدن سے بولتے اور تبسم فرماتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے "عَظِيْمُ الْاَسْنَانِ" دندانہائے مبارک عظیم تھے۔ طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہائے مبارک اور دہن مبارک کا مہر اتمام لوگوں سے زیادہ حسین و لطیف تھا ان تمام روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دہن شریف حسن و جمال کے مطابق درست و صحیح تھا (مدارج النبوت جلد اول) احمد الدین توگیروی۔

ان کے منہ میں دی وہ چوستے رہے پھر وہ سارا دن سیراب رہے۔

ایک مرتبہ آپ نے گوشت کا ٹکڑا منہ میں چباکر پانچ عورتوں کو کھانے کے لیے دیا تو اس گوشت کے کھانے کے بعد کبھی ان عورتوں کے منہ سے بُو نہ آئی۔ جب کہ پہلے ان کے مونہوں سے ہمیشہ بُو آیا کرتی تھی۔

بیان و فصاحت شریف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مُبارک کی فصاحت، جوامع کلم، انوکھا اظہار اور عجیب غریب حکم و فیصلے اتنے زیادہ ہیں کہ شائد ہی کوئی فکر و اندیشہ کا محاسب اس کے حصر و احاطہ کے گرد پھر سکے۔ آپ کے اوصاف کا بیان اور ان کے بیان کا زبان کے ساتھ اظہار ممکن ہی نہیں۔ یہاں تک کہ بعض علمأ نے کہا کہ آپ کا کلام قرآن کریم کی مانند معجزہ ہے۔

آواز مُبارک

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک غایت درجہ پیاری تھی۔ آپ سے بڑھ کر کوئی خوش آواز اور شیریں کلام نہ تھا۔ ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا بَعَثَهٗ حَسَنَ	ترجمہ: اللہ تعالٰی نے کسی نبی کو نہ بھیجا
اَلْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ حَتّٰى بَعَثَ	مگر خوش آواز اور خوش رو حتیٰ کہ تمہارے
نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَهٗ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے
حَسَنَ الْوَجْهِ وَحَسَنَ الصَّوْتِ	بڑھ کر خوش الحان اور خوبرو بناکر بھیجا

بیہقی میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آواز سب کو سنائی دیتی جہاں تک کہ دوسروں کی آواز نہ پہنچ سکتی تھی وہاں تک آپ کی آواز بے تکلف پہنچ جاتی تھی۔ چنانچہ پردوں میں بیٹھی ہوئی مستورات بھی آپ کی آواز کو باآسانی سُن لیتی تھیں۔

ابو نعیم نے روایت کیا کہ ایک مرتبہ رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔

ؔ در دل ہر اُمتی گر حق مزہ است — رُوئے آواز پیغمبر معجزہ است
(نامعلوم)

اِجْلِسُوْا - ترجمہ: بیٹھ جاؤ۔

فَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَهُوَ فِيْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَجَلَسَ فِيْ مَكَانِهٖ - تو عبداللہ بن رواحہ نے قبیلہ بنی تمیم کے مقامات پر اس آواز کو سُنا تو فوراً وہیں بیٹھ گئے۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایام حج میں منیٰ میں جو خطبہ دیا تھا۔ جس نے تمام لوگوں کے کان کھول دیئے تھے ہر ایک نے اس خطبہ کو اپنی اپنی منزلوں میں (منیٰ میں دُور و نزدیک جہاں بھی تھا۔ ہر ایک نے سُنا)

تبسم مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولین وآخرین کے چونکہ سردار ہیں جیسا کہ پہلے تفصیلاً گزر چکا ہے۔ کبھی ضحک اور تبسم فرماتے تھے ضحک کہتے ہیں دانتوں کے ساتھ ڈاڑھیں بھی نظر آئیں اور تبسم میں صرف سامنے کے دانت ہی نظر آتے ہیں۔ اور دونوں میں آواز سنائی نہیں دیتی (اگر آواز سنائی دے تو اسے قہقہہ کہتے ہیں جو شایانِ شان انبیاء نہیں ہے)

لہٰذا جو ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب ہنستے تو آپ کے اطراف والے دانت (اضراس) بھی ظاہر اور نظر آجاتے۔ اور دوسری حدیث میں جب آپ ہنستے تو صرف سامنے کے دانت نمایاں ہوتے ان دونوں احادیث میں تضاد نہیں۔

زیادہ ہنسنا مکروہ ہے زیادہ ہنسنا مکروہ ہے خواہ قہقہہ کی صورت میں ہو یا ضحک کی۔

امام بخاری نے ادب المفرد اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے زیادہ ہنسنے سے منع کیا ہے کہ اس سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔

گریہ مبارک آپ کثرت سے گریہ وکناں ہوتے تھے لیکن اس میں شہیق (اونں اُوں کی آواز) ہوتی اور نہ آواز بلند ہوتی۔ صرف آنسو برستے تھے اور سینۂ مُبارک سے ازیز (دیگ کے کھولنے کی مانند آواز) کی آواز آتی تھی۔ گریہ میت پر شفقت، اُمت پر خوف و شفقت، خشیتِ الٰہی کے لیے ہوتا اور سماع

قرآن کے وقت بھی اکثر و بیشتر نماز تہجد میں۔

آپ نے جماہی نہ لی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جماہی نہ لی بلکہ کسی نبی نے بھی نہ لی۔

دستِ مبارک کثیر روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم شَثْنُ الْکَفَّیْنِ کف (ہتھیلی) بہت سخت تھیں۔

بازو موٹے فراخ ہتھیلی تھے (مطلب ہتھیلی بھرپور اور مکمل تھی) یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے ہاتھ ریشم سے زیادہ نرم تھے اور دونوں منافات نہیں کہ دستِ مبارک کی نرمی و سختی وقت و حالات پر موقوف تھا۔ چنانچہ جب آپ گھر میں دستِ مبارک یا جہاد میں آلات اسلحہ استعمال کرتے یا کاروبار کرتے تو ہتھیلیاں سخت ہو جاتیں جب چھوڑ دیتے تو وہ اپنی اصلی و جبلی حالت نرمی اور ملائمت کی حالت میں آجاتیں۔

اصمعی نے کہا سختی کے ساتھ تفسیر کرنا درست نہیں کہ نرمی اور سختی یکجا نہیں ہو سکتی بلکہ نرمی اور فربہی جمع ہو سکتی ہیں لہٰذا سختی کے ساتھ فربہی کے ساتھ تفسیر کرنی چاہیے۔

ابو عبید نے تفسیر کی کہ آپ کی انگلیاں فربہ اور چھوٹی تھیں درست نہیں کیونکہ دوسری روایت میں ہے۔

كَانَ سَائِلَ الْاَطْرَافِ۔ ترجمہ: اعضا کی گرہیں دراز تھیں۔

تحقیق یہ ہے شثن کا معنی پست اور سختی کے علاوہ کے ہیں (لہٰذا فربہ کے معنی میں ہوا)

معجزات دستِ مبارک آپ کے دست مبارک کے صفات و معجزات اتنے زائد ہیں کہ ضبط تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔ ایک روایت میں ایک صحابی (جابر بن سمرہ) کے رخساروں پر دستِ اقدس پھیرا تو آپ کے دست اقدس سے ایسی ٹھنڈک محسوس ہوئی جیسے ابھی آپ نے عطار کی ڈبیہ سے اپنا ہاتھ نکالا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ابی زید انصاری کے سر اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ اے اللہ! اسے اچھا کر۔

ابو زید کی ایک سو سے زائد عمر ہوئی لیکن ان کے سر اور ریش کے بالوں میں کوئی بال سفید نہ ہوا اور نہ ان کے چہرے پر بڑھاپے کے آثار وارد ہوئے۔

امام احمد وغیرہ نے روایت کیا کہ آپ نے عتبہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تجھ میں نور ہے اس کے بعد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ برکت سے اگر وہ اس جگہ کو کسی متورم جگہ پر پھیر دیتے تو وہ ورم دور ہو جاتا۔

بغل مبارک

کثیر صحابہ کرام سے مروی ہے کہ آپ کی بغل شریف سارے بدن کی مانند سفید تھی۔ یہ دوسری حدیث صحیح کے خلاف ہے جس میں ہے۔ عَفَرَ اِبْطَيْہِ۔ غیر قابض سفیدی کو کہتے ہیں۔ ان دونوں میں یوں تطبیق دی گئی ہے کہ اوّل میں سفید پھر عفرہ میں تبدیل ہو جائیں۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کی بغل میں بال نہ تھے لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ آپ کی بغل میں خوشبو مہکتی تھی۔

سینہ کے موئے مبارک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کے بالوں کے بارے آتا ہے۔

كَانَتْ لَهٗ مَسْرَبَةٌ۔ آپ کے بال مسربہ تھے۔

مسربہ کہتے ہیں جو سینہ کے اوپر سے ناف تک ہوں یہ باریک تھے لہٰذا اسے خیط (ڈوریا شاخ) سے تعبیر کرتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ گردن کی ہڈی سے لے کر ناف تک ڈور کی مانند بال تھے اور اس کے علاوہ کہیں نہ تھے۔

بطن اطہر و پشت شریف

روایت میں آتا ہے کہ آپ کا شکم اطہر سینہ کے برابر تھا اور بعض میں جس کا معنی ہے کشادہ شکم جو کہ عریض الصدر کو لازم ہے۔

اور بعض نے (حضرت ابن ام ہانی) نے آپ کے بطن شریف کی تعریف میں کہا ہے۔ وہ گویا کاغذ تھا جنہیں لپیٹ کر تہ کر کے ایک دوسرے پر رکھ دیا گیا ہے۔

قلبِ انور آپ کے قلبِ اطہر نے اسرارِ الٰہیہ معارفِ ربانیہ کی امانات کو سب سے پہلے قبول کیا ہے لہٰذا یہ سب سے پہلے مخلوق ہوا جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے اور صورت سب انبیا علیہم السلام سے آخر میں بنی۔ لہٰذا آپ بیک وقت اول بھی ہیں اور آخر بھی۔ اور کمالات خَلقیہ و خُلقیہ کے جامع ترین بھی۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے جو بار امانت آپ کے قلبِ اطہر نے اٹھایا وہ کوئی نہیں اٹھا سکا۔ متعدد بار شقِ قلب ہوا اور نور و حکمت پُر کیا گیا خون کا وہ لوتھڑا جو شیطان کا حصہ ہے اسے نکالا گیا چنانچہ اس پر تفصیل سے رضاعت کے مبحث میں گزر چکی ہے محاسن ظاہریہ جو کہ اخلاق باطنہ کی علامت ہوتے ہیں مخلوق میں سے کوئی ان میں آپ کے مساوی نہ ہو سکا تو کوئی قلب آپ کے قلبِ اطہر کے بھی مساوی نہیں ہو سکتا۔

ازدواجی زندگی مبارک حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیوی سے مباشرت فرمانا۔ اور آپ میں قوتِ جماع اس کے متعلق حضرت انس سے صحیح روایت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تیس مردوں کی طاقت عطا فرمائی ہے امام اسماعیل بخاری نے روایت کیا کہ مجھے چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی۔ ترمذی کی روایت کے مطابق جنتی آدمی کی طاقت سو مردوں کے برابر ہے۔ اور اسے غریب کہا۔ اگر چالیس کو سو سے ضرب دیں تو چار ہزار بنتا ہے (تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی) اس کے باوجود آپ نہایت قلیل غذا تناول فرماتے یہ دونوں چیزیں خرقِ عادت آپ میں جمع تھیں۔

آپ احتلام سے محفوظ تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیا علیہم السلام کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ یہ شیطان کا فعل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ماہ رمضان میں فجر کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے جنبی ہوتے تھے یعنی بیوی سے شب باشی کرنے کے بعد وجوبِ غسل کا نام جنبی ہے پھر آپ غسل فرماتے

اور روزہ رکھتے۔ اس عبارت میں "بغیر احتلام" کی قید سے مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ آپ پر احتلام کی نسبت جائز ہے ورنہ استثنا کرنے کا کیا فائدہ؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ استثنا کی بنیاد عدم جواز پر ہے۔ اور یہ قید اتفاقی ہے) اس حدیث میں احتلام کا مطلب یہ ہے۔ کہ خواب میں بغیر کچھ دیکھے انزال ہو جائے اور جو خواب میں دکھائی دیتا ہے وہ شیطان ہے۔

قدم مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی توصیف میں کثیر روایت میں شَثْنُ الْقَدَمَیْنِ وارد ہے۔ (دونوں قدم مبارک نرم اور فربہ تھے) اے غلط اصابع فربہ و نرم پاؤں کی انگلیاں

آپ کے پائے اقدس کی انگشت سبابہ پاؤں کی تمام انگلیوں سے بڑی تھی جو آپ کے دست مبارک کی انگشت شہادت بہ نسبت بیچ کی انگلی کے دراز تھی۔ جس کسی نے یہ کہا وہ غلط ہے۔

کانا لا اَخْمَصَ لَھُمَا۔ ترجمہ: آپ کے پاؤں زمین سے بلند نہ تھے۔ (یعنی دونوں قدم مبارک ہموار تھے۔)

ایک روایت میں مَسِیْحَ الْقَدَمَیْنِ (ہموار قدم) آتا ہے یعنی آپ کے قدم مبارک نرم اور پورے زمین پر لگتے تھے۔

قامت مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قامت زیبا لطیف، درست اور چست تھا۔ نہ کوتاہ نہ بہت دراز لیکن مائل بہ درازی تھا جب آپ کسی قوم میں تشریف لاتے۔ تو انہیں چھپا لیتے اور ان کے پست و کوتاہ قد لوگ آپ کے قریب چھپ جاتے اگر دو آدمی دائیں بائیں ہوتے تو آپ دونوں سے بلند نظر آتے اور جب ان کے درمیان سے جدا ہو جاتے تو پھر منسوب بہ متوسط القامت ہوتے۔

رفتار مبارک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ۔

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار جب چلتے تو جھک کر چلتے گویا کہ اوپر سے اتر رہے ہیں۔

آپ چلتے تو زمین سے پورا قدم اٹھاتے اور کشادہ رکھتے اور آسان وسبک اور تیز بغیر حرکت کے چلتے۔ ناظم علامہ بوصیری نے وَالْمَشْیُ رفتار اَلْهَوْنَیٰ سکون واطمینان کی رفتار۔ ایسی رفتار والوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا[1]

ترجمہ: رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہی ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

ترمذی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو راہ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز تر چلتے نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپ کے قدموں کے نیچے سے لپٹی جاتی تھی اور ہم آپ کی ہمراہی میں تکان اور محنت محسوس کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ رہنے کے لیے ہمیں دوڑنا پڑتا تھا جس سے ہمارے سانس پھول جاتے تھے لیکن آپ کو کچھ محسوس نہ ہوتا تھا اور آپ معمول کے مطابق بے تکلف چلتے تھے اور اصلاً اضطراب نہ فرماتے تھے یہ چلنا اولوالعزم، اہل ہمت اور شجاعت، کا آئینہ دار ہے اور یہ چلنا اقسام رفتار میں قوی و اعتدال پر ہے اس سے اعضا کو راحت و آرام ملتا ہے۔

کثیر لوگ تعادت افتادیعنی افسردہ اور مریل مانند خشک لکڑی کے مثلی چال ہے۔ یا ازعاج یعنی طیش وخفت، سبک سری اور پریشانی کی چال چلتے ہیں۔ جو کہ مذموم وقبیح اقسام رفتار میں سے ہیں۔

اور جب آپ صحابہ کرام کے ساتھ چلتے تو صحابہ کو اپنے آگے آگے چلاتے اور خود

---

[1] پارہ ۱۹، سورۂ فرقان، آیت ۶۳۔

ان کے پیچھے رہتے۔ فرماتے۔

خَلُّوا ظَهْرِي لِلْمَلٰئِكَةِ۔ ترجمہ: میری پشت کو فرشتوں کے لیے خالی چھوڑ دو۔

بے سایہ وسائبانِ عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ آفتاب کی روشنی میں نہ ماہتاب کی طلعت میں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی دعا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي نُوْرًا کا سبب ہو[1] اے اللہ مجھے نور فرما۔

رنگ مبارک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک روشن وتاباں تھا۔ جمہور صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ کا رنگ مبارک مائل بہ سفیدی تھا۔ سفیدی کے ساتھ ہی آپ کی توصیف کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا رنگ سُرخ وسفید تھا بعض نے کہا کہ جو شخص کہے کہ آپ کا رنگ سیاہ تھا وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک قول ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ سیاہی سے توہین ہوتی ہے۔

پسینہ وفضلات کی خوشبو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب صفات میں سے ایک پاکیزہ وطیب خوشبو ہے یہ آپ کی ذاتی تھی کسی قسم کی خوشبو استعمال کیے بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو آپ کے جسم اطہر کی خوشبو سے ہمسری نہ کرسکتی تھی۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے ایک شخص کو اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنے کے لیے خوشبو کی ضرورت تھی بہت جستجو کی مگر نہ مل سکی۔ تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرضِ حال کیا کہ حضور کوئی خوشبو عطا فرمائیں۔ مگر کوئی خوشبو موجود نہ تھی۔ تو حضور نے شیشی طلب فرمائی تاکہ اس میں خوشبو ڈال دی جائے پھر آپ نے اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اس شیشی میں ڈال دیا اور فرمایا جاکر اسے اپنی بیٹی کے جسم پر مل دو جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ خوشبو سے مہک گیا اور اس

---

[1] ای دقیقہ دانِ عالم بے سایہ وسائبانِ عالم

(مولانا جامی)

گھر کا نام ہی "بیت المطیبین" خوشبو والا گھر رکھ دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کوئی صحابی بقصدِ حضوری آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کو کاشانۂ اقدس میں نہ پاتا تو وہ راستہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگھتے جو آپ کی گذرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ مدینہ کے جس کوچہ میں وہ خوشبو محسوس کرتے چلے جاتے تھے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس راہ سے گذرے ہیں۔

بوقت قضائے حاجت زمین کا شق ہو جانا غریب روایت میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین میں شگاف پڑ جاتا اور زمین آپ کا بول و براز اپنے اندر سمو لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی تھی۔ اس براز کو کسی نے نہ دیکھا حافظ عبدالغنی نے اس کی تائید کی ہے۔

پیشاب مبارک اب رہی پیشاب کی کیفیت تو اس کا کثرت صحابہ نے مشاہدہ کیا ہے اور صحابہ کرام اس سے شفا حاصل کرتے اور ایسے خون مبارک بھی بطور شفا نوش کیا گیا ہے۔

آپ کے فضلات طیب و طاہر ہیں اسی لیے ہمارے آئمہ کرام نے کہا کہ آپ کے فضلات (خون، بول، براز وغیرہا) طیب و طاہر ہیں۔

نیند مبارک حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر خفیف نیند آتی تھی اور نیند کا غلبہ نہ ہوتا تھا کہ وہ غفلت قلب جو بکثرت اکل طعام سے ہوتا ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام پر بھی نیند کا غلبہ نہ ہوتا تھا کہ جس سے دل میں غفلت پیدا ہو آپ کی چشمان مبارک سوتیں اور قلب اطہر ہمیشہ بیدار رہتا۔ اسی لیے تو نیند سے آپ کا وضو نہ ٹوٹتا جس کی وجہ سے آپ کا قلب اطہر دائمی بیدار مشاہدہ حق تعالیٰ میں محو رہتا اسی لیے آپ کو بیدار نہ کیا جاتا کہ شاید اس حالت میں وحی کا نزول ہو رہا ہو۔

یہ اس حدیث کے منافی نہیں جس میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے رات گئے تک سفر جاری رکھا آخر شب میں آرام کیا تو نماز ادا کرنے سے قبل سورج طلوع ہو گیا کیونکہ سورج کے طلوع ہونے کا احساس وغیرہ ظاہری چشم کے ساتھ ہے ہو سکتا ہے کہ دل مشاہدۂ حق میں مستغرق اور چشمانِ مبارک محوِ خواب جس کی وجہ سے وقت معلوم نہ ہو سکا تاکہ احکامِ شریعت کی تشریح ہو سکے نماز میں سہو کا واقع ہونا بھی اسی پر محمول ہے۔

بعض نے تاویل کی کہ خواب ایسا تھا اس میں دل بھی غافل ہو گیا ہو۔ لیکن یہ تاویل سند رد ہے کہ غفلتِ قلب کا ثبوت نہیں ملتا۔ یوں ہی لا تیام کی بلا دلیل ظاہر سے عدول کر کے تاویل مردود ہے۔

یہاں محاسن ذات کا ذکر ختم ہوا اب ہم محاسن اخلاق وصفات کا ذکر کرتے ہیں۔

خلقِ عظیم

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتنے اعلیٰ، اشرف، اور پاکیزہ اخلاق تھے کہ کوئی آپ کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ آپ کے کمالات وصفات جلالُ جمال کا احاطہ اور حیطۂ تحریر میں نہیں لائے جا سکتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] ترجمہ: اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

خلق کی صفت عظیم کے ساتھ بیان کی اور اعلیٰ جو استعلاء کے لیے آتا ہے جس سے صاف عیاں ہوتا ہے آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں جہاں دوسرے کی رسائی تک نہیں اور کریم کے ساتھ وصف بیان نہیں کی کیونکہ اس سے مراد سخاوت وایثار ہے اور اس کا انحصار نہیں جس طرح مؤمنین پر رحمت کی انتہا اور کفار پر غلظت کی انتہا۔ لہٰذا انعام انتہاء مساوی ہوئے لہٰذا اکرم کی ہمت اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ بایں وجہ عظیم صفت ذکر کیا۔ جس کا تعلق قلب سے ہے۔

مروی ہے:۔

بُعِثْتُ بِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کی تمام اور محاسنِ افعال کی تکمیل کے کے لیے بھیجا ہے۔

---

[1] پارہ نمبر ۲۹، سورۂ نون والقلم آیت نمبر ۴

اور موطا کی روایت میں ہے۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ ترجمہ: میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

چنانچہ آپ ہر عمدہ خلق کے جامع ہیں اس لیے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ۔ ترجمہ: آپ کا خلق قرآن تھا۔

شیخ شہاب الدین عوارف المعارف میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ آپ صفاتِ الٰہیہ سے متخلق تھے۔ سبحاتِ جلال اور لطیف مقال کی حیا فرماتے ہوئے قرآن کہہ دیا اس میں کمال ادب ہے۔ بعض عارفین نے کہا آپ کا خلق اعظم اس لیے ہے کہ جمیع مخلوق کی طرف مبعوث ہونا تھا۔

ام المومنین کے کلام سے معلوم ہوا کہ جو کچھ قرآن کریم میں اخلاق و صفات محمودہ مذکور ہیں آپ ان سب سے متصف تھے۔ جس طرح قرآن کریم کے معانی لامتناہی ہیں اور جزئیات کا انحصار نہیں ہو سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ سب کے سب فطری، جبلی اور پیدائشی ہیں نہ کہ کسبی اور اعمال سے حاصل کردہ ہیں بلکہ اول خلقت اور اصل فطرت میں بغیر اکتساب و ریاضت کی محنت اٹھائے سے حاصل ہیں۔ اور وہ سب وجودِ الٰہی کے اجتباً اور اس کے لامتناہی فضل کے فیض سے ہیں۔

کمال خلق کمال عقل سے مستریح ہوتا ہے کہ فضائل کو حاصل کرتی ہے اور نقائص سے اجتناب کرتی ہے۔ عقل روح کی لسان ترجمان ہے لہٰذا آپ جوہر انسان اور جوہر بصیرت ہیں۔ مشہور حدیث "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ" موضوع ہے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقل کمال کی انتہا پر فائز ہوتا جہاں کسی کے عقل کی رسائی ممکن نہ

آپ کا بے مثل عقل مبارک

اسی لیے ابو نعیم اور ابنِ عساکر وہب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اکانوے کتب کا مطالعہ کیا جن میں درج ہے ابتدائے آفرینش سے تا اختتام دنیا تمام لوگوں کے عقول

کو جمع کیا جائے تو آپ کے عقل مبارک کے سامنے ایسا ہے گویا کہ ریگستان کے مقابلے میں ریت کا ایک ذرہ ہو۔

چنانچہ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ عرب کے وحشی درندوں جیسے لوگ جو ایک دوسرے کے قتل کے درپے اور باہمی منافرت رکھتے تھے۔ اور سابقہ امم کے حالات سے نابلد تھے کو کمال عقل عطا کر کے دنیا کا راہنما بنا دیا۔

ابن حجر کے جوہرات میں سے امام بوصیری کے اس شعر کی تشریح۔

كُلُّ فَضْلٍ فِي الْعَالَمِينَ فَمِنْ فَضْلِ النَّبِيِّ اسْتَعَارَهُ الْفُضَلَاءُ

ترجمہ: ہر فضل جو کائنات میں موجود ہے وہ فضیلت والوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل سے مستعار لیا ہے۔

تمام کمالات و محامد، اوصاف

شرافت و بزرگی میں تمام انسان آپ کے گداگر ہیں

حمیدہ آپ اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور آپ کے توسط سے جملہ انسانوں کو ملتے ہیں پس جس کامل کو بھی کوئی کمال حاصل ہوا تو وہ آپ کے کمال کا حصہ ہے۔ تمام آیات و معجزاتِ انبیا آپ کے نور سے مستفاد ہیں۔

آپ فضل و کمالات کے آفتاب اور انبیا علیہم السلام ستارے ہیں جس طرح ستاروں کا ذاتی نور نہیں ہوتا بلکہ ان کی روشنی آفتاب سے مستنیر ہوتی ہے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ستاروں کی روشنی مدہم اور غائب ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حضرات انبیا کرام آپ کی بعثت سے قبل اپنے انوار و تجلیات سے دنیا کو روشن کر رہے تھے وہ انوار و تجلیات آپ کے نور سے مستفیض تھے۔

چنانچہ خلافتِ آدم علیہ السلام کا ظہور اور ان کا کل اسما کے علم کا احاطہ کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم سے مستفاد ہے۔ یونہی ہر نبی کا کمال و معجزہ آپ کے کمالات سے مستفاد ہے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا وجود آپ کے وجود سے مستعار ہے۔
جب آفتاب کمالات و صفات محمود کا طلوع اور تاباں ہوا تو اس کے نور میں تمام انوار

گم ہو گئے۔ لہٰذا جو کمال بھی کسی نبی و رسُول کو عطا ہوا۔ وہ ان سے بڑھ کر آپ کو عطا ہوا۔ جیسا کہ اصحاب سیر نے اس کی تصریح کی ہے۔

اگر جناب ابوالبشر ہیں تو آپ ابوالانبیاء ہیں

ان کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جناب آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا اور ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا شقِ صدر اور نُور و حکمت سے پُر کرنا عطا فرمایا۔ اگر جناب صفی اللہ علیہ السلام سے بشریت و جسمیت کی ابتداء ہوئی تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت و رسالت کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ بنایا کہ آپ کی جبین مبارک میں نُورِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھا۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے تصریح کی ہے۔

جامع کمالات انبیاء

اور حضرت ادریس علیہ السلام کو مکانِ علیا سے نوازا تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج ان سے بھی مقامِ علیا عطا کیا۔ جناب نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو طوفان سے نجات دی تو اُمتِ محمدیہ کو عذابِ عام سے محفوظ رکھا۔

نیز تفسیر کبیر میں رازی نے روایت نقل کی ہے کہ سفینۂ نُوح کے عوض اللہ تعالیٰ نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعجاز عطا ہوا کہ آپ کے پکارنے سے پتھر پانی پر تیرتے ہوئے آپ کے حضور حاضر ہوا۔ اور آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دی۔

کلیم و حبیب میں فرق

جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے نارِ نمرود گلزار کی تو آپ پر نارِ حرب و قتال کو ٹھنڈا کیا جس کی شہادت قرآن کریم دیتا ہے۔

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ[1]

ترجمہ: جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتا ہے۔

---

[1] پارہ ۶، سورۂ مائدہ، آیت ۶۴۔

نسائی میں ہے کہ ایک بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو آگ میں جلس گیا تھا۔ تو آپ نے دستِ اقدس پھیرا تو وہ تندرست و شفایاب ہو گیا۔

○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقامِ خُلّت سے شرف یاب کیا تو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محبت و مُودّت اور شانِ محبوبی سے مشرّف کیا جو اس سے بھی ارفع واعلیٰ ہے۔ اسی سبب سے جب ابراہیم علیہ السلام نے شفاعت عظمیٰ کا سوال کیا تو پردۂ غیب سے انہیں اس سوال سے باز رکھا۔

خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کو اپنے مقام پر نصب کیا جب کہ قریش اس کو بارے سخت نزاع تھا۔

○ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اعجاز عطا کیا کہ ان کا عصا اژدھا بن گیا تو ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجر میں استن گریہ و نالہ کناں ہوا جو اس سے بھی عجیب تر ہے۔

○ امام رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ جب ابو جہل نے آپ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سے دو سانپ نمودار ہوئے تو وہ مرعوب ہو کر واپس مُڑ گیا۔

○ جناب کلیم اللہ علیہ السلام کو ید بیضا عطا کیا جس سے آنکھ کی روشنی جگمگا گئی تو رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عباد بن بشر اور اسید بن حضیر کے لیے ایک چھڑی پر ہاتھ پھیرا تو وہ روشن ہو گئی اس کی روشنی میں وہ گھر جا رہے تھے جب ان کے راستے جُدا ہوئے تو دوسرے نے اپنے عصا کو اس سے مَس کیا تو وہ بھی روشن ہو گیا۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ بیہقی اور ابو نعیم نے حمزہ اسلمی سے روایت کیا کہ ہم ایک تاریک رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر کر رہے تھے کہ ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے تھے۔ تو آپ نے میری انگلیوں کو پکڑا تو وہ روشن ہو گئیں میں نے ہاتھ اوپر اٹھایا تو سب لوگ اس روشنی پر جمع ہو گئے۔

○ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو فلق بحر دریا میں راستہ بنایا) دیا تو آپ کو شق قمر دیا۔

جو اس سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں تسخیر علویات ہے مزید برآں زمین و آسمان کے مابین ایک سمندر جس کو مکفوف کہتے ہیں۔ اس زمینی سمندر کی نسبت اس کے مقابلے میں ایک قطرہ کی ہے جن کا انفلاق شبِ معراج ہوا۔

نیز آپ کے انگشتہائے دستِ مبارک سے پانی جاری ہونا پتھر سے پانی نکلنے سے عجیب تر ہے کیونکہ پتھر زمین کی جنس ہے جس سے پانی نکلتا رہتا ہے۔

○ موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی سے مشرف کیا تو آپ کو مقام قاب قوسین پر بلا کر ہمکلامی اور چشمِ ظاہری سے دیدار عطا کیا۔ کلیم اللہ کو جبل طور پر ندا آئی تو آپ کو مافوق العرش پر ندا آئی۔

○ حضرت ہارون علیہ السلام کو فصاحت دی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بڑھ کر فصاحت و بلاغت عطا کی۔ ان کی زبان عبرانی تھی اس سے عربی زبان زیادہ فصیح ہے۔ اس لیے ان کی فصاحت معجزہ نہ تھی جب کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت معجزہ بلکہ اعجاز تھی یہ سب کے نزدیک مسلّمہ ہے اس وجہ سے بھی آپ کا کلام معجزہ ہے کہ یہ مغیبات پر مشتمل ہے۔ جو صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ اس بنا پر بعض صحابہ نے عرض کیا۔ ہم نے آپ سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کیوں نہ ہوتا جب کہ عربی زبان میں فصیح و بلیغ قرآن حکیم میری زبان میں نازل ہوا ہے۔

○ سیدنا یوسف علیہ السلام کو حُسن کا ایک حصہ و جزو عطا ہوا اور آپ کو کل حُسن عطا کیا گیا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے ان کو تاویل رویا کا کمال ملا تو آپ کو بھی تعبیر رویا میں کمال عطا کیا گیا جیسا کہ قرآن حکیم سورۂ یوسف میں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی تین اشخاص تعبیر رویا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار اشخاص کی تعبیر رویا بیان کی جس طرح تعبیر بیان کی اسی طرح وقوع ہوا۔

داؤد علیہ السلام اور آپ کے معجزات میں تقابل

حضرت داؤد علیہ السلام کے

ہاتھ لوہا موم ہو جاتا تھا تو آپ کے دستِ حق میں خشک لکڑی سرسبز و شاداب ہو جاتی اور اُمِ معبد کی بکری کے خشک تھنوں میں آپ کے دستِ رحمت کی برکت سے دودھ اتر آیا اور نہ ہی اس نے کوئی بچہ جنا تھا۔

کمالاتِ سلیمان علیہ السلام اور آپ میں تقابل

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی زبان کی پہچان عطا فرمائی۔ تو آقا علیہ السلام سے پتھر نے کلمہ پڑھا۔ آپ کی مٹھی میں کنکروں نے تسبیح پڑھی۔ زہر آلود طعام نے کلام کی۔ ہرن اور اونٹ نے شکایت کی۔

○ سلیمان علیہ السلام ہوا پر صبح و شام ایک ایک ماہ کا سفر طے کرتے، تو آپ براق پر جو ہوا سے بھی تیز تر ہے سوار ہو کر ایک لحظہ میں فرش سے عرش پر پہنچے۔ جس کی مسافت کم از کم سات ہزار برس ہے۔ اور اس سے مستوی اور رفرف تک جس کی مسافت بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

○ ہوا سلیمان علیہ السلام کو اطرافِ زمین پر لے جاتی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین سمیٹ دی گئی تو آپ نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ زمین کے اطراف کے دیکھنے اور زمین آپ کے لیے سمٹنے میں کتنا فرق ہے۔

جنابِ سلیمان علیہ السلام کو تسخیرِ جنات عطا ہوئی تو آپ نے وہ جن جو نماز میں مخل ہونا چاہتا تھا کو پکڑ کر مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا۔ اور جنات کی طرف مبعوث ہوئے۔ اور جنات آپ پر ایمان لائے جب کہ سلیمان علیہ السلام کے لیے صرف عمل کی تسخیر تھی۔

سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں پرندے آپ کے مسخر تھے تو آپ کے لیے غارِ ثور کے دھانے پر کبوتر نے انڈے دیئے اور عنکبوت نے جال بنا۔ یہ معجزہ اس سے عجیب تر ہے کہ قلیل شئی کے ساتھ کثیر دشمن سے آپ کو محفوظ رکھا۔

کمالاتِ عیسیٰ اور محمد رسول اللہ علیہما السلام میں فرق

عیسیٰ علیہ السلام نے

پیدائشی اندھوں، برص والوں کو شفا دی اور مُردوں کو زندہ کیا تو ہمارے رسُولِ معظم صلے اللہ علیہ وسلم نے آنکھ سے باہر نکلے ہوئے ڈھیلے کو اصل مقام پر رکھ کر بصارت عنایت کی۔

امام فخر الدین رازی نے روایت کیا کہ آپ نے برص والوں کو بھی شفا دی۔

بیہقی نے روایت کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ میری مُردہ بیٹی کو زندہ کر دیجیے تو آپ اس کی قبر پر تشریف لا کر مخاطب کیا تو اس نے جواب دیا۔

کنکروں کا کلمہ پڑھنا۔ استنِ حنانہ۔ مُردوں کے کلام کرنے سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وہ کلام کرنے والوں کی جنس سے ہیں۔

حاصل کلام

الغرض جتنے کمالات و معجزات و محامد جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ملے وہ سب آپ کی ذات میں مجتمع ہیں اس کے علاوہ بھی لامحدود کمالات و صفات محمودہ عطا کیے جو حیطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔

خلقت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابن حجر کے وہ جواہرات جو امام ترمذی کے شمائل میں باب ان احادیث میں جو رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کے متعلق آئی ہیں کی شرح میں بیان کیے ہیں آدمی کا ایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے جب یہ اعتقاد رکھے کہ جتنے بھی محاسنِ ظاہرہ انسان میں جمع ہو سکتے ہیں وہ باحسن وجوہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں جس کی وجہ یہ ہے۔ محاسن ظاہرہ دلیل ہیں محاسن باطنہ اخلاقِ زکیہ کی۔ جب اخلاق زکیہ و محاسن باطنہ میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں تو ان کی دلیل یعنی محاسن ظاہرہ میں بھی آپ کا ہمسر نہیں۔

آپ کا حُسن مستور ہے۔

قرطبی نے بعض کے حوالے سے نقل کیا کہ آپ کا حُسن مکمل ظاہر نہیں ہوا اور نہ کسی کو دیکھنے کی طاقت ہوئی۔ آپ کی تخلیق پر کلام کا تقاضا ہے۔ پہلے آپ کے ابتدائے وجود کے متعلق گفتگو کی جائے۔ اگرچہ اس کے متعلق مصنف نے کچھ بیان نہیں کیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل تقدیر کو پیدا کیا۔ اس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا۔ جوام الکتاب میں لکھا گیا ان میں سے ایک یہ ہے۔

حدیث صحیح میں ہے۔

اِنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَ اِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ۔

ترجمہ: بے شک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے حضور ام الکتاب میں خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام مٹی میں تھے۔

یعنی رُوح ڈالے جانے سے قبل آپ کا جسم گرمی و تپش میں رکھا ہوا تھا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ:۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا فَقَالَ وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

ترجمہ: یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کب سے نبی ہیں فرمایا جب ابھی آدم علیہ السلام رُوح و جسم کے مابین تھے۔

ایک روایت میں مَتٰی کُتِبْتَ کتابت سے ہے۔ آپ کب سے نبی مقرر ہوئے۔

یہ حدیث کہ۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔

ترجمہ: میں نبی تھا جب کہ آدم آب و گل میں تھے۔

بعض حفاظ ان الفاظ سے کسی حدیث پر مطلع نہ ہوئے۔ اور مصنف کی روایت حسن ہے۔

مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

ترجمہ: یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی تو فرمایا ابھی آدم علیہ السلام رُوح و جسم میں تھے۔

وجوب و کتابت نبوت کا مطلب

نبوت کے وجوب اور کتابت کا مطلب اس کا خارج میں ظہور ہے۔ جیسے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ۔ میں ظہور اور تقرر مُراد ہے۔ یہاں حدیث میں مراد ہوگا کہ آپ کا ملائکہ پر ظہور اور عالم ارواح میں آپ کی

روح کا ظہور تاکہ جملہ انبیأ کرام علیہم السلام پر برتری شرف اور بزرگی کا اظہار ہو۔
اس اظہار تخلیق کے ساتھ مخصوص کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تخلیق آدم ارواح کا عالم اجساد میں داخل ہونے وقت ہے۔ اس وقت امتیاز اتم واکمل ہوگا جب مبدأ ظہور بشریت پر شرف وبزرگی حاصل ہے تو دوسروں پر بطریق اکمل شرافت حاصل ہوگی۔
امام غزالی نے یہ حکمت بیان کی اس حدیث میں اپنے وجود سے قبل نبوت کے ساتھ اتصاف فرمانا۔ اور اسی طرح حدیث شریف کہ:
اَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَّاٰخِرُهُمْ بَعْثًا۔ ترجمہ: میں تخلیق کے اعتبار پہلا اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہوں۔
تو یہاں تخلیق سے تقدیر مراد ہے اگرچہ بشریت کی ابتدأ سے قبل لوگ موجود نہ تھے۔ مگر کمالات وغایات تقدیر میں ضرور موجود تھے۔ جس بنا پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔
اس کی توضیح یوں کی جاسکتی ہے۔ کہ ایک کاریگر مکان تعمیر کرنے سے بیشتر اس کا نقشہ ذہن میں تیار کرتا ہے پھر اس کے مطابق مکان تعمیر کرتا ہے۔ بلا تمثیل خالق کائنات نے پہلے تقدیر لکھی، پھر اس کے موافق مخلوق پیدا کی۔ یہ امام غزالی کے کلام کا ملخص ہے۔
امام سُبکی نے اس کی احسن وابین توجیح کی کہ اجساد سے بیشتر ارواح کو تخلیق کیا تو سے اپنے روح شریفہ یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ کیا۔ جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ یا جن کو اس نے ان پر مطلع کیا۔ پھر حق تعالیٰ نے ہر حقیقت کو جو چاہا اور جس وقت ارادہ عطا کیا تو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا التسلیم کو بوقت تخلیق آدم وصف رسالت وختم نبوت سے متصف کیا یعنی حقیقت محمدیہ علی صاحبہا التسلیم کی تخلیق کے ساتھ ہی وصف نبوت ورسالت کو موصوف کر دیا۔ تو تخلیق آدم سے پہلے ہی آپ نبی تھے۔ اور ان کی تخلیق سے بیشتر ہی عرش پر آپ کا اسم گرامی لکھا تاکہ فرشتوں پر آپ کی بزرگی وعظمت ظاہر ہو جائے۔ تو حقیقت محمدیہ اس وقت موجود تھی۔ اگرچہ وجود عنصری متاخر ہے تو آپ کے تمام کمالات واوصاف محمودہ، حکمت نبوت ورسالت پہلے ہی سے آپ میں موجود تھے۔ اور ان کا اظہار بعد میں ہوا۔

چنانچہ یہی حقیقت ہی اصلاب مقدسہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتی رہی تا آنکہ سیدہ آمنہ سے ظہور قدسی ہوا۔

ایک غلط تفسیر

بعض علماً نے غلط تفسیر کی کہ یہ علم الٰہی میں نبی تھا۔ علم الٰہی میں نبی ہونے کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تخصیص نہیں بلکہ جملہ انبیأ علیہم السلام اپنی تخلیق سے قبل علم الٰہی نبی تھے۔

ابن سعد نے شعبی سے نقل کیا۔

مَتٰی اِسْتَنْبَئْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ حِیْنَ اَخَذَ مِنِّی الْمِیْثَاقَ۔	ترجمہ: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کب نبی بنے تو فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے مابین تھے جب مجھ سے عہد لیا۔

یہ اس پر دال ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی صلب سے نکال کر دیوار پر مٹی کی صورت میں دکھائی گئی تو اس وقت آپ کو نبوت عطا کی گئی اور آپ سے میثاق لیا گیا۔ پھر صلب میں واپس لوٹے اپنے وقت پر ظہور رہوا۔ لہٰذا آپ خلقت کے اعتبار سے اوّل انبیأ ہیں آدم علیہ السلام کو بنایا تو پہلے ان کے جسد میں روح نہ تھی۔ بعد میں القأ کی گئی حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ تھے اور نبی تھے۔ اور میثاق لیا گیا۔

یہ اس روایت کے منافی نہیں جس میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے جسد میں روح ڈالنے کے بعد ان کی صلب سے ان کی ذریت نکالی گئی کہ یہ استخراج اول طرف آپ کے ساتھ مخصوص ہو دیگر ذریت کا استخراج میں رہا ہو۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت۔

اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ[1]	ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کر جب اللہ تعالیٰ نے انبیأ سے عہد لیا۔

---

[1] پارہ ۳، سورۂ آل عمران آیت ۸۱۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد لیا کہ اگر ان کی زندگی اور زمانۂ نبوت و رسالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہور پذیر ہوں۔ تو ان پر ایمان لا کر ان کی مدد کرنا۔ اور ہر نبی نے اپنی اپنی اُمت سے یہ عہد لیا۔

تاج الدین سُبکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر بالفرض ان کی زندگی میں آپ تشریف لائیں تو ان کی طرف مُرسل ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت و رسالت تمام مخلوق کو آدم علیہ السلام تا قیامت کے لیے عام ہے انبیاء و رسل اور دیگر تمام مخلوق آپ کی اُمت ہیں جس کا اظہار شبِ معراج نماز پڑھنے اور بروز حشر آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونے سے ہو رہا ہے اور اسی کی طرف ان احادیث میں اشارہ ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ اس سے کُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ کا مطلب بھی ظاہر ہو گیا۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ مِنْ نُوْرِهٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرَ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَّلَا قَلَمٌ (الحدیث بطولہٖ)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پیشتر نورِ محمد کو اپنے نور سے پیدا کیا پس وہ نور اس کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا گھومتا رہا اور اس وقت لوح و قلم کچھ نہ تھا۔

اس میں اختلاف تھا کہ نورِ محمدی کے بعد کس چیز کو پیدا کیا۔ کچھ علماء نے کہا عرش چونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالے نے مخلوق کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پیشتر مخلوق کی تقادیر کو پیدا کیا۔ اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ دوسرا قول ہے کہ پہلے قلم کو پیدا کیا جیسا کہ حدیث میں ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ۔

ترجمہ: سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے قلم کی تخلیق کی۔

قَالَ لَہٗ اُکْتُبْ قَالَ رَبِّ مَا اَکْتُبُ قَالَ اُکْتُبْ مَقَادِیْرَ کُلِّ شَیْءٍ ۔

ترجمہ: قلم سے کہا لکھ اس نے کہا کہ میرے رب کیا لکھوں تو فرمایا ہر شی کی تقدیر لکھ۔

لیکن مرفوع حدیث میں ہے کہ پانی کو عرش سے پہلے بنایا۔

ان روایات میں باہمی مطابقت کہ حقیقتاً سب سے پہلے نورِ محمدی کی تخلیق ہوئی۔ پھر پانی پر عرش پھر قلم یہ سب اشیا قلم کی تخلیق سے قبل موجود تھیں۔ تو ایک روایت کے مطابق فرمایا۔ مَاکَانَ جو کچھ ہو چکا ہے۔ پانی، عرش، قلم میں اولیۃ اضافیہ یعنی بعد کی اشیا کی نسبت سے اوّل کہا گیا۔

مروی ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی نورِ محمدی ان کی صلب میں رکھا جس سے ان کی جبین مبارک تاباں و درخشاں ہو گئی۔ بوقت وصال اپنے فرزند جلیل اور وصی کو اس نور کی حفاظت کی وصیت کی، اور جناب شیث علیہ السلام نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اپنے فرزند کو اس نورِ محمدی اصلاب وارحام طاہرات میں رکھنے اور منتقل کرنے کی وصیت کی۔ چنانچہ یہ وصیت بالترتیب سلسلہ وار حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی اور نور پاک سفاح جاہلیت سے محفوظ رہا جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے بالتفصیل اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

پھر جناب عبدالمطلب نے اپنے لخت جگر سیدنا عبداللہ کا سیدہ آمنہ جو کہ تمام مستورات قریش سے افضل تھیں عقد کیا۔ ان کی شب باشی سے وہ نور مقدس صدف رحم سیدہ میں منتقل ہوا استقرار حمل و وقت ولادت خوارق عادات کا ظہور ہوا۔ جن سے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت ملتی ہے۔

اگر لوگ جو استقرار حمل، ولادت اور رضاعت سے متعلق روایات ذکر کرتے ہیں ان میں زیادہ تر ضعیف اور موضوع ہے اور صحیح روایات قلیل ہیں جیسا کہ حدیث صحیح ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور یہ سیدہ آمنہ کی خصوصیت ہے کیونکہ

زمین پر تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ ایسے ہی یہ بھی حدیث صحیح ہے۔ کہ آپ کی جائے ولادت حرمین کے بعد افضل ترین جگہ ہے اور یہ پہلا مقام ہے جہاں آپ کا ملک کا ظہور ہوا۔

یہ روایت کہ آپ کا مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہونا کہ بے شک ضیاء مختارہ اور اشرف میں ہے کو صحیح کہا اور حاکم نے کہا اس پر متواتر احادیث ہیں لیکن ذہبی نے اس پر تعاقب کیا کہا کہ متواتر کے کجا میں تو اس کی صحت کو ہی نہیں جانتا۔ زین عراقی کے اقرار سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ مختون والی احادیث ضعیف ہیں۔

سنِ ولادت

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سن ولادت میں اختلاف ہے اکثر نے عام الفیل بتایا اور بعض نے کہا کہ اس پر اتفاق ہے۔ اور مشہور ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ بعض نے چالیس اور بعض نے بیس برس بعد بتائی ہے۔

ماہِ ولادت

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی دو تاریخ تھی بعض نے آٹھ کہا کثیر نے اس کو اختیار کیا ہے اکثر محدثین کا بھی یہی قول ہے بعض نے دس اور بارہ جو کہ مشہور ترین ہے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

آپ ماہ ربیع الاول اور پیر کے دن کیوں تشریف لائے۔

خالق کائنات جل مجدہٗ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان، محرم کے بجائے ربیع الاول میں جمعہ کی جگہ پیر کے دن پیدا کر کے یہ بتا دیا کہ زماں و مکاں کی خوبیاں و بزرگیاں آپ سے وابستہ ہیں نہ یہ کہ کسی جگہ یا کسی وقت کی خوبی سے آپ کو عظمت ملی بلکہ جس وقت اور جس مکان میں تشریف لائے وہ سب زمان و مکان سے بڑھ کر بابرکت ہو گیا۔

اصح بلکہ صواب یہ ہے کہ پیر کے دن جلوہ افروز ہوئے چنانچہ مسلم کی حدیث ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کو پیدا ہوئے یہ حدیث اس پر تصریح ہے کہ دن کو ہی دنیا میں تشریف لائے یعنی فجر کے بعد جیسا کہ ضعیف حدیث میں مذکور ہے۔

اسی لیے علامہ بدر زرکشی نے کہا صحیح یہ ہے کہ آپ دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔
ابن دحیہ کا یہ کہنا کہ آپ کی ولادت کے وقت ستاروں کا گرنا۔ والی احادیث ضعیف ہیں درست نہیں کیونکہ سقوط نجوم خارق عادت ہے تو جس طرح ستارے خرق عادت رات کو گر سکتے ہیں اسی طرح دن کو بھی خرق عادت گر سکتے ہیں تو اس روز و شب میں کوئی فرق نہیں۔

مدت استقرار حمل

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے استقرار حمل کی مدت نو ماہ یا دس یا آٹھ یا سات یا چھ ماہ مختلف اقوال کے مطابق ہے۔ آپ کی ولادت صحیح بلکہ صواب یہ ہے کہ مکہ شہر میں ہوئی اور مشہور تر بھی یہی قول ہے عسفان ردم اور شعب کے بھی قول ہیں۔ اور حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔

آپ کے والد ماجد کا انتقال

مشہور ہے کہ آپ کی ولادت سے بیشتر ہی آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ اور مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال بنی نجار میں مدفون ہوئے بعض نے کہا کہ ان کا انتقال آپ کی شیر خوارگی کی حالت میں ہوا۔

والدہ ماجدہ کا مدفن

آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال بھی مدینہ منورہ کے قرب جوار میں ہوا اور مقام ابوا میں مدفون ہوئیں بعض نے جو لکھا ہے اس پر ان کے احیا والی حدیث دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن موضوع نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے جب کہ بعض متاخرین حفاظ حدیث نے اسے صحیح قرار دیا۔

والدہ محترمہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر شریف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مادر محترم کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر چار برس پانچ، چھ، سات، نو، بارہ ماہ یا دس دن تھی مختلف اقوال ہیں۔

آپ کی کفالت

حضرت عبدالمطلب نے آٹھ، نو، دس، یا چھ سال تک کفالت و

پرورش کی۔ پھران کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے شفیق عم محترم جناب ابو طالب نے پرورش کا ذمہ لیا آپ بارہ برس کے تھے جب آپ باصرار خود اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ بغرض تجارت شام کا سفر کیا بصریٰ میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ کے دستِ اقدس کو پکڑ کر کہا۔

هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔ ترجمہ: یہ سید العالمین ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

یہ اس نے اس طرح استدلال کیا کہ جب قافلہ بلند مقام پر چڑھا تو :۔

لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَّلَا حَجَرٌ اِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَّ لَا تَسْجُدُ اِلَّا لِلنَّبِيِّ۔ ترجمہ: جس درخت اور پتھر سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا شجر و حجر صرف نبی ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ ختمِ نبوت دیکھ کر ابو طالب سے کہنے لگا ان کو واپس لے جائیے مجھے خطرہ ہے کہ یہود اسے کوئی گزند پہنچائیں۔ا سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابر آپ پر سایہ کرتا جاتا تھا۔

سیدہ خدیجہ کے مال سے تجارت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پچیس برس کے ہوئے تو آپ کی دیانت وامانت داری کو دیکھ کر حضرت خدیجہ جو کہ مکہ کی مالدار خاتون تھیں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ مال دے کر شام روانہ کیا اس بار تجارت میں بہت زیادہ نفع ہوا۔ واپس آکر حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ نے آپ کی دیانتداری کی بہت توصیف کی تو تین ماہ بعد حضرت خدیجہ نے آپ کو پیغام نکاح دیا۔ اور اس طرح چالیس برس کی خاتون حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی ہوئی۔

تعمیر کعبہ کا واقعہ

آپ کی عمر پینتیس برس کی ہوگی جب سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ تو کعبہ شریف شہید کر کے قریش نے تعمیر کیا جب حجر اسود لگانے کا وقت آیا تو قریش میں شدید اختلاف ہوگیا۔

ہر قبیلے کا سردار کہتا تھا کہ میں اسے اپنے ہاتھ سے نصب کروں گا۔ قریب تھا قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا تو آپ کے انتہائی دانش مندانہ فیصلے سے سب خوش ہو گئے ہر قبیلے کے سردار سے مل کر حجر اسود کو نصب کیا۔

بعثت جب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس برس ہوئی چالیس دن یا دو ماہ سے زائد ہوئی بروز دوشنبہ ماہ رمضان المبارک میں آپ کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا۔ بعض ربیع الاوّل کا مہینہ لکھا ہے بعثت کے بعد تیئیس برس مکہ اور دس برس مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ (ابن حجر کا کلام ختم ہوا) اس کلام میں کچھ حصہ ابن حجر کے شرح ہمزیہ میں مذکور ہو چکا ہے لیکن اتمام فائدہ کے لیے اختصار کے ساتھ اسی طرح دوبارہ نقل کیا ہے اسی طرح درج ذیل کلام بھی دوبارہ منقول ہوا ہے۔ شمائل ترمذی باب ما جاء فی تعطر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرح میں ابن حجر کے جواہرات۔

آپ کے پسینہ مبارک اور جسم مقدس سے خوشبو

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خوشبو ایسی تھی کہ کسی قسم کی خوشبو استعمال کئے بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہر ایک خوشبو خواہ مشک ہو یا عنبر سونگھی ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئے اطہر سے زیادہ کوئی نہ تھی اس کو امام بخاری نے لفظ مسکۃ ولا عنبرۃ (کستوری اور نہ عنبر) سے روایت کیا۔ نیز امام احمد نے بھی روایت کیا۔ مصنف نے باب الخلق میں لفظ۔

مِسْكًا وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	ترجمہ: مشک اور عطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبو نہ سونگھی۔

طبرانی نے روایت کیا کہ عتبہ کی زوجیت میں چار عورتیں تھیں ان میں سے ہر ایک کوشش کرتی کہ خوب سے خوب تر خوشبو استعمال کرتی لیکن کسی کی خوشبو عتبہ کی خوشبو

تک نہ پہنچتی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کے جسم پر پت کے دانے نکل آئے تھے جن کی وجہ سارے جسم پر آگ کی چنگاریاں سی لگی رہتیں۔ تو آپ نے ان کے پشت اور شکم پر دستِ رحمت پھیرا اس وقت سے یہ خوشبو پیدا ہو گئی تھی۔

طبرانی اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی اس کے شوہر کے ہاں بھیجنے کے لیے خوشبو کی جستجو کی تھی۔ مگر نہ مل سکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گذاشت کی لیکن خوشبو نہ تھی تو آپ نے ایک شیشی طلب فرمائی اور اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اس شیشی میں بھر دیا اور فرمایا جاکر اسے اپنی بیٹی کے جسم پر مل دو جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ اس کی خوشبو۔ سے مہک گیا تھا اور اس گھر کا نام "بیت المطیبین" رکھ دیا۔

دارمی، بیہقی اور ابو نعیم سے روایت ہے کہ اگر کوئی صحابی درِ اقدس پر حاضر ہوتا۔ اور آپ کو کاشانۂ اقدس میں نہ پاتا تو وہ راہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگھتے جو آپ کی گزرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیل جاتی تھی۔ اور صحابہ اس خوشبو سے معلوم کر لیتے کہ حضور علیہ السلام اس راہ سے گزرے ہیں۔ اور جس حجر سے آپ کا گذر ہوتا وہ آپ کو سجدہ کرتا۔

ابو یعلیٰ اور بزاز نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ آپ کا جس راستہ سے بھی گزر ہوتا صحابہ کرام محسوس کر لیتے کہ آپ کا یہاں سے گزر ہوا ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمِ انس (انس کی والدہ) کے گھر تشریف لائے اور دوپہر کے وقت قیلولہ فرمایا۔ چونکہ حضور کو خواب میں بہت پسینہ آیا کرتا تھا تو حضرت انس کی والدہ نے شیشی لے کر آپ کا پسینہ مبارک اس میں جمع کرنا شروع کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ فرمایا اے ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کا پسینہ مبارک جمع کر رہی ہوں۔ تاکہ بطورِ خوشبو اسے استعمال کروں۔ کیونکہ یہ سب سے زیادہ خوشبودار ہے۔

اس کے بعد ابن حجر نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جو آپ کے فضلات کی طہارت پر

دلالت کرتی ہے اور ان کے آخر میں ذکر کیا کہ اس سے ہمارے آئمہ شافعہ وغیرہ کی جماعت نے طہارتِ فضلات پر استدلال کیا ہے اور یہی مختار مذہب ہے ان کی موافقت میں آئمہ متاخرین نے ادلہ کثیرہ ذکر کیے اور کہا کہ یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کے شکم اطہر کو شق کر کے غسل دیا گیا تھا جس کی وجہ سے فضلات طاہر ہیں۔

ابن ہالہ کی حدیث کی تشریح میں ابن حجر کے جواہرات۔

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهُ فَصْلٌ وَلَا فُضُولَ وَلَا تَقْصِيْرَ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جوامع الکلم کے ساتھ گفتگو فرماتے آپ کا کلام جدا جدا اور مفصل ہوتا نہ الفاظ زائد ہوتے اور نہ اتنے مختصر کہ کلام میں ابہام واشتباہ پیدا ہو جائے۔

یعنی آپ کا کلام حق و باطل کو بیان کرنے والا ہوتا جس میں ضرورت سے زائد اور نہ مقصود سے کم کوئی لفظ ہوتا بلکہ مقتضائے حال کے عین مطابق ہوا طناب اور مساوات میں جو کہ ایک فصیح و بلیغ کی شان اور فصاحت و بلاغت میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔

علماء نے اپنی وسعت و طاقت کے اعتبار سے بعض ایسے کلمات جمع فرمائے ہیں۔ جو آپ سے پیشتر کسی نے جمع نہیں کیے چنانچہ چند ایک درج بطور نمونہ کلمات پیش کیے جاتے ہیں۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

ترجمہ: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَ اَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ: اسلام لا سلامتی میں رہے گا اور لوگوں کو سلامتی میں رکھ اللہ تعالیٰ دوگنا اجر دے گا۔

اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ۔

ترجمہ: نیک اور خوش بخت وہ جو غیر

سے نصیحت حاصل کرے۔

لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ۔ (رواہ احمد) ترجمہ: سننا دیکھنے کے مساوی نہیں ہے۔

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ۔ (رواہ العقیل) ترجمہ: محافل کی باتیں امانت ہوتی ہیں۔

اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ۔ (رواہ جماعت) ترجمہ: گفتگو سے مصائب پیدا ہوتے ہیں۔

ابن جوزی نے اسے موضوع نہیں کہا۔

اَیُّ دَاءٍ اَدْوَىٰ مِنَ الْبُخْلِ۔ (رواہ البخاری) ترجمہ: بخل سے بڑی کوئی بیماری نہیں۔

لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ۔ ایے لا يَقَعُ فِيهَا نِزَاعٌ۔ ترجمہ: اس میں جھگڑا نہیں ہوتا۔

اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ۔ ترجمہ: حیا کامل بھلائی ہے۔

اَلْخَيْلُ نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ۔ ترجمہ: گھوڑا اس کی پیشانی بھلائی ہے۔

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ ترجمہ: بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے محرومی۔

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ۔ ترجمہ: جنگ دھوکا دہی ہے۔

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (متفق علیہ) ترجمہ: جوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے طاقت ور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے پر کنٹرول کرے۔

يَا خَيْلَ اللّٰهِ ارْكَبِي۔ (رواہ جماعت) ترجمہ: اے اللہ کے گھوڑو (شاہسوار) سوار ہو۔

كُلُّ الصَّيْدِ فِي جَوْفِ الْفَرَاءِ وَهُوَ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ۔ ترجمہ: ہر شکار نیل گائے کے پیٹ میں ہے اور وہ کھلا چھوڑا ہے۔

الفرا دفا کے فتح سے بمعنی نیل گائے۔

اِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ اَلْمَرْاَةُ الْحَسْنَاءُ فِي الْمَنْبَتِ السُّوْءِ۔ (رواہ الجماعۃ) ترجمہ: حسین عورتوں کی شر سے بچو۔

لَا یَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِہٖ۔ ترجمہ: زیادتی کرنے والا اپنے ہی نفس پر زیادتی کرتا ہے۔ (رواہ احمد)

اِسْتَعِیْنُوْا عَلَی الْحَاجَاتِ بِالْکِتْمَانِ فَاِنَّ کُلَّ ذِیْ نِعْمَۃٍ مَحْسُوْدٌ۔ ترجمہ: اپنی ضروریات کو مخفی رکھو کیونکہ ہر صاحب نعمت پر حسد کیا جاتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ ترجمہ: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ اس مشورہ کا امین ہے۔

اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ۔ (طبرانی) ترجمہ: گناہوں پر افسوس توبہ ہے۔

اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔ (عسکری) ترجمہ: نیکی پر رہنمائی کرنے والے نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔

حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ۔ (ابوداؤد) ترجمہ: کسی کی محبت تجھے بہرہ اور گونگا بنا دیتی ہے۔

لَا تَرْفَعْ عَصَاکَ عَنْ اَھْلِکَ اَدَبًا۔ (رواہ احمد) ترجمہ: ادب کے لیے لاٹھی اپنی اہل سے نہ اٹھاؤ۔

مَنْ اَبْطَأَ عَمَلُہٗ لَمْ یُسْرِعْ بِہٖ نَسَبُہٗ۔ (مسلم) ترجمہ: عمل کی کمی نسب وحسب سے پوری نہ ہوگی۔

زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ (طبرانی) ترجمہ: زیارت کرناغہ کے ساتھ محبت میں اضافہ کر۔

اِنَّکُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِاَمْوَالِکُمْ فَاسْعَوْھُمْ بِاَخْلَاقِکُمْ۔ (رواہ ابویعلی والبزار) ترجمہ: بے شک اپنا مال لوگوں پر خرچ نہیں کر سکتے تو اپنے حسن اخلاق سے ان سے معاملہ کرو۔

مَنْ شَادَّ ھٰذَا الدِّیْنَ غَلَبَہٗ۔ (رواہ العسکری) ترجمہ: جو اس دین سے محبت کرتا ہے اس پر غالب آجائے گا۔

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ ترجمہ: مالدار وہ ہے جو اپنے نفس پر

لَمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ	غالب ہوا اور قبر اور حشر کے لیے اعمال
مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی	کیے تنگ دست وہ ہے جس کی خواہشات
عَلَی اللّٰہِ الْاَمَانِیَّ -	اس کے نفس پر غالب ہوئیں اللہ تعالیٰ
	سے اُمیدیں وابستہ رکھتا ہے۔

حاکم نے اسے صحیح کہا اور اس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ اس کی سند میں انتہائی کمزوری ہے۔

اَلشِّتَاءُ رَبِیْعُ الْمُؤْمِنِ قَصُرَ	ترجمہ: موسم سرما مومن کی بہار ہے
نَہَارُہٗ فَصَامَہٗ وَطَالَ لَیْلُہٗ	کہ اس کے دن چھوٹے ہیں کہ وہ روزے
فَقَامَ - (بیہقی)	رکھتا ہے اور راتیں طویل ہیں تو وہ اس
	میں قیام کرتا ہے۔
اَلْقَنَاعَۃُ مَالٌ لَا یَنْفَدُ وَکَنْزٌ	ترجمہ: قناعت نہ ختم ہونے والا مال
لَا یَفْنٰی - (طبرانی)	اور فنا نہ ہونے والا خزانہ ہے۔
اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَۃِ نِصْفُ	ترجمہ: اخراجات میں میانہ روی نصف
الْمَعِیْشَۃِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ	معیشت ہے لوگوں سے محبت نصف
وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ	(دانشمندی) عقل اور عمدہ سوال نصف علم ہے۔

بیہقی نے اسے ضعیف کہا لیکن اس کے شواہد ہیں۔

اَلْاِقْتِصَادُ نِصْفُ الْعَیْشِ وَالتَّوَدُّدُ	ترجمہ: میانہ روی نصف زندگی لوگوں
لِلنَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ	سے محبت نصف عقل اور اچھا اخلاق
نِصْفُ الدِّیْنِ - (طبرانی)	نصف دین ہے۔
اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَالرِّفْقُ	ترجمہ: سوال نصف علم، نرمی نصف
نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ وَمَا عَالَ امْرُؤٌ	معیشت، جس نے میانہ روی سے
فِی اقْتِصَادٍ (عسکری)	تجاوز کیا وہ تنگدست ہوا۔
لَا عَقْلَ کَالتَّدْبِیْرِ وَلَا وَرَعَ	ترجمہ: تدبیر جیسی عقل نہیں۔ روکنے

كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ۔ جیسی پرہیزگاری اور حسنِ اخلاق جیسا حسب و نسب نہیں۔ (ابن حبان)

اَلتَّدْبِيْرُ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ وَالْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ وَقِلَّةُ الْعِيَالِ اَحَدُ الْيَسَارَيْنِ۔ ترجمہ: تدبیر نصف معیشت محبت و دوستی نصف دانائی، غم نصف بڑھاپہ اور اولاد کی قلت دو خوشحالیوں میں سے ایک ہے۔

اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ۔ ترجمہ: جس نے تیرے پاس امانت رکھی وہ امانت اسی طرح واپس کر اور جو تیری خیانت کرے تو اس کی خیانت نہ کر۔

یہ حسن حدیث ہے اگرچہ اس میں ایک جماعت نے اختلاف و نزاع کیا بلکہ امام احمد نے اسے باطل کہا۔

اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيَاطِيْنِ۔ ترجمہ: عورتیں شیاطین کی رسیاں ہیں۔

حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الْاِيْمَانِ (دیلمی) (حاکم) ترجمہ: حسنِ عہد ایمان کا حصہ ہے۔

(حاکم نے اسے صحیح کہا۔)

جَمَالُ الْمَرْءِ فَصَاحَةُ لِسَانِهٖ۔ ترجمہ: آدمی کی زینت اس کی زبان کی فصاحت ہے۔ (رواہ جماعت)

مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْيَا۔ ترجمہ: دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب۔

(دوسرے طرق کے ساتھ حسن ہے)

لَا فَقْرَ اَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ وَلَا مَالَ اَعَزُّ مِنَ الْعَقْلِ وَلَا وَحْشَةَ اَشَدُّ مِنَ الْعُجْبِ۔ ترجمہ: غربت جہالت سے بری نہیں اور نہ مال دانائی سے زیادہ عزیز اور نہ وحشت فخر و غرور سے بری ہے۔

اَلذَّنْبُ لَا یُنْسٰی وَالْبِرُّ لَا یَبْلٰی وَالدَّیَّانُ لَا یَمُوْتُ فَکُنْ کَیْفَ شِئْتَ ۔ (دیلمی)	ترجمہ: گناہ بھلایا نہیں جائے گا اور نیکی ختم نہیں ہو گی ۔ اور رب تعالیٰ پر فنا نہیں جیسے تیری مرضی ہے زندگی بسر کر۔
مَا جُمِعَ شَیْئٌ اِلٰی شَیْئٍ اَحْسَنَ مِنْ حِلْمٍ اِلٰی عِلْمٍ ۔ (عسکری)	ترجمہ: علم کے ساتھ حلم سے بڑھ کر دو چیزوں کی اجتماعی حالت حسین نہیں۔
اَفْضَلُ الْاِیْمَانِ اَلتَّحَبُّبُ اِلَی النَّاسِ ۔	ترجمہ: افضل ایمان لوگوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔
ثَلَاثٌ مَنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْهِ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَا مِنَ اللّٰهِ حِلْمٌ یَرُدُّ بِهٖ جَهْلَ الْجَاهِلِ وَحُسْنُ خُلُقٍ یَعِیْشُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَوَرَعٌ یَحْجِزُ عَنْ مَعَاصِی اللّٰهِ تَعَالٰی ۔ (عسکری)	ترجمہ: جس شخص میں تین چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں اس کا میرے اور اللہ سے کوئی تعلق نہیں ۔ ایک حلم (بردباری) جس سے جاہل کی جہالت دُور کی جا سکے ۔ دوسرا حسن خلق جس سے لوگوں میں اچھی زندگی بسر کر سکے ۔ تیسرا تقویٰ جو اللہ کی نافرمانی سے بچائے۔
کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَعُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ (بیہقی)	ترجمہ: دنیا میں مثل مسافر یا راہ چلنے والے کی مانند رہو ۔ اور خود کو صاحب قبر شمار کر۔
صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِیْ مَصَارِعَ السُّوْءِ وَصَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ (صح)	ترجمہ: نیکیوں کے کام بُرائی کے استوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور مخفیہ صدقہ دینا غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔
مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا	ترجمہ: صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور نہ غلام (ملازم) کو معاف کرنے

عُنِيَ وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (مسلم) — سے فرق پڑتا ہے مگر دونوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے لیے انکساری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے۔

اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ وَعْدٌ صَادِقٌ يَحْكُمُ فِيْهَا مَلِكٌ عَادِلٌ قَادِرٌ يُحِقُّ فِيْهَا الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ فَكُوْنُوْا اَبْنَاءَ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا اَبْنَاءَ الدُّنْيَا فَاِنَّ كُلَّ اُمٍّ يَتْبَعُهَا وَلَدُهَا۔ (ابونعیم) — ترجمہ: تحقیق دنیا ایک حاضر سامان ہے جس سے نیک و فاسق دونوں کھاتے ہیں۔ اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے۔ جس میں منصف قدرت والا بادشاہ فیصلے کرے گا۔ احقاق حق اور ابطال باطل کرے گا۔ تم آخرت والے بنو۔ اور دنیا دار نہ بنو۔ بے شک ہر بچہ اپنی ماں کی اتباع کرتا ہے۔

اَلْيَمِيْنُ حِنْثٌ اَوْ نَدَمٌ۔ (ابویعلیٰ) — ترجمہ: قسم (ٹوٹنے پر) حانث ہوتا یا (نہ توڑنے پر) ندامت ہوتی ہے۔

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ۔ (ترمذی) — ترجمہ: اپنے بھائی کو شرمسار نہ کر اسے معاف کر دے گا اور تیری گرفت فرمائے گا۔

مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَبَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔ (بخاری) — ترجمہ: جو مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آپ کے جوامع الکلم میں سے چار احادیث ایسی ہیں جن میں شریعت کے مختلف احکام کو جمع کر دیا۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ — ترجمہ: تحقیق اعمال کا دارومدار نیتوں

اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ۔ ترجمہ: شہادت مدعی کے ذمہ اور قسم مدعی علیہ پر ہے۔

لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (بخاری ومسلم) ترجمہ: آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ۔ (مسلم) ترجمہ: حلال (اشیاء) بیان شدہ ہیں اور حرام (اشیاء) بھی واضح ہیں۔

شمائل ترمذی باب ما جاء فی عیش رسول اللہ کی شرح سے ابن حجر کے جواہرات۔

ایسے کلمہ کا آپ پر اطلاق جائز نہیں جو لوگوں میں اوصافِ ضعف میں شمار ہوتا ہو

حلیمی سے شعب الایمان میں مذکور ہے کہ آپ کی تعظیم میں سے ہے۔ کہ ایسے کسی اوصاف سے آپ کو متصف نہ کیا جائے جو لوگوں میں اوصافِ ضعف وکمزوری میں شمار ہوتی ہو۔ لہٰذا آپ کو فقیر کہنا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض نے کہا، آپ پر زہد کا اطلاق جائز نہیں۔

محمد بن واسع سے کہا گیا کہ فلاں زاہد ہے تو اس نے کہا دنیا تنگ نہیں ہوتی، جب تک اسے نہ چھوڑے۔

سبکی نے شفا سے نقل کیا کہ فقہائے اندلس نے فتویٰ دیا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ادنیٰ سی خست کرے۔ ان کا یتیم نامی شخص سے مناظرہ ہوا وہ کہتا تھا کہ آپ کا فقر قصداً نہیں تھا اگر ان کے پاس طیبات ہوتیں تو ضرور تناول کرتے تو علمائے اندلس نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

علامہ بدر زرکشی نے بعض علمائے متاخرین سے نقل کیا ہے کہ آپ نہ مال کی وجہ سے فقیر تھے اور حالت فقر میں کوئی حالت فقیرانہ تھی۔ بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ

غنی باللہ تھے۔ دنیا سے اتنا ہی لیتے جو اپنے اور عیال کی کفالت کر سکتا تھا۔ اور دعا فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا۔ ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھنا۔

تو اس سے استکانت قلب مراد ہے مسکنت شرعی جو اس کے خلاف نظریہ رکھتا تھا اس کا بہت سخت انکار کرتے۔

شرح ترمذی باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح سے

ابن حجر کے جواہرات۔

آپ کی تواضع انسان تواضع جو تذلل وخشوع کا نام ہے کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ اس کا قلب مشاہدہ کے نور سے منور نہ ہو۔ جس کی وجہ نفس کو تہذیب سکھاتا ہے۔ تکبر وغرور کے کھوٹ سے محفوظ رہتا ہے۔ اور حق وخلق کے لیے مطمئن ہو جاتا ہے۔ ان کے آثار کے محو ہونے، ان کے ہمکر رکنے کا سکون حقوق کے نسیان اور قدر ومرتبہ کے لحاظ سے صرف نظر کے ساتھ جب ان کا وافر حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے تو سب لوگوں سے زیادہ متواضع ہیں۔ اس پر یہی شہادت ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہنشاہ نبی اور عبد نبی ہونے کا اختیار دیا تو آپ نے نبی عبد ہونے کو پسند کیا۔

چنانچہ زندگی بھر آپ نے تکیہ لگا کر کبھی کوئی چیز نہ کھائی۔ اور نہ آپ نے کسی خادم کو ناموافق کام کرنے پر اُف کہا اور نہ غلام یا کسی کنیز کو مارا۔ یہ ایسی چیز ہے جو طاقت بشری سے مافوق ہے۔ البتہ اگر تائید الٰہی حاصل ہو۔

مسلم شریف میں ہے۔

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ: مخلوق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مہربان میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ گھر میں آپ کیسے تھے تو آپ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ نرم فرخندہ

پیشانی تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب کی طرف پاؤں دراز نہ کیے۔

ام المومنین سے ہی مروی ہے کہ آپ کے اخلاق حسنہ کا کوئی شخص ہمسر نہیں۔ جب بھی کسی صحابی نے آپ کو پکارا تو آپ نے لبیک ہی فرمایا۔ دراز گوش ہوتے تو اپنا ردیف بنا لیتے۔

ابو داؤد میں ہے حضرت قیس بن سعد آپ کا ہمسفر ہوتا تھا اور دراز گوش ان کے والد کا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تو انہوں نے اعراض کیا تو فرمایا سوار ہو جا ورنہ واپس چلا جا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے آگے سوار ہو جا کیونکہ مالک سواری کے آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔

محب طبری کی مختصر سیرت میں ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ کے ساتھ قبا تک تشریف لے جانا تھا۔ تو آپ دراز گوش کی ننگی پشت پر سوار ہوئے اور ابو ہریرہ سے فرمایا، آپ بھی سوار ہوں گے۔ اس نے کہا حضور جیسے آپ کی مرضی۔ تو آپ نے فرمایا پیچھے بیٹھ جائیے تو وہ بیٹھنے کے لیے اچھلے لیکن بیٹھ نہ سکے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچا۔ تو دونوں گر گئے دوبارہ آپ سوار ہوئے اور ابو ہریرہ کو سوار کرانا چاہا تو پھر دونوں گر گئے۔ تیسری بار آپ سوار ہوئے اور فرمایا سوار ہونے کی کوشش کرو تو عرض کیا یا رسول صلے اللہ علیہ وسلم نبی کو تیسری بار نہیں گراؤں گا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ سفر میں تھے تو اصحاب سے بکری ذبح کر کے گوشت پکانے کے متعلق مشورہ کیا اور اپنا اپنا کام کرنے کو کہا کہ کون کیا کرے گا۔ تو ایک صحابی نے کہا میں بکری ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں کھال اتاروں گا۔ تیسرے نے کہا میں پکاؤں گا۔ تو آپ نے فرمایا میں لکڑیاں جمع کر کے لاؤں گا۔ تو اصحاب نے عرض کیا ہم سب کام کر لیں گے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کام کر لیں گے۔ لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم میں ایک ممتاز حیثیت رکھوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کو ناپسند کرتا ہے۔ جو اپنے

دوست واحباب میں امتیازی حیثیت رکھے۔ ابن عساکر نے اس کو مختصر روایت کیا۔
سیرت طبری میں یہ بھی لکھا ہے ایک دفعہ حضور علیہ السلام کا دامان طواف تسمہ ٹوٹ گیا۔ ایک صحابی نے عرض کیا مجھے دیجیے میں درست کر دوں تو آپ نے فرمایا یہ خود پسندی اور خود غرضی ہے جسے میں پسند نہیں کرتا۔ اثرۃ فا کے فتح سے جس کا معنی خود غرضی ہے۔
شفا شریف میں ہے جب نجاشی کا وفد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا تو آپ نے خود ان کی مہمان نوازی اور خاطر تواضع کی۔ اصحاب نے عرض کیا کہ ہم ان کی خدمت کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا وہ ہمارے لیے محترم ہیں تو میں ہی ان کی مکافات کروں گا۔

ابن حجر کا ایک فتویٰ جو ان کی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں مذکور ہے

سوال آپ سے ایسے شخص کے بارے سوال ہوا جس نے کہا کہ فاتحہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف میں زیادتی ہوتی ہے تو ایک اہل علم نے کہا ایسی بات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کر کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ مطلب بات ہے۔ کہ کیا ایسا انکار جائز ہے اور تکفیر جائز ہے؟ اگر نہیں تو منکر کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب امام ابن حجر (متع اللہ بحیاتہ) نے جواب دیا کہ یہ انکار جائز نہیں۔ یہ منکر کی کم علمی، سوء حافظہ اور دین اسلام میں رائے زنی کی دلیل ہے۔ ایسا کلام جس میں کفریہ اور غیر کفریہ دونوں شقیں موجود ہوں تو کفر کی تاویل تحکم [illegible] زوری ہے العیاذ باللہ بلا وجہ کسی مسلمان کو کافر کہنے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ ائمہ کرام نے اس اصول کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا اس انکار کی حرام یا کفر دونوں صورتیں حرام یقینی اور کفر مشکوک ہے کہ شرط کفر متحقق نہیں۔ بایں وجہ منکر تعزیر کا مستحق ہے کہ حاکم شریعت مطہرہ کو چاہیئے کہ دین اسلام میں اس نے چونکہ جرأت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی تعزیر میں مبالغہ کرے تاکہ آئندہ کسی شخص کو ایسی جرأت نہ ہو بلکہ ائمہ کرام نے اس کے خلاف تصریح کی ہے۔ بلکہ کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ آپ کے کمالات و مدارج میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور زیادتی مطلوب بھی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :

قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ ترجمہ: کہہ دو اے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

مسلم شریف میں ہے ایسے دعامیں ذکر کیا کرتے تھے نیز دعا مانگتے کہ۔

وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ۔ ترجمہ: اے پروردگار ہر بھلائی کو میری زندگی میں اضافہ فرما۔

لہٰذا فاتحہ وغیرہا سے شرف وفضل میں زیادتی کی طلب حقیقت میں عمل اور کمالات علیا میں ترقی کا سبب ہے اگرچہ مدارج وکمالات اتنا مقام نہایت کو پہنچ چکے ہیں جہاں کسی اور کے کمالات کی رسائی نہیں۔ تو آیت وحدیث سے جو کمالات ومدارج میں زیادتی وترقی ثابت ہو رہی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا آپ کے علم، ثواب اور تمام مراتب ومدارج میں ترقی ہوتی ہے نیز مدارج وکمالات کی کوئی انتہا نہیں بلکہ ہمیشہ ترقی پذیر رہتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت کو خدائے برتر کے علاوہ کوئی جانتا ہی نہیں۔

نیز آپ کے کمالات ترقی کے محتاج نہیں بلکہ اس کے فضل وکرم اور جود ذاتی سے بلا احتیاج اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا مقصد یہ بھی نہیں کہ اس سے پیشتر ان میں نقص تھا اس لیے آپ کا علم تمام کے علوم سے اکمل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں طلب زیادتی کا حکم بھی دیا ہے۔

ہمیں یہ حکم استحبابی ہے کعبہ شریف کو دیکھتے وقت دعا کریں اس دعا میں یہ بھی ہے کہ اے اللہ اس کو زیادتی عطا کر، جس نے اس کی تعظیم وتشریف کی یا حج یا عمرہ کیا الخ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیا کی مانند حج بیت اللہ کیا تو اس میں تمام انبیا شامل ہیں۔ صرف ایک قلیل فرقہ اس کے خلاف ہے۔ انبیا علیہم السلام کا اس دعا میں شمول دلالۃ ظنیہ یا قطعیہ سے ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم السلام کے لیے دعا مانگیں اور یہ امر مستحسن ہے واجب نہیں اور اس کی تائید طبرانی کی حدیث جو حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کردہ سے ہوتی ہے لیکن اس کی سند میں نظر واعتراض ہے۔ آپ علی المرتضیٰ لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف

پڑھنے کا طریقہ وکیفیت کی تعلیم دیتے اور اس میں آپ کے لیے مضاعفات خیر اور عطائے جزیل میں طلب زیادتی کی تصریح موجود ہے۔

یہ دلائل میں نے ذکر کیے ہیں اگرچہ میں نے پہلے کسی کے نہیں دیکھے۔ اس سے شیخ الاسلام صالح بلقینی کا رد ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل ضروری ہے کہ ان سے یہ کہنا چاہیے کہ قرآن وسنت سے اعلیٰ کون سی دلیل ہے میں نے جو ذکر کیا ہے۔ قرآن وحدیث زیادہ شرف کی طلب دُعا پر دلالت کر رہی ہیں۔ شرف کا معنی لغت میں علو مرتبت ومکان ہے ان میں علو علم، خیر اور دیگر مراتب ومدارج کی زیادتی سے ہوتا ہے۔ علم وخیر کی زیادتی کی دعا پچھلے کلام سے ثابت ہو چکی ہے تو ہم طلب زیادت شرف کے ماجور ہیں اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی تردید ہو گئی کہ وہ کہتے ہیں یہ دعا اس زمانے کی اختراع ہے۔ اگر نووی کے کلام کو دیکھا یا یاد ہوتا تو یہ نہ کہتے بلکہ نووی سے قبل اس مسئلہ میں ابو عبداللہ حلیمی جو ہمارے اکابرین سے ہیں اور ان کے صاحب امام بیہقی ہیں سبقت لے گئے اس کا قول آصْلُہٗ فِی السُّنَّۃِ کہ سنت میں اس کی اصل نہیں ان سے بھی یہی گزارش ہے۔ کہ اس کی اصل قرآن وسنت میں موجود ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ شاید ان کا یہ قول پہلے کا ہو جب اس پر مطلع نہیں ہوئے تھے۔ تحقیق ان دونوں اماموں کا نزاع جواز میں نہیں بلکہ اس میں ہے کہ کیا ایسی دلیل ہے جو اس کی طلب پر دلالت کرے جو یہ کیا جائے ورنہ ترک کرنا چاہیئے اور تمہیں اس کی اصل معلوم ہو چکی ہے جو طلب زیادتی شرف پر دلالت کرتی ہے۔

چنانچہ امام نووی جو عامل سُنت تھے اور اتنے پابند سُنت تھے کہ بعد میں اتنا کوئی متبع سنت نہیں ہوا۔ جیسا کہ بعض حفاظ نے اس کی تصریح کی ہے۔ انہوں نے اپنی دو کتابوں منہاج اور روضہ کے خطبوں میں کہا ہے وَزَادَہٗ فَضْلًا وَشَرَفًا لَدَیْہِ۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وشرف میں اضافہ کرے یہ دونوں کُتب علماء کے ہاتھوں تقریباً عرصہ تین سو سال سے متداول ہیں اور کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

شاید دونوں امام اس سے غفلت میں رہے ہوں۔ دوسرے کی اس قول کی بنا پر

کہ یہ دعا اس زمانے کی اختراع ہے اس لیے کہ اگر ان کو امام نووی کا کلام یاد ہوتا تو یہ بات کبھی نہ کہتے اور ان سے قبل امام مجتہد ابو عبداللہ حلیمی اور صاحب بیہقی نے یہی کہا۔ دونوں کی عبارت کو افکار میں بسط سے ذکر کیا ہے۔

اول کی (حلیمی) تصریح میں سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اجر و ثواب دینا اور اولین و آخرین پر مقام محمود سے فضیلت دینا اور تمام مقربین پر برتری دینا اگرچہ خالق کائنات نے پہلے ہی سے آپ کے لیے مخصوص کر دی ہیں لیکن ہر ایک چیز کے مدارج ہوتے ہیں جب آپ پر کوئی امتی صلوۃ بھیجتا ہے اس کی مقبول ہوتی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ و مراتب بڑھ جاتا ہے۔ (یہاں تک اس کا کلام ختم ہوا)

تو اس کلام میں تصریح ہے کہ آپ کے شرف میں طلب زیادہ کرنا ہے۔ صلاۃ (درود شریف) میں داخل ہے۔ جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام نے تصریح کر دی۔

حلیمی کی تصریحات میں سے ایک یہ بھی ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کا معنی سَلَّمَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمَذَامِّ وَالنَّقَائِصِ۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو مذمومات اور نقائص سے محفوظ رکھے اور اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ کا مطلب ہے کہ اے اللہ ان کی دعوت اور امت میں ہر نقص سے سلامتی لکھ دے اور مرور ایام کے ساتھ آپ کی دعوت کو بلند کر اور امت کو زیادہ اور ذکر کو علو کر۔ (انتہیٰ کلام)

مِنَ الْمَذَامِّ وَالنَّقَائِصِ۔ اور مِنْ كُلِّ نَقْصٍ کے قول پر غور و خوض کر کہ اس میں تصریح ہے کہ آپ کے لیے زیادت شرف کی طلب کا ہمیں حکم ہے۔ اور جاہل منکر کے دعویٰ پر اس کے پاس کوئی چیز نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے طلب زیادت کمال مطلق پر نفی پر دال ہے اس میں کوئی قباحت نہیں کہ کمال مطلق صرف اور صرف رب تعالیٰ کے لیے ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ مخلوق میں سے اکمل ہیں۔ لیکن مطلق کمال نہیں پس زیادتی ہو سکتی ہے تو مراتب و زیادت کو اپنے مافوق کی نسبت سے عدم کمال کہہ سکتے ہیں۔

حافظ سخاوی نے شیخ ابن حجر سے انہوں نے اپنے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا اس کے آخری الفاظ ہیں۔

أَجْعَلُ لَكَ صَلَوَاتِي كُلَّهَا أَىْ دُعَائِي كُلَّهُ۔ ترجمہ: میں اپنی پوری دُعا آپ کے لیے کرتا ہوں۔

جس طرح روایت میں ہے کہ تیرے تمام غم دُور اور گناہ معاف ہو جائیں جب دعا کے بعد یہ کہے گا۔

أَجْعَلُ ثَوَابَ ذَالِكَ لِسَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ: اے اللہ اس تمام کا ثواب سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا۔

گویا کہ اس کلام سے الحافظ شیخ ابن حجر نے اپنے شیخ الاسلام سراج البلقینی کا رد کیا ہے۔ اس کا قول کہ اس پر کوئی دلیل ضروری ہے اسے اس کے بیٹے علم الدین نے اخذ کیا جس کی تردید ہو چکی ہے۔

امام سخاوی نے اپنے استاد ابن حجر سے یہ بھی نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس کے ثواب سے آپ کے شرف میں زیادتی ہوتی ہے اس علم کے باوجود کہ آپ اعلیٰ کمالات پر فائز ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس قرأت کو قبول کر کے ثواب عطا فرمائے۔ جب اسے ثواب ملا تو اس کے مُعلّم (ثواب بتانے والا) کو بھی ثواب عطا ہو گا۔ تو سب کے مُعلّم اوّل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تو تمام تلامذہ کا اور تمام امّت کی نیکیوں کا ثواب آپ کو بھی عطا ہو گا۔ یہی معنی ہے کہ آپ کے شرف و فضل میں زیادتی فرما۔ اگرچہ مستقل طور پر پہلے ہی آپ کو میسّر ہے۔ تو اس کا مطلب ہوا کہ اس عمل کو قبول کرتا کہ اس کا ثواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچے۔ نیز اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کے متبعین میں کثرت فرما خصوصاً علماء و مشائخ کو کہ جس سے آپ کے مدارج و مراتب علیا مزید بلند ہوں۔ یہ جس طرح حلیمی سے گزر چکا ہے۔

شیخ الاسلام ابوعبداللہ قایانی نے علم الدین اور اس کے باپ سے مذکور ہو چکا ہے۔ تو روضہ میں فرمایا۔

قاری قرآن تلاوت کر کے اسے میت کو بخشتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے اس

کا ثواب میت کو پہنچے تاکہ وہ اس سے مستفیض ہو۔

اذکار میں ہے مختار مذہب یہ ہے اس جمل کا مطلب ہوتا کہ اس کلام وغیرہا کا ثواب فلاں میت کو پہنچا۔ جب کوئی چیز قدرتِ الٰہیہ سے متعلق ہوتی ہے تو وہ ختم نہیں ہوتی۔ پس خیرِ الٰہی ختم نہیں ہوتی اور کمالات ابدالآباد تک ترقی پذیر رہتے ہیں۔

شیخ الاسلام شرف مناوی ان کی موافقت کی اور اس دعا کے مستحسن ہونے پر فتویٰ دیا۔ ان کے ہمعصر امام الحنفیہ کمال ابن ہمام (صاحب فتح القدیر شرح ہدایہ) نے بھی استحسان کا فتویٰ دیا۔ بلکہ اس دعا کی عظمتِ شان میں مبالغہ کیا۔ فرمایا کہ درود شریف میں جتنی کیفیات وارد ہوتی ہیں وہ سب ایک ہی کیفیت میں موجود ہیں۔ ان دعاؤں میں سے ایک یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ	ترجمہ: اے اللہ! ہمیشہ ہمیشہ افضل صلوٰۃ
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ	بھیج ہمارے سردار محمد پر جو تیرے بندے
وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ وَآلِهٖ	نبی اور رسول ہیں اور ان کی آل پر اور
وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا وَزِدْ تَشْرِيْفًا	خوب سلام پہنچا۔ ان کی تشریف وتکریم
وَتَكْرِيْمًا وَاَنْزِلْهُ الْمُقَرَّبَ	میں اضافہ کر روزِ حشر تیرے پاس
عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔	اعلیٰ مقام ہے وہ ان کو عطا کر۔

امام ابن ہمام نے طلب زیادت شرف وفضل کو ان اسباب سے بنایا جو اس کیفیت کی مقتضی ہیں اور جو کیفیات آپ سے وارد ہونے والی ہیں ان کے معانی پر مشتمل ہے۔

ابو یحییٰ ذکریا انصاری کا فتویٰ

اسی طرح ان کے ہمعصر شیخ الاسلام خاتمۃ المحققین ابو یحییٰ ذکریا انصاری کا فتویٰ ہے۔ کہ ایک واعظ نے کہا کہ بالاتفاق کسی کے لیے جائز نہیں کہے کہ اے اللہ! اس قرآن وحدیث کا ثواب رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے صحائف میں ہدیہ کر۔ یہی متقدمین ومتاخرین کا فتویٰ ہے۔ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ واعظ صاحب کا قول مسائل کی (عدم جواز) عدم معرفت

۱؎ شیخ ابن حجر کے پورے فتویٰ سے ایصال ثواب کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے جن دلائل سے طلب زیادتِ شرف کا ثبوت ملتا ہے حقیقتاً وہ تمام ایصالِ ثواب کے دلائل ہیں۔

پر مبنی ہے اجماع پر افترا کی وجہ سے تعزیر کا مستحق ہے بڑا تعجب خیز امر ہے یہ کہہ دینا کہ اس پر اجماع امت ہے حالانکہ اس کا جواز اعصار و امصار میں شائع و ذائع ہے۔

سوال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادتی شرف کی طلب ممتنع ہے کیونکہ اس کی طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ میں اس کی ضد پہلے موجود ہے۔ یہ محال ہے؟

جواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ارفع و اعلیٰ کمالات موجود ہیں آپ اکمل المخلوقات ہیں لیکن ہر کمال کے درجات و مراتب ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اور ان کی حقیقت کو سوا باری تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ کمالات کے درجات و مراتب کی ترقی کی طلب کرتے ہیں کہ کمال کے جس اعلیٰ درجہ پر آپ فائز ہیں۔ اس سے بھی اعلیٰ و ارفع درجہ پر فائز ہوں۔

زیادتِ شرف کی طلب کے فوائد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادت شرف کے طلب سے بہت سے ہمیں فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے شرف وعظمت قدر اور رفعتِ شان۔ عظمت توقیر کا اظہار ہوتا ہے۔

فائدہ نمبر ۲۔ آپ کے اُمت پر احسانات عظیمہ کے تشکر کا اظہار۔

فائدہ نمبر ۳۔ اس پر ہمیں ثواب ملتا ہے۔

ہماری مذکورہ بالا کی تائید اس حدیث سے بھی ملتی ہے کہ ہر

كَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ۔ ترجمہ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔

اس حدیثِ پاک کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں تخصیص در تخصیص بر سبیل ترقی شرف و فضل کی موجود ہیں کہ اول سب لوگوں سے زیادہ جود و سخا کا موجود ہونا۔ دوم جود کے اوقات میں سے رمضان المبارک میں جود کا زیادہ ہونا۔ سوم پھر رمضان المبارک

میں سے بوقت ملاقاتِ جبریل علیہ السلام جود کے زیادہ شرف وفضل کا ہونا تو اس میں باعتبار نفس زیادتی اور فضل بر سبیل ترقی موجود ہے اور یہی ہمارا مدعیٰ ہے۔ ہمارے مدعیٰ کی نظیر یہ دُعا بھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا فِیْ حَقِّ اللّٰہِ تَعَالٰی الْحَرَام۔ ترجمہ: اے اللہ اس گھر بیت اللہ کی شرافت میں زیادتی فرما۔

زیادتِ شرف کے ساتھ دعا کرنا مامور بہ ہے کسی نے نہیں کہا کہ یہ ممنوع ہے۔
ان دلائل سے آپ پر عیاں ہوگیا کہ منکر کا انکار خبط و زلّت قدم سے ہے شاید اس کا دین بھی محفوظ رہا یا نہیں کیونکہ مباح بلکہ حسن و ترقی کا انکار ہے جس کو کفر کی طرف منسوب کرنا خطاءِ عظیم و جرم کبیرہ ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں سزا و عقوبت کا مستحق ہے۔

علاوہ ازیں منکر نے اس دُعائیہ کلمہ اَلْفَاتِحَۃُ زِیَادَۃٌ فِیْ شَرَفِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ترکیب پر بھی غور نہیں کیا۔ کیا مبتدا و خبر سے جملہ اسمیہ بنتا ہے یا فعل مقدر "اِقْرَؤُوْا" کا مفعول یا اِجْعَلُوْا کا مفعول ثانی ہے۔ ان تین صورتوں میں الگ الگ معنی بنتا ہے منکر کو انکار سے بیشتر یہ تفصیل دریافت کرنی چاہیے تھی۔ ہر صورت پر الگ الگ حکم لگتا لیکن ظاہر ہے کہ منکر ان صورتوں میں معانی کے مختلف ہونے کو نہیں سمجھتا تو حکم الگ کیسے بیان کرتا۔

اس کے بعد ابن حجر اور سوال وجواب طویل ذکر کیے جن کے نقل کرنے کو میں مناسب نہیں سمجھتا۔ جو تفصیل دیکھنا چاہے تو وہ فتاوی حدیثیہ کا مطالعہ کرے۔

ابن حجر کا افضلیت و ولایت مصطفیٰ وغیرہا پر آٹھ سوالات کے متعلق فتویٰ

فتاوی حدیثیہ سے ابن حجر کا ایک اور فتویٰ کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رُسلاں عظام پر افضلیت عامہ ہے یا خاصہ یا نہیں؟ (۲) ولایت مخصوصہ مرتبہ نبوت میں ہے یا نہیں؟ کیا نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے یا نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے یا دونوں مساوی ہیں۔ (۳) کیا آپ نے بعثت سے قبل یا بعد کسی نبی کی شریعت کے موافق

عبادت کی یا نہیں ؟ (۴) کیا آپ ملائکہ سمیت تمام مخلوق کے لیے مبعوث ہوئے یا ثقلین (جن و انس) کی طرف ؟ (۵) کیا خلفاء اربعہ راشدین کے مابین تفضیلیت قطعیہ ہے یا ظنیہ کیونکہ عقل کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے بعض ائمہ کی بعض پر افضلیت ثابت ہو۔ ان کے فضائل میں احادیث متعارضہ ہیں۔ (۶) کیا وہ شخص جو بعثت سے قبل اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے جنتی ہے یا نہیں ؟ (۷) جو شخص کہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے وہ مشرک ہے یا نہیں۔ (۸) اور عقل کافر کو ثواب دینے اور مومن کو عقوبت دینے کو جائز سمجھتا ہے یا نہیں ؟

اوّل سوال کا جواب کہ آپ افضل الخلق ہیں

جس شخص کو کتاب و سنت سے ادنیٰ سا شغف و مطالعہ ہے اس کے لیے اظہر من الشمس کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمیع انبیاء و مرسلین پر خصوصًا و عمومًا دونوں طرح فضیلت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [1]	ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔
مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ اَىْ مُوْسٰى وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ اَىْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [2]	ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ بلا واسطہ کلام کیا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور کوئی وہ ہے جس کو سب پر درجوں میں بلند کیا یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برتری تین طرح سے حاصل ہے۔ اوّل بذات معراج کے ذریعہ، دوم سیادت سے جمیع مخلوق پر، سوم غیر متناہی اور غیر فانی معجزات کے ساتھ۔ بالخصوص قرآن کریم جو قرب قیامت تک ہمیشہ محفوظ رہے گا اور اس میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات و فضائل موجود ہیں۔

علامہ جار اللہ زمخشری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ رفع کے منقول مطابق

---

[1] پارہ ۳، سورۃ البقرہ، رکوع ۱۔ [2] پارہ ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۳۔

نہ کرنے میں آپ کی عظمت و فضیلت بلندی قدر کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہاں التباس و اختلاط کا کوئی شبہ نہیں بلکہ بلا شبہ آپ کی طرف اشارہ ہے۔

فضیلت کی دوسری آیت آپ کی فضیلت میں ایک آیت یہ ہے۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ[1] ترجمہ:۔ اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی۔

علماً نے معتزلہ کے اس قول کی بڑی شدت سے تردید کی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ کوئی نبی دوسرے نبی سے افضل نہیں بلکہ انبیاً علیہم السلام کے مابین فضیلت دینے سے احادیث میں ممانعت ہے۔

تو ان کا جواب دیتے ہیں کہ یہ احادیث ان فضیلت پر محمول ہیں جس سے دوسرے کی توہین و تنقیص ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ آدم علیہ السلام سب سے افضل ہیں کہ وہ ابوالبشر ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت نفس ابوت کے اعتبار سے ہے تو مسلّم ہے اگر معجزات و فضائل و نبوت کے اعتبار ہے تو غیر مسلّم۔ اور بلا دلیل قول ہے۔ بلکہ افضلیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں احادیث کثیرہ ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ۔

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ	ترجمہ: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔
وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا	اس میں کوئی فخر نہیں۔ میرے ہاتھ
فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ اٰدَمُ	میں لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا۔
فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ	اس میں کوئی فخر نہیں۔ تمام نبی
لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔	آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ روزِ
	حشر میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

تو آدم فمن سواہ سے آپ کا افضل و اکمل ہونا اظہر من الشمس ہے ولا آدم مقام ابوت کا ادب کرتے ہوئے فرمایا لا فخر مطلب ہے کہ بطور فخر و بڑائی کے نہیں

[1] پارہ نمبر ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۵

بلکہ اظہار حقیقت کے لیے بیان کر رہا ہوں۔ یوم القیامۃ روز محشر سے تخصیص اس لیے کہ اس دن تمام انبیاء پر فضیلت ظاہر ہوگی۔ خصوصاً مقام محمود عطا کیا جائے گا جو کہ شفاعت عظمیٰ ہے جب مخلوق اولوالعزم پیغمبر موسیٰ علیہ السلام ابراہیم نوح علیہم السلام سے مایوس ہو کر آپ کے پاس آئے گی کہ انبیاء نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ اور آپ انا لہا انا لہا فرمائیں گے۔ بخاری شریف میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے :۔

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ ترجمہ: میں روز محشر سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔

اس میں آدم علیہ السلام اور ان کی جمیع اولاد انبیاء و مرسلین پر فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ بیہقی شریف کی حدیث میں ہے۔

اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ۔ ترجمہ: میں تمام کائنات کا سردار ہوں۔

و جن و انس اور فرشتے ہیں تو یہ بھی تمام مخلوق پر افضل ہونے کی دلیل ہے۔
مسلم شریف کی حدیث بھی اس کی موید ہے۔

وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔ ترجمہ: میں تمام مخلوق کا رسول ہوں۔

رسول کی شان جن کا رسول ہو ان سے اعلیٰ وارفع و افضل ہوتی ہے۔
امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ[1] ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی تو آپ انہی کی راہ پر چلیے۔

سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر و افضل الانبیاء ہونے پر استدلال کیا ہے۔
کہ انبیاء علیہم السلام کو اوصاف حمیدہ سے موصوف کیا پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان سب کی اقتداء کریں تو یقیناً ان سب کی اقتداء کی یعنی ان سب کے کمالات کو جمع کر لیا ورنہ مقتضائے امر کا ترک لازم آئے گا۔ جو شان نبوت کے خلاف ہے۔
جب آپ تمام انبیاء کے متفرق کمالات کے جامع ہوئے تو سب سے افضل ٹھہرے۔
علامہ سعد الدین تفتازانی نے آپ کی افضلیت کا اس آیت سے استدلال کیا۔

---

[1] پارہ ۷ سورہ الانعام آیت ۹۰

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[1] ترجمہ: تم ان سب امتوں میں بہتر امت ہو۔

یقیناً امت کی برتری ان کے دین میں کمال حاصل کرنے کی وجہ ہوتی ہے اور یہ کمال نبی کے تابع ہے جس کی وہ اتباع کر رہی ہے۔ جب یہ امت افضل الامم ہوئی تو ان کا نبی افضل الانبیاء ہوا کیونکہ ان کے درمیان ظاہر واضح ہے۔

دوسرے سوال کا جواب کہ ولایت مخصوصہ نبوت میں ہے یا نہیں؟

سائل کا یہ سوال کہ ولایت مخصوصہ مرتبہ نبوت میں ہے یہ کلام مجمل محتاج بیان ہے کہ ولایت سے کیا مراد ہے۔ ولایت افضلیت سے ولایات اولیاء ہے جو انبیاء کے علاوہ ہے۔

تو حق یہی ہے کوئی ولی کسی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جو ولی کی ولایت کو نبی سے افضل خیال کرے وہ کافر واجب القتل ہے مگر یہ کہ توبہ کرے اور اگر وہ سبب مراد لیا ہے جو افضلیت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا متقاضی ہے وہ نبوت سے افضل ہے۔ تو یہ سابقہ سوال کے جواب کے بعد محتاج بیان نہیں رہتا کہ پہلے متحقق ہو چکا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وصف میں افضل الانبیاء ہیں اسی بنا کر آپ کو نام لے کر نہیں پکارا جب کہ دیگر انبیاء کو ناموں سے پکارا بلکہ ان القابات سے نوازا۔ کہ یاایھا النبی۔ یاایھا الرسول۔ یاایھا المدثر۔ یاایھا المزمل اور انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا کہ تمہاری موجودگی میں وہ نبی تشریف لائیں تو ان کی اتباع اطاعت ونصرت لازم ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ

ترجمہ: اے نبی اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب وحکمت عطا فرماؤں

---

[1] پارہ ۴ سورۃ آل عمران ایت ۱۱۰۔

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ[1] الآیۃ

پھر جو کچھ تمہارے پاس ہو اس کی تصدیق کے لیے ایک رسُول تشریف لائے تو تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

ابن عبدالسلام سے یہاں جو لغزش ہوئی اس سے اجتناب کر۔ اور اگر ولایت النبی سے مراد ابن عبدالسلام کا مشہور مسئلہ ہے کہ نبوت رسالت سے افضل ہے کیونکہ نبوت میں تعلق اللہ کی طرف اور رسالت میں تعلق مخلوق کی طرف ہوتا ہے۔ تعلق باللہ مخلوق کے تعلق سے افضل ہے یہ انتہائی سقیم استدلال ہے۔ اسی لیے کثیر متاخرین نے اس کی تضعیف کی وجہ ضعف یہ ہے کہ رسالت میں صرف مخلوق کی طرف ہی تعلق نہیں ہوتا بلکہ تعلق الی اللہ بھی ہوتا ہے کیونکہ رسول احکام الٰہی کو مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ احکام کا اللہ تعالیٰ کی جناب سے حاصل کرنا تعلق الی اللہ ہوا اور مخلوق کو اس کی تبلیغ کرنا تعلق الی الخلق ہوا تو رسول خلیفۃ اللہ ہوا لہٰذا وہ مجرد نبی سے افضل ہوگا۔ کہ وہ اس درجہ عالیہ پر فائز نہیں۔ ہمارا مبحث رسول کی نبوت و رسالت میں کون افضل ہے۔ بہرکیف رسول نبی سے بالاتفاق اشرف ہے۔

بعض علماء کا قول کہ انبیاء و رسل میں ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دینی چاہیے تو اس کی تاویل یوں ہوگی۔ کہ نفسِ نبوت و رسالت میں سب انبیاء یکساں ہیں اس میں تفضل نہیں۔ برتری و بزرگی صرف مدارج و مراتب میں ہے

تیسرے سوال کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل یا بعد کسی نبی کے دین کی پیروی کی؟ کا جواب — یہ سوال کہ رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پیشتر یا بعد کسی رسول و نبی کے دین کی اتباع کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ کسی کے دین کی اتباع نہیں کی اس پر

---

[1] پارہ ۳، سورۂ بقرہ، آیت ۸۱۔

استدلال یہ کیا کہ آپ سے اس بارے میں کوئی روایت نہیں ملتی تو اس بات سے یقین ہو گیا کہ کسی نبی کی اتباع نہیں کی۔

ایک جماعت نے اس پر عقلی دلیل پیش کی اگر اتباع کرے تو آپ تابع اور وہ نبی متبوع ہوتا حالانکہ آپ تمام مخلوق کے متبوع ہیں اور اس کی شریعت کے متبعین بھی اس پر فخر کرتے۔

ایک جماعت نے اس بارے توقف کیا اور قطعی حکم سے احتراز کیا۔ اسی طرف امام الحرمین گئے ہیں اور ایک جماعت نے کہا پہلی شریعت کے متبع تھے پھر اس میں اختلاف ہے کہ کسی نبی کے دین کے تابع تھے۔ تو ایک جماعت نے تعین میں توقف کیا اور بعض نے جسارت کر کے کچھ نے نوح بعض نے حضرت ابراہیم بعض نے حضرت موسٰی بعض نے حضرت عیسٰی اور بعض نے حضرت آدم علیہم السلام کے متبع کہا یہ تمام مذاہب اس مسئلہ میں ہیں۔ پہلا جمہور کا مذہب اظہر ہے اور تعین والوں کا مذہب بعید از عقل ہے۔ اس لیے کہ اگر کچھ ہوتا تو اسے ضرور نقل کیا جاتا۔

بعض کا خیال ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آخری نبی ہیں تو ظاہر ہے بعد میں آنے والا انہی کی اتباع کرے گا۔ یہ دلیل مضبوط ہے کیونکہ عیسٰے علیہ السلام کی عموم دعوت ثابت نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کی دعوت عامہ نہیں۔ اسی لیے آپ کے علاوہ کوئی نبی جنات کی طرف نہ آیا۔ سورۂ احقاف کے آخر میں جو جنات کا تورات پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہ ایمان تبرع ہے۔ فرضی نہیں جیسا کہ بعض عرب وغیرہ کا انجیل پر ایمان نفلی ہے کہ موسٰی علیہ السلام کی نبوت کا بنی اسرائیل اور قبط کے علاوہ ثابت نہیں، اور نہ عیسٰے علیہ السلام کی نبوت بنی اسرائیل کے علاوہ ثابت ہے۔

بعض کا خیالِ باطل یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم شریعت ابراہیم علیہ السلام کے متبع تھے۔ کوئی الگ شریعت نہ تھی بلکہ شریعت ابراہیمی کے احیا کے لیے تشریف لائے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے :

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ[1]	ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے دین کی پیروی کیجیے جو ہر باطل سے جدا ہے۔

---

[1] پارہ ۱۴، سورہ النحل، آیت ۱۲۳۔

یہ گمان سراسر باطل و خرافات پر مبنی ہے اور قرآن و سنت پر دسترس نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس آیت میں توحید خاص جو مقام خلت جو کہ ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہے کے مطابق ہو اس کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے اس طرف اشارہ ہے:۔

حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ[1] - ترجمہ:۔ اس کی ذات کی طرف منہ پھیر لیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

اس توحید خاص کا سبب یہ ہے کہ جب آپ کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا تو اعانت کے لیے جبریل امین حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا - ترجمہ: مجھے تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ فرما کر استعانت سے انکار کر دیا۔ تسلیم کے اس درجہ پر فائز ہوئے جس پر آپ سے قبل یا بعد کوئی نبی نہ پہنچ سکا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بلند ترین مرتبہ پر پہنچے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس درجہ تک پہنچے جس کو خالق و مالک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی بنا پر روزِ حشر مخلوقِ خدا جب مختلف انبیاءؑ سے ہوتی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی۔ تو یوں گویا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ خلت سے نوازا ہے۔ بے شک آپ خلیل ہیں، تو ابراہیم علیہ السلام اگرچہ خلیل اللہ ہیں لیکن ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اس سے بھی وراء الوریٰ ہے۔ جس کی نظیر سابقہ آیت:۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ[2] - ترجمہ: وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی تو آپ انہی کی راہ پر چلیے۔

اس امر اقتداء توحید اور مقاماتِ علیا جو اصول کی طرف راجع ہیں نہ فروع اس لیے کہ بعض نبی مثلاً یوسف علیہ السلام ایک قول کے مطابق بالکل رسول نہ تھے۔ شرائع میں فروعات تو مختلف ہیں تو ان فروع میں اقتداء محال ہے۔

سوال توحید تو دلائل قطعیہ سے ہے تو اس میں اقتداء کیسے ہو سکتی ہے؟

---

[1] پارہ ۷، سورۃ الانعام آیت ۷۹۔ [2] پارہ ۷، سورۃ الانعام آیت ۹۰۔

جواب ہم اس کی تردید کی طرف مقاماتِ علیا سے جو لائق ہیں اشارہ کر دیا ہے ان میں ایک کیفیت دعوۃ توحید ہے۔ نرمی آسانی کے ساتھ حق کی دعوت اور دلائل واضح ظاہرہ بار بار مختلف انداز سے بیان کرنا۔ تاکہ قلب میں راسخ ہو جائے۔

آپ کی قبل از بعثت کیفیت عبادت معلوم نہیں

شیخ الاسلام سراج بلقینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے آپ کی بعثت سے قبل کی کیفیت عبادت معلوم ہو۔ لیکن ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال میں ایک ماہ غار حرا میں عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوتے۔ دور جاہلیت کی عبادت یہ تھی کہ جو مسکین بھی آئے اسے کھانا کھلانا۔ جب واپس گھر تشریف لاتے تو گھر میں داخل ہونے سے قبل بیت اللہ کا طواف کرتے۔

بعض علماؑ کہتے ہیں آپ کی عبادت تفکر و تدبر تھی۔

اور کہا کہ میرے نزدیک (شیخ الاسلام سراج بلقینی) عبادت مختلف اقسام پر مشتمل تھی ایک خلوت و یکسوئی، جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے تنہائی اختیار کی۔ دوم توجہ الی اللہ کیونکہ یہ بھی عبادت ہے جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے۔ سوم تفکر و تدبر اسی لیے بعض علماؑ نے کہا کہ غارِ حرا میں آپ کی عبادت تفکر تھی۔

چوتھا سوال کیا آپ تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں جواب

یہ سوال کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے رسول ہیں یہ اکثر لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا ہے اور اسی کا جواب بسط اور مختصر طور پر پہلے گزر چکا ہے معتمد قول کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں کے بھی ہیں اس میں دو قول ہیں ایک قول جس کو شیخ الاسلام تقی سبکی اور متاخر محققین نے ترجیح دی۔ امام رازی نے جو تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے اس کی تردید کی۔ اسی طرح حلیمی اور بیہقی کی بھی تردید کی انہوں نے کہا کہ آپ فرشتوں کے رسول ہیں اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا[1] ترجمہ: تاکہ وہ سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہو۔

وہ جن وانس اور فرشتے مراد ہیں۔

بعض نے کہا کہ بعض فرشتوں کے رسول ہیں یہ قول بلا دلیل ہے جس طرح یہ قول کہ آپ کسی فرشتے کے رسول نہیں بلا دلیل ہے ان کے لیے آپ کا نذیر ہونا ان کے معصوم ہونے کے منافی نہیں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف رسول ہونے کا مقصد ان کو آپ پر ایمان لانے کے ساتھ مکلف کرنا آپ کی سیادت و رفعت کا اقرار، آپ کے حضور ان کا عاجزی و انکساری کرنا۔ آپ کے متبعین میں اضافہ کرنا ہے۔ تاکہ آپ کے شرف میں زیادتی ہو۔

پھر یہ انداز شب معراج سب فرشتوں پر ظاہر ہوا۔ یا بعض کے لیے شب معراج اور بعض کے لیے دوسرے کسی مقام پر مخصوص چیزیں اخراج سے تمام شریعت کا اخراج مستلزم نہیں۔

ایک شاذ قول ہے فرشتے جنات سے ہیں اور جنات سماویہ مسلمان ہیں اگر اس قول کی تحقیق قول کے ساتھ ملایا جائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ آپ تمام ملائکہ کے رسول ہیں۔ اور محتاج بیان نہیں اور یہی ظاہر آیت سے ثابت ہے۔ اور مسلم شریف کی یہ حدیث جس کی صحت میں کوئی نزاع نہیں کہ۔

أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔ ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

خلق اور کافۃ کا لفظ بتا رہے ہیں کہ آپ سب کے رسول ہیں یہی شیخ جمال بازری نے کہا کہ آپ تمام مخلوق کے رسول ہیں۔ یہاں تک کہ جمادات کے بھی رسول ہیں کہ ان میں فہم و عقل مخصوص عطا کی گئی کہ انہوں نے آپ کو پہنچانا آپ پر ایمان لائے اور کمالات و فضائل کا اعتراف کیا۔

---

[1] پارہ ۱۸، سورہ الفرقان، آیت ۱۔

جس کی شہادت حدیث مؤذن سے ملتی ہے کہ مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے روزِ حشر اس کے حق میں ہر شجر و حجر وغیرہ ہر چیز شہادت دے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ[1]

ترجمہ: اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور آپ اس کو اللہ کے خوف سے جھکا ہوا پاش پاش دیکھتے۔

اور

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ[2]

ترجمہ: ایسی کوئی چیز بھی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی نہ بیان کرتی ہو۔

جب ان جمادات کو یہ ادرکات حاصل ہیں تو بارزی کے قول کا انکار نہیں کیا جاسکتا بالخصوص جب حدیث مسلم سے بھی تائید ہو رہی ہے۔

سوال جمہور مفسرین عالمین کی تفسیر جن و انس سے کی ہے اور آپ اس میں ملائکہ کو بھی شامل کر رہے ہیں۔؟

جواب اس سے فرشتوں کی طرف مطلق ارسال کی نفی ہوتی نہیں کیونکہ جن و انس شریعت کے مکلف ہیں تو ان کی طرف رسالت تکلیفی ہے دوسروں کی طرف تکلیفی نہیں تو مفسرین نے مکلف بالشریعت ہونے کی وجہ سے جن و انس کے ساتھ تفسیر کی۔

حاصلِ کلام : فریقین دونوں کے پاس دلائل ہیں ان میں کوئی بھی امر یقینی نہیں۔

پانچواں سوال کہ خلفائے اربعہ کے مابین افضلیت قطعی ہے یا نہیں جواب

یہ مسئلہ کہ خلفائے راشدین میں افضلیت قطعی ہے یا نہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ پر افضلیت قطعی اور یقینی ہے پھر

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، آیت ۲۱ - [2] پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۴۴۔

حضرت عمر بن خطاب دونوں سے افضل ہیں۔ لیکن حضرت عثمان کی حضرت علی سے افضلیت تو وہ ظنی ہے اس لیے بعض اکابر اہل سنت مثلاً سفیان ثوری وغیرہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہیں تو جس میں اہل سنت کا آپس میں اختلاف ہوا تو وہ امر ظنی ہے۔

اس مسئلہ پر احادیث متعارض ہیں جتنی کثیر احادیث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں مروی ہیں جو دیگر اصحاب ثلاثہ کے فضائل میں نہیں۔

اس کا بعض آئمہ نے یہ جواب دیا کہ ان کے دور خلافت میں کثرت سے فتنے بپا ہوئے اور آپ کے اعدا بکثرت ہو گئے جو آپ کی شان میں تحقیر اور تنقید کرتے تھے تو ان فساق و فجار کو جواب دینے کے لیے آپ کی شان میں بکثرت احادیث روایت کیں۔ اور اصحاب ثلاثہ کے دور میں ان کے مخالف کثیر تعداد میں نہ تھے۔ اس لیے ان کے فضائل روایت کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

چھٹا سوال کہ اہل فترت کو توحید پر ایمان لانا فرض تھا یا نہیں

اصح مذہب ان کے لیے توحید پر ایمان لانا لازم تھا۔ بلکہ اصح مذہب میں اہل فترت جن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا۔ وہ جنت میں جائیں گے جیسے آیت کریمہ ہے۔

مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [1]	ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

یہ آیت قبل از بعثت لوگوں کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ پہلے رسول آدم ہیں یا نوح علیہم السلام۔ بعض حضرات نے کہا جو شخص آدم علیہ السلام یا نوح علیہ السلام کی بعثت کے بعد ایمان نہیں وہ دوزخی ہے یہ قول ظاہر آیت کے مخالف ہے لہٰذا یہ قول معتبر نہیں

ساتواں سوال کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے یا نہیں

کا جواب تحقیقی تخلیق (کسی چیز کا عدم سے وجود میں

---

[1] پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۵۔

لانا) غیر اللہ کے لیے کسی چیز میں ثابت کرنا صریح کفر ہے۔ وہ شخص واجب القتل ہے لیکن اپنے افعال کا خالق ہونا کے نظریہ سے معتزلہ کے نظریہ کی مانند بدعت، ضلالت اور فسق ہے اصح قول کے مطابق وہ مسلمان ہے۔

آٹھواں سوال کہ کافر کو ثواب اور مومن کو عذاب دینے کو عقل جائز سمجھتی ہے کا جواب

مومن کو عذاب دینا اس کو عقل جائز سمجھتی ہے بلکہ اس کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ انبیاء و رسل اور دیگر بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا [1]

ترجمہ: آپ ان سے فرما دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور زمین کے سب رہنے والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کے مقابلے میں کوئی کیا کر سکتا ہے۔

مطیع کو ثواب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دیتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔ لیکن وہ مقتضائے وعدہ عذاب نہ دے گا۔ اور وہ کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا عاصی اور گناہوں کے مرتکب کو محض اپنے عدل سے سزا دے گا۔ اور معاف کر کے ثواب بھی دے سکتا ہے کیونکہ وعید کے خلاف کر سکتا ہے خلف وعدہ نہیں کہ وہ جھوٹ بن جاتا ہے جو اس کی شان کے خلاف ہے اور منصوص ہے کہ اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا۔ وعدہ صرف خیر میں ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ وعید کا بھی خلاف نہ کرے کیونکہ خلف وعدہ اور خلف وعید میں نسبت تقابل ہے۔

---

[1] پارہ ۶، سورت مائدہ، آیت ۱۷۔

مذکورہ بالا کلام مومن کے بارے تھا کافر کو ثواب نہیں دے سکتا کہ اس نے خبر دی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ[1]	ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے لیے اور گناہوں میں سے جو کچھ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

لہٰذا کافر کو ثواب دینے کو جائز نہیں رکھتی اس وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص کافر کو ثواب دینے کو جائز رکھے وہ کافر ہے۔

ابن حجر کے فتاویٰ حدیثیہ سے ایک فتویٰ

درود شریف سے متعلق ایک جماعت جامع ازہر مکہ اور بعض دیگر مقامات پر شب دوشنبہ اور جمعرات کو درود شریف پڑھتے ہیں۔ الفاظ درود شریف میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ اَفْضَلَ صَلٰوۃٍ عَلٰٓی اَفْضَلِ مَخْلُوْقَاتِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ الخ۔	ترجمہ: اے اللہ افضل صلاۃ تیری مخلوق میں سے افضل شخصیت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما۔

اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا یہ درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے کیا یہ مانعین حق پر ہیں یا نہیں۔

مانعین سخت خطا پر ہیں بلا دلیل اور بلا وجہ مادحین پر اعتراض کیا ہے اسی طرح بعض لوگ مادحین کے اس قول "اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی ملک ہوتا نہ فرشتہ" پر اعتراض ہے کہ یہ بغیر دلیل کے ہے یہ نہیں کہنا چاہیے۔ نیز اسی طرح ہے۔ اس قول "آپ صلی

---

[1] پارہ ۵ سورۃ النساء، آیت ۱۱۶۔

اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں۔ مخلوق میں سے کوئی ایک ہمسر نہیں" یہ بھی اعتراض بلادلیل ہے۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی افضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

کیا صالحین فرشتوں سے افضل ہیں

رہا یہ مسئلہ کہ صالحین بشر ملائکہ سے افضل ہیں؟ تو اس کا جواب امام الائمہ دسراج الامہ امام ابوحنیفہ نے دیا لَا اَدْرِیْ میں نہیں جانتا (ابن حجر فرماتے ہیں) یہی صحیح جواب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰـ	ترجمہ: بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت
هُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا
وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ	اور ان کو پاکیزہ رزق دیا اور ہم نے
وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ	ان کو بہت سی مخلوق پر بزرگی اور
مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا [1]	فضیلت عطا کی۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر نہیں فرمایا بنی آدم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ اس قسم کی معلومات کے ہم مکلف نہیں۔ اس پر بحث اور کلام کرنا فضول ہے اور سکوت جواب ہے (معترض کا کلام ختم ہوا) اس نے بھی اس معترض کی تقلید کی ہے۔ دونوں خطا پر ہیں علماء مُصیب رائے والوں پر تنقید اور شیطان کے خرافات کی تائید کی ہے۔

دونوں معترضین کے بطلان کے لیے ہے اَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ کے الفاظ اظہر من الشمس ہیں جس کو حاکم نے صحیح کہا اور روایت کیا۔

قَالَ قَالَ اٰدَمُ يَارَبِّ اَسْاَلُكَ	ترجمہ: فرمایا آدم علیہ السلام نے عرض
بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	کیا اے پروردگار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ اَنْ تَغْفِرَلِيْ فَقَالَ	کے توسل سے میری خطا معاف فرما

---

[1] پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔

اللّٰہُ تَعَالٰی یَآدَمُ وَکَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْہُ قَالَ یَارَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِیَدِكَ وَنَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُّوْحِكَ رَفَعْتُ رَاْسِیْ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَکْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْكَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَآدَمُ اِنَّہٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ وَاِذْ سَاَلْتَنِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا جب کہ ابھی وہ پیدا ابھی نہیں ہوئے تو عرض گویا ہوئے۔ اے میرے پروردگار جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ بنایا اور مجھ پر روح کا القا کیا تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ساق عرش پر لکھا ہوا پایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں) تو مجھے یقین ہو گیا۔ تو اپنے نام کے ساتھ مخلوق میں سے اسی کا نام ملاتا ہے جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے پیارے آدم وہ واقعی سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ جب تو (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے استغفار چاہی تو میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

اس کی سند میں سقم ہے ابن عدی نے کہا اس حدیث کو بیان کرتے ہیں اس کے غیر کا اس حدیث کی تضعیف کرنا قلیل ہے۔ ان احادیث سے جن کو حاکم نے صحیح کہا ایک حدیث یہ بھی ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی	ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ

اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ	السلام کی طرف وحی کی اے عیسیٰ محمد
یَا عِیْسٰی آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمُرْ	(صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لا، اور اس
مَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْ اُمَّتِکَ	اُمت کو حکم دے کہ ان میں سے جو اس کو
اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَوْلَا	پالے وہ آپ پر ایمان لائے۔ اگر محمد
مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ	نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا
وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ	اور محمد کو پیدا نہ کرتا تو جنت و دوزخ
الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ	کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کو پانی
خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَاءِ	پر بنایا تو وہ مضطرب ہوا تو میں نے اس
فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ	پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا۔
عَلَیْہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	تو اس کو سکون ملا۔
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ	
فَسَکَنَ۔	

اس قسم کا ذکر انسان اپنی عقل سے بیان نہیں کر سکتا اور ابن عباس سے جب صحت کی روایت ہو تو یہ مرفوع کے حکم میں ہو گی۔ کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کی ہے جیسا کہ آئمہ اصول وحدیث وفقہ نے بیان کیا۔

اگر پہلی حدیث کو سقیم تسلیم کر لیا جائے تو اس کی کمزوری اس حدیث سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تنہا ہی حجت کے لئے کافی ہے تو اگر اس کے ساتھ پہلی کو ملا لیا جائے۔ تو مزید قوت پیدا ہو گی۔

صاحب شفا الصدور وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ یَا مُحَمَّدُ وَعِزَّتِیْ	ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد
وَجَلَالِیْ لَوْلَاکَ مَا	مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم اگر تو نہ
خَلَقْتُ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ	ہوتا تو میں زمین وآسمان کو نہ بناتا اور
وَلَا رَفَعْتُ ھٰذِہِ الْخَضْرَاءَ	نہ سبزیات کو بلند کرتا اور نہ اس

وَلَا بَسَطْتُ هٰذِهِ الْغَبْرَاءَ۔ کے گرد کا فرش بناتا۔

ایک روایت میں ہے :۔

مِنْ اَجْلِكَ اَسْطَحُ الْبَطْحَاءَ	ترجمہ: تیری وجہ سے وادی کو پھیلاتا
وَاَمُوْجُ الْمَاءَ وَاَرْفَعُ	ہوں۔ پانی کا تموج، آسمان کو رفعت
السَّمَاءَ وَاَجْعَلُ الثَّوَابَ وَ	ثواب وعقاب اور جنت و دوزخ کو
الْعِقَابَ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ۔	بناتا ہوں۔

قاضی عیاض شفا میں ذکر کرتے ہیں۔

فَقَالَ آدَمُ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ	ترجمہ: آدم علیہ السلام نے عرض کیا جب
بِيَدِكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ اِلَى	تُونے مجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا
الْعَرْشِ فَاِذَا هُوَ فِيْهِ	میں نے عرش کو دیکھا تو اس پر یہ کلمہ
مَكْتُوْبٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	لکھا ہوا دیکھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ	تو مجھے یقین ہو گیا کہ تیرے ہاں ان سے
اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ	زیادہ کوئی معزز نہیں۔ جس لیے تُو
قَدْرًا عِنْدَكَ مِمَّنْ جَعَلْتَ	نے ان کے نام کو اپنے نام سے ملایا۔
اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِكَ فَاَوْحَى اللّٰهُ	تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے آدم! مجھے
اِلَيْهِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اِنَّهٗ	اپنی عزت و جلال کی قسم وہ تیری اولاد
لَاٰخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ	سے آخری رسول ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے
وَلَوْلَاهُ لَمَا خَلَقْتُكَ۔	تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

ان تمام احادیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ پہلے معترض کا اعتراض باطل ہے اور دوسرے معترض کا اعتراض کہ آدم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں تو اس کا بطلان بھی اسی روایت کردہ حدیث سے ہو جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں روزِ حشر اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ اس میں فخر نہیں اور ہر نبی آدم ہوں یا کوئی اور میرے جھنڈے تلے ہو گا۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آدم علیہ السلام پر فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ آدم علیہ السلام کی فضیلت فرشتوں پر تو یہ قرآن سے صراحتاً ثابت ہے۔

اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ [1] ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یاد کیجیے جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کریں۔

اور آیت :۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ [2] ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان کو تمام عالم پر برگزیدہ کیا۔

فرشتے بھی بالاتفاق کائنات میں شامل ہیں۔

جب ادلہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام اور دیگر انبیأ سے افضل ہیں جیسا کہ چند سطور بالا سے بیشتر مذکور ہوئی کہ ہر نبی روزِ محشر حضور کے جھنڈے تلے ہوگا۔ اور مندرجہ بالا دو آیات سے ثابت ہوا۔ آدم، نوح، آلِ ابراہیم و آلِ عمران فرشتوں سے افضل ہیں۔ مذکورہ حدیث اور آیات کو جوڑ کر صُغریٰ کبریٰ ملانے سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آلِ ابراہیم و آلِ عمران اور جملہ انبیأ اور تمام فرشتوں سے افضل تر ہیں۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی حدیث ہے :۔

اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ترجمہ:۔ روزِ حشر میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

تمام مخلوق پر افضلیت اس آیت سے بھی ثابت ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ [3] ترجمہ:۔ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا۔

---

[1] پارہ ۱، رکوع ۴، آیت ۳۴۔ [2] پارہ ۳، سورۂ بقرہ آلِ عمران، آیت ۳۳۔
[3] پارہ ۳۰، سورہ انشرح، آیت ۴۔

قاضی (بیضاوی) نے کہا اس سے رفع عظیم مراد ہے اسی لیے مفسرین نے ذکر کیا۔
اس سے مراد ہے کہ جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔ اس رفع عظیم سے تمام
مخلوق پر آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جن پر رفعت وبلندی دی ان کا ذکر نہیں
کیا اور اصل اس میں عدم تخصیص ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق پر رفعتِ شان پر یہ آیت دلالت کر
رہی ہے:۔

وَعَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ	ترجمہ: قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب
مَقَامًا مَّحْمُوْدًا [1]	ایسے مقام میں کھڑا کرے کہ جہاں سب
	لوگ آپ کی تعریف کریں۔

اس کی تفسیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جس میں شفاعتِ عظمیٰ کے ساتھ
بایں وجہ کہ اس وقت اولین وآخرین اس کی حمد وثنا کریں گے۔ لیکن آپ حمد وثنا میں سب
پر برتری حاصل کریں گے۔

آپ کی افضیلت پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے ایک جس کو بخاری ومسلم
نے روایت کیا:۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ	ترجمہ: تین خصلتیں جس میں ہوں گی وہ
حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ	ایمان کی حلاوت اور مٹھاس پائے گا۔
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ	ایک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہر چیز
مِمَّنْ سِوَاهُمَا الخ	سے اسے پیارے ہوں الخ

اس میں تفکر کیجیے اس سے افضیلت ثابت ہو جائے گی۔ اسی طرح صحیح حدیث کہ:۔
سب سے پہلے میری قبر کھلے گی میں جنتی لباس پہن کر عرش کی داہنی طرف
کھڑا ہوں گا۔ جہاں میرے سوا کوئی فرشتہ بھی کھڑا نہ ہو سکے گا۔"
اس نے الحدیث الحسن کہا اور ترمذی نے اسے غریب جیسا کہ شیخ الاسلام سراج

---

[1] پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۹۔

بلقینی نے بیان کیا۔

اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُحَرِّکُ حَلَقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ وَمَعِیَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ۔	ترجمہ: میں اللہ کا حبیب ہوں اس پر فخر نہیں، میں روزِ حشر حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں۔ اس میں فخر نہیں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور جس کی شفاعت قبول ہو گی۔ اس میں کوئی فخر نہیں سب سے پیشتر بابِ جنت کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لیے کھولے گا میرے ساتھ مومن فقرا ہوں گے میں اولین و آخرین کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

ان احادیث کے الفاظ پر غور کیجیے۔ لیس احد غیری من الملائکۃ" انا اکرم الاولین والآخرین" یہ تمام ملائکہ انبیاء و مرسلین کو شامل ہیں آپ کی افضلیت تمام مخلوق پر دلالت کر رہی ہے۔ قصۂ آدم علیہ السلام انہ لاحب الخلق بھی آپ کی افضلیت پر صریح دال ہے۔

اس کے موافق ہے کہ جو امام بلقینی نے بعض محدثین سے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند کا ذکر نہ کرنا نقصان دہ نہیں کیونکہ آئمہ محدثین نے بکثرت احادیث ایسی روایت کی ہیں۔ جو اس کے موافق اور شواہد ہیں۔ ان میں ایک حدیث جبریل ہے جس کو اسی محدث نے روایت کیا۔

قَالَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِیْلَ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ لِنَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مَنَنْتُ عَلَیْکَ	ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بواسطہ جبریل اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا میں نے تجھ پر سات اشیا سے احسان

بِسَبْعَةِ اَشْيَاءَ اَوَّلُهَا اِنِّی لَمْ	کیا ایک ان میں سے یہ ہے کہ تجھ سے
اَخْلُقْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	زیادہ معزز میں نے زمین و آسمان میں
اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْکَ ۔	کسی کو پیدا نہیں کیا۔

دوسری حدیث۔

عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
قَالَ قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ	ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل
اَبْشِرْ فَاِنَّکَ خَیْرُ خَلْقِہٖ وَصَفْوَتُہٗ	نے کہا آپ کو مبارک ہو کہ آپ اللہ کی
مِنَ الْبَشَرِ حَیَّاکَ اللّٰہُ بِمَا لَمْ	مخلوق سے بہتر و برتر ہیں جتنی آپ سے
یُحِبَّ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِہٖ لَا مَلَکًا	محبت ہے مخلوق میں سے کسی سے نہیں
مُقَرَّبًا وَلَا نَبِیًّا مُرْسَلًا وَلَقَدْ	نہ مقرب فرشتہ سے اور نہ نبی مرسل
قَرَّبَکَ الرَّحْمٰنُ اِلَیْہِ اَحَدٌ مِنْ	سے۔ رحمٰن نے عرش کے قریب مقام
قُرْبِ عَرْشِہٖ مَکَانًا لَمْ یَصِلْ	عطا کیا جہاں زمین و آسمان والوں میں
اِلَیْہِ اَحَدٌ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَلَا مِنْ	سے کوئی نہ پہنچ سکا۔ اللہ نے تکریم سے
اَھْلِ الْاَرْضِ فَھَنَّاکَ اللّٰہُ بِکَرَامَتِہٖ وَمَا حَیَّاکَ بِہٖ	تہنیت فرمائی اور مرحبا کہا۔

اور کہا معلوم و مشہور حدیث تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے گزر گئے اور جبریل اپنے مقام پر ٹھہر گئے اور ایک فرشتہ ملا، اس نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوں میں نے کہا تو آگے ہو۔ اس نے جواب دیا آپ کا حق ہے کہ آپ مجھ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم ہیں۔

حدیث سواد مشہور میں ہے۔ یا خیر مرسل۔ اے مرسلین سے اشرف۔ یہ فرشتوں کو شامل ہے کہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف مرسل (پیامبر) ہیں۔

مشہور بحیرا کی حدیث صحیح میں ہے۔

ھٰذَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ۔ ترجمہ: یہ رسولوں کے سردار ہیں۔

حاکم کے نزدیک مندرجہ ذیل حدیث صحیح کہ بشر بن معاف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ

جمعہ کے روز حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس مسجد میں بیٹھے تھے حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا۔ دنیا کے تمام ایام سے جمعہ کا روز افضل ہے کہ اس میں آدم کی تخلیق ہوئی اور اسی میں قیامت برپا ہوگی۔ اور تحقیق اللہ تعالےٰ کے پاس خلفاء میں سے خلیفۃ ابوالقاسم (محمد مصطفےٰ) صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مکرم و محتشم ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا فرشتے کہاں گئے تو آپ نے میری طرف دیکھ کر مسکرا کر کہا۔ اے بھائی کے بیٹے کیا جانتا ہے۔ فرشتے کیا ہیں؟ بے شک فرشتے زمین و آسمان کے مانند ایک مخلوق ہیں۔ ہوا، بادل، پہاڑ کی مخلوق اور دیگر مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے پاس معزز و محترم نہیں بلکہ تمام مخلوق سے بزرگ تر ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس قسم کی روایت بالعقل نہیں ہو سکتی تو عبداللہ بن سلام جیسی شخصیت جو کہ اکابر صحابہ سے ہیں کا بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ یقیناً انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا (تو یہ مرفوع کے حکم میں ہوئی) یہ احتمال کہ انھوں نے تورات سے بیان کیا ہو کہ آپ احبار یہود سے تھے اگر تورات سے نقل کردہ بھی تسلیم کر لیں۔ تو پھر بھی کوئی منافقہ نہیں کیونکہ آپ صحابہ اور اہل کتاب میں سے مومن ہیں تو حشا حدیث کو سمجھتے ہیں جیسا کہ حدیث رجم زانیان سے مروی ہے اور تورات سے روایت کردہ قرآن کریم کے عین مطابق ہے اور نبی کریم نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔

بیہقی کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق پر فضیلت بغیر صحابہ سے مروی ہے کسی صحابی یا تابعی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ بیشتر اسلاف کا یہی طریق کار مروج تھا اور عموم کا اظہار مطلوب تھا اور نہ ہی کسی امام سے اس کی مخالفت ہوئی۔

معتزلہ اور بافلاسفی وغیرہ سے جو مخالفت منقول ہے وہ ممکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے لیے کہا ہو جیسا کہ متاخرین نے بعض کلام متقدمین سے نقل کر کے اس پر اعتماد کیا۔

زمخشری کے نزدیک جبریل افضل ہیں اور اس کی تردید

سورہ تکویر کی تفسیر زمخشری جبریل

کی افضلیت کی صریح کی ہے۔ جس کی تردید بھی ہماری سابقہ گفتگو سے ہو گئی۔

باقلانی اور حلیمی کے قول کی ترجیح

ممکن ہے کہ حلیمی اور باقلانی نے ملائکہ کی افضلیت ایک نوع مخصوص میں مراد لی ہو مثلاً ان کا ہمیشہ تسبیح وتہلیل میں مصروف رہنا وغیرہ اور مطلق افضلیت جمیع عبادت میں تو انبیاؑ کو فرشتوں پر حاصل ہے۔ افضلیت مخصوصہ کی امثلہ بہت ہیں آپ اَقْرَؤُكُمْ اُبَيٌّ تم سے بڑے قاری ابی ہیں۔ اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ اس اُمت کے امین ابو عبیدہ (بن جراح) ہیں۔

مَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ وَلَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ اَبِي ذَرٍّ ترجمہ: زمین کے اُوپر آسمان کے نیچے ابو ذر سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔

ان میں فضیلتِ مخصوصہ ہے لہٰذا خلفاء راشدین کی افضلیت کے منافی نہیں دیگر اوصاف میں ان حضرات اور باقی اصحاب پر فضیلت رکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے قول لاادری کی توجیح

ملائکہ بشر کی فرشتوں پر فضیلت کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا فرمان لاادری (میں نہیں جانتا) اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کا ایک قول ہے۔ دوسرا قول ہے انبیاؑ فرشتوں سے افضل ہے۔

احناف کا معتمد علیہ قول

لیکن علماء احناف کا معتمد علیہ قول ہے کہ خاص بشر یعنی مرسلین تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ خواص فرشتے انبیاؑ غیر ملائکہ سے افضل ہیں۔ خواص فرشتے غیر مرسلین انبیاؑ سے افضل ہیں۔

اس کے مطابق بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ ہمارے پیارے رسُول جمیع ملائکہ سے اشرف ہیں۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

امام ابوحنیفہ اور دوسرے کسی امام کے بارے یہ خیال نہ کیا جائے کہ شائد وہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرشتوں پر فضیلت میں توقف کرتے ہیں۔

امام شافعی کا مسلک

امام شافعی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الرسالۃ میں

رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو وحی کے ساتھ بالخصوص منتخب ہوئے۔ جمیع مخلوق پر بزرگی رکھتے ہیں رحمت اور ختم نبوت کے اعتبار اور آپ کی نبوت و رسالت اولین و آخرین سب کے لیے یکساں ہیں آپ کا ذکر بلند ہے اس طرح کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ محشر کے روز سب سے قبل شفاعت کرنے والے تمام سے ذات کے اعتبار سے طیب اور نسب و مکان کے اعتبار مختار۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ کا شرف و کرم اور وجود مسعود دین و دنیا میں نعمۃ خاصہ و عامہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[۱]	ترجمہ :۔ بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے جن کو تمہارا تکلیف میں پڑنا سخت ناگوار ہے۔ وہ تمہاری بھلائی بہت زیادہ چاہنے والے ہیں مسلمانوں پر تو نہایت ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا تصریح کردہ قول کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ یہی عام علماء کا قول ہے۔

اور معترض کا قول کہ لاادری سے جواب دینا صحیح ہے بالکل غلط ہے۔ صحیح جواب جس پر علماء کا اتفاق ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام فرشتوں سمیت کل مخلوق پر فضیلت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی فرشتوں پر برتری ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ[۲]	ترجمہ :۔ بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی۔

انبیاء علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہے۔ مگر جو دلیل سے خارج ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان :۔

---

[۱] پارہ ۱۱، سورۂ توبہ، آیت ۱۲۸ - [۲] پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا [1] — ترجمہ:۔ اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ فضیلت غلبہ کے اعتبار سے ہے اور بعض نے کہا کہ روزِ حشر میں ثواب و جزا کے لحاظ سے ہے۔

اس بنا پر انسان و فرشتوں کے مابین فضیلت میں اختلاف کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انسان فرشتہ سے افضل ہے اگر یہ قول ان سے صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ انبیا کے علاوہ مخلوق پر محمول ہے۔ بالخصوص ہمارے سید و آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی افضلیت تمام مخلوق پر براہین قاطعہ سے مبرہن ہو چکا ہے۔

معترض کا قول ہم اس کی معرفت کے دین میں مکلف نہیں یہ بھی غلط ہے یہ اصولِ دین سے ہے اور ہم اس کے مکلف ہیں کہ ہم آپ کی عزت و تکریم کریں اور دلائل سے شانِ مرتبہ اور اللہ کے پاس معترض کا قول "اس میں بحث فضول ہے" بھی غلط ہے بلکہ اس میں اجرِ عظیم ہے۔ اس میں صحابہ کرام اعلمائے عظام نے گفتگو کی ہے۔ اس میں بحث و گفتگو مطلوب ہے۔ (بلقینی کا کلام تھوڑے سے اضافے کے ساتھ ختم ہوا)

اس تقریر کے بعد نمازی حضرات کا مساجد میں درود شریف کا اعلان کرنا اور بلند آواز کرنا واضح حق ہے اس پر کسی طرح سے اعتراض نہیں ہو سکتا جو اعتراض کرے تو اسے شیطانی وسوسہ ہوا ہے جن سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور توبہ کرنی چاہیے۔ اختلاجِ قلب سے دور رہے کہ یہ فسادِ کبیر تک پہنچا دے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

وَاللّٰهُ الموافق للصواب۔

---

[1] پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔

امام العلامہ الشیخ علی نور الدین حلبی

صاحب السیرت متوفی ۱۰۴۴ھ

کے

فرمودات گرامی

شیخ نورالدین حلبی کے جواہرات جوکہ اس کے رسالے تعریف اُہل الاسلام والایمان کہ کوئی جگہ و زمان حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں۔ سے لیے گئے ہیں یہ آپ کی تالیف ہے جیسا کہ سرورق مکتوب ہے۔ میں علامہ ابن علان کے ترجمہ "خلاصۃ الاثر" میں دیکھا ہے کہ یہ آپ کی تصنیف ہے۔

رسالہ تعریف اہل الاسلام والایمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریفات اللہ کے لیے جس کے قصد سے کوئی چیز خالی نہیں بلکہ تمام اشیاء اسی کے قصد سے وجود میں آئیں جو منکرین کے خرافات سے بلند و بالا ہے۔ صلوٰۃ وسلام اس ذاتِ اکمل جو ہر نبی مقرب سے افضل اللہ کے عبد سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیٔ رحمت و شفاعت جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اللہ کی رحمتیں اور سلام آپ پر جمیع انبیاء و مرسلین زمین و آسمان کے جمیع ملائکہ اور جمیع اہلِ بیت و قرابت دار اور صحابہ کرام و تابعین پر۔ امّا بعد۔

اس تصنیف کے موضوع بالمعنی پر کئی بار لکھا جا چکا ہے اور اس سے متعلق متعدد سوالات کا بھی جواب دے چکا ہوں۔ اب اس تالیف سے مقصود ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ بسم اللہ شریف کے بعد:۔

سوال:۔ صورت سوال یہ ہے کہ تم اپنی کتب و مجالس میں تصریح و تلمیح سے کہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیر البریہ اور عالمِ علیا وسفلیہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں آپ کی ذات جلوہ گر نہیں۔ تو حلِ طلب یہ ہے کہ پھر آپ قبرانور میں جلوہ افروز ہیں یا نہیں، اگر قبر انور میں موجود ہیں تو ہر جگہ جلوہ گر ہونے کا مطلب کیا ہوا اور ہر جگہ موجود ہونے کی کیا صورت ہوگی۔؟

جواب:۔ الحمد للہ الہمنا انہا منا وھدایۃ لاصابۃ الصواب۔ اے اخی صادق اور اے مرید صادق اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے ہم وغم کی بیماری سے شفا اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا علم وافر عطا فرمائے۔ اس جواب سے

قبل ایک

تمہیدی مقدمہ

تمہیدی مقدمہ ہے۔ عوالم مختلف اور اکوان متباین۔ ایک کون و عالم بطن مادر شکم مادر اس دار فانی دنیا کی مانند نہیں جب شکم مادر میں تھا تو اسے بہت وسیع خیال کرتا تھا لیکن اس دنیا میں آنے کے بعد اسے نہایت تنگ و تاریک محسوس کرتا ہے کہ اب وہاں ایک لحہ کے لیے رہنا پسند نہیں کرتا۔ اس دنیا سے عالم تفکر کشادہ ہے کیونکہ انسان جب آنکھیں بند کرتا ہے اور اپنے نفس میں فکر کرتا ہے۔ تو اس پر حال کشادہ ہو جاتا ہے۔ عالم نوم عالم تفکر سے وسیع ہے کہ نیند کے عالم میں روح انسان ہر جگہ فرش تا عرش جا سکتی ہے عالم برزخ نوم سے وسیع تر ہے کہ روح بدن سے مجرد ہو جاتی ہے اور اس کی قوت فرشتہ کی قوت کی مانند ہوتی ہے تو اسے اس دنیا کی وسعت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس تمہیدی مقدمہ سے جواب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

الجواب یہ ہے۔ کہ حضرات انبیأ علیہم السلام کو قوت ملکیہ حاصل ہے۔ جب جنات کو یہ قوت حاصل ہے۔ اس کو ایک شخص بلاتا ہے وہ اگرچہ مشرق میں ہو ایک لحظہ میں اس کے پاس آ جاتا ہے۔ دوسرا شخص اگر مغرب میں بیٹھ کر اسے حاضر کرنا چاہے تو ایک لحظہ میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہے تو حضرات انبیأ علیہم السلام و اولیأ کو ان سے کئی گنا زیادہ قوت حاصل ہے۔ اس لیے کہ انبیأ و اولیأ کی موت و حیات تشریفی ہے اس لیے کہ انہوں نے ایسی گفتگو کی جو انسان کے مقدور سے ماورا اور ایسے کام کے لیے اور برداشت کیے جو مقدور سے باہر ہے تو ان میں ثقلین کے فضائل جمع ہوئے بخلاف جنات کے کہ ان کے فضائل صرف طبعی ہیں نیز جن اگر ایک رومال میں متشکل ہو سکتا ہے تو وہ خیال محض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ[1] ترجمہ:- بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں۔

---

[1] پارہ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۲۷۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض اولیا میں یہ صفت بحیثیت خصوصیت ہے تو اس کا معنی یوں ہوگا۔ انبیا و اولیا کی یہ صفت شرف و بزرگی میں انتہائی قوت کے قبیلہ سے ہے۔ جب کہ جن میں خوبی طبعی طور پر ہے۔

(۵) عالم حشر و نشر۔ عالم برزخ سے وسیع (۶۲) اور عالم جنت و دوزخ ان تمام سے وسیع ترین ہے۔ تو فضل و رحمتِ الٰہی کی وسعت، اس کی وسعتِ علم ان تمام عوالم سے کئی گنا زیادہ ہے۔ بایں وجہ یہ عوالم اور جن پر یہ مشتمل ہیں اس کے فضلات سے ایک حصہ اور اس کی معلومات میں سے ایک دقیقہ ہیں۔ جیسے جنت اس کے ثواب و منایات کا ایک حصہ اور جہنم اس کے عتاب کا بعض و جزء ہے۔

دوسرا مقدمہ دنیا برزخ اور بعثت کی زندگی رُوح کے اعتبار سے متحد اور قوت کے لحاظ سے مختلف ہے۔ ادنیٰ مقام بطش ادراک، تشکل و تصرف اور حیاتِ دنیا کا احاطہ ہے۔ درمیانہ حیات برزخ ہے۔ میت مرنے کے بعد زندگی بسر کرتا ہے۔ اعلیٰ مقام حیاتِ اُخرویہ۔

جواب اس تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ علمائے محققین مثلاً قرطبی وغیرہ فرماتے ہیں کہ موت عدم محض کا نام نہیں۔ بلکہ عالم (ملکِ دنیا) سے عالم ملکوت کی طرف انتقال کے طریقہ اور اہلِ دنیا و اہلِ برزخ کے مابین حجاب کا نام ہے تو میت اس حالت پر نہیں کہ جس طرح کہ دنیا میں اس کو احساس ہوتا تھا۔ یہ مُردوں کے متعلق کلام ہے۔

علمائے فرماتے ہیں کہ رُوح امر لطیف ہے اجسام کی طرح ثقیل و کثیف نہیں وہ جہاں چاہے مشیتِ ایزدی سے جا سکتی ہے وہ ماذون ہے مقید نہیں۔ اس صورت میں تمام اُمم متساوی ہیں۔

اور اُمتِ محمدیہ کو ان کی ارواح کے لیے تصرفات مزید حاصل ہیں جو دیگر اُمم کے ارواح کو میسر نہیں۔ اُمتِ محمدیہ میں سے علما عاملین اور اولیا عارفین کو مزید تصرفات حاصل ہیں۔ پھر ان کے آئمہ جیسے امام اعظم امام شافعی، امام مالک اور زیادہ خصوصیت ان سے تابعین ان کے اوپر صحابہ کرام کے لیے شرف و بزرگی اور کمالِ علم ثابت ہے۔

ان خصوصیات کا اختتام نبی الرحمۃ شفیع اُمّت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ان کی ابتدا بھی آپ سے ہی ہوئی اور آپ کے لیے وہ خصوصیات ہیں جو دیگر انبیاء و مرسلین کے لیے بھی نہیں۔

کیا تجھے معلوم ہے کہ منصبِ شفاعت آپ ہی کے لیے ہیں۔ دوسرے لیے شفاعت کا منصب آپ کی اجازت سے حاصل ہوگا اور آپ کو منصبِ شفاعت باذن اللہ ملے گا۔ یہ بعض حضرات کا قول ہے۔

انبیاء و اولیاء سے توسّل جائز ہے

صحیح و تحقیق یہ ہے کہ جمیع انبیاء کرام و اولیاء کرام سے توسّل جائز ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جیسا کہ اس کا بیان آگے آرہا ہے اور بعض دوسرے انبیاء کو آسمانوں پر دیکھا آپ کا یہ دیکھنا اس معنی کے ساتھ جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا، اور حق سبحانہٗ نے آپ کے لیے اس کتاب کی وضع کا ارادہ کیا۔ اس گفتگو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تصرف کی معرفت ہو گئی۔

آپ کے وجود کی سیر کا مقصد عون و مددِ کائنات ہے۔ اور جسم شریف ہماری مدد بطرقِ اُولیٰ کرتا ہے۔

یہ سوال، کیا آپ اپنی قبرِ انور میں موجود ہیں؟

کیا آپ روضۂ اطہر میں مقیم ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام سیوطی نے اپنی کتاب "تنویر الحلک بامکان رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والملک" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں نہیں چھوڑے جاتے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ :۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ترجمہ:۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
قَالَ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَا یُتْرَکُوْنَ	وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام چالیس
فِیْ قُبُوْرِهِمْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً	رات قبور میں نہیں چھوڑے جاتے بلکہ وہ
وَلٰکِنَّهُمْ یُصَلُّوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللہِ	صور پھونکے جانے تک اللہ تعالیٰ کے

حَتّٰی یُنْفَخَ فِی الصُّوْرِ۔ صور پھونکنے تک نماز میں مشغول رہیں گے۔

اس میں یہ روایت بھی ہے کہ امام سفیان ثوری نے کہا کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن مسیب سے نقل کیا آپ نے فرمایا:۔

کوئی نبی بھی اپنی قبر میں چالیس رات سے زیادہ نہیں چھوڑا جاتا۔ یہاں تک کہ اسے اٹھا لیا جاتا ہے۔ بیہقی نے کہا اس میں تمام انبیا یکساں ہیں۔ (اس کا کلام ختم ہوا)

میں (نورالدین حلبی) کہتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رفعت مکان و زمان میں مزید خصوصیت ہے۔ کتاب مذکور میں یہ بھی ہے۔ امام عبدالرزاق اپنی مسند میں ثوری سے اس نے ابی مقدام انہوں نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس دن سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔

نیز اس میں ہے کہ امام الحرمین نے اپنی تاریخ، طبرانی نے کبیر اور ابراہیم نے حلیہ میں جو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کسی نبی کا وصال نہیں ہوتا کہ قبر میں مقیم رہے مگر چالیس دن تک۔

اسی میں ہے کہ امام الحرمین نے نہایہ اور امام رافعی نے اس کی شرح میں دونوں نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اللہ کے پاس سب سے زیادہ مکرم و محتشم ہوں قبر میں تین دن سے زیادہ نہیں رکھتا۔ امام الحرمین نے اضافہ کیا کہ دو دن سے زیادہ۔

اسی میں ہے کہ ابوالحسن بن زعفرانی حنبلی نے اپنی کتب میں اس حدیث کو ذکر کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کسی نبی کو نصف دن سے زیادہ قبر میں نہیں رکھتا۔

میں (نورالدین حلبی) کہتا ہوں کہ یہ تمام احادیث مشکل ہیں بالخصوص اس دور کے منکرین کے نزدیک جنہوں نے یہ سوال کیا جو وجہ تالیف ہیں۔ اس سوال کو جو کتاب مذکور میں موجود ہے۔ کہ واضح کرتی ہے۔ اسے کتاب "مصباح الظلام فی المتغشین بسید الانام فی یقظۃ والنوم" جو کہ حافظ ابن نعمان مغربی کی ہے میں روایت کیا کہ۔

روضۂ رسول سے بشارت ایک اعرابی روضۂ رسول پر حاضر ہو کر عرض گو ہوا کہ آپ

نے فرمایا تو ہم نے اسے یاد کر لیا (یہاں تک کہ یہ الفاظ کہے) کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی :۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا[1]

ترجمہ :۔ اور کاش وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول اللہ بھی ان کی سفارش فرماتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا استغفار کرتے ہوئے پاس حاضر ہوا اور آپ کے استغفار کی آرزو رکھتا ہوں کہ آپ میرے لیے دُعائے مغفرت فرمائیں کہ قبر انور سے ندا آئی کہ تحقیق تیری مغفرت ہوگئی حدیث صراحتاً دلالت کر رہی ہے۔ کہ آپ قبر انور میں موجود ہیں۔

سلام کا جواب پانا

یہ اشکال کتاب سیوطی سے بھی واضح ہوتا ہے کہ سید نورالدین ایجی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا۔ پھر سلام عرض کیا :۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ترجمہ :۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں

تو قبر انور سے ندا آئی، جس کو سب حاضرین نے سُنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَلَدِيْ۔ ترجمہ :۔ میرے بیٹے تجھ پر بھی سلام ہو۔

شیخ ابوبکر دیار بکری نے مواجہہ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا ان کو بھی قبر انور سے جواب ملا۔ ایک ہاشمی عورت مدینہ منورہ میں خاکروبی کرتی تھی۔ بعض خدام اسے ایذا دیتے تو اس نے روضۂ انور پر شکایت کی تو اسے جواب ملا کہ جس طرح میں نے مصائب میں صبر کیا تو بھی صبر کر یا جس طرح آپ نے فرمایا۔

---

[1] پارہ ۵، سورۃ النسا، آیت ۶۴۔

سید احمد رفاعی کا واقعہ

استاذ شیخ احمد الرفاعی علیہ الرحمۃ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد در رسول پر حاضر ہوئے اور مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی :۔

فی حالۃ البُعد روحی کنتُ ارسلہا
تقبل عنی وھی نائبتی

ترجمہ :۔ دوری میں میری روح حاضر ہوتی اور سلام کے ایجاب کا عرض کرتی جب وہ میری نائب تھی۔

وھذہ دولۃ الاشباح وحضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

ترجمہ :۔ یہ حالت شباح تھی (میں خود موجود ہوں) میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اپنا داہنا ہاتھ نکالیے تاکہ میرے لب اس سے برکت حاصل کریں۔

تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک نکالا تو سید احمد الرفاعی نے بوسہ لیا۔

اس کے علاوہ بھی کتاب مذکور میں واقعات موجود ہیں جن سے اشکال کی توضیح ہوتی ہے۔

اس سے یہ بھی توضیح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا شب معراج میں کثیب احمر کے مقام پر قبر موسیٰ سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ مورخین نے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کھود کر انھیں اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیا تاکہ طوفان سے محفوظ رہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں قرافہ کے مقام پر اور یوسف علیہ السلام فیوم میں مدفون تھے دونوں کو نکال کر شہر خلیل اللہ علیہ السلام بیت المقدس جوار ابراہیم علیہ السلام میں دفن کیا۔

خلاصہ کلام کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ انبیا اپنی قبور میں ہی ہوتے ہیں اور کہیں اور مقام پر نہیں تو یہ حدیث غایہ اشکال میں ہے۔ اور حقوق انبیا علیہم السلام پر تنقیص

لازم آتی ہے جب اولیا و اصفیا اپنی قبور سے نکل کر ان کی اشباح ان کی قبور سے نکل دراز علاقوں میں دیکھی جا سکتی ہیں تو انبیا کیوں نہیں آجا سکتے اور لوگوں میں یہ خبر تواتر کی حد تک مشہور ہے کہ قطب عالم عارف وکامل سید احمد بدوی جلاد کفار میں قطاف کے نام مشہور ہیں کہ وہ اپنی موت کے بعد افرنگی علاقہ سے قیدیوں میں اپنے وطن مصر لائے گئے۔

مقام و عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ چیز بالکل عیاں ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بوقت وصال از کی رضوان اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام اور درجہ وسیلہ کے مقام پر فائز ہوئے تو روضہ اطہر میں پہنچے پھر اللہ کے پاس جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے وہاں پہنچائے گئے وہ مقام وسیلہ جن پر اولین و آخرین غبطہ کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حتمی اذن دیا زمین و آسمان بحر و بر سہل و سخت جہاں چاہیں سیر کریں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو قوت وہبیہ ایسی عطا کی کہ درجہ وسیلہ میں موجود ہوتے ہوئے اگر کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب پکارے تو آپ اس کو جواب دیتے ہیں یہ کیفیت بلا نہایہ بعد از قیامت بھی رہے گی۔ یونہی درجہ وسیلہ میں ہوتے ہوئے طالب پکارنے والا اللہ کے حضور اور قبر پر پکارنے والا قبر میں غرض جہاں بھی پکارے گا وہیں آپ کو موجود پائے گا یہاں تک کہ مراقبہ کرنے والا اپنے مراقبہ اور عارف اپنے میں آقا علیہ السلام کو موجود پائے گا۔ یونہی انبیاء علیہم السلام قدس اعلیٰ میں پہنچنے کے بعد ماذون ہیں کہ ان کی شبیح تالیف قلوب اہل ارض کے لیے قبر میں موجود ہو اور اشباح سے مجرد ہو کر جہاں چاہیں جا سکتے ہیں ان کے لیے کوئی ممانعت نہیں قبر میں شبیح کے مقام ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب طالب اس کو طلب کرے گا۔ تو وہاں پالے گا۔ جب ان کے حضور زیارت کے قصد سے آئے گا تو ان کی شبیح دیکھ لے گا جس کی توضیح موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں آئے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بجسدہ و روحہ زندہ ہیں

حافظ امام سیوطی نے اپنی مذکورہ کتاب میں احادیث و اکثر اقوال علماء نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اقوال علماء اور وہ احادیث جو خواب اور

بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے ممکن ہونے پر دال ہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جسم و روح سمیت زندہ ہیں اطراف زمین اور ملکوت میں تصرف فرماتے ہیں اور اسی حالت و ہیئت پر ہیں جو آپ کی قبل از وصال تھی۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ صرف یہ ہے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں جیسے فرشتے نظر نہیں آتے۔ حالانکہ فرشتے اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔

خوش بخت لوگوں کو زیارت بھی ہوتی ہے

جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو جائے تو اس کے لیے حجاب اٹھ جاتے ہیں تو وہ آقا علیہ السلام کی اسی دنیوی زندگی کی کیفیت میں دیدار کر لیتا ہے اور شبیہ و مثال کی ضرورت ہی نہیں۔ (سیوطی کا کلام ختم ہوا)

میں (نورالدین حلبی) کہتا ہوں ہمارا کلام اسی طرح ہے۔ جس طرح امام سیوطی نے بیان کیا۔ اور اس سے بھی اخص ہے۔

آپ ہر جگہ موجود ہیں

کہ میں آپ کے جسدِ اقدس کو دیکھتا ہوں کہ اس سے کوئی زمان، مکان، محل، امکان، عرش، کرسی، لوح، قلم، بحر، بر، نرم، سخت، برزخ اور قبر ہر جگہ جلوہ افروز ہیں اور کوئی جگہ آپ سے خالی نہیں۔ عالم علیا بھی عالم سفلی کی طرح خالی نہیں یعنی درجہ وسیلہ میں موجود ہوتے ہوئے قبر میں بھی موجود بیت اللہ کا طواف اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی موجود، جس ساعت مشرق والے زیارت سے مشرف ہو رہے ہے۔ بعینہٖ اسی وقت وطلہ مغرب والے کو بھی شرفِ دیدار سے نواز رہے ہیں۔ مراقبے والے کے مراقبہ سر والے کے سر میں موجود عالم رؤیا میں دیدار کرانے کے وقت عالم یقظہ (بیداری) میں دیدار کرا رہے ہیں۔ دونوں صفات جلال و جمال کے ساتھ موصوف غایت درجہ کمال پر فائز ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا:۔

لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ   اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی بڑی چیز نہیں کہ تمام کائنات کو ایک میں جمع کر دے۔

سوال کیا سماع وفضل کے افق پر اس پر قبل نور طلوع ہوا ہے یا تم اپنی ذاتی رائے سے یہ بات کر رہے ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جسم واحد بیک وقت تمام جگہ موجود ہو جائے۔

جواب جو شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھے وہ مستحق نار ہے جو آپ کے متعلق کوئی اپنی طرف سے کوئی نئی بات نکالے تو وہ مردود ہے۔ ہم نے جو اپنے مدعی میں ذکر کیا ہے یہ بفیضان الٰہی ہے۔ اس میں کوئی اہلِ علم وافہام تردد و توقف نہیں کرتا۔ مگر چند ایک وہم و ابہام پرست۔

وَلَیْسَ یَصِحُّ فِی الْاَذْھَانِ شَیْءٌ اِذَا احْتَاجَ النَّھَارُ اِلٰی دَلِیْلٍ

ترجمہ: اذہان میں کوئی چیز صحیح نہیں رہے گی۔ جب دن دلیل کا محتاج ہو۔

وَاِذَا لَمْ تَرَ الْھِلَالَ فَسَلِّم لِاُنَاسٍ رَاَوْهُ بِالْاَبْصَارِ

ترجمہ:۔ جب چاند نظر نہ آئے تو ان لوگوں کے لیے سلامتی ہے جو آپ کو چشم ظاہر سے دیکھتے ہیں۔

جس نے جانا وہ اس پر حجت ہے جس نے نہیں جانا جس نے سمجھا وہ اس شخص پر حجت ہے جس نے نہیں سمجھا۔ جس نے یاد رکھا وہ اس پر حجت جس نے یاد نہیں رکھا۔

اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ صرف جمیل سے فراق ہوتا ہے اور دلیل کے بغیر کوئی قول معتبر نہیں تو ہمارے پاس اس مسئلہ پر صحیح دلائل نقلیہ وبراہین قطعیہ ہیں۔

آقا علیہ السلام کے ہر جگہ موجود ہونے پر دلائل صحیحہ ان دلائل نقلیہ میں سے جو ہم نے اپنے حوالی میں روایت کیا جس کی اسامید ثابتہ صحیحہ ہیں جمیع حفاظ حدیث اور جمیع اہل معانی والفاظ کے نزدیک ثابت محقق ہے۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں آپ کا استقبال کرتے ہوئے پھر انبیا کے ساتھ آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر بیت المقدس کو چھوڑ کر آسمانوں پر جلوہ گر ہو گئے تو جو تھے یا چھٹے آسمان میں موجود پایا۔ اس روایت کی بنا پر جس میں ہے کہ پہلے آسمان پر

آدم دوسرے پر عیسیٰ تیسرے پر یوسف ادریس سے چوتھے پر ہارون سے پانچویں پر ابراہیم سے ساتویں پر ملاقات کی۔

دونوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے دونوں جگہ ملاقات ہوئی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام بیک وقت اپنی قبر میں بیت المقدس چوتھے یا چھٹے آسمان پر موجود ہو سکتے ہیں تو ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی الانبیاء اور سب سے بلند درجہ پر ہیں عالم سفلی وعلوی میں کیوں موجود نہیں ہو سکتے۔ جب کہ شب معراج اس مقام تک پہنچے جہاں آج تک کوئی ملک مقرب یا نبی مرسل نہیں پہنچ سکا۔ اسی لیے رئیس ملائکہ جبریل آمین علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے اور یہ دلیل پیش کی۔

مَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ ہم میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے یعنی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

دوم دلیل دلائل نقلیہ جو اس پر صریح دال ہیں جس کی اسانید عالیہ صحیحہ اور ثابتہ ہیں ان میں سے دوسری دلیل جو امام الائمہ امام بخاری وغیرہ کے نزدیک صحیح ثابت ہے کہ ہر میت جب قبر میں پہنچتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے تین سوال کرتے ہیں۔ تیسرا سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ

مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ اس شخص کے بارے کیا کہتا ہے۔؟

اس میں ھٰذا اسم اشارہ ہے جو محسوس مبصر قریب کے لیے آتا ہے یہ معنی حقیقی ہے۔

بعض علماء نے تاویل کی کہ حاضر و قریب ذہنی مراد ہو سکتا ہے لیکن یہ معنی مجازی ہے۔ مجازی اس وقت مراد لیا جاتا ہے۔ جب حقیقی معنی ممکن نہ ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر قبر میں بجسدہٖ تشریف لاتے ہیں۔

حکایت بعض منقولات میں ہے کہ ایک مالکی شخص کا انتقال ہوا قبر میں جب اس سے سوالات ہونے لگے تو وہ جوابات دینے سے مرعوب ہو گیا۔ اس کے سامنے والے صاحب قبر نے کہا دیکھ تیرے سر کے مقابل حضرت مالک بن انس تیری طرف سے جواب دے رہے ہیں۔ مصنف نے کہا کہ میں کہتا ہوں اس بنا ہمارے امام اعظم شافعی

علیہ الرحمۃ اس سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنی نظم بدیع میں کہا :۔

اِذَا سَأَلَانِیْ مُنْکَرٌ وَنَکِیْرٌ عَنْ صَحِیحِ اعْتِقَادِیْ مَنْ جَعَلْتُ اِمَامِیْ

ترجمہ: جب منکر و نکیر مجھ سے میرے صحیح عقیدہ کے متعلق سوال کریں گے جس کو میں نے اپنا بنایا ہے۔

اَقُوْلُ لَهُمْ دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اَدِیْنُ بِهٖ وَالشَّافِعِیُّ اِمَامِیْ

میں انہیں کہوں گا کہ میرا دین، دینِ محمد اور میرے امام شافعیؒ ہیں۔

اور ہم نے کہا

لَعَمْرِیَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ مَنِ انْتَمٰی لَهٗ لَا یَرٰی لَوْمًا فَاُسْتَاذُهٗ لَیْثٌ

میری جان کی قسم حضرت امام شافعی ایسا شخص جو آپ سے نسبت رکھتا ہے۔ اگر ہمت نہیں رکھتا تو اس کے استاذ تو شیر ہیں۔

وَلَا یَخْتَشِیْ ضَیْمًا وَلَا یَشْتَکِیْ ضَنًی فَاِنَّ لَهٗ غَوْثًا مَکَارِمُهٗ غَیْثٌ

اور نہ ظلم سے ڈرے اور نہ لاغری و بدحالی کی شکایت کرے کہ اس کا وہ غوث ہے۔ جس کے مکارم (اخلاق) بادل کی مانند ہیں

نیز ہم نے کہا :۔

اِنِّیْ اتَّخَذْتُ طَرِیْقَةً وَعَقِیْدَةً عِلْمَ ابْنِ اِدْرِیْسَ الْاِمَامِ الشَّافِعِیِّ

بے شک میں نے طریقہ و عقیدہ وہ اختیار کیا ہے جو ابن ادریس امام شافعیؒ کے علم سے حاصل کیا گیا ہے۔

وَجَعَلْتُ مَذْهَبَهُ الشَّرِیْفَ وَسِیْلَةً لِیْ فِیْ غَدٍ عِنْدَ النَّبِیِّ الشَّافِعِ

میں نے آپ کے مذہب شریف کو اپنے لیے قیامت میں شفاعت کرنے والے رسول کے پاس وسیلہ بنایا۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ امام الائمہ کی مدح میں کلام طویل ہوتے ہوتے قبضۂ اختیار سے باہر نہ ہو جائے یہ دو نقلی دلیلیں جو بیان کی گئی ہیں اس کو ہر سلیم الفطرت انسان قبول کرتا ہے۔

اب ہم دلائل عقلیہ ذکر کرتے ہیں جن کے بعد جس میں انسانیت ہے وہ ضرور اس مسئلہ کو تسلیم کرے گا۔

آپ کے ہر جگہ موجود ہونے پر دلائل عقلیہ دلیل اوّل

اس میں کوئی شخص بھی مخالفت نہ کرے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روح الوجود ہیں جس طرح بدنِ انسان کے ہر حصہ میں رُوح موجود ہوتی ہے بدن انسان کا کوئی حصہ رُوح سے خالی نہیں، ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائناتِ علویہ وسفلیہ کی رُوح ہیں تو کائنات ارض وسماو ما فیہا کا کوئی حصہ آپ کے جسد اقدس سے خالی نہ ہوگا۔

دوئم دلیل

اولیائے کاملین کی ایک جماعت اس مقام پر فائز ہے۔ اور اس کا مشاہدہ کیا ہے ان میں امام سیوطی نے اپنی کتاب مذکور میں واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ عارف ابوالعباس طنجی نے کہا کہ میں شیخ استاذ احمد رفاعی کے پاس گیا تو انھوں نے فرمایا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے۔ اپنے شیخ عبدالرحیم قناوی کے پاس حاضر ہو۔ تاکہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کرائیں اور تیرا سلوک مکمل ہو۔ جب میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے حکم دیا: بیت المقدس پہنچ جا۔ تاکہ مقصود حاصل ہو۔ حسب حکم جب بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دیئے تو میں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت میں زیارت کی۔ آسمان، زمین، عرش کرسی کائنات کا گوشہ گوشہ آپ سے پُر ہے۔

سوم دلیل

اکثر عارفین و اولیا سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عالم رؤیا اور عالم یقظہ (بیداری) اکثر حاضر رہتے۔ ان عارفین میں سے ایک عارف باللہ خلیفہ بن موسیٰ ہیں۔ جو اکثر آپ کے پاس حاضری دیتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک ہی شب میں سترہ مرتبہ حاضری دی تو آقا علیہ السلام نے فرمایا اے خلیفہ ہم سے اکتا نہ جانا۔ بہت سے اولیا ہی ہمارے دیدار کی حسرت و یاس میں فوت ہو گئے۔

میں کہتا ہوں حاصل کلام کہ حجاب ہماری طرف سے ہے وہ بھی ہو جب ہمارے گناہوں کے آپ کی طرف سے کسی قسم کا حجاب نہیں۔ اسی لیے بندہ جب نفس سے جُدا ہوتا ہے۔

خواہ عالم نوم میں ہی اور اپنی آنکھیں بند کرتا ہے تو آپ کا دیدار کرتا ہے۔ جب اللہ کی منشا ہو جائے اور جب اپنے نفس پر غالب آ جاتا ہے یا اسے معنوی طور پر قتل کر دیتا ہے تو پھر ہمیشہ کے لیے حجاب اٹھ جاتا ہے۔ پھر نیند ہو یا حالت بیداری بہر صورت دیدار سے مشرف ہوتا رہتا ہے۔

چنانچہ ہمارے شیخ نور الدین الشوٗنی زندگی از ہر میں آقا علیہ السلام کے پاس بیداری میں حاضر ہونے کی علامت تھی۔ آپ کھڑے ہو جاتے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ کبھی آخر شب، کبھی نصف شب اور کبھی عشاء کے وقت جب تلاوت شروع کرتے تو فجر تک مسلسل کھڑے رہتے۔

اکثر باب زہومیتہ کے محلہ سیوفیہ میں خلوت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دن رات حاضر رہتے۔

کاملین حضور علیہ السلام سے ایک لحظہ کیلیے بھی غائب نہیں ہوتے

حضرت سید ابو العباس مرسی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں حضور علیہ السلام کے دیدار سے ایک لحظہ کے لیے محجوب ہو جاؤں تو میں اس لحظہ میں خود کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ اس قسم کے واقعات بیشمار ہیں جن کا استقصا ممکن نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ کی کتاب مذکور میں بعض اشیاء اس قسم کی اور بھی ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ میرا مقصود اس سوال مذکور کا جواب دینا ہے۔

چہارم دلیل

اس اُمت کے ابدال کہ ایک کو بدل کہتے ہیں کیونکہ جب سفر کرتا ہے اور اپنی جگہ اپنا شکل کسی اور کو چھوڑ جاتا ہے۔

قضیب البان کا واقعہ

حضرت قضیب البان کے متعلق اتفاق ہے کہ ان کے خلاف قاضی کے پاس دعویٰ کیا گیا کہ وہ نماز نہیں پڑھتے تو قاضی نے ان کو بلا کر دریافت کیا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو یکایک آپ کی سات شکلیں بن گئیں اور فرمایا کہ بتاؤ ان میں سے کون سی شکل نماز نہیں پڑھتی۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کی اُمت کے ابدال کی یہ کیفیت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ایک لاکھ مثالیں کیوں نہیں بن سکتیں۔

شیخ تاج الدین کا کمال

صحیح منقول ہے سیدی تاج الدین بن عطا اللہ سکندری رضی اللہ عنہ صاحب کتاب "الحکم" "کتاب التنویر" وغیرہا کا ایک مُرید ایک سال حج کے لیے گیا۔ جس موقف اور جس مشہد پر بھی حاضر ہوتا تو وہاں سیدی شیخ تاج الدین کو دیکھتا۔ جب وہ آپ کے پاس گفتگو کے لیے آتا تو وہاں آپ کو نہ پاتا۔ جب وہ مصر میں آیا تو اپنے شیخ کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ تندرست ہیں۔ جب مکاشفہ میں اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کیا فلاں فلاں مقام پر مجھے دیکھا۔

پنجم دلیل

عقل اس چیز کو تسلیم کرتی ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مکان میں قائم کیا جہاں ساری کائنات دیکھتی رہے جیسے چاند ہے کہ مشرق و مغرب والے دونوں یکساں طور پر دیکھتے ہیں۔ اس کی روشنی ہر جگہ موجود ہے۔ ایسے ہی سورج زہری، ستارے کہ انسان زمین کے جس خطے پر بھی ہو ان کو یکساں طور پر دیکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ان کو ایسی جگہ دی ہے جس سے ہر ایک کو نظر آتے ہیں۔ یونہی روضۂ رسول کو بھی ایسا مقام عطا کیا ہو کہ ہر جگہ نظر آتا ہو مگر جس کی بصیرت سلب ہو وہ نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح ان سیاروں کو نابینا شخص نہیں دیکھ سکتا۔ حالانکہ یہ سیارے بالکل واضح ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنی بدیع نظم میں لکھا۔

مِثَالُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی فِیْ وُجُوْدِہٖ ۔۔۔ بِسَائِرِ اَرْضِ اللّٰہِ وَالْعَجَمِ وَالْعَرَبِ

وجود نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مثال تمام رُوئے زمین عرب وعجم میں ہے۔

عَلٰی اَنَّہٗ فِیْ قَبْرِہٖ طَابَ تُرْبَۃً ۔۔۔ بِطِیْبٍ دَامَتْ مِنْہُ فِیْ صِلَۃِ الْقُرْبِ

اس کے باوجود کہ آپ اپنی قبر انور میں موجود ہیں جس کی خاک پاکیزہ اس کی پاکیزگی یا خوشبو سے قرب کا صلہ حاصل ہوتا ہے۔

کَبَدْرِ السَّمَاءِ فِی الْاُفُقِ بَادٍ وَضَوْءُہٗ ۔۔۔ یَعُمُّ جَمِیْعَ الْکَوْنِ فِی الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

آسمان کے چاند کی مانند جو افق پر ظاہر ہے اور اس کی روشنی تمام عالم کو شرق و غرب میں عام ہے۔

نیز ہم نے لکھا:-

اُنظُر اِلَی المُختَارِ کَیفَ وَجُودُہٗ　　مَلَأَ السَّمَاءَ وَالاَرضَ مِنّ وَالاَکوَانَا

نبی مختار کو دیکھ آپ کے جسدِ اقدس نے آسمان زمین اور تمام عالم کو پُر کر دیا۔

فَتَرَاہُ مِثلَ البَدرِ فِی کَبِدِ السَّمَاءِ　　وَضِیَاءُہٗ مَلَأَ الوُجُودَ عِیَانًا

آپ کو چاند کی مانند دیکھے گا جو آسمان کے دل میں ہے اور اس کی روشنی نے پورے وجود کو ظاہر منوّر کر دیا۔

ششم دلیل کائنات علویہ وسفلیہ کا تعلق یوں کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوں بنا دیا ہو جیسے عزرائیل کے لیے بنا دیا ہے۔ کروڑہا مخلوق کی آن واحد میں رُوح قبض کر لیتا ہے۔ ایسے ایک اقصائے مشرق اور دوسرا اقصائے مغرب میں ہو تو دونوں کی ایک لحظہ میں رُوح قبض کر سکتا ہے۔ جب اس کے متعلق عزرائیل سے دریافت کیا گیا تو شرق وغرب والے دونوں اشخاص کو بیک وقت کیسے فوت کر سکتا ہے تو حضرت عزرائیل نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے لیے پلیٹ دیا ہے۔ تو یہ میرے سامنے ایک کھانے والے شخص کے سامنے پیالے کی مانند ہے تو میں جس طرح چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔

ہفتم دلیل دلائل عقلیہ میں سے امر برزخ ہے کہ دو فرشتے منکر ونکیر ہر مقبور سے سوال کرتے ہیں باوجود اتنے بڑے حجم ہونے کے ایک تنگ قبر میں کیسے آ جاتے ہیں اور پھر چلے بھی جاتے ہیں نیز بیک وقت لکھوکھا کروڑہا انسان مرتے اور دفن ہوتے ہیں۔ کوئی مشرق میں دفن ہوتا ہے اور کوئی مغرب میں تو ان سے ایک وقت میں کیسے سوال کرتے ہیں۔ مزید برآں سوالات وجوابات کے بعد انگلی سے قبر میں سوراخ کر کے جنتی کے لیے جنت کی اور دوزخی کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھول دیتے ہیں۔ جب کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور جہنم سمندر کے تحت ہے۔ اگر منکر ونکیر فرشتوں میں ایسی قوت پائی جا سکتی ہے تو قادر مطلق جو علی وعلیم ہے وہ اپنے حبیب مصطفےٰ ومجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم جو فرشتوں کے بھی نبی اور ان سے بلند تر ہیں کو یہ قوت عطا

کر دی ہے کہ وہ ہر قبر میں موجود ہوں اور کائنات کے ہر فرد کو نظر آ سکتے ہیں۔

اس بیان کے بعد انکار کرنا گمراہی جس طرح فلسفی گمراہ ہوئے۔ کہ ایک میت کے ساتھ انہوں نے زیبق (ٹیپ ریکارڈ کی طرح کا آلہ) رکھ دیا تاکہ جب میت سے سوال ہوگا تو اس میں ریکارڈ ہو جائے گا۔ اس کے بعد کھود کر انہوں نے اسے نکالا تو وہ چلا ہی نہیں۔[1] اس لیے ہم نے اپنی نظم بدیع میں لکھا۔

إِذَا رُمْتَ فَرْدًا جَامِعًا فِيهِ جُمِعَتْ   عَوَالِمُ خَلْقِ اللهِ فَضْلًا مِنَ اللهِ

ترجمہ:۔ یہ فرد ان تمام کا جامع ہے جو تمام مخلوق نے جمع کیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔

لِقَدْرِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى اُنْظُرْ وَسَلْ وَقُلْ   تَجِدْهُ مَلَأَ أَبْصَارٍ وَسَمْعٍ وَأَفْوَاهٍ

عظمت رسول جو مصطفیٰ ہیں کے لیے دیکھ اور کہہ آپ کو پائے گا آنکھیں کان اور منہ آپ کے ذکر سے پُر ہیں۔

اور کہا:۔

ما ابصرت قط عین او وعت اذن   او فاه نطق بمدح او اشیع ندم

کسی نے نہ دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ زبان میں کسی کی تعریف میں نطق کیا۔

کالمصطفیٰ منظرًا او ذکرہ خیرًا   او قدرہ منصبًا او راحتیہ ندمٗ

مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم منظر، ذکر خیر یا آپ کے منصب اور آپ کے ہاتھوں کی سخاوت جیسا۔

اور کہا:۔

---

[1] اسی طرح کا ایک واقعہ ۱۹۷۱ء میں پیش آیا اس وقت جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد دورہ حدیث کا طالب علم تھا کہ میت کے دو دوستوں نے مل کر ٹیپ ریکارڈ لگا کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دی کہ معلوم ہو سکے کہ قبر میں کیا کچھ ہوتا ہے۔ دوسرے دن نکال کر جب سننے کے لیے گھر میں چلائی تو اس سے ایک ایسی دھماکہ دار آواز سنائی دی جس سے کمرہ کی چھت گر گئی۔ (مترجم)

انا قدروا الاشیا تقدیرا اربعۃ وعشرین جزءًا فالنبی وآلہ
جب اشیا کی تقدیر کو چوبیس حصوں میں تقسیم کیا تو رسول کریم اور آل صلے اللہ علیہ وسلم۔

محمد منہ جزالف مقوم بما سوخلق اللہ جل جلالہٗ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم باقی مخلوق کے مقابلے میں ہزار حصے کے مالک ہیں۔

تقاصر فوق الفوق کالاوج والعلا ولم یبلغوا العشار من قدر آدما۔
فوق الفوق۔ اوج اور بلندی سے قاصر ہیں اور قدر آدم کو کوئی نہیں پہنچ سکا

فکیف بمن فاق النبیین رفعۃً واضحی سماءٌ لاتطاولہ سما
پس اس کی بلندی تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جو انبیا سے رفعت ومنزلت میں فائق
اور کوئی آسمان آپ کی رفعت آسمان سے بلند نہیں۔

تقاصر مدح الناس عن مدح من علا علی المدح عبد اللہ وھو لعیبہٗ
تمام لوگوں کی تعریف بلندی پر اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے جو اس کے حبیب ہیں کی تعریف سے کم ہے۔

محمدٌ المختار حتیٰ کانما مدیح جمیع العالمین لعیبہٗ
محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم گویا تمام مخلوق کی تعریف آپ کی تعریف کے سامنے عیب لگانے کے مترادف ہے۔

مزید لکھا:-

لو لم یکن من جنسنا من قدرقی فوق الملک
اگر آپ ہماری جنس (نسل انسانی) سے نہ ہوتے جو کہ فرشتوں سے برتری لے گئے

محمد ما فضلوا جنس البشر علی الملک
تو جنس بشر کو فرشتوں پر فضیلت نہ ملتی۔

تفکر فدیتک فی عز من رقی فوق ما وصفہ بذکر
غور کر میں تجھ پر فدا اس ذات کی عزت میں جو مذکور وصف سے بھی ترقی کر گئے

وَلَمَّا اَتٰی سِدْرَةَ الْمُنْتَہٰی تَدَلّٰی لَهٗ الرَّفْرَفُ الْاَخْضَرُ

اور جب سدرۃ المنتہٰی پر پہنچے تو آپ کے لیے سبز رنگ کا رفرف قریب ہوا۔

سوال :۔ رفرف اخضر کی تعریف کیا ہے ؟ اور کیا آپ نے تنہا رفرف کو پر کیا۔؟

جواب :۔ یہ قرب اُفق اعلیٰ کے اوپر تھا اس جگہ فاضل مصنف نے سوالات اور ان کے جوابات اس پر تحریر کیے ہیں۔ آپ کے جسم شریف سے کوئی زمانہ مکاں خالی نہیں۔ ہمیں عارف و ولی کامل سیدی عبدالعزیز دیرینی کے متعلق باوثوق روایت پہنچی کہ بدیرین کی مشیخیت ان کی طرف منسوب ہوئی، تو اس میں اشراف کی ایک جماعت نے منازعت کی۔ تو شہر والوں نے یہ مشورہ کیا کہ نماز جمعہ کے بعد مسجد میں بیٹھ کر منازعت کرنے والے اشراف باری باری رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکاریں اور سیدی عبدالعزیز بھی پکاریں جن کا جواب رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ مشیخت کا حق دار ہوگا۔ وقت مقررہ پر کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ سیدی عبدالعزیز نے اشراف سے فرمایا کہ پہلے تم سے ہر ایک باری باری ندا کرے۔ چنانچہ ایک ایک شریف آگے بڑھا اور یا جدّی یا رسُولَ اللہِ کہہ کر پکارا تو آپ نے جواب نہ دیا سب کے آخر میں سیدی عبدالعزیز نے آگے آکر پکارا یا سیدی یا رسُولَ اللہِ تو اگلی صف والوں نے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا لبیک یا عبدالعزیز دوبارہ پکارا تو آپ نے جواب دیا، پھر سہ بارہ پکارا تو پورے مجمع نے سُنا۔ اس میں تدبر کر۔ کہ سیدی عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کتنا مقام ہے کہ وہ بدیرین میں آواز دے رہے ہیں اور آپ مدینہ طیبہ مقام امین پر موجود ہوتے ہوئے جواب سے مشرف فرما رہے ہیں۔ اس واقعہ سے یقیناً ثابت ہوگیا کہ ہر جگہ جلوہ افروز ہیں۔

سب سے آخر جن سے ملاقات ہوئی وہ شیخ کامل صاحب تسلیک شیخ نُورالدین شوئی ہیں جو صاحب حال ہیں جن کی عادت تھی شب و روز رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف پڑھتے اور یہ ان کی ایک علامت بن چکی تھی۔ کثیر اوقات خواب و بیداری میں آپ کی بارگاہ میں شرف حاضری سے باریاب ہوتے ہاس قسم کے واقعات واسنٰد عوالی صحیحہ اور مسانید رجیحہ کے ساتھ ہم بیان کر چکے ہیں۔ جو امام بخاری و مسلم کے نزدیک مُسلّم ہیں۔

ابو داؤد میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو عنقریب وہ بیداری میں بھی مجھے دیکھ لے گا) اور شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

طبرانی نے اس کی مثل مالک بن عبداللہ خثعمی اور ابی بجرہ سے حدیث روایت کی ہیں۔ اور دارمی نے اس جیسی حدیث ابوقتادہ انصاری سے روایت کی ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو بشارت دی جارہی ہے جس کو خواب میں دیدارِ مصطفوی کی سعادت حاصل ہوئی کہ اسے خواہ موت سے کچھ وقت پہلے چشمِ ظاہر آپ کا دیدار نصیب ہوگا اس وقت آپ کو سلام عرض کرے گا، اور اپنی حاجت بیان کرے گا۔

اکثر اولیا عظام اور علمائے اُمت نے بیداری کے عالم میں آپ کے پاس اپنی حاجات بیان کیں۔ اور اشیا کی حکمتیں آغاز وانجام دریافت کیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے کچھ اُمور کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ سے منع کیا۔ جس طرح ان سے حضورِ نبوی سے بشارت ہوئی، اسی طرح ہی ہوا۔ اس قسم امثلہ امام سیوطی اپنی کتاب مذکور میں بعینہٖ ذکر کیا ہے۔ اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

ارواحِ مومنین جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔

یہ بات ثابت ہے کہ ارواح مومنین باذن اللہ جنت، آسمان جہاں چاہیں جاسکتی ہیں اور اپنی قبور کی فنائیں آتی ہیں تاکہ اپنے اجساد کو دیکھیں اپنی قبور کے عین اُوپر آسمانِ دنیا کے قریب ہوتی ہیں۔ قبر میں جانے کے بعد مسلمان اپنی زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور باذنِ الٰہی سلام کا جواب بھی دیتے ہیں اور اس میں مشغول نہیں ہوتے اور معرفت خمیس کی رات بڑھ جاتی ہے اور یہ روزِ شنبہ کی صبح تک

بدستور قائم رہتی ہے۔

عام مومنین سے اولیائ کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اولیائے کرام اور اصفیاء عظام کی معرفت عام مسلمانوں سے زائد ہوتی ہے۔ ان میں سے علمائے عاملین، صحابہ کرام، شہداء، آلِ رسول و اصحاب قرابت کی معرفت کہیں زیادہ قوی اور مخصص ہوتی ہے۔

انبیائ حج وعمرہ کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام اپنے اشباح وارواح کے ساتھ کائنات میں سیر کرتے ہیں۔ دنیوی زندگی کی طرح باذنِ الٰہی حج وعمرہ کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم علوی و سفلی کو پُر کر دیا کہ وہ تمام مخلوق سے افضل ترین دنیا ومافیہا بفضلِ ایزدی آپ کے مسطورات میں سے ہے۔

سوال بر آپ نے جواب تو بہت خوب دیا لیکن ابھی ایک سوال باقی ہے جس کے جواب سے کتاب کا فائدہ مکمل ہوگا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک فرشتہ کی روضۂ رسول پر ڈیوٹی ہے۔ کہ صلوٰۃ وسلام بھیجنے والوں کے درود وسلام کو آپ کی جناب میں عرض کرے اور جمعرات کی رات اور جمعہ کے دن کے درود وسلام کو بذاتِ خود سنتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ زمان ومکاں میں ہر وقت موجود ہیں یا قبرِ انور سے اٹھا لیے گئے ہیں تو پھر فرشتے کو مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔؟

جواب :- تمہیں اس کتاب سے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کی قبرِ انور جو مدینہ طیبہ میں ہے۔ آپ کے وجودِ مسعود سے خالی نہیں۔ دوسرے مکانات کی طرح اس میں بھی موجود ہیں بلکہ دفن ہونے کی بنا پر اس سے زیادہ تعلق وخصوصیت ہے۔ یہ شان دوسری شانوں سے زیادہ اور قوی ہیبت ہے جس طرح ہر شہنشاہ کے لیے قلعہ اور محل کرسی اس کی مملکت ہوتی ہے اسی طرح آپ کی محل کی طرح مدینہ منورہ، اور روضۂ مطہرہ ہے جب محلِ خدمت روضۂ انور ہے تو خدام اس کی ظاہری حالت میں خدمت کرتے ہیں اور ملائکہ کرام ظاہراً و باطناً آپ کی خدمت کرتے ہیں تو فرشتے کی ڈیوٹی لگانا حقِ تبلیغ کے ادا کرنے

کا ذریعہ اور سبب ہے۔ تاکہ احترام و توقیر کا واضح اظہار ہو۔

جس کا خیال ہو کہ ہمارے درود و سلام اور آپ کی سماعت کے مابین حجاب (پردہ) ہے تو پھر قبرِ انور کے در و دیوار و غیرہا اشیاء حسیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت سے مانع ہوں گے جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ فرشتہ کا تقرر محض خدمت ادا کرنے اور اظہارِ تعظیم و توقیر کے لیے، اور جمعہ کو خود سننے میں ایک تو جمعرات و جمعہ کی فضیلت بیان کرنا، دوسرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادتی ادراک مقصود ہے تاکہ آپ کی شان میں اضافہ ہو۔

خدام اور فرشتوں کا ہمہ وقت آپ کی خدمت میں موجود رہنا اس لیے کہ آپ کے جسدِ مقدس کی زیارت کا دعدہ معطل نہ ہو۔ اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ۔ ترجمہ:۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ سے جفا کی۔

اس میں اس کی تصریح ہے ہر زمان و مکان میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا اجتماع ہو سکتا ہے جس پر خصوصی فضلِ الٰہی ہو اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہو چکا ہو۔ جیسے ہمارے شیخ نورالدین شونی کو حاصل تھا۔ صبح شام، دن، رات اور اطراف روز و شب میں بکثرت درود و سلام کے سبب انہوں نے اس کو اپنی حرزِ جاں بنا لیا تھا ہر تلقین اور ہر وظیفہ کے ساتھ بھی صلوٰۃ و سلام ہوتا تھا۔

ملائکہ ہر روز اعمالِ اُمت آپ پر پیش کرتے ہیں

اسی طرح فرشتے جو اُمت کے اعمال نبی رحمت شفیع اُمت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر روز صبح و شام پیش کرتے ہیں تو یہ ادائے حق خدمت کے لیے۔ نہ یہ کہ آپ اعمالِ اُمت سے بے خبر ہیں اور ان اعمال پر ملائکہ کی شہادت سے عدل کا اظہار بھی مقصود ہے ورنہ تنہا آقا علیہ السلام کی شہادت ہی کافی یا اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔ کبھی تو نے اس طرف توجہ نہیں کی اللہ تعالیٰ باوجود کل کائنات کے علیم و خبیر ہونے کراماً کاتبین اور بڑا حافظین تحریر کے لیے مقرر کیے ہیں۔

حاضر وناظر ہونے پر ایک اور دلیل

دلائل عقلیہ ونقلیہ سے جس طرح کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ہر جگہ موجود ہیں۔ ان سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے اعمال خیر وبد پر شاہد بنایا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:۔

يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا[1]

ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بے شک ہم نے آپ کو حاضر وناظر گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔

شاہد کے لیے ضروری ہے کہ مشہود علیہ کے پاس موجود اور مشہود علیہ کو دیکھتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کل کائنات کو پُر کیا۔ اور ہر زمان ومکان میں موجود ہیں۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ[2]

ترجمہ:۔ پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہی دینے والا لائیں گے۔

نیز فرماتا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا[3]

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شہادت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امتِ محمدیہ مساوی ہے۔ نیز انبیا علیہم السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت میں مساوات ہے۔

الجواب:۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان میں مساوات نہیں کہ پہلی آیت میں فرمایا۔

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا[4]

ترجمہ:۔ اور اے نبی آپ کو ان سب پر نگہبان اور گواہ بنا کر لائیں گے۔

---

[1] پارہ ۲۲، سورۂ الاحزاب، آیت ۴۵۔ [2] پارہ ۵، سورۂ النسا، آیت ۴۱۔ [3] پارہ ۲، سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳۔ [4] پارہ نمبر ۲۲، سورۂ الاحزاب [illegible]

اور دوسری آیت میں فرمایا :۔

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[1] ترجمہ :۔ اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہوں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُمتِ محمدیہ جمیع اُمم پر اور انبیاً علیہم السلام کی تبلیغ پر شہادت دے گی، اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس کا تزکیہ فرمائیں گے۔ لہٰذا مساوات نہیں رہی۔ اور نہ ہی کوئی آپ کے مقام کو پہنچ سکتا ہے۔

شہادت انبیاً تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ اپنی اپنی اُمت میں بقید حیات اجسام کے ساتھ موجود ہیں۔ لہٰذا حسی و معنوی دونوں لحاظ سے شاہد اور حاضر ہیں۔

اس اُمت کی شہادت تو یہ شاہد پر شہادت ہے کہ قرآن کریم نے بزبانِ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا ہے جس سے اس شہادت کا ثبوت ہو رہا ہے اور جب کوئی رسول دنیا سے تشریف لے جاتا تو اس کی شریعت منسوخ ہو جاتی تھی اور اس کی جگہ کوئی اور رسول تشریف لاتا اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح نہیں بلکہ آپ کی شریعت دائمی اور دعوت تا قیامت باقی و قائم ہے۔ بلکہ قیامت اور بعد از قیامت بھی جاری رہے گی۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو آپکی شہادت مستمر اور دائمی ہے۔ جمیع عوالم میں موجود ہونے کی وجہ سے تو اس کی مثال جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا۔ آسمان پر چاند بلندی پر موجود ہے اور ہم سب نیچے روشنی میں موجود ہیں۔ جب ہم سے کوئی مشرق میں ہو؛ دوسرا مغرب میں اور تیسرا سمندر کی لہروں میں کشتی پر سوار ہو یا کوئی پہاڑ کی چوٹی پر، اور کوئی زمین کے گڑھے میں۔ جہاں بھی ہو جب بھی اوپر دیکھے گا تو چاند کو اوپر سر پر ہی پائے گا۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی مانند ہر جگہ موجود ہیں تو بعض عارفین مقربین مثلاً مصر میں آپ کی محفل میں حاضری زیادہ قوی ہے۔ اس شخص کی بنسبت جو گنبد خضرٰی پر آپ کے حضور موجود ہے۔ اس لیے کہ بعض موجود ہوتے ہوئے غیوبت میں ہیں۔ اور کچھ دُور ہوتے

---

[1] پارہ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۳۔

ہوتے بھی حاضر ہیں۔ کیا آپ کو عارف کامل واکمل حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے متعلق معلوم نہیں جب انہوں نے تین بار مناسک حج ادا کیا تو مزید قرب نہ رہے یہاں تک کہ دوسری مرتبہ وہ غائب ہو گیا۔ اور بالکل فنا ہو گیا۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ میں نے تین حج ادا کیے۔ پہلی بار بیت اللہ دیکھا، دوسری بار گھر کا مالک دیکھا اور تیسری مرتبہ نہ گھر اور نہ گھر والا دیکھا۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ باعتبار حال کے فرمایا کہ پہلا حج عمومی اور عوام کے ساتھ کیا اور دوسرا فنا کے ابتدائی مقامات سے تھا تو ہر محسوس کی رویت سے فنا ہوا تو ہر ایک میں خدا کی ذات نظر آئی یہی معنی ہے رَأَیْتُ رَبَّ الْبَیْتِ۔ (میں نے بیت اللہ کے مالک کو دیکھا) ورنہ دنیا میں کوئی آنکھ رب کائنات کو نہیں دیکھ سکتی۔ تیسرے حج میں مقام بقاء وعین میں تھے یعنی خدا کے ساتھ موجود تھے اور اسی کے ساتھ دیکھتے تھے۔ اپنی ذات بھی فنا تھی۔ کوئی مرآت وشیشہ، نہ تھا۔ جس کے توسط سے دیکھتے تو قرب حق کے معنی سے بھی کلی طور پر فنا ہو گیا۔ جس کی طرف یہ شعر مشیر ہے۔

فیفنی ثم یفنی ثم یفنی فکان فناؤہ عین البقاء

ترجمہ:۔ فنا پھر فنا پھر فنا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی فنا عین بقا بن گئی۔

تو اس غیبت میں کمال حضور حاصل ہوتا ہے۔

سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں:۔

اے مسکین وہ تھا اور تو نہ تھا وہ ہوگا اور تو نہ ہوگا۔ پس اب جب ہے تو کہہ کہ اب اس طرح ہو جیسے پہلے نہ تھا۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی ہے (جس طرح تو فنا میں تھا اب بھی فنا میں ہو اور فناء میں اتنا فناء ہو کہ یہ فنا عین بقاء و دوام بن جائے۔ کہ رب پہلے کی طرح اب بھی موجود ہے۔ تو تو بھی اس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے موجود ہو جا)

ان ادلہ میں سے کہ انبیاء علیہم السلام کائنات میں سیر کرتے ہیں۔ کتاب "الاعلام بحکم عیسےٰ علیہ السلام" امام سیوطی کی اس سے روایت کردہ ہے کہ:۔

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ہوا میں سے کسی نے سلام کیا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ جب آپ سے اس بارے دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا

میرے بھائی عیسٰے علیہ السلام نے مجھے طواف بیت اللہ کرتے دیکھا تو انہوں نے مجھے سلام کیا۔ تو میں نے اس کا جواب دیا۔

تو اس سے امام ذہبی کے قول کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نبی، رسول صحابی اور افضل صحابہ ہیں ان کے بعد ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر بن الخطاب، پھر حضرت عثمان بن عفان، ان کے بعد مشکل کشا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ ترتیبِ مشہور کے مطابق۔

انبیاء کائنات میں لوگوں کو نفع پہنچانے کیلیے سیر کرتے ہیں

حضرات انبیاءؑ اس کائنات میں لوگوں کو نفع دینے کے لیے سیر کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہر جگہ و مکان میں موجود ہیں۔

جان تو کہ امام حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون و مکان میں سیر کرتے ہیں" حروف منطوق اور اس کے حروف دلالت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ جلوہ افروز ہیں کہ اس طرح نہ ہو تو لازم آئے گا کہ جب کہیں تشریف لے جائیں تو قبر انور خالی ہو جائے اس وقت آپ کے روضہ کی زیارت کرنے والا صرف اینٹوں کی زیارت کر رہا ہے جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

نیز آپ کا فرمان ہے:۔

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ۔ ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ عنقریب بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

بڑی صریح، قوی دلیل، قوی برہان اور اثبت حجت ہے کہ یہ فرمان مشرق و مغرب جہاں کہیں بھی خواب میں زیارت کرنے والے ہیں سب کو شامل ہے اور جس طرح کہ پہلے کہا ہے کہ اس کی آخرت میں دیدار کرنے کے ساتھ تاویل درست نہیں کہ وہاں تمام امتیں آپ کا دیدار کریں گی تو پھر اس میں سب برابر ہو گئے جس نے آپ کو دنیا میں دیکھا یا نہ۔

خلاصہ کلام حاصل کلام یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسی، معنوی، جسم و روح، سر اور برہان کے اعتبار سے ہم میں موجود ہیں۔

سوال امام سیوطی کے قول یَسِیْرُ فِی الْکَوْنِ۔ کائنات میں سیر کرتے ہیں" کا

معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیخ شجر و سیر کرتا ہے جسم شریف روضہ انور میں موجود رہے جیسا کہ تمہارے کلام سے مستنبط ہوا۔

جواب یہ معنی اگرچہ فی نفسہ صحیح ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا لیکن یہ معنی لینا مناسب نہیں کیونکہ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر انبیاء علیہم السلام سے امتیاز بیان کرنا مقصود ہے۔ اور مقصد ہماری تفسیر کردہ معنی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہی حق ہے ورنہ جمیع انبیاء علیہم السلام تشکل، مثال، تطور، اشباح کے تعدد بلکہ ابدال میں مساوی ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ وہ اپنی زندگی اور موت میں کرتے ہیں۔ خاص مومنین بلکہ عام مومنین جن سے گناہ کبیرہ وغیرہا سرزد نہ ہوئے۔ کیا ابن قیم وغیرہا کے قول پر توجہ نہیں کی جو انھوں نے لکھا ہے کہ حضرت صالح مروزی جمعہ کے روز حاضر نہ ہو سکے جب تلافیٔ مافات کے لیے آئے تو بعض ارواح کو دیکھا کہ قبور پر ظاہری حالت میں بیٹھی ہیں۔ تو انھوں نے آپ سے دریافت کیا کہ جمعہ سے دیر کیوں کی تو آپ نے ان سے پوچھا تم روز جمعہ کو پہچانتے ہو تو وہ کہنے لگے ہاں ہم ضرور پہچانتے ہیں اور جو فضا میں پرند بولتا ہے وہ بھی جانتے ہیں۔ صالح مروزی نے دریافت کیا کہ وہ کہتا ہے تو وہ کہنے لگے وہ یوم صالح وسعید دن" کہتا ہے۔

اس باب میں کثیر اور غیر متناہی واقعات ہیں کہ اموات قبل از وقوع عالم ملک میں واقعات کو جانتے ہیں۔ اسی طرح روح کا جسم کے ساتھ سے پہلے اسے جانتے ہیں۔

حکایت بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ عباس متوکل علی اللہ کو جب اس کے غلاموں نے اس کے لڑکے کو فریب کی وجہ سے قتل کیا تو لڑکے نے خواب میں دیکھا کہ اس کا باپ کہہ رہا ہے کہ خلافت کے حصول کی وجہ سے کیا تو مجھے قتل کرتا ہے۔ بخدا نہ تو دنیا میں رہے گا اور نہ تیری خلافت رہے گی اور آخرت میں مستحق عذاب ہوگا تو وہ لڑکا خوفزدہ ہو کر بیدار ہوا، اور اپنا خواب احباب سے بیان کیا تو اس کے بعد تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہا۔ پھر مر گیا۔

اس کے ہم معنی اور بھی حکایات بیان کیں۔ "کتاب الروح" میں اس بارے جم غفیر سے نقل کیے۔ حافظ سیوطی کے کلام کا ملخص کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ اور ہر زمان میں

موجود ہیں" سے مُراد ہے یہ اللہ کی عطا یعنی وہبی اور اس قابلیت و اہلیت کی بنا پر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی اور اسے آپ کے جسدِ اقدس میں ودیعت کیا۔ قوتِ ملکیہ آپ کو حاصل تھی۔ چنانچہ فرشتے مثلاً جبریل و اسرافیل آپ کو مخاطب فرماتے جو کہ رئیس الملائکہ ہیں۔ اس لیے کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا کہ حضرت جبریل امین سے قبل اسرافیل تین سال تک آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ اس سے حافظ امام سیوطی کے کلام کا معنی اچھی طرح واضح ہو گیا واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ ہم کو، تمام مسلمانوں اور جمیع موحدین کو نبی اکرم حبیب خلیل مصطفےٰ انبی رحمت و شفاعت کے ساتھ ہم سب کو جمع کرے اور جنت میں آپ کے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آل بیت اطہار و صحابہ کبار بالخصوص خلفاء اربعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہُ، عمر فاروق رضی اللہ عنہُ، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور مولا علی مُشکل کُشا کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ ہمارا حشر و نشر کرے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

امام علامہ شیخ عبد الرؤف مناوی متوفی

سنہ ۱۰۳۰ھ

کے

فرمودات گرامی

جو کہ ان کی کتاب "شرح کبیر" جامع صغیر کے فوائد سے اخذ کیے گئے ہیں۔

شیخ عبدالرؤف مناوی کے جواہرات میں سے :-

آتِیْ بَابَ الْجَنَّةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ عَنْ اَنَسٍ۔

ترجمہ:- میں جنت کے دروازے پر آؤں گا تو دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ خازنِ جنت پوچھے گا تو کون ہے؟ تو میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، وہ کہے گا تمہارے لیے مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ (اس کو احمد اور مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا)

اس حدیث کی شرح میں فرمایا:-

"آتی باب الجنة" کہ محشر میں حساب سے فارغ ہونے کے بعد جو سب سے بڑا ذریعہ ہے جنت کی طرف آنے کا تو دارالثواب کی طرف آؤں گا وہ باب رحمت ہے۔ یا باب توبہ جیساکہ نوادر میں ہے۔

سوال:- آنے کے لیے عربی میں دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ اتیان اور مجیٔ۔ ان دونوں میں سے اتیان کے لفظ یہاں استعمال کرنے میں کیا حکمت و نکتہ ہے۔؟

جواب:- دونوں لفظوں میں فرق ہے مجیٔ عام ہے سکون و وقار اور اطمینان سے آنے اور تیز تیز اور تھکاوٹ کے ساتھ آنے کو اتیان کے بارے جیساکہ امام راغب نے لکھا ہے۔ مجیٔ سہولة۔ آرام کے ساتھ آنا۔ تو اس لفظ کے لانے میں حکمت یہ ہے۔ کہ آپ بڑے اطمینان، سکون اور آرام کے ساتھ۔ آپ خلعتِ جنت سے ملبوس ہوکر جنت کی طرف تشریف لائیں گے۔

تفسیر کشاف میں زمخشری لکھتے ہیں کہ اہلِ جنت سوار ہوکر جنت میں جائیں گے جب یہ عام مؤمنین کی کیفیت ہوگی۔ تو جو ختم المرسلین سید الاولین والآخرین ہیں۔ ان کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔

فَاَسْتَفْتِحُ۔ میں سین برائے طلب اس سے تعبیر کرنے کا مقصد اس کے مدخول

کے یقینی اور قطعی ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ یعنی میں دروازے کے کھلنے کا مطالبہ کروں گا وہ آواز دے کر نہیں بلکہ دستک دے کر جیسا کہ امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں بابِ جنت کے کنڈے کو پکڑ کر دستک دوں گا۔ بخاری شریف میں حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میں سب سے پیشتر بابِ جنت پہ دستک دُوں گا۔ تو خازن (محافظ) جو رضوان جنت کے نام سے مشہور ہے اور خازنِ جنت متعدد ہیں۔ مگر رضوان ان سب کا سردار ہے۔ تو سید الرسل کے لیے خازنین کے سردار کو ہی استقبال کرنا چاہیے۔ مَنْ اَنْتَ استفہام کے جواب دیا اور اس پر کاف خطاب سے آپ کو مناجات کرنے سے تلذذ حاصل کیا۔ ورنہ ابوابِ جنت شفاف ہیں اور آپ کی ذات وہ علم ہے جو مشتبہ نہیں بلکہ متمیز ہے جس میں التباس نہیں۔ اس سے قبل خازن نے آپ کو دیکھا ہوا ہے۔ اور پہچانتا بھی ہے۔ اسی لیے آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر خاموشی اختیار کی۔ اگرچہ اس نام کے لوگ کثیر ہیں پھر خازن کہے گا کہ تمہارے لیے مجھے حکم ہوا کہ آپ سے قبل کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ :۔

لَا اَقُوْمُ بَعْدَ ذَالِكَ لِاَحَدٍ۔ — ترجمہ: آپ کے بعد کسی کے لیے کھڑا نہ ہوں گا۔

بایں سبب کہ اس خازن کا صرف آپ کے لیے قیام کرنے میں آپ کی عظمتِ شان اور اظہارِ مرتبت ہے کہ وہ آپ کے سوا کسی کے لیے کھڑا نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کے لیے تو تمام خازنین جنت قیام کریں گے تو آپ ان کے لیے ایک شہنشاہ کی مانند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ کی خدمت کے لیے کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اس کی طرف تشریف لائیں اور جنت میں قدم رنجہ فرمائیں وہ آپ کی خوشنودی کے لیے بابِ جنت کھولے۔

اس میں اشکال ہے کہ آپ سے پہلے کوئی جنت میں داخل نہیں ہوا۔ کہ حضرت ادریس علیہ السلام وصال کے بعد جنت میں داخل ہوئے۔ اور مسند امام احمد میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا کہ اے بلال کس عمل کے ذریعے تو مجھ سے سبقت لے گیا۔ کہ جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تیرے قدموں کی جوتیوں کی آواز سُنی

اسی طرح ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے میں باب جنت کھلواؤں گا تو ایک عورت مجھ پر سبقت لے جائے گی۔ میں پوچھوں گا تو کون عورت ہے؟ تو وہ جواب دے گی۔ کہ میں وہ عورت ہوں جو یتیم بچوں کی تربیت کی وجہ سے دوبارہ نکاح نہ کر سکی۔

بیہقی کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جو باب جنت پر دستک دے گا۔ وہ غلام جس نے حق اللہ اور حق مولیٰ دونوں ادا کیے ہوں گے۔

اس کے کثیر جواب دیئے گئے ہیں لیکن احسن جواب کہ آپ ہی سب سے پہلے جنت

جواب: میں داخل ہوں گے۔ یہ ہے کہ آپ کا دخولِ جنت متعدد مرتبہ ہوگا۔ ایک دخول وہ ہوگا کہ جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو سکے گا۔ اور نہ ہی آپ سے قبل جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس کے دیگر دخول کے مابین کسی دوسرے کا دخول جنت ہوگا۔

محشر حافظ ابن منذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس سے مرفوع روایت کیا کہ میں پہلا شخص ہوں گا کہ جس کی قبر عرصات محشر میں سب سے پہلے کھلے گی اور اس پر فخر نہیں۔ روز حشر میں سب لوگوں کا سردار ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ اور اس پر فخر نہیں تو میں باب جنت کو کھٹکھٹاؤں گا تو محافظین دریافت کریں گے کہ کون؟ تو میں کہوں گا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں تو وہ میرے لیے باب جنت کھولیں گے۔ تو جبار کو اپنے سامنے پاؤں گا۔ تو اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، تو وہ فرمائے گا۔

اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ لَکَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ ترجمہ:۔ اپنا سر سجدہ سے اٹھایئے کہیے آپکی بات مانی جائے گی۔ سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول ہو گی۔

تو میں سجدہ سے اٹھ کر کہوں گا۔ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ میری اُمت، میری اُمت۔ تو خالق کائنات ارشاد فرمائے گا اپنی اُمت کے پاس تشریف لے جائیے۔ جس کے دل میں جو برابر ایمان ہو اس کو جنت میں داخل کر لیجیے تو میں ایسے ہی کر دوں گا کہ جس کے دل میں بھی جو کی مقدار برابر ایمان ہوگا اسے جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر رب تعالیٰ کے حضور سجدہ کروں گا۔ الحدیث۔ آپ کے چار بار جنت میں داخل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بخاری شریف میں اس

کی مثل حدیث شریف ہے جس سے تمام اشکال دُور ہو گئے اور تکلفات میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں
ابو داؤد شریف میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ اس اُمت میں سے سب سے پہلے
شخص جنت میں داخل ہوں گے. شائد اس سے مراد ہو کہ مردوں میں سب سے پہلے ورنہ حافظ
امام سیوطی نے جزم و یقین کے ساتھ لکھا ہے. کہ

حضور علیہ السلام کے بعد خاتون جنت جنت میں داخل ہوں گی۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے
پہلے آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرٰی سلام اللہ علیہا جنت میں داخل ہوں گی۔
ابو نعیم کی حدیث میں ہے کہ میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور میرے بعد
میری لختِ جگر فاطمہ داخل ہو گی۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔

آکُلُ کَمَا یَاکُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ۔ رواہ ابن سعد وابو یعلیٰ وابن حیان عن عائشہ رضی اللہ عنہا

ترجمہ: میں تناول کرتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور غلام کی طرح ہی بیٹھتا ہوں (اس کو ابن سعد، ابو یعلیٰ اور ابن حبان نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا۔)

اس کی شرح میں فرمایا :-

بیٹھنے اور کھانا تناول کرنے کی کیفیت اور جو کھانا موجود ہو وہی خوش ہو کر تناول فرما
لینا خشوع و تواضع کے طور پر ہے یعنی مودب ہو کر طعام تناول کرنے کے لیے بیٹھتا ہوں۔
متکبرین کی طرح تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتا اور نہ ہی چوڑا ہو کر توالعبد سے خشوع و خضوع والا
انسان مراد ہے۔ اَجْلِسُ۔ میں متواضع انسان کی طرح بیٹھتا نہ ایک شہنشاہ کی طرح نہیں متخلق
باخلاق اللہ ہونا اوصاف بشریہ میں سے اعلیٰ وصف ہے۔ اس وصف میں آپ کے ساتھ
بعض دیگر انبیا بھی شریک ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص اس لیے کی کہ آپ
عبد مطلق ہیں اور دیگر انبیا اپنے اسمأ کے ساتھ عبد مقید ہیں جیسے فرمایا :-

وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ   ترجمہ: اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں

ذَا الْاَيْدِ ؕ[۱] والے کو یاد کرو۔

اور

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوْبَ ؕ[۲] ترجمہ:۔ اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو۔

پس کمال عبدیت کائنات ارض وسما میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ ماسوا اللہ سے کمال حریت بھی آپ کو ہی حاصل ہے۔

اس حدیث سے مقصود رفق و نرم مزاجی کا حصول اور تشدد و سخت مزاجی سے دوری تو یہ اختصاص کی ابتدا اصطفا کی بنیاد عبودیت کا تحقق، ماقبل کا ثمر اور مابعد کی بنیاد و اساس ہے۔ آقا علیہ السلام نے اسے تعلیم امت کے لیے ارشاد فرمایا کیونکہ آنحضرت مربی ہیں اور تربیت کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے کہ اپنی ذات میں موجود صفات کی خبر دے کر تربیت دینا۔ حالانکہ انسان کی ذات عبادت و عادت میں مختلف ہوتی ہے۔

آپ کی عبادت

تو آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے اسے دیکھ رہے ہیں اور اس کے کلام کو سن رہے ہیں۔ آپ کی عبادت کریمہ تھی کہ آپ مراقبہ کے طریق پر چلتے تو جو دوسروں کو حاصل ہوتا ہے وہ آپ کو عادت میں حاصل ہوتا۔ انسان کا یہ مقام مقام احسان ہے۔

تکیہ لگا کر کھانا تناول کرنا مکروہ ہے

اس حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ تکیہ لگا کر کھانا وغیرہ تناول کرنا مکروہ ہے۔

ام المومنین عائشہ جو اس حدیث کی راوی ہیں

امام مناوی نے اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ کا ذکر کیا۔ اور یہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق ہیں جو ہر عیب سے پاک فقیہہ، عالمہ، عاملہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ ایک دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

---

[۱] پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۱۷۔ [۲] پارہ ۲۳ سورہ ص آیت ۴۱۔

يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ۔ ترجمہ: اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔

میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کا حجم وجسم بقدر کعبہ شریف تھا۔ عرض گذار ہوا کہ۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْرَءُكَ السَّلَامَ۔ ترجمہ: بے شک آپ کا رب آپ کو سلام بھیجتا ہے۔

اور فرماتا ہے کہ:۔

اِنْ شِئْتَ كُنْتَ نَبِيًّا مَلِكًا وَاِنْ شِئْتَ عَبْدًا۔ ترجمہ: آپ بادشاہ نبی بننا چاہتے ہیں یا عبد نبی۔

توجبریل نے میری طرف اشارہ کیا کہ اپنے نفس کو متواضع رکھیئے تو میں نے کہا عبد نبی بننا چاہتا ہوں تو اس کے بعد کبھی تکیہ لگا کر کوئی چیز تناول نہیں فرمائی، اور فرمایا کہ میں عبد کی طرح کھاتا ہوں اور عبد کی طرح بیٹھتا ہوں۔

اس حدیث کو بیہقی نے یحییٰ بن کثیر سے مرسل روایت کیا اور اس میں یہ زیادہ روایت کیا۔ کہ اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ۔ "بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں"۔

ہناد نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا اس میں ان الفاظ کی زیادہ روایت کی:۔

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا كَاسًا۔ ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا کی مچھر کے پر برابر بھی قدر وقیمت ہوتی تو اس سے کسی کافر کو ایک پیالہ پانی کا نہ پلاتا۔

سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا رفعتِ ذکر

امام مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:۔

اَتَانِیْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّكَ يَقُوْلُ لَكَ تَدْرِیْ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اللّٰهُ ترجمہ: میرے پاس جبریل آمین آئے تو کہا بے شک میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کس طرح

اَعْلَمُ قَالَ لَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ (رواہ ابو یعلی وابن حبان والضیاء فی المختارۃ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)	میں نے تیرا ذکر بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے اللہ نے کہا جب بھی میرا ذکر ہوگا تو ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔ (ابو یعلی ابن حبان اور ضیاء نے مختارہ میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

آتی کا لفظ کمال عنایت پر تنبیہ اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو آپ کی عظمت و رفعت ہے اس کے اظہار کے لیے زیادہ کیا۔ لا اذکر الا ذکرت معی سے مقصد رفعتِ ذکر کی کثرت مواطنِ معروفہ میں بیان کیا ہے مثلاً خطبات، تشہد اور اذان وغیرہا کہ جہاں توحید کی شہادت بیان ہو گی وہاں شہادتِ رسالت بھی ضرور مذکور ہو گی[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔

اِتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا وَّ مُوْسٰی نَجِیًّا وَّ اتَّخَذَنِیْ حَبِیْبًا ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَنَجِیِّیْ (رواہ البیھقی والحاکم والدیلمی وابن عساکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل اور موسیٰ کو نجی اور مجھے حبیب بنایا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کہ میں اپنے حبیب کو خلیل ونجی پر فضیلت دوں گا۔ (اس کو بیہقی، حاکم، ابن عساکر، نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

مناوی نے کہا کہ امام راغب خلت کے متعلق رقم طراز ہے کہ یہ بندہ کی طرف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں۔ لہٰذا ابراہیم خلیل اللہ کہا جاتا ہے لیکن اللہ خلیل نہیں کہہ سکتے۔

---

[1] اذاں ہی نہیں ہر جگہ دیکھ لو تم — پس ذکرِ حق ذکر ہے مصطفیٰ کا

اس میں صرف صداقت ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج بھی ہے۔ اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ مگر اس وصف سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس لیے مخصوص کیا کہ انہوں نے تمام اعراضِ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے ذاتِ باری تعالےٰ پر اعتماد کیا یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو نارِ نمرود میں ڈالا گیا[۱] جبریلِ امین مدد کو آئے تو آپ نے فرمایا۔

اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا ۔ ترجمہ: مجھے تیری کسی قسم کی مدد و اعانت کی ضرورت نہیں۔

خالق و مالک کی رضا کے لیے اپنے لختِ جگر جناب اسماعیل علیہ السلام کے حلقوم پر چھری چلائی۔

مُوسٰی نجی۔ نجی کا معنی مناجات کرنے والا۔ سری طور پر مخاطب۔ وہ اللہ تعالےٰ کا فرمان:۔

وَنَادَیْنٰہُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَ قَرَّبْنٰہُ نَجِیًّا[۲] اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا دی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا۔

وَاتَّخَذَنِیْ حَبِیْبًا۔ حبیب بر وزن فعیل صفت مشبہہ بمعنی اسم مفعول ہے جتنے بھی اوصاف انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئے ان تمام سے یہ اعلیٰ درجہ وصف ہے۔ لَاُبَیِّنَنَّ ای لَاُفَضِّلَنَّ میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل ابراھیم اور اپنے نجی موسیٰ پر فضیلت دوں گا تو آپ افضل الرسل اکمل اور جامع جمیع صفات ہیں۔ پس آپ حبیب، خلیل نجی متکلم و مشرف ہیں۔

بعض نے کہا کہ حبیب کو خلیل پر قیاس کرنا بعید ہے کہ حبیب حبت قلب سے ہے۔ محاورہ حَبَبْتُہٗ اے اَصَبْتُ حَبَّۃَ قَلْبِہٖ۔ کہ میں نے اس کی محبتِ قلبی کو پا لیا۔ خلیل خلت سے اس کا معنی حاجت ہے تو نظر کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب پر فضیلت دی۔ جیسا کہ طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے سندِ حسن کے ساتھ روایت

---

[۱] جانتا ہے وہ میرا رب جلیل — کہ آگ میں پڑ رہا ہے اس کا خلیل

[۲] پارہ نمبر ۱۶، سورہ مریم آیت ۵۲

کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خلّت ابراہیم کو کلام موسیٰ کو اور نظر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

رسولِ خدا آگے پیچھے یکساں دیکھتے ہیں

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس فرمانِ رسول کی توضیح ہے:۔

اَتِمُّوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ	ترجمہ:۔ رکوع اور سجود کو پورا کرو قسم اس
وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ	ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔
مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ اِذَا رَكَعْتُمْ	بیشک میں تم کو پسِ پشت بھی دیکھتا ہوں۔
وَاِذَا سَجَدْتُمْ۔ (رواہ احمد	جب تم رکوع اور سجود کرتے ہو۔ (اس کو
والشیخان والنسائی عن	امام احمد شیخین اور نسائی نے حضرت انس
انس رضی اللہ عنہ۔	رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔)

اس کی توضیح میں مناوی رقمطراز ہے اس روایت سے رؤیتِ ادراک مراد ہے تو یہ توجیہ مردود ہے کہ الفاظ میں عموم ہے۔ اور یہ رؤیت خرقِ عادت ہے اور اس سے کوئی استحالہ لازم نہیں آتا کیونکہ جو آنکھ کو قوتِ بینائی عطا کرسکتا ہے وہ جسم کے کسی حصہ میں بھی قوتِ بینائی رکھ سکتا ہے۔

بعض علماء نے توجیہ کی کہ یہ رؤیت قلبی بذریعہ وحی مراد ہے یہ توجیہ مردود ہے کہ الفاظ میں عموم ہے بلا وجہ تخصیص کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا یہ ظاہر پر محمول ہے اور یہ ابصار و رؤیت حقیقی ہی مراد ہے جو خرقِ عادت آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت نماز کے مخصوص ہے اور عموم کا بھی احتمال ہے۔ متقدمین کی ایک جماعت نے عموم کے ساتھ تصریح کی ہے۔ مطامح کے قول کو نہیں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے دیکھتے کیونکہ آپ ہر جانب سے دیکھتے۔ تھے کہ آپ نور ہیں یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے۔ اسی لیے آپ کا سایہ نہ تھا کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا اور ایک دیوار میں آپ کے لیے جنت و دوزخ متجلی ہوئی۔

مطامح قاضی عیاض کی ایک کتاب ہے۔

آپ کو خزائن ارض کی چابیاں دی گئیں

امام مناوی نے اس حدیث پاک کی تشریح کی :۔

اُتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَنِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ قَطِیْفَۃٌ مِنْ سُنْدُسٍ۔ (رواہ الامام احمد)

ترجمہ :۔ مجھے ابلق گھوڑے پر رکھ کر زمین کی چابیاں دی گئیں جن کو جبریل امین لائے ان پر سندس کا کپڑا تھا۔

مقالید دنیا سے زمین کے خزانوں کی چابیاں مراد ہیں۔ جس طرح بخاری و مسلم کی حدیث ہے جس سے اس کی تفسیر ہو رہی ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے۔ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ۔ خزائن سے زمرد، یاقوت، ہیرا، سونا، چاندی کی معدنیات مراد ہے۔ یا ممالک جو زمین پر ہیں یا وہ ممالک جو مسلمانوں کے ہاتھوں مفتوح ہوئے ۔ جاؤنی جبریل۔ ایک روایت اسرافیل ہے دونوں میں تعارض نہیں کہ اگر آنے والے متعدد ہوں تو یہ بالکل واضح ہے اگر آنے والے جبریل اور آپ کی صحبت میں اسرافیل پہلے سے بیٹھے ہوں اور نبی عبد یا نبی ملک ہونے کی بشارت دی ہو تو آپ نے پہلے تو اختیار فرمایا اور خزائن ارض کے تصرف کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض غروب کے بعد ردِ شمس، شق قمر، رجم نجوم، اختراقِ آسمان، بارش کا روکنا اور اس کا ارسال، ہوا کا چلانا اور روکنا اور سایہ کرنا وغیرہا معجزات عطا کئے۔ قطیفہ کا لغت میں معنی ہے مخملی چادر۔ السندس باریک ریشم۔ گھوڑے پر سوار ہونے میں حکمت یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممالک سرخ، سیاہ اور سفید کے مالک ہو جائیں گے۔

حدیث شریف اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ کی تشریح :۔

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ ترجمہ: میرے رب نے مجھے ادب کی تعلیم

(رواہ ابن السمعانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہا) تو خوب دی۔

امام مناوی نے اس کی تفسیر یوں کی کہ میرے رب نے مجھے ریاضت نفس اور محاسن

اخلاق ظاہرہ و باطنہ کی تعلیم دی۔ ادب کہتے ہیں۔ نفس کو جو اخلاق حسنہ اور علوم مکتسبہ سے حاصل ہو یا حسن تادیبی علوم وہبیہ عطا فرمائے جو کسی بشر کو عطا نہ ہوئے۔ بعض نے کہا اللہ نے حبیب آپ کو مبعوث کرنے کا ارادہ کیا تو اداب عبودیت سکھائے اور مکارم اخلاق ربوبیت سے مہذب کیا تاکہ ظاہر عبودیت کائنات کے لیے نمونہ عمل ہو جیسا کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :۔

صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ ترجمہ: نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

آپ کا حال باطن صادقین اور صدیقین کے لیے متابعت میں مرآت ہو جیسا کہ فرمایا۔

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ[1] ترجمہ: میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا

قرطبی رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے آپ کو محفوظ رکھا اور خود تادیب کی تعلیم دی کسی ایک چیز میں غیر کا محتاج نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے احوالِ جاہلیت سے آپ نے نفرت کی اور ان سے دُور رہے یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر کمال لطف ہے کہ جمیع محاسن آپ میں جمع کر دیئے۔ یہ تعلیم شانِ ادب سے ہے۔ مالا یخفیٰ۔

بعض نے اس کی تشریح کی کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح نبی کو ادب کی تعلیم دی اور محلِ قرب میں رُوح کے جسم کے ساتھ اتصال سے قبل لطف وہیبت کے ساتھ تربیت کی تاکہ لطف کے ساتھ انس ہیبت کے ادب کامل ہو جائے۔ روح کے بدن کے ساتھ اتصال کے بعد اور کمالات کا قوت سے فعل کی طرف اخراج ہو اور رُوح و بدن دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کمالات حاصل کرے اہل کمال کے لیے معیار ہو۔

ادب قول و فعل میں سے مستحسن کا استعمال کرنا۔

بعض نے کہا مکارم اخلاق کے اخذ کرنے کا نام ادب ہے۔

بعض نے کہا مستحسنات پر مطلع ہونے کو ادب کہتے ہیں۔

بعض نے کہا اپنے مافوق کی تعظیم ماتحت سے شفقت اور بعض نے اس کے علاوہ معانی بیان کیے۔

---

[1] پ ۳، رکوع ۱۲، آیت ۳۱، سورہ ال عمران۔

اس کے بعد سمعانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

إِنَّ اللّٰهَ أَدَّبَنِي فَأَحْسَنَ أَدَبِي ثُمَّ أَمَرَنِي بِمَكَارِمِ الأَخْلَاقِ۔ ترجمہ : بے شک اللہ نے مجھے ادب کی تعلیم دی تو بہت احسن دی، پھر مجھے مکارم اخلاق کا حکم دیا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ[1] ترجمہ :۔ اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو، اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

یہ سمعانی کی روایت کا سیاق مجرد ہے اس میں مؤلف یعنی امام سیوطی نے کچھ تصرف کیا ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہو رہا ہے۔

زرکشی نے کہا کہ حدیث ادبنی ربی فاحسن تادیبی اس کا معنی صحیح ہے لیکن طریق صحیح سے روایت نہیں ہوئی سبط ابن جوزی نے اسے مرآۃ الزمان میں حضرت علی سے روایت کیا اور اس میں کہا :۔

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَاكَ تُكَلِّمُ الْوُفُودَ بِكَلَامٍ أَوْ لِسَانٍ لَا نَفْهَمُ أَكْثَرَهُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ أَدَّبَنِي فَأَحْسَنَ تَادِيبِي وَنَشَأْتُ فِي بَنِي سَعْدٍ۔ ترجمہ :۔ عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو دیکھتا ہوں مختلف وفود آپ کے پاس آتے ایسی زبان یا کلام میں گفتگو کرتے ہیں جس کو ہم میں سے اکثر نہیں سمجھتے تو آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے ادب کی تعلیم دی اور خوب دی اور بنی سعد قبیلہ میں نشو ونما پائی۔

تو حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب عرب ہیں لیکن آپ سب سے زیادہ فصیح ہیں تو فرمایا جبریل میرے پاس لغت اسماعیل وغیرہ لایا اور

[1] پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۹

وہ مجھے سکھائیں - ابوالفضل بن ناصر نے کہا یہ حدیث صحیح ہے -

مؤلف یعنی امام سیوطی نے کہا اور عسکری نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ کہ بنو نہد بن زید قبیلہ مصطفٰے علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگا۔ ہم آپ کے پاس تہامہ سے آئے ہیں۔ اور ان کے خطوں اور جو آقا علیہ السلام نے ان کو جواب دیئے ان کا ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ایک باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی شہر ہے تو آپ عربی ایسی زبان میں تکلم کرتے ہیں کہ ہم سے اکثر نہیں سمجھتے۔ رسول پاک نے فرمایا۔ ادبنی ربی الخ۔

ابن عساکر نے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے عرب میں سیر کی فصحا کے کلام سنے لیکن آپ سے زیادہ فصیح اللسان نہیں پایا۔ آپ کو کس نے تعلیم دی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ادب کی تعلیم دی اور بنی سعد میں نشوونما پائی۔

اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو۔

امام مناوی نے اس حدیث :۔

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ	ترجمہ:۔ اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم
خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ	دو۔ اپنے نبی اور اہل بیت رسول کی
اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ	محبت اور قرآن کی تلاوت، اس لیے
فَاِنَّ حَمَلَۃَ الْقُرْاٰنِ فِیْ	کہ حاملین قرآن اس دن اللہ کے سایہ
ظِلِّ اللّٰہِ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ	میں ہوں گے جس روز کسی کا سایہ
مَعَ اَنْبِیَائِہٖ وَاَصْفِیَائِہٖ۔	نہ ہوگا۔ اپنے انبیاء و اصفیاء کے ساتھ۔

(رواہ ابونصر الشیرازی فی فوائدہ والدیلمی وابن النجار عن علی کرم اللہ وجہہ)

کی تشریح میں کہا کہ اس محبت سے محبت ایمانیہ مراد ہے کہ محبت طبعی غیر اختیاری ہے اور یہ واجب ہے کیونکہ آپ کی محبت احکامِ شرعیہ پر مجبور کرتی ہے۔

سمعانی نے کہا والدین پر اپنی اولاد کو اس بات کی تعلیم دینا واجب ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ ثقلین کی طرف مبعوث ہوئے۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے اور آپ کی اطاعت و محبت فرض ہے۔

ابن قیم نے کہا کہ سب سے قبل جو بچے کے کان میں آواز پہنچے تو معرفتِ توحید الٰہی کی آواز ہو۔ بنی اسرائیل بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

نبی پاک کے پسندیدہ اسماء

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اسماء بہت پسند تھے جو اللہ کی طرف منسوب ہوں مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن کہ جب کچھ سمجھدار اور عقلمند ہو تو اسے معلوم ہو کہ وہ عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت و محبت لازم ہے۔

فائدہ

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، یہ تعلیم دینا واجب اور حق لازم ہے جس طرح والدین کے حقوق اولاد پر اور اولاد کے حقوق والدین پر لازم ہیں۔ بلکہ پہلے تنزیل میں آباء کے لیے اولاد کو تعلیم دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا۔

جو شخص اولاد کو اس کی زندگی و آخرت میں نفع مند و ضرر دہ اشیاء کی تعلیم میں کوتاہی کرتا ہے۔ وہ گنہگار اور مجرم ہے۔ اولاد کے نافرمان ہونے کا ایک سبب نفع و نقصان کی اشیاء کی تعلیم نہ دینا ہے۔ اسی لیے بعض بچے والدین سے کہہ دیتے ہیں۔ آپ نے مجھے بچپن میں ضائع کر دیا اور میں آپ کو بڑھاپے میں ضائع کروں گا۔ یعنی آپ نے بچپن میں میرا خیال نہیں کیا تو میں تمہارا تمہارے بڑھاپے میں کچھ خیال نہ کروں گا۔

آذان سن کر دعائے وسیلہ مانگنے والا مستحق شفاعت مصطفےٰ علیہ السلام ہے

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے جواہرات میں سے درج ذیل حدیث کی تشریح ہے۔

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا ترجمہ: جب تم مؤذن سے آذان سنو تو تم

مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرًا ثُمَّ صَلُّوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ۔ (رواہ الامام احمد ومسلم والترمذی والنسائی وابوداؤد عن ابن عمرو رضی اللہ عنہما۔

وہی کلمات کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر صلاۃ پڑھو کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگو کہ وہ جنت میں ایک اعلیٰ مقام ہے جو اپنے مخصوص بندوں میں سے ایک کو عطا کرے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ میں خود ہوں گا۔ جس نے میرے لیے وسیلہ کی دُعا کی تو وہ مستحق شفاعت ہوگیا۔ (اس کو امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔)

اس میں آقا علیہ السلام ارجو ان اکون انا ھو ترجی کے کلمات ادب و تشریع کی بنا پر ارشاد فرماتے ہیں ورنہ آپ افضل کائنات ہیں اور آپ کو یقین محکم ہے وہ مقام آپ کے لیے مخصوص ہے۔

جس شخص کا نام محمد ہو اس کی توہین ممنوع ہے

امام مناوی نے اس کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کی۔

اِذَا سَمَّيْتُمُ مُحَمَّدًا فَلَا تَضْرِبُوْهُ وَلَا تَحْرِمُوْهُ۔ (رواہ البزار عن ابی رافع) ترجمہ: جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم رکھو۔

یعنی بغیر تادیب کے نہ مارو نہ احسان، بھلائی سے محروم کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنام ہونے کے احترام کی وجہ سے۔

حدیث پاک کہ جب تم بچے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اسے جگہ دو اس کے چہرہ کو قبیح نہ کہو۔ اس کو خطیب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس کے

تحت مناوی رقمطراز ہے۔ یعنی اسے یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو قبیح و بُرا کرے۔

ابن عدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہُ سے مرفوع روایت کیا۔ میں دسترخوان پر کھانا نہیں کھاتا اور نہ کوئی قوم اس پر بیٹھتی مگر ان میں میرا ہمنام ہو تو روزانہ انہیں دو بار مقدس و مطہر کیا جاتا ہے۔

طبرانی اور ابن جوزی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کیا۔ جب کوئی قوم مشاورت کے لیے بیٹھے اور ان میں میرا کوئی ہمنام ہو تو ان کی مشاورت میں برکت ہوتی ہے۔

نبی علیہ السلام بروز حشر خطیب الانبیا ہوں گے

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ غَیْرَ فَخْرٍ۔ (رواہ احمد والترمذی والحاکم وابن ماجہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: روزِ حشر میں انبیاء کا امام، خطیب اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔ اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

علامہ مناوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ روزِ حشر کا ذکر اس لیے کیا وہ آپ کی سیادت کے ظہور کا دن ہوگا۔

جب آپ افضل الاولین والاخرین تو ظاہر ہے کہ ان کے امام ہوں گے اور وہ آپ کے مقتدی اور آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے اور آپ ان کے خطیب کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی محامد کا خطبہ پڑھیں گے جو کوئی اور حمد نہ کر سکے گا۔ اس وقت کلام فرمائیں گے جب تمام لوگ اپنے عذر بیان کرنے سے ساکت ہوں گے۔ تو آپ ان کے اعتذار رب تعالیٰ کے حضور بیان فرمائیں گے تو آپ خالقِ کائنات کی حمد و ثنا جو اس کی شان کے لائق ہے بیان کریں گے۔ "من غیر فخر" یہ بات فخریہ طور پر نہیں کہتا بلکہ بطور تحدیثِ نعمت یعنی جو شان مخفی ہے اس کا اظہار مقصود ہے۔ جیسے یوسف نے فرمایا تھا۔

اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ[1] ترجمہ: مجھے زمین کے خزانوں پر کرنے

جوامع الکلم کا مطلب

آقا علیہ السلام فرماتے ہیں: مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے نہایت اختصار کے ساتھ کلام پر قدرت دی۔ اس کو ابو یعلیٰ نے ابن

---

[1] پارہ ۱۳، سورۂ یوسف، آیت ۵۵۔

عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

اس کی شرح میں مناوی فرماتے ہیں۔ جامع معنی ہے جو کمالات انبیاء علیہم السلام میں متفرق تھے۔ وہ سب آپ میں جمع ہیں اور آپ ان کے جامع ہیں اور اس کے علاوہ غیر متناہی کمالات بھی آپ میں موجود ہیں۔ جوامع میں سے آپ کی فصاحت و بلاغت ہے۔

اعطیت سورۃ البقرۃ من الذکر الاول کی تشریح

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مجھے ذکر اول سے سورت بقرہ اور طٰہٰ، طواسین، حوامیم الواح موسیٰ سے فاتحہ الکتاب اور خواتیم سورت بقرہ تحت العرش سے اور مفصل زائد عطا کی گئیں۔ اسے حاکم نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس کی شرح میں علامہ مناوی رقمطراز ہیں کہ الذکر الاول یعنی ذکر اول کے عوض کلاباذی نے اپنی بحر میں کہا وہ صحائف عشرہ اور تین کتابیں ہیں سورت بقرہ صحائف اور کتب سماویہ کے علوم معارف کو متضمن ہے۔ الواح موسیٰ یعنی ان کے عوض ان احکام و مواعظ جو الواح موسیٰ میں درج ہیں کو متضمن ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کتاب موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ کتاب انجیل سے بہت وسیع ہے۔ نافلۃ۔ یعنی زیادہ۔ یہ فاتحہ، خواتیم اور مفصل کی طرف راجع ہے۔ یعنی ان میں جو احکام و اسرار وغیرہ مذکور ہیں جو سابقہ کتب سماویہ سے زائد ہیں۔ ان کی مثل کسی نبی پر نزول نہیں ہوا۔ نافلہ صرف مفصل کی طرف راجع نہیں۔ اس کے ذکر سے مقصد اس کی تصریح ہے کہ فاتحہ و خواتیم حضور علیہ السلام کے خصائص سے ہے۔ کثیر علماء نے اس پر جزم کیا۔ آئندہ حدیث میں فضلت بالمفصل (مجھے مفصل سے ترجیح دی گئی) یہ دوسری سورت کے ساتھ فضیلت کے منافی نہیں۔

فائدہ اس میں اشارہ ہے قرآن کریم کا کچھ حصہ کی مثل پہلی کتاب میں موجود ہے۔ بعض آثار میں ہے تورات کا اول انعام اور اس کا آخر ہود۔ اور بعض قرآن بعض سے افضل ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ قرآن علم الاولین والآخرین کا جامع ہے تو امم ماضیہ کا علم خاص اور اس امت کا علم عام ہے۔ اہل کتاب کا علم قلیل ہے۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا[1] ترجمہ: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

---

[1] پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۵۔

اور ابن عباس سے اسے مَآ اُوْتُوْٓا (نہیں دیئے گئے) اور اس امت کا علم قلیل ہے۔
وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا[1] ترجمہ:۔ اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

فضیلت آیت الکرسی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ مجھے آیت الکرسی عرش کے تحت سے دی گئی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ اور ابن ضریس نے حسن بصری سے مرسل روایت کیا۔

مناوی نے اس کے تحت کہا عرش کے نیچے خزانے سے جس طرح ایک روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ بقیہ حدیث۔ اور مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوئی۔

اسی لیے فاضل مصنف یعنی امام سیوطی نے کہا کہ آپ کی خصوصیات سے ہے کہ عرش کے خزانے سے دیئے گئے جو پہلے کسی کو عطا نہ ہوئے ان میں سے بسم اللہ، فاتحہ، آیت الکرسی، خواتیم، سورۂ بقرہ، طوالِ سبع اور مفصل ہیں۔

پھر مناوی نے کہا اس کو دیلمی نے مسلسل ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔ کہ ہر راوی نے کہا۔ جب سے میں نے اسے سُنا کبھی ترک نہیں کیا۔ حدیث ابی امامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے سنا آپ فرماتے ہیں میں کسی عقل مند کو نہیں دیکھتا جو سونے سے پہلے یہ آیت نہ پڑھتا ہو۔ وہ یہ آیت ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ ترجمہ:۔ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں
تا آخر[2] وہ آپ زندہ اور ان کا قائم رکھنے والا ہے۔

اگر تمہیں اس کی اہمیت کا علم ہوتا یا جو کچھ اس میں ہے تو تم کسی حالت میں بھی اسے ترک نہ کرتے۔ اور پھر حدیث مذکورہ بالا بیان کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں مَیں نے یہ آیت الکرسی نہ پڑھی ہو۔ ابوامامہ نے بھی اسی طرح کہا کہ میں نے کبھی اسے ترک نہیں کیا۔ اسی طرح دوسرے رواۃ نے بھی یہی کہا۔

پانچ خصوصیات کا ذکر

حدیث شریف میں ہے کہ مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے وہ کچھ عطا ہوا جو پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ (۱) میری رعب سے مدد کی گئی (۲) مجھے زمین کے خزانے

[1] پارہ ۳، سورۂ البقرہ، آیت ۲۶۹۔ [2] پارہ ۳، سورۂ البقرہ، آیت ۲۵۵۔

عطا ہوئے۔ (۳) احمد نام رکھا گیا۔ (۴) میرے لیے مٹی کو طہور کیا گیا۔ (۵) اور میری اُمت کو خیر امم بنایا گیا۔ اس کو امام احمد نے جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔

خزائن الارض یہ استعارہ ہے اس وعدہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ممالک کے فتوح کا آپ سے کیا ہے۔ خزائن خزانہ کی جمع ہے۔ خزانہ کہتے ہیں جس میں کوئی چیز چھپائی جائے۔ یا اس سے مُراد تمام کائنات کے خزانے ہیں تاکہ آپ مستحقین کے لیے بقدر استحقاق خزانوں کو نکالیں۔ پس جو کچھ کائنات میں جس کسی کو مل رہا ہے۔ وہ اسی سے مل رہا ہے۔ جس کے دستِ اقدس میں چابیاں ہیں باذنِ خالق و مالک ہیں جس طرح علمِ غیب کل کی چابیاں اللہ کے پاس ہیں اسی طرح موہوبات کے خزائن کی چابیاں اس کے پیارے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ لہٰذا جس کسی کو جو مل رہا ہے، وہ آپ کے دستِ رحمت سے مل رہا ہے۔ سمیت احمد۔ یہ نام آپ سے قبل کسی کا نام نہ تھا۔ اس لیے کہ کسی ضعیف قلب و شکی کے دل میں یہ احساس پیدا نہ ہو اکہ کتب سماویہ میں جس احمد کی تعریفات ہیں وہ کوئی اور ہو۔ جعل التراب۔ شرعی یا حسی طور پر پانی موجود نہ ہونے کے وقت مٹی کو پاک بنا دیا۔ جعلت امتی خیر الامم یہ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ لے ترجمہ، تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

آپ کی امت کا شرف آپ کا شرف ہے۔

خصائص کا ان پانچ میں حصر نہیں کہ مسلم شریف میں ہے کہ ہمیں انبیا علیہم السلام پر چھ اشیا سے فضیلت دی گئی۔ ایک روایت میں ساٹھ اور دیگر روایات میں اس سے بھی زائد کا ذکر ہے۔ ان میں تعارض نہیں ہے کہ پہلے بعض پر مطلع ہوئے پھر کچھ اور پر یا کچھ مخاطب کو معلوم تھیں اس لیے ان کا ذکر نہ کیا۔

تنبیہ حکیم ترمذی نے کہا کہ زمین کا اس اُمت کے لیے طاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موقع پر خوش ہوئی۔ تر و تازہ، لمبی، پھیلی اور آسمان اور دیگر مخلوق

لے پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰۔

تجزیہ کیا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے میری پیٹھ پر جلوہ افروز ہوئے۔ میرے حصہ پر جبین سجدہ کے لیے رکھیں گے۔ اور مجھ میں ہی مدفون ہوں گے۔ جب اس کا افتخار بڑھا تو اللہ نے اسے اُمت کے لیے ظاہر قرار دیا۔

اس اُمت کے لیے تیمم ایک عطیہ الٰہی ہے تاکہ ان کے لیے طہارت ہمیشہ رہے۔

اعطیت فواتح الکلم وجوامع کی شرح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے فواتح کلم جوامع اور اس کے خواتم عطا ہوئے۔ اسے ابن ابی شیبہ ابویعلیٰ اور طبرانی نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ فواتح الکلم۔ فصاحت وبلاغت خامعنہ معانی، بدائع حکم اور محاسنِ عبارات جو دوسروں کی سمجھ میں نہ آئے۔ ایک روایت میں مفاتیح الکلم کرمانی نے کہا قلیل لفظ جو کثیر معانی کا فائدہ دیں یہ بلاغت کا معنی ہے۔ جوامع۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ میں جمع کر دیئے تو آپ کا کلام قرآنِ پاک کی مانند تھا کہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں۔

حُسنِ وقف اور فواصل کی رعایت۔ اعذب مختصر فصیح واضح تر لفظ کے ساتھ کلام کا آغاز فرماتے۔ اور جس کو بار بار سننے کو دل چاہے ایسے لفظ کے ساتھ کلام کا اختتام کرتے۔

سبع طوال کا ذکر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے تورات کے عوض سبع طوال، زبور کے عوض مئین اور انجیل کی جگہ مثانی اور مفصل سے فضیلت دی گئی۔ طبرانی اور بیہقی نے واثلہ سے روایت کیا۔ مکان التورات۔ تورات میں جو کچھ ہے۔ اس کے بدلے اسی طرح مابعد کے متعلق فرمایا۔

سبع طوال کی ابتدا سورت بقرہ اور آخری سورت برأت ہے۔ سورت انفال اور برأت کو ایک بنانے سے زبور کے عوض مئین۔ مئین کی پہلی سورت جو کہف سے ملتی ہے اور اس کی آیات ایک سو سے زائد ہیں۔

مثانی۔ وہ سورتیں جن کی آیات سو یا سو سے کم ہیں۔ انہیں مثانی اس لیے کہتے ہیں یہ مئین سے چھوٹی اور مفصل سے بڑی ہیں۔ مفصل۔ ان کی آخری سورت تو بالاتفاق الناس ہے۔ اور پہلی حجرات جاثیہ، قاف، صافات، صف مختلف اقوال ہیں۔ امام نووی نے پہلی کو ترجیح دی ہے (کتب فقہ میں بھی سورت حجرات ہی پہلی سورۃ مفصل ہے)

اعطیت ھذہ الآیات من آخر سورۃ البقرہ کی تشریح

افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے سورۃ بقرہ کی آخری یہ آیات عرش کے نیچے خزانے سے عطا ہوئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں۔ اس کو امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے حذیفہ اور امام احمد نے ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ امام مناوی رقمطراز ہیں۔ ان آیات کی ابتدا آمن الرسول سے ہے۔

حافظ عراقی نے اس حدیث کا معنی بیان کیا یہ آپ کے لیے ذخیرہ اور خزانہ رکھا اور دوسرے کسی کو عطا نہیں کیے گئے۔ اور بہت آیات قرآنیہ کتب سابقہ میں لفظاً یا معنی نازل ہوئی ہیں اور یہ آیات پہلے نازل نہیں ہوئیں۔

اس میں اس امت کی خصوصیت ہے۔ وہ بوجھ وزن اصر جو پہلوں پر رکھا گیا ان سے اٹھا لیا گیا۔ اسی لیے فرمایا کہ پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ مطالع میں ہے کہ کنز کیا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ کنز الیقین ہو جو عرش کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے مثقال ذرہ یقین کے نکالے جن سے چار مثقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے اور باقی رسالت کی خصوصیت کے لیے چنانچہ ایمان رسول کو تمام انسانوں کے ایمان سے تولا گیا تو آپ کا ایمان ہی تمام سنادی کی حاجت ختم ہوئی قاضی عیاض کی ایک کتاب کا نام شفاء ہے اور شفاء کی شرح ملا علی قاری نے کی ہے

حدیث اعطیت ثلاث خصال کی توضیح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے مجھے تین خصلتیں دی گئیں منجملہ ان کے نماز میں سلام جو اہل جنت کا تحیہ سلام ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور مجھے آمین دی گئی جو تم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی مگر ہارون کو جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تو حضرت ہارون آمین کہتے۔ حافظ سیوطی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا [illegible] نیچے ہے کہ [illegible] ممکن ہے کہ حضور نے [illegible] کو بیان فرمایا [illegible] حضور نے بعض ذخیرہ کو بیان کر دیئے [illegible] بیان فرمایا

شہرت کی بنا پر ذکر عدد حصر پر دلالت نہیں کرتا۔

اعطیت صلاۃ فی الصفوف۔ یعنی جس طرح فرشتے صفوف میں رب تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتے ہیں یونہی ہمیں حکم ہوا جب کہ اُمم سابقہ تنہا تنہا نماز پڑھتے اور ان کا منہ ایک دوسرے کی طرف ہوتا۔ اعطیت السلام۔ جس طرح اہل جنت یکے بعد دیگرے سلام کہتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے[1]

تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ترجمہ: اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے۔

سابقہ امتوں میں جب ایک شخص دوسرے سے ملتا تو اس کے سامنے جھک جاتا یہ ان کا سلام تھا اس میں مشقت و تکلیف ہے۔ اور ہمیں اہل جنت کا سلام عطا کیا جس میں احسان ہے۔

پانچ خصائل کا ذکر

سید الانبیاء علیہم السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو پہلے کسی کو نہیں ملیں۔ رعب کے ساتھ ایک ماہ کی مسافت سے مدد کی گئی۔ میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا پس میرے امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے۔ وہیں نماز ادا کر لے۔ میرے غنائم حلال ہوئیں جو مجھ سے قبل حلال نہ تھیں۔ مجھے شفاعت دی گئی پہلے نبی کسی ایک مخصوص قوم کے لیے نبی تھے لیکن مجھے نبوت عامہ عطا کی گئی۔ بخاری، مسلم، نسائی نے اسے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

امام مناوی رقمطراز ہیں کہ یہ آپ کے خصائص سے ہے لیکن خصائص پانچ میں منحصر نہیں بلکہ آئمہ نے بیان کیا کہ یہ تین سو سے بھی زائد ہیں۔ عدد کی تخصیص زیادتی کے منافی نہیں۔

ومسیرۃ شہر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میری نصرت یوں کی۔ ایسے دشمن جن کے اور میرے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے مدینہ کے جوار و قرب میں تو ان کے دلوں میں خوف و رعب القا کر دیا۔ ایک ماہ کی تخصیص میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی دشمن بھی ایک ماہ کی مسافت سے دُور نہیں۔ لہٰذا یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ کی امت دور دراز علاقوں کو فتح کرنے گی یہ بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔

---

[1] اس طرح بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ سامعین و مخاطب کے مزاج کے مطابق خصائل کا ذکر کیا۔ (تو گردی)

[2] پارہ ۱۱، سورۂ یونس، آیت ۱۰۔

اگرچہ بغیر ہتھیار کے فوج کشی کے خوف جن کے ساتھ سوال نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ سلیمان کے لیے جنات مسخر تھے۔ کیونکہ تسخیر سے ذاتی قوت وشجاعت نصرت و اعانت کا پہلے ذکر کیا جو کہ دشمنوں پر کامیابی کو کہتے ہیں کہ قیام دین میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ زمین کو مسجد وطہور کے ساتھ تعریف کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ نماز اپنی شرائط سمیت دین کے اہم ارکان میں سے ہے۔ غنائم کے حلال ہونے کا فائدہ ہے۔ کہ آپ ان کو حسب منشا تصرف میں لائیں جیسے ارشاد ربانی ہے :۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ[1] ترجمہ: تم فرما دو غنیمتوں کے مالک اللہ و رسول ہیں۔

یا اس کی تخصیص آپ اور آپ کی امت کے ساتھ ہے۔ پہلے انبیا کے لیے نہ تھی بعض انبیا کو جہاد کی اجازت نہ تھی تو ان کے لیے کوئی غنیمت نہ تھی اور بعض کو اجازت تھی لیکن اس کا استعمال ممنوع تھا۔ بلکہ آگ ان کو جلا کر خاکستر کر دیتی مگر انسان بچے۔ یہ دوسری توجیہ لم تحل لاحد قبلی کی طرف راجح ہے۔ اور من قبلی کی تخصیص سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آپ کا خاصہ اور خصوصیات سے ہے۔ اور آپ ان سے افضل ہیں۔ شفاعت خاصہ و عامہ دونوں ہی آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

شفاعت کی پانچ اقسام امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ کی شفاعت کی پانچ اقسام ہیں۔

پہلی فیصلہ کے لیے شفاعت عظمیٰ۔

دوسری آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بغیر حساب کے جنت میں جائے گی۔

تیسری ایسے لوگ جو مستحق نار ہیں آپ کی شفاعت سے جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔

چوتھی ایسے لوگوں کے حق میں جو بداعمالیوں کی بنا داخل ہوں گے پھر آپ کی شفاعت سے نکالے جائیں گے۔

پانچویں ایسے لوگ جن کے شفاعت سے درجات بلند ہوں گے۔

آپ کے ساتھ پہلی اور دوسری قسم مخصوص ہے۔ تیسری اور پانچویں کا اختصاص بھی جائز ہے۔ پہلے انبیا ایک ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوئے ایک وقت میں کئی انبیا تشریف لائے اور ایک

---

[1] پارہ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۱۔

ہی شریعت کی تبلیغ کرتے تھے اور میں عام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں۔ مسلم کی روایت میں عامہ کی جگہ کافۃ (تمام لوگوں) کا ذکر ہے۔

کرمانی نے کہا لے جمیعا یعنی آپ کے زمانہ سے تا قیام قیامت تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں اور جنات کا ذکر نہیں کیا کہ انسان اصل ہے یا مقصود بالذات ہے۔ بلکہ دوسری روایت اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ (میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فرشتوں کی طرف مبعوث ہیں۔ جیساکہ امام سُبکی نے بیان کیا۔ خصائص میں اپنے کلام کو بعثت عام پر ختم کیا تاکہ آپ کی امت کے لیے دارین کی خیر و بھلائی متحقق ہو۔

نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ افضل الرسل ہیں جس طرح کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پہلے نبی مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں۔ بایں وجہ رسل عظام حق کی ارشاد خلق اور ان کو تاریکیوں سے اُجالے میں لانے اور بُت پرستی سے عبادتِ الٰہی کی طرف مائل کرنے کے لیے تشریف لائے تو جس میں جتنی زیادہ تاثیر ہوگی وہ اتنا ہی افضل و اشرف ہوگا۔ اس اعتبار سے آپ افضل ہیں کیونکہ آپ کی بعثت ایک قوم یا ایک زمانے سے مخصوص نہیں بلکہ آپ کا دین تو مشرق و مغرب اور ہر مکان میں پھیلا ہوا ہے اور ہر زمان اور ہر مکان میں پھیلا رہے گا۔ تو اس سے آپ کا فضل و شرف بڑھتا رہے گا۔ اور سباق و سیاق سے افضل الرسل ٹھہرے۔

اُمّتِ محمدیہ سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میری اُمت سے ستر ہزار اشخاص بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح دمکتے ہوں گے جو ایک شخص کے دل کے ہوں گے میں نے اپنے رب سے ان میں اضافہ چاہا تو میرے لیے ان میں زیادتی فرمائی کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار اشخاص ہوں گے۔ اسے امام احمد نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ مظہری نے کہا کہ اس سے خصوصِ عدد مُراد ہو سکتا ہے۔ او کثرت بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ اور بعض نے اس کو ترجیح دی۔ ابن عبدالسلام فرماتے ہیں یہ خصائص مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے دوسرے کسی نبی کو یہ حاصل نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان میں امین ہیں

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار بخدا میں زمین و آسمان میں امین ہوں۔ طبرانی نے اسے ابی رافع سے روایت کیا۔ مناوی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں شروع کلام میں آمَا حرف تنبیہ جو طلائع قسم سے ہے اور اس کے ساتھ حرف قسم ملایا۔ مابعد کلام میں پختگی اور ذہن سامع میں یقین پیدا ہو اور اپنے کفر میں معاند پر رَد ہو اس کے بعد آپکا واضح ہے۔ کہ مصطفےٰ علیہ السلام دورِ جاہلیت میں امین کے لقب سے ملقب تھے۔ اور امین کا اطلاق صرف اور صرف آپ کی ذات کے لیے کرتے۔

حضرت ابوبکر خلیل رسول ہیں

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ اور میرے خلیل ابوبکر ہیں۔ طبرانی نے اسے ابوامامہ سے نقل کیا۔

اس کی شرح میں امام مناوی رقمطراز ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام کے احوال کو ظاہراً و باطناً اور صفات جیسد پائے۔ جن کی وجہ سے دونوں حضرات کو وصفِ خلت سے نوازا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اشرف نسب ہیں۔

مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے بنی کنانہ کو منتخب کیا، کنانہ سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔ مسلم و ترمذی نے اسے واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مولف نے کہا کہ امام شیخ ابن حجر فرماتے ہیں یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے جن کو ہمارے شیخ عراقی نے اپنی کتاب "محجة القرب فی محبة العرب" میں جمع کیا۔ علامہ مناوی نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اصطفا و خیریت دیانت کے اعتبار سے نہیں۔ بلکہ خصائل حمیدہ کے لحاظ سے ہے۔ اس سے ثابت ہوا غیر قریش عرب قریش کے کفو نہیں۔ بنی ہاشم کے غیر بنی ہاشم کفو نہیں۔ یہ مذہب شافعیہ ہے۔ قرطبی نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے کسی اختیار کرنے کا معنی

ہے اس نوع کے کمالاتِ صفات کی تخصیص کرنا اور اس نوع کے لیے اسے اصل بنانا اور اس نوع میں معزز گردانتا اور اس کا حکم واجب العمل کرنا۔

جیسے قرآن کریم میں ہے :۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ يَخْتَارُ ؕ[1] — ترجمہ :۔ اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے۔

خالقِ کائنات نے جنسِ حیوان سے انسان منتخب کیا اس کے لیے یہی کافی ہے کہ تمام مخلوق اس کے لیے بنائی گئی۔ جیسے فرمایا :۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ[2] — ترجمہ :۔ تمہارے کام میں لگائے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

پھر انسان سے معدن نبوت و رسالت کو منتخب کیا جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے پھر ان کے نطفہ سے نطفہ کریمہ کو ہمیشہ اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل کیا جس سے آفتاب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی ہوا۔ جیسے کہ فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ ؕ[3] — ترجمہ :۔ بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراھیم کو اور ان کی آل کو۔

اولادِ ابراہیم سے اسماعیل و اسحاق کو مختار کیا۔ پھر اولادِ سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو اور ان سے ان کے خاتم و مشرف آقا و مولیٰ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آخر الانبیاء مراتب و مدارج کے اعتبار سے سب سے اوّل ہیں۔

ابن تیمیہ رقمطراز ہے کہ عجم سے عرب ان سے قریش ان سے بنی ہاشم افضل اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم سے افضل ہیں تو آپ افضل الناس ہیں حسب و نسب کے لحاظ سے پس عرب، قریش اور بنی ہاشم کو برتری و فضیلت صرف آپ کی وجہ سے حاصل ہے۔

بنی ہاشم تمام عرب و عجم سے افضل ہیں

حدیث شریف :۔ تحقیق اللہ نے اولادِ ابراہیم سے سیدنا اسماعیل اور اولادِ سیدنا اسماعیل سے بنی کنانہ اور ان سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور ان سے مجھے فضیلت دی اور

[1] پارہ نمبر ۲۰، سورۃ القصص، آیت ۶۸ - [2] پارہ ۲۵، سورۃ جاثیہ، آیت ۱۳ - [3] پارہ ۳، سورۃ آل عمران آیت ۳۳

انہیں چن لیا۔ ترمذی نے اسے واثلہ سے روایت کیا۔ اور کہا یہ صحیح حدیث ہے کی شرح میں امام مناوی تحریر کرتے ہیں۔ ان سے مجھے چن لیا۔ یعنی وہ نور جو جبین آدم علیہ السلام میں ودیعت تھا۔ اسے جبین عبدالمطلب میں امانت رکھا۔ پھر ان کے بیٹے عبداللہ جو رسول اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کے پدر بزرگوار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب کو سفاح جاہلیت سے محفوظ اور طاہر رکھا۔ بنی اسماعیل کی برتری اخلاق کریمہ کی وجہ سے ہے ورنہ عربی زبان میں سب یکساں ہیں۔ بنی ہاشم اخلاق کے اعتبار سے پاکیزہ اور نفوس کے لحاظ سے طاہر وطیب ہیں۔ جس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا دلالت کر رہی ہے۔

وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ [1] — ترجمہ:۔ اور ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا کر۔

پھر فرمایا :۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا [2] — ترجمہ:۔ ہماری اولاد میں سے۔

یہ اولاد اسماعیل کے لیے مخصوص دعا ہے اس کے بعد فرمایا :۔

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ [3] — ترجمہ:۔ اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے۔

---

[1] ، [2] پارہ ۱، سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۸۔ [3] پارہ ۱، سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۹۔

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبد افلاک یہ خاموش یہ فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ بادل یہ ہوائیں
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینہ ایام میں تو اپنی ادا دیکھ
خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیری نظر میں

ابن تیمیہ رقمطراز ہیں اس حدیث سے مستفاد ہے سیدنا اسماعیل اور آپ کی اولاد ابراہیم کی اولاد سے افضل ہیں بنو اسحاق جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں اور افضل بھی ہیں کہ ان میں کتاب و رسالت رہی سے اسماعیل کی اولاد افضل ہے تو دوسروں پر ان کی فضیلت بطریق اولیٰ حسن ثابت ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فضیلت قرآن

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تورات کے عوض سبع انجیل کے عوض مئین اور سبع طول، زبور کے عوض طواسین طواسیم اور حوامیم عطا کیا۔ حوامیم اور مفصل زائد عنایت فرمائے جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں۔ محمد بن نصر نے اسے حضرت انس سے روایت کیا۔
مناوی نے کہا حضور علیہ السلام کا ارشاد۔ یہ مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں یعنی مجھ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوئیں۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہیں

حضور علیہ السلام کے چار وزیر ہیں

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری چار وزیروں سے اعانت فرمائی جن میں دو آسمان میں اور دو زمین میں ہیں۔ آسمان والے جبریل و میکائیل علیہما السلام زمین والے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اسے طبرانی اور ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔
شارح فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جبریل امین کی نرم مزاجی میں اور عمر فاروق شدت و صلابت میں اسرافیل علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔ امور دین اوامر و نواہی میں تو اس میں شیخین کی فضیلت اور روافض کی تردید ہے۔

حضور علیہ السلام عبد کریم ہیں

سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
إِنَّ اللّٰہَ جَعَلَنِیْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا۔
ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے عبد کریم بنایا۔ اور سخت نہیں بنایا۔
(رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ)
شارح کہتے ہیں کہ حدیث کے راوی عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا پیالہ تھا جسے غرا کہا جاتا تھا جسے چار شخص اٹھاتے تھے صبح نماز چاشت کے بعد لایا گیا۔ اور اس میں ثرید بنایا اور لوگ جمع ہوئے تو آقا علیہ السلام تشریف لائے۔ ایک اعرابی آیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیسے جمع ہوئے ہیں۔ اسے حدیث بیان کی گئی پھر آپ نے فرمایا اس کے اطراف سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت فرمائے گا۔ یہ متن کا بقیہ حصہ ہے جس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ کے مخرجین نے بیان کیا۔

آپ لحان نہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے لحن کرنے والا نہیں بنایا۔ میرے لیے خیر کلام اپنی کتاب قرآن کریم کو منتخب کیا۔ شیرازی نے القاب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا کہ اللحان اسم مبالغے کا صیغہ ہے جس کا معنی کثرت سے لحن کرنے والا ہے۔ اور یہ صیغہ اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی ہے کہ مطلق لحن کی نفی ہے بلکہ بالکل قلیل بھی لحن نہیں کرتے۔

جس کی کتاب قرآن کریم جیسی مقدس ہو، جس کی آیات نہ ختم ہونے والی ہوں اور جس کے معجزات کئی زمانے گزرنے کے باوجود ختم نہ ہوں تو وہ لحن کیسے کر سکتے ہیں جن کے سامنے فصحاً و بلغاً عاجز ہو گئے۔ اور جس کی زبان میں کلام نازل ہوا ہو اس سے لحن متصور بھی نہیں ہو سکتا۔

حضور علیہ السلام سب سے زیادہ متقی ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

ان اتقاکم و اعملکم باللہ انا۔ ترجمہ: بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور عمل کرنے والا ہوں۔

(رواہ البخاری عن عائشہ)

شارح فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ میں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین بمعہ خشیت قلبیہ اور استحضار عظمتِ الٰہیہ اس طور پر جمع ہیں جو غیر میں جمع نہیں جتنی معرفت الٰہی بڑھے گی خوف و خشیت الٰہی اور تقویٰ اور عمل بھی بڑھے گا۔ معرفت الٰہی میں کوئی

آپ کا ہمسر نہیں اسے قاضی نے بیان کیا۔

قرطبی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ اصل خلقت سے ہی کمال فطنت، سداد نظر، سرعت ادراک پائے جاتے ہیں اور ادراک سے موانع اور قواطع نظر مرفوع ہیں جب یہ تمام امور ابتدأ خلقت سے آپ میں موجود ہیں تو زہد و ریاضت و تقویٰ نہایت ہی آسان ہے گویا آپ کے لیے عمل و تقویٰ بدہیات سے ہے۔

پھر خالق کائنات نے آپ کو اپنی ذات و صفات، احکام اور احوال کائنات کا وہ علم دیا جو کسی کو نصیب نہ ہو سکا۔ جب آپ اعلم اور زیادہ علم والے ہیں۔ تو خشیت بھی زیادہ ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ[1] ترجمہ:۔ اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

کرمانی نے کہا اتقاکم کمال قوت علمیہ کی طرف اور اعلمکم کمال قوت عملیہ کی طرف اشارہ ہے۔

تقویٰ کی تین اقسام

پہلی قسم نفس کا کفر سے بچنا۔ یہ تقویٰ عوام کے لیے ہے۔

دوسری قسم معاصی سے بچنا۔ یہ خواص کا تقویٰ ہے۔

تیسری قسم ماسوا سے خیال ہٹا کر ذات الٰہی میں گم ہو جانا۔ خاص الخواص کے لیے ہے۔

علم باللہ کی اقسام علم باللہ اور اس کی صفات کو شامل ہے یہ اصول دین کہلاتا ہے۔

فروع دین اس کے احکام کا علم فروع دین ہے۔

علم القرآن اس کے کلام اور اس کے متعلقات کا علم علم القرآن کہلاتا ہے۔

معرفت اس کے افعال کا علم معرفت حقائق اشیا کہلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تقویٰ اور علم کے جمیع اقسام موجود ہیں اور ان کے ذکر

[1] پارہ ۲۲، سورۂ فاطر، آیت ۲۸۔

نہ کرنے سے عموم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو کسی کام کا حکم دیتے جو مشکل ہوتا لیکن ناقابل برداشت نہ ہوتا تو صحابہ کہتے کہ ہم آپ کی طرح نہیں آپ تو اللہ تعالیٰ سے مغفور ہیں تو آپ ناراض ہوتے یہاں تک کہ ناراضگی آپ کے چہرہ انور سے نمایاں ہوتی۔ پھر یہ ارشاد فرماتے۔

آپ کے اسمائے گرامی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بے شک میرے اسماء ہیں۔ میں محمد، احمد حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگ جمع ہوں گے اور ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو ختم کرے گا۔ اور میں عاقب ہوں۔ اس کو امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا۔

شارح فرماتے ہیں کہ بخاری کی روایت میں پانچ اسماء ہیں یعنی کتب سماویہ میں موجود اور امم ماضیہ میں مشہور ہیں یا اسے اہل کتاب جانتے ہیں یا وہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں کہ اس سے پہلے کسی کے نام نہ تھے یا یہ معظم ہیں یا عام رکھا کہ دوسرے اسماء ان کی طرف راجع ہیں۔ ان میں حصر نہیں۔ حصر کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے اور بھی بہت اسماء ہیں بعض نے جیسا کہ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات اور مجموع میں ایک ہزار بتائے ہیں اور صفات کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ ہیں۔

ابن قیم نے کہا یہ تعداد اعتباری ہے ان کا مسمیٰ ایک ذات ہے۔ پس یہ مترادف ہیں اور اعتباری طور پر متباین ہیں۔ انا محمد یہ تمام اسماء سے اشرف ہے کہ یہ باب تفعیل مبالغہ سے مشتق ہے جو آپ سے پہلے کسی کا نام نہ تھا۔ جب آپ کے مولد کا وقت قریب آیا تو پندرہ آدمیوں کے نام رکھے گئے کہ وہ محمد حقیقی ہی ہوں۔

انا احمد۔ انبیاء علیہم السلام اللہ کی حمد کرنے والے ہیں۔ اور میں سب سے زیادہ حمد کرنے والا ہوں۔ یہ نام بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔ انا الحاشر۔ کہ لوگوں کا میرے قدموں پر حشر ہوگا۔ قدم کا مفرد یا یا پر تشدید اور تثنیہ کا صیغہ ہے یعنی میرے اثر نبوت پر کہ آپ کے بعد کوئی نہ آئے گا۔ انا الماحی۔ جزیرہ عرب سے کفر ختم ہو جائے گا یا کفر

بلاد سے یا عمومی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کہ عام طور پر کفر ختم ہو جائے گا حجت کا ظہور اور غلبہ ایسا ہوگا۔ یہ دین تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ ترمذی میں ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں کہ آپ سب کے آخر میں تشریف لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے تمائد نام رکھنے جائز ہیں۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اس کا ترک اولیٰ ہے کہ نام رکھنے سے مقصود تعریف و شناخت ہے۔ جو کہ ایک نام سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن رسولِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی ایسے نہیں کہ یہ اسمائے آپ کی صفات و نعوت ہیں جو کمالِ مدح اور تکثیرِ اسمأ جلالت مُسمیٰ پر دال ہیں۔

مؤلف یعنی امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے آپ کے خصائص میں سے کہ آپ کے ایک ہزار نام ہیں اور اسی طرح آپ کے نام جو اسم الٰہی سے مشتق ہیں اور ستر کے قریب اللہ کے نام پر رکھے ہیں اور آپ کا نام احمد پہلے کسی کا نام نہ تھا۔

آپ فاتح و خاتم ہیں

سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میں فاتح و خاتم بن کر مبعوث ہوا اور مجھے جوامع اور فواتح دیئے گئے اور میرے لیے کلام میں اختصار دیا۔ پس بات میں ششدر رہنے والے ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ اس کو بیہقی نے ابی قلابہ سے مرسل روایت کیا۔

شارح نے فرمایا، آپ نبوت و رسالت یا انبیأ کے فاتح و خواتم ہیں۔

ابن عطأ نے کہا کہ فلک نبوت دائر رہا کہ جہاں سے چلا تھا وہیں آپکا کمالِ اصطفأ پر اس کا اختتام فرمایا۔ پس آپ فاتح، خاتم نور الانوار، سر الاسرار، دنیا و آخرت میں بزرگترین شخصیت اعلیٰ المخلوق مینار کے لحاظ سے، اور افتخار کے اعتبار سے سب سے اتم ہیں۔

جو بن دیکھے کسی امر میں واقع ہوں۔

حرالی نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ قرآن کے ساتھ مبعوث ہوئے جو انتہائے خلق اور کمالِ امر کے پاس منزل ہے۔ لہٰذا آپ کا قرآن کے ساتھ تحقق ہر خلق کی انتہا اور ہر امر کے کمال کا جامع

مثلاً محمود۔ النور۔ رشید۔ الصبور۔ عزیز۔ رؤف رحیم۔ الظاهر۔ الباطن۔ الاول۔ الآخر۔ شکور۔ آمر۔ ناہی۔ الولی۔ الکریم۔ المؤمن۔ حافظ۔ حکیم۔ فتاح جواد۔ قریب۔ منیب۔ غنی۔ نور۔ ناصر قائم۔ شہید۔ الهادی۔ المولیٰ۔ سمیع۔ البصیر۔ محلل۔ محرم۔ شافی۔ عادل۔
(احمد الدین توگیروی)

ہے۔ پس آپ فاتح عالم جامع کامل اور آپ کی کتاب خاتم ہے۔ ان تینوں جامع جن کی اولین میں ابتدا اور آپ پر اختتام ہوا۔ پر مشتمل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ باپ کے ہیں

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تحقیق میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ ہوں۔ تمہیں ہر قسم کے احکام کی تعلیم دیتا ہوں۔ پس جب تم میں کوئی بیت الخلاء جائے تو قبلہ کو منہ کرے اور نہ پیٹھ اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔ امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اسے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا کہ ابوالافادہ (فائدہ دینے والا) ابوالولادت (حقیقی والد) سے افضل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہالت کی تاریکی سے نکال کر نور ایمان عطا کیا، اسے مقصود سے پہلے اس لیے بیان کیا کہ امر دین کی تعلیم دینا واجب ہے جیسے باپ اور مخاطبین کو مانوس کرنا ہے۔ ایسے امور کے دریافت کرنے سے جن سے عام آدمی سوال کرنے میں حیا کرتا ہے۔ پھر ان کی تصریح کی۔ کہ جب تم میں کوئی (غائط) بیت الخلاء جائے تو پیشاب و براز کرتے ہوئے۔ قبلہ کو منہ کرے اور نہ پیٹھ یہ صحرا میں وجوبی حکم ہے اور بند جگہ میں مستحب[1] والا یستطب پانی سے استنجاء یا ڈھیلے سے داہنے ہاتھ سے نہ کرے یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ بعض نے مکروہ تحریمی کہا۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ جمیع اُمت کے لیے باپ کی مانند ہیں۔ اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات مائیں بایں وجہ کہ آپ اور آپ کی ازواج سے مردوں اور عورتوں کو احکام اور معالم دین معلوم ہوتے ہیں جو خیر و بھلائی پہنچی وہ انہی دو ذریعوں سے پہنچی۔ لہٰذا ان میں سے کسی کی نافرمانی کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔

تنبیہ ابن الحاج نے کہا اُمتِ محمدیہ حقیقت میں آپ کی اولاد ہے۔ حیات سرمدی اور دار نعیم میں خلود کا انعام کا آپ ہی سبب ہیں لہٰذا آپ کا حق والدین کے حقوق عظیم ترین ہے۔

[1] لیکن فقہ حنفی میں مکان ہو یا صحرا بہر صورت یہ حکم واجب ہے۔ جیسا کہ متداول کتب حنفیہ میں موجود ہے۔ (مترجم)

ترین ہے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا: پہلے اپنے نفس سے شروع کرو۔ تو آپ نے اپنے نفس کو دوسروں سے مقدم کیا۔ اور خالقِ کائنات نے آپ کو ہر مومن کے نفس سے مقدم کیا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب دو حق متعارض ہوں تو مؤکد حق مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مقدم ہے تو آپ نے اپنے حق کو مقدم کیا۔

جب تو اس میں غور کرے تو تجھ کو بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ کہ نفع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آباؤ اجداد، اُمہات اور تمام مخلوق کے نفع سے اعظم ہے کہ آپ نے تجھے اور تیرے والدین کو جہنم سے نجات دلائی۔ حقوق والدین سب سے بڑا سبب ہے کہ وہ تیرے عدم سے وجود اور دار التکلیف والمحن میں آنے کا سبب ہیں اور آپ دار المحن سے دار النعم میں جانے کا سبب ہیں۔ لہٰذا آپ کا حق عظیم تر ہے۔

حضور علیہ السلام رحمت مہداۃ ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ۔ ترجمہ: بے شک میں ہدایت یافتہ رحمت ہوں۔

(رواہ ابن سعد والحکیم عن ابی صالح مرسلاً والحاکم عنہ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

شارح مناوی نے کہا بے شک میں رحمت والا ہوں یا رحمت میں مبالغہ کرنے والا گویا کہ آپ رحمت کی کان ہیں۔ بریں بنا کہ رحمت پر نفع مترتب ہوتا ہے اور آپ کی ذات ایسے ہی ہے جب ذات رحمت ہے تو صفات ذات کے تابع ہوتی ہیں تو وہ بھی رحمت۔ معنی مھداۃ ای ما انا الرحمۃ للعالمین۔ یعنی میں کائنات کے لیے رحمت ہوں جس سے مخلوق کی راہنمائی کر رہا ہوں۔ پس جس نے ہدایت قبول کی وہ کامیاب ہوا اور نجات پائی اور جس نے انکار کیا وہ خائب و خاسر ہوا۔ آپ ہر فیض کے لیے واسطہ ہیں تو جس نے مخالفت کی وہ خود مستحق عذاب ہوا۔

آپ تکمیل مکارم اخلاق کے لیے تشریف لائے

سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق : ترجمہ : بے شک میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے
رواہ ابن سعد والبخاری فی الادب والحاکم لیے مبعوث ہوا - ابن سعد اور بخاری نے
والبیہقی عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ) ادب ، حاکم اور بیہقی نے ابوہریرہ سے اسے
روایت کیا -

شارح علامہ مناوی نے کہا انما بعثت کا معنی ارسلت بھیجا گیا لاتمم تاکہ اچھے اخلاق کو مکمل کروں - ایک روایت میں مکارم الاخلاق ہے - ناقص ہونے کے بعد مکمل اور مختلف و متفرق کو جمع کر دوں -

حکیم ترمذی نے کہا اس سے ہمیں خبر دی کہ انبیا علیہم السلام دنیا سے گئے - تو اس وقت اخلاق مکمل نہ تھے ان کی تکمیل کے لیے آپ کو بھیجا گیا -

بعض نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ انبیا علیہم السلام مکارم اخلاق کے ساتھ بھیجے گئے - اور کچھ باقی رہ گئے تو آقا علیہ السلام ان اخلاق اور بقیہ کے ساتھ مبعوث ہوئے -

حسن نے کہا صالح اخلاق دین و دنیا اور آخرت کی اصلاح یہ تمام نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع تھے - جیسا کہ اس حدیث میں ہے - اے اللہ میرے لیے میرے دین کی اصلاح کر جو میرے امر کی مصلحت ہو اور میرے لیے میری دنیا کی اصلاح کر ، جس میں میری معاش ہے اور میرے لیے آخرت کو سنوار جو میرا معاد ہے -

شیخ عارف ابن عربی نے اس کا معنی بیان کیا کہ اخلاق کو مکارم اور سفساف دو قسموں میں منقسم کیا گیا - تو مکارم اخلاق جو سابقہ شرائع میں موجود تھے - اور جن کو انبیائے کرام تشریف لائے ان کو ظاہر کیا - اور سفساف (برے اور رذائل) کو مکارم سے جدا کیا - کائنات میں جتنے اخلاق اللہ ہیں - وہ سب مکارم ہیں اور جتنے مآثم و عصیان ہیں سفساف ہیں - پس آپ کلام جامعہ کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ، اور جوامع کلم دیئے گئے - جب کہ پہلے ہر نبی ایک خاص شریعت پر تھا - یہاں آپ نے خبر دی کہ آپ صالح اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوئے ہیں - تو تمام مکارم اخلاق جو جدا جدا تھے ، اس شریعت میں جمع ہو گئے - کائنات میں

تمام سفساف (رذائل) اخلاق کو اکٹھا کر دیا۔ مقصد شرع کو جاننے والے کے لیے مکارمِ الاخلاق کے مصارف بیان کر دیئے۔ اور سفساف جو کہ طمع، حرص، حسد، بغض اور بخل وغیرہ اور مذموم وصف کا مصارف واضح کر دیا۔ ہمیں اللہ سے توقع ہے کہ مکارم اخلاق کا ہم کو حامل بنائے اور مذمومہ سے اجتناب کرنے کی توفیق دے۔ ہم سے بعض ایسے ہیں جو مصارف کو جانتے اور کچھ نہیں جانتے۔

آپ رحمت بن کر تشریف لائے نہ زحمت بن کر

سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اُبْعَثْ عَذَابًا۔ ترجمہ: بے شک مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا، نہ عذاب بنا کر۔" (رواہ البخاری فی التاریخ عن ابی ھریرہ)

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رافت و رحمت میں ایسے منہمک و مستغرق ہوئے کہ نورِ الٰہی سے آپ کا قلب انور روشن ہو گیا تو دنیا آپ کی نگاہِ حق نما میں حقیر ہو گئی۔ تو آپ نے نفس کو خدا کی جانب کیا تو آپ رحمت و امان تھے۔ اور عذاب آپ کے مقصد رسالت سے نہیں۔

اِنَّمَا بَعَثَنِیْ مُبَلِّغًا کی تشریح

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی شرح ہے۔

اِنَّمَا بَعَثَنِیْ مُبَلِّغًا وَلَمْ یَبْعَثْنِیْ مُتَعَنِّتًا۔ ترجمہ: مجھے مبلغ بنا کر بھیجا اور نہ سخت و متشدد۔ (رواہ الترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

اس کی شرح میں مناوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے احکام کی تبلیغ کرنے والے اس کی معرفت کرانے اور اس کی طرف بلانے والا اور اس کی جنت کی طرف راغب کرنے والا اس کی رضا کے حصول کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر بھیجا۔ اس کی خوشنودی و رضا کے مواقع اور سخط و ناراضگی کے مواقع اور ان سے منع کرنے والا، انبیاء اور ان کی امم کی خبریں دینے والا، مبدأ و معاد، شقاوتِ قلب اور اس کی سعادت کی کیفیت اور اس کے اسباب بیان و

حیران کرنے والا بنایا۔

وَلَمْ یَبْعَثْنِیْ مُتَعَنِّتًا مجھے سخت بنا کر نہیں بھیجا یہ حضرت عائشہ ام المومنین سے فرمایا جب اپنی ازواج کو تخییر طلاق کا حکم دیا اور ابتدا حضرت عائشہ سے کی تو حضرت عائشہ نے آپ کو اختیار کیا اور عرض کیا کہ کسی اور زوجہ کو نہ بتانا کہ عائشہ نے مجھے پسند کیا ہے تو اس وقت آپ نے ان سے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد شاگرد کو سوئے اخلاق سے نرمی اور ملائمت کے ساتھ روکے اور ان بُرے اخلاق کی تصریح نہ کرے۔ نہایت شفقت سے بغیر زجر و توبیخ کے کیونکہ تصریح سے ہیبت اٹھ جاتی ہے۔ پھر بد اخلاقی پر جرأت کرے گا۔ کہ انسان کو جس چیز سے روکا جائے اس کے کرنے کا حریص ہے۔ جیسا کہ امام غزالی نے ذکر کیا۔

اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ کی تشریح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بے شک میرے قلب پر حجاب آتا ہے۔ تو میں اللہ تعالےٰ سے ایک روز میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔ اسے امام احمد، مسلم، ابو داؤد اور نسائی حضرت الاعزنی سے روایت کیا۔

علامہ مناوی رقمطراز ہیں کہ لیغان غین سے مشتق ہے جس کا معنی غطاء و ستر ہے۔ بے شک میں اللہ تعالےٰ سے دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔

عارف شاذلی نے کہا یہ غین انوار ہے نہ غین اغیار کیونکہ آپ ہمیشہ ترقی پذیر ہیں جب معارف کے انوار دل پر نازل ہوتے ہیں۔ تو اس سے بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ اور پہلا درجہ ذم معلوم ہوتا ہے۔ الی آخرہٖ، یہ غین حجاب ہے اور نہ غین وہم، آپ انوار تجلیات میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ تو اس سے حضور غائب ہو جاتا ہے۔ تو اس ستر حال سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں اس لیے کہ خواص کو اگر ہمیشہ حضوری رہے تو سلطانِ حقیقت کے جلوے ناقابل برداشت ہو جائیں۔ لہٰذا ان کے لیے ستر رحمت اور عوام کے لیے حجاب اور نعمت ہے۔

کلام سہروردی میں ہے کہ ہمارے لیے یہ اعتقاد رکھنا جائز نہیں۔ کہ حالِ مصطفےٰ علیہ السلام میں غین نقص ہے۔ بلکہ کمال اور تتمہ کمال ہے۔ یہ دقیق مسئلہ کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا۔

مثال یہ ہے کہ پلکیں جو حدقۂ بصر پر لٹک رہی ہیں اگرچہ اس کی صورت صورت نقصان ہے کہ جس سے ابصار کا حصول ہوتا ہے اسے یہ ڈھانپ لیتی ہیں کہ آنکھ کی تخلیق سے مقصد ادراک حسیات ہیں ادراک ہوگا۔ جب حتی شعاعیں آنکھ کے اندر داخل ہوں۔ بعض کے نزدیک شعاؤں کا مرئیات کے نزدیک اتصال کا نام ادراک ہے۔ بعض کے نزدیک مدرکات کی صُور کرہ جبلیہ میں منطبق ہونے کو ادراک کہتے ہیں۔ جو معنی بھی لیا جائے مقصود انکشاف بصر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، اور پلکیں انکشاف کے مانع ہیں لیکن جب ہوا جو کہ ابدانِ حیوانیہ کو محیط ہے۔ گرد و غبار سے خالی نہیں۔ ہوا کی حرکت سے وہ گرد و غبار آنکھوں میں پڑتی ہے اگر آنکھ ہمیشہ کھلی رہے تو اسے تکلیف و ایذا پہنچے تو اس سے بچنے کے لیے آنکھ کا بند ہونا ضروری ہے جو کہ پلکوں سے ہی بند ہو سکے گی۔ لہٰذا بھنویں بظاہر نقص ہیں اور حقیقت میں کمال ہیں۔

اسی طرح اگر بصیرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کھلی رہے تو انفاس اغیار سے اسے تکلیف ہو اس تکلیف و ایذا سے بچنے کے لیے چشم کا بند ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جنِ غین کا حدقۂ بصر مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ارسال ہے تاکہ رؤیت اغیار اور ان کے انفاس کی گرد و غبار سے ستر و وقایت کے لیے ضروری ہے۔ پس بظاہر غین نقص ہے لیکن حقیقت میں کمال ہے۔ سو بار استغفار سے مُراد کثرت سے استغفار ہے۔ لہٰذا اِس اور دوسری ستر کی روایت میں تعارض نہیں۔

انی لم ابعث لعانا کی تشریح

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف۔ بے شک میں لعنت بھیجنے والا بنا کر مبعوث نہیں ہوا، اور میں رحمت بن کر آیا ہوں۔ امام بخاری نے ادب میں اور مسلم میں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا، میں اس شخص کے لیے رحمت بن کر آیا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے ایمان کی طرف لانے کا ارادہ کیا، یا لوگوں کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے یا اس کی رحمت کے قریب لانے کے لیے نہ کہ اس سے دُور کرنے کے لیے۔ پس لعنت میرے حال کے منافی ہے۔ پس میں کیسے لعنت کر سکتا ہوں۔ لعان مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اصل فعل کی نفی مراد ہے جیسے کہ۔

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ[1] ترجمہ: اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

---

[1] پارہ ۲۴، سورہ حم السجدہ، آیت ۴۶۔

ابن قانع کی روایت میں ہے۔ فرمایا میں عادل ہوں۔ عدل کے سوا شہادت نہیں دیتا۔
شارح امام مناوی فرماتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے۔ جو کچھ بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کے لیے مخصوص کیا، اس پر شہادت لینی چاہی، تو اس پر آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ اس سے امام احمد نے استدلال کیا۔ ہبہ میں بعض اولاد کو ترجیح دینا حرام ہے۔ والجمہور مکروہ کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس پر کسی اور کو شاہد بنانا اگرچہ حرام ہوتا، تو آپ دوسرے کو شہادت کے لیے نہ کہتے۔ جور سے مراد حق سے میلان ہے اگر پورا اعراض کیا تو حرام ہے۔ یا مکروہ تحریمہ۔
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اہل فضل کے لیے مکروہ چیز میں شہادت دینا مکروہ ہے اگرچہ شہادت جائز ہے۔

انی لا اخیس بالعھد کی تشریح

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی:
انی لا اخیس بالعھد ولا احبس البرد۔ ترجمہ: بے شک میں عہد توڑتا ہوں اور نہ قاصدوں کو روکتا ہوں۔
(رواہ الامام احمد و ابوداؤد و ابن حبان والحاکم عن ابی رافع رضی اللہ عنہ)
شارح علیہ السلام فرماتے ہیں لا اخیس بالعھد کا معنی ہے کہ میں عہد توڑتا ہوں اور نہ فاسد کرتا ہوں۔ ولا احبس بالبرد کا معنی ہے کہ جو قاصد مجھے ملنے آتے ہیں انہیں نہیں روکتا۔
زمخشری نے کہا برد جمع برید وہ قاصد پیغامبر
طیبی نے کہا عہد سے مراد یہاں وہ عادت ہے جو لوگوں میں متعارف و مشہور ہے کہ قاصدوں کو ایذا نہیں دی جاتی، کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے میں مصلحت ہے یا یہ کہ اگر ان کو روکا جائے یا ایذا دی جائے تو یہ دو قوموں کے درمیان افتراق کا سبب بن سکتا ہے۔ اور اس سے فتنہ و فساد برپا ہو سکتا ہے جو کہ عقلمند کے لیے مخفی نہیں۔
راوی ابورافع رضی اللہ عنہ اس حدیث کے غلام تھے وہ قاصد بن کر آپ کے پاس گئے۔

آپ سے عرض کیا گیا کہ بنی عامر کے حق میں بد دعا کیجیے تو آپ نے جواب میں یہ حدیث بیان کی۔

آپ روزِ حشر زمین کی تمام اشیاء سے زیادہ شفاعت کریں گے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی کہ، میں روزِ محشر زمین کی شجر، حجر، ڈھیلہ الغرض جملہ اشیاء سے زیادہ شفاعت کریں گے۔ امام احمد نے اسے بریرہ سے روایت کیا۔ شارح کہتے ہیں اس کا معنی ہے کہ میں بہت کثیر مخلوق کی سفارش کروں گا۔ جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ پس اس سے مراد تکثیر ہے۔

شفاعت جائز بلکہ واقع ہو گی۔ یہ مذہب اہلِ سنت ہے جب کبیرہ کی معافی ہو سکتی ہے تو شفاعت بطریق جائز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ[1] ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اسی طرح :۔

لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ[2] ترجمہ:۔ اور نہ کافر کے لیے سفارش مانی جائے گی۔

عموم احوال و زمان کو تسلیم کرنے کے بعد کہ یہ کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ ادلہ میں تطبیق یونہی ہو سکتی ہے۔

اِنِّیْ لَا اَشْھَدُ عَلٰی جُوْرٍ کی تشریح :۔

حدیث پاک :۔

اِنِّیْ لَا اَشْھَدُ عَلٰی جُوْرٍ۔ ترجمہ:۔ میں ظلم پر شہادت نہیں دیتا۔
(رواہ البخاری عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ)

---

[1] پارہ ۲۶، سورۂ محمد، آیت ۱۹ - [2] پارہ ۱، سورۂ بقرہ، آیت ۴۸۔

تو آپ کو دیکھتے ہی ان کے دل میں جاں گزیں ہو گئی وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں واپس نہیں جاؤں گا۔ تو آپ نے فرمایا واپس جا جو کچھ تیرے دل میں ہے اگر حقیقت ہے۔ تو پھر واپس آ جانا۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ میں واپس چلا گیا۔ اور دوبارہ حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

آپ کے آبا و اجداد کا ذکر

سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان جب بھی اللہ نے دو گروہ کیے تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا یہاں تک کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا، تو آدم علیہ السلام سے اپنے ماں باپ تک سفاح سے نہیں بلکہ نکاح سے پیدا ہوا۔ لہٰذا تم سے میں نسب کے لحاظ سے بہتر اور باپ کے لحاظ سے اشرف ہوں۔ اس کو بیہقی نے دلائل میں حضرت انس سے روایت کیا۔

شارح مناوی رقمطراز ہیں کہ محمد آپ کا نام گرامی منقول ہے کہ الہام کے ساتھ رکھا گیا آپ کے جد امجد نے خواب دیکھا جس کو قیروانی عابر نے کتاب البستان میں نقل کیا۔

عبد المطلب کا خواب

انہوں نے خواب دیکھا چاندی کا سلسلہ دیکھا کہ اس کی طرف سے مشرق ایک مغرب ایک شمال اور جنوب کی طرف نکل گئی پھر واپس ہوئی اور ایک درخت کی مانند ہو گئی۔ جس کے ہر پتہ و برگ پر نور چمک رہا ہے اور اہل مشرق اس کے ساتھ چمٹ گئے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ بیان کی گئی کہ ایک مولود ہو گا جس کی اہل مشرق و مغرب اتباع اور اہل سما جس سے محبت کریں گے۔

عبد اللہ

عبد اللہ اسم منقول مرکب اضافی ہے۔ مناوی نے ان کے مناقب ذکر نہیں کیے اور وہ مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ آپ قریش میں سے خوبرو و حسین تر تھے۔ اولاد عبد المطلب میں سے انہیں محبوب تر تھے۔ جب ان کا وصال ہوا تو عمر بیس سال سے زائد نہ تھی۔

عبد المطلب

عبد المطلب کا اصل نام شیبۃ الحمد تھا کنیت ابو الحارث۔ قریش کی جائے پناہ معتز امور میں ان کے ملجا اور مصائب میں جائے مدد سب سے پیشتر انہوں نے بال سیاہ کیے۔ ان کے دستر خوان سے پرندوں کو بھی حصہ مل جاتا۔ اسی لیے انہیں کہا جاتا آپ

آسمان کے پرندوں کی جائے طعام، شیخ جلیل، ابابیل پرندوں والے ہیں۔ باب کعبہ سونے کا بنایا۔ ایام حج میں حجاج کے ساقی، صاحب کعبہ، صاحب ندوہ اور صاحب زیارت تھے۔ اپنے پر دور جاہلیت میں شراب حرام کی۔

ہاشم آپ کا نام عمر، ہاشم لقب ہے کہ سب سے قبل جدب میں اپنے کو ثرید تیار کر کے پیش کیا۔ نیشاپوری نے کہا ان کا رُخ ماہتاب کی طرح چمکتا جس شے کے قریب سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتی۔ جس نے بھی آپ کو دیکھا وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ جب قیصر نے انجیل میں آپ کے بیٹے کے اوصاف پڑھے تو آپ سے تمنا کی کہ میری بیٹی سے نکاح کر لیں۔

عبد مناف اصل نام مغیرہ کنیت ابو عبد الشمس آپ کو جمال بطحا کہا جاتا۔ یہ طویل القامت کی وجہ لقب رکھا گیا۔ قریش کے سردار تھے۔

قصی قصی کی تصغیر ہے جس کا معنی بعید ہے کیونکہ اپنے والدہ سمیت بلاد قضاعہ میں علیحدہ ہو گئے۔ آپ کا نام مجمع یا زید ہے۔ قوم کے معاہدے اور نکاح آپ کے مکان پر ہوتے تھے۔ قوم آپ پر غالب آگئی تھی۔ چنانچہ نبی کعب سے سب سے پہلے مملوک ہیں۔

کلاب بکسر کاف و تخفیف لام مصدر سے منقول ہے بمعنی مکالبت ( ) آپ کا نام حکیم حکیمہ یا عروہ اور کنیت ابو زھرہ ہے۔ سب سے بیشتر آپ نے تلوار کو سونے سے مرصع کیا۔

مرہ مرۃ بضم میم کنیت ابو یقظہ۔

کعب کعب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اما بعد کہا اور سب سے قبل جمعہ کے روز لوگوں کو جمع کیا تو آپ قریش کو جمع کر کے ان کو خطبہ دیتے۔ بعثت نبی علیہ السلام کا ذکر کرتے اور فرماتے کہ وہ میری اولاد سے ہوں گے۔

لؤی لؤی بضم لام وہمزہ اور تسہیل سے بھی پڑھا گیا۔ (یعنی ہمزہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق حرف علت کی آواز میں پڑھنا۔

غالب غالب کنیت ابو تیم۔

فہر فہر بکسر و سکون - نام قریش اور قریش انہیں کی طرف منسوب ہیں- ان سے اوپر والے کنانی کہلاتے تھے۔

مالک مالک ملک الملک سے اسم فاعل ہے۔ ابوالحارث کنیت ہے۔

النضر بفتح نون و سکون ضاد نام قیس لقب نضران کے چہرہ کے حسن و جمال کی وجہ سے یہ لقب پڑ گیا۔ کنیت ابومخلد۔ آپ نے خواب میں ایک سبز درخت دیکھا، جو آپ کی پشت سے نکلا۔ اس کی شاخیں نور کی ہیں جو آسمان کی طرف پھیل رہی ہیں۔ جس کی تعبیر عزت و سرداری سے کی گئی۔

کنانہ کنانہ لقب ہے کہ آپ قوم سے ستر میں رہتے جیسے تیروں کا تھیلا اور پردہ ہوتا ہے۔ آپ عظیم القدر تھے کہ آپ کے علم و فضل کی وجہ سے عرب آپ کے پاس آتے۔

حکیم ترمذی نے کہا کہ وہ بہت جواد تھے کہ تنہا کھانا تناول نہ کرتے جب کوئی اور نہ ہوتا تو اکیلے کھانے سے شرم کی وجہ سے پتھر کے سامنے بیٹھ جاتے اور ساتھ ساتھ ایک ایک لقمہ اس پر رکھتے جاتے۔

خزیمہ خزیمہ نام کنیت ابو اسد صاحب مکارم و شرف و فضل کثیر۔

مُدرکہ مدرکہ بضم میم سکون دال نام عمرو۔ اشاطی نے اس پر اجماع حکایت کیا ہے۔ کنیت ابوہذیل وجہ لقب کہ آپ نے ایک ایسے خرگوش کو پکڑ لیا جس کے پکڑنے سے رفقاء عاجز آگئے تھے۔

الیاس بکسر ہمزہ یا فتح لام تعریف اور ہمزہ وصل کا ہے۔ اکثر علما کے نزدیک کنیت ابوعمرو یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ کے لیے بدنہ ہدی کیا (ہدی بدنہ کہتے ہیں کہ اونٹ کو نشان لگا کر کعبہ پہنچا تاکہ منیٰ میں قربان کیا جا سکے)

بعض نے کہا کہ مناسکِ حج میں آپ اپنی صلب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلبیہ کی آواز سنتے تھے۔ جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی زوجہ کو بہت افسوس ہوا۔ اور حلف اٹھایا کہ جس شہر میں ان کا انتقال ہوا اس میں قیام پذیر نہ رہوں گی۔ اور نہ چھت سے سایہ حاصل کریں گی۔ نہ کنگھی اور خوشبو استعمال کروں گی۔ اسی حالت میں رہی کہ فوت ہو گئی۔ اور یہ ایک ضرب المثل بن گئی۔

مُضر مُضر بضم و فتحہ نام عمرو ہے۔ ان کے کلام سے ہے۔ جو شر بوئے گا، اسی کو کاٹے گا۔

سب سے بہتر بھلائی ونیکی میں عجلت کرنا۔ اچھائی و بھلائی کے حصول کے لیے خود کو تکلیف میں ڈالو بجائے نفس سے بچو کر تمہیں کسی فساد میں نہ مبتلا کر دے۔ آپ انتہائی صاحب فراست و فطانت تھے۔

نزار بکسر نون اور تخفیف کے ساتھ نزر سے لیا گیا ہے جس کا معنی قلیل ہے۔ بایں وجہ جب آپ پیدا ہوئے ان کے والد نے دو آنکھوں کے مابین نور نبوت مشاہدہ فرمایا جسے دیکھ کر خوش ہوئے اور کثرت سے کھانا کھلایا اور کہا کہ اس مولود کے حق میں نزار ہے۔ کنیت ابو ایاد ہے۔

معد عدنان یہاں تک نسب نامہ صحت کے ساتھ ثابت اور متفق علیہ ہے۔ ابن دحیہ نے کہا اجماع ہے کہ عدنان سے آگے تجاوز نہ کیا جائے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عدنان اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام تیس واسطے ہیں جو معروف و معلوم نہیں۔

اسی لیے امام مالک نے آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کا انکار کیا۔ اور کہا کہ جو یہ بیان کرے یعنی جیسا مورخین نے بیان کیا ہے وہ ثقہ نہیں۔

ابن قیم نے کہا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ عدنان اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد سے ہے یہی کہنا صواب ہے کہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ اور یہ بیس وجوہات سے باطل ہے۔

ابن تیمیہ نے کہا کہ اہل کتاب نے عدنان کو حضرت اسحاق کی طرف منسوب کیا ہے جو ان کی کتب کی نص سے باطل ہے۔

مناوی نے حدیث احب اللہ نے دو گروہ کیے تو مجھے بہترین رکھا۔ لکھا کہ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے آباؤ اجداد عظمت و فضائل والے ہیں کہ نبوت ملک و سیاست عامہ ہے۔ ملک حسب و خطر والوں میں ہوتے ہیں جتنے خصائل فضل زیادہ ہوں گے اتنے ہی زیادہ لوگ مطیع و فرمانبردار ہوں گے اور شہنشاہوں میں جتنا نقص ہوگا اتنے ہی متبعین میں کمی ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر گروہ اور بہتر جگہوں میں رکھا۔

حتیٰ انتہیت الی ابی و امی۔ وہ آمنہ بنت وہب بنت عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تو کلاب پر والد اور والدہ دونوں طرف آکر مل جاتا ہے۔

اس حدیث کے راوی حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر پہنچی کو کندہ کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے خاندان سے ہیں۔ پس فرمایا یہ عباس اور ابوسفیان جب تمہارے پاس آئیں تو ان سے اپنا نسب بیان کرنا۔ پھر فرمایا آپ کے نسب کے نفی نہیں کرتے ہم نضر بن کنانہ سے جاکر ملتے ہیں۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (آخرہ) صلی اللہ علیہ وسلم۔

انا النبی لاکذب، کی تشریح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب۔ ترجمہ: میں ہی نبی ہوں، اس میں جھوٹ نہیں میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

(رواہ الامام احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن البراءؓ)

شارح علیہ الرحمۃ نے فرمایا انا النبی کہ نبوت کے ساتھ لام حصر کا استعمال کیا کہ میں کفار سے کیسے راہِ فرار اختیار کرسکتا ہوں۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ صفت نبوت کے ساتھ کذب محال ہے، گویا کہ فرمایا میں نبی ہوں اور نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ لہٰذا میں اپنے کلام میں کاذب نہیں کہ بزدل ہو کر بھاگ جاؤں بلکہ میرے رب نے میرے سے نصرت واعانت کا وعدہ فرمایا۔ تو کیسے فرار ہو سکتا ہوں۔

انا ابن عبدالمطلب اپنی نسبت جدِ امجد کی طرف شہرت کی بنا کی اور آپ کی ولادت سے قبل کاہنوں کی خبروں کا یاد کرانا مقصد تھا جو کہتے تھے ہاں ہاں اب عبدالمطلب سے نبی پیدا ہوگا۔ تو ان کو یاد دلایا کہ میں وہی نبی ہوں جن کی تمہیں بشارت دی گئی۔ بطور فخر ارشاد نہیں فرمایا۔ کیونکہ فخر کو آپ مکروہ خیال کرتے اور اس سے دوسروں کو منع کرتے۔

سوال یہ شعر ہے شعر کہنے کو آپ نے حرام کہا ؟

جواب شعر نہیں بلکہ انداز شعر پر کلام ہے۔ جو بلاارادہ وبغیر تکلف کے فرمایا اسی

طرح اور بھی ایسے کلام ہیں جو شعر معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی اوزان اور بحور شعر پائے جاتے ہیں۔

بعض شراح الشفا نے کہا یہ ہر نبی کے بارے عام ہے کیونکہ شعر میں غلو ہوتا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ علماء کے شایان شان نہیں، حضرات انبیاء کے مناسب شان کیسے ہوسکتے ہیں۔ جب کہ نبوت ہر چیز سے افضل و برتر ہے۔

امام مناوی نے حدیث شریف کی شرح میں فرمایا :۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب	ترجمہ: میں ہی نبی ہوں، جھوٹ نہیں ابن
انا اعرب العرب ولدتنی قریش	عبد المطلب ہوں۔ عرب سے زیادہ عربی
ونشأت فی بنی سعد فانی یاتینی	دان ہوں۔ قریش میں میری ولادت ہوئی
اللحن۔ (رواہ الطبرانی عن ابی سعید	بنی سعد میں نشو و نما ہوئی تو میرے قریب
رضی اللہ عنہ)	لحن کیسے آسکتا ہے۔

شارح نے کہا کہ مجھ پر لحن کیسے وارد ہوسکتا ہے۔ میں عرب سے زیادہ عربی دان اسی واسطے فصحاء عرب آپ کے سامنے عاجز آگئے۔ جو اپنے کلام ورجز اور خطبوں میں سحر بھر دیتے تھے اور اپنی کلام میں کنایہ، تعریض، استعارہ، تمثیل بدیع کے اصناف مجاز کے اقسام اور اشباع ایجاز کو استعمال کرتے تھے۔ آپ کے دشمن دست بدنداں رہ گئے۔

تنبیہ :۔ روض میں کہا کہ اشراف عرب اپنی اولاد شہر سے باہر قبائل میں تربیت و پرورش کے لیے بھیجتے تاکہ فصیح اللسان اور مضبوط اور طاقت ور بنیں۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے طاقت ور اور سخت بنیں تو یہ حدیث اسی پر محمول ہوگی۔

انا ابن العواتک من سلیم کی تشریح :۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سلیم عواتک کا بیٹا ہوں۔ اسے سعید بن ابی منصور اور طبرانی نے سیابہ بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی فرماتے ہیں کہ صحاح میں ہے العواتک آپ کی جدات سے نو ہیں۔ دوسروں نے کہا کہ تین ہیں۔ سلیم سے ہر کل کا نام عاتکہ ہے وہ عاتکہ بنت ہلال بن فالج بن ذکوان عبد مناف کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال ہاشم کی والدہ عاتکہ بنت اوقص بن مرہ بن ہلال، سیدہ آمنہ کی والدہ وہب کی والدہ (یعنی سیدہ آمنہ کی دادی) باقی نو غیر بنی سلیم سے ہیں۔

حلیمی نے کہا کہ یہ حدیث حضور علیہ السلام نے فخریہ نہیں فرمائی بلکہ مذکورات کے مقام کا تعارف کرایا جیسے کہا جاتا ہے کہ میرا باپ فقیہ تھا تو اس سے مقصود تعریف بیان کرنا ہے جو آپ اور آپ کے آباؤ امہات اور بنی سلیم پر انعامات ہیں۔ ان کی تحدیث کے لیے فرمایا اور ان میں ولادت پر فخر فرمایا۔

ابن عساکر کی روایت میں ہے۔ میں فواطم کا بیٹا ہوں۔ یہ حنین کے مقام پر فرمایا۔

روض میں ہے عاتکہ کا معنی زعفران اور خوشبو لگانے والی۔ قاموس میں ہے کہ عاتک کا معنی کریم ہے۔ ابن سعد نے کہا عاتکہ لغت میں طاہرہ کو کہتے ہیں۔

آقا علیہ السلام کی عظمت شان کا بیان

حدیث شریف، میں نبی اُمّی صادق زکی ہوں جس نے میری تکذیب کی، مجھ سے اعراض کیا اور میرے ساتھ مقاتلہ کیا اس کے لیے ہلاکت ہے اور جس نے مجھے جگہ دی، میری مدد کی، مجھ پر ایمان، میری تصدیق اور میری معیت میں جہاد کیا۔ اس کے لیے خیر و بھلائی ہے۔ ابن سعد نے عبد عمرو بن جبلہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح علامہ مناوی نے کہا انا النبی یہ اس کا ماقبل و مابعد جملہ خبریہ کے قبیل سے ہے۔ لیکن مقصود خبر نہیں بلکہ اظہار شرف اور عند اللہ اپنے مقام و منزلت کا بیان ہے۔ کہ وہ نبی اُمّی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا نبی بنایا جس نے کسی سے کتابت سیکھی اور نہ پڑھا تاکہ حجت اثبت اور شبہ سے پاک ہو

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ	ترجمہ: اور جو غلامی کریں گے اس رسول
الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا	بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ	جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت

ـــ پ ۹، سورۂ الاعراف

یہ کتنا بلند مقام ہے کہ امی ہو کر تمام علوم و احکام اور قرون ماضیہ کی خبریں دے جس نے نہ لکھا اور نہ کتاب سے استفادہ کیا ہو۔

ابن ظفر نے سفیان مجاشعی کے حوالے سے بیان کیا کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ اپنے کاہنہ کے پاس گئے تو وہ کہہ رہی تھی۔ عزت والا ہے جس نے اس سے محبت کی اور ذلیل ہے جس نے اس سے عداوت کی، اور کامیاب ہے جس نے اسے مولیٰ بنایا۔ سفیان نے کہا کہ کس کا تذکرہ کر رہی ہو وہ کہنے لگی، صاحب حل و حرم، ہدایت و علم، بطش و حلم اور حرب ہیں۔ سفیان نے کہا، وہ کون ہے کاہنہ نے کہا، وہ نبی ہے احمر و اسود (عرب و عجم) کی طرف مبعوث ہوں گے۔ ساتھ ایسی کتاب لائیں گے جو فنا نہ ہو گی۔ ان کا اسم گرامی احمد ہو گا۔ اس نوعیت کے کثیر واقعات میں نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ علی العالمین" میں ذکر کیے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاسم خیرات ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ۔ (رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: میں ابو قاسم ہوں اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ حاکم نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی فرماتے ہیں یہ آپ کی مشہور کنیت ہے۔ نیز ابو ابراھیم، ابو المؤمنین بھی کنیت ہے ابن دحیہ نے ابو الارامل بھی لکھی ہے۔

واللہ یعطی۔ اللہ تعالیٰ مال عطا کرتا ہے۔ غنیمت، فیئ وغیرہ اور میں اسے تقسیم کرتا ہوں جس طرح اس نے مجھے حکم دیا۔ انصاف و عدل کے ساتھ۔ یہ مسلمانوں کی تالیف قلوب کے لیے فرمایا اور مطلب یہ ہے مال اللہ کا ہے۔ اور انسان اللہ کے بندے ہیں اور میں اللہ کے مال کو اللہ کے بندوں میں اس کے حکم کے مطابق تقسیم کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر کسی کو کم یا زیادہ مال ملے تو وہ اللہ کے حکم سے ہو گا۔ یہ امور دینیہ اور علوم شرعیہ کو بھی شامل ہے۔ علوم و معارف مؤمنین میں تقسیم کرتے ہیں۔ پس ہر مومن کو اتنا ہی دیتے ہیں جتنی اس میں بساط و طاقت ہو۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔

تمام امم سے اُمت محمدیہ کی روز حشر تعداد زیادہ ہو گی۔ رسولِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔ (رواہ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ۔)

ترجمہ: میں روز حشر تمام انبیاء سے اتباع میں زیادہ ہوں گا اور سب سے پیشتر باب جنت کو دستک دُوں گا۔ (مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا روز حشر کی قید اس لیے لگائی کہ وہ روز ظہور کا دن ہوگا۔ اور توضیح مسلم کی روایت سے ہوتی ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام ایسے بھی ہوں گے کہ حشر کے روز ان کے ساتھ ایک ایک شخص ہوگا۔

یہاں جزم کے ساتھ فرمایا کہ میرے ساتھ سب انبیاء سے زیادہ متبعین ہوں گے اور ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ مجھے امید ہے کہ یہی حدیث ارشاد فرمائی۔ تو جزم و رجا میں منافات اس طرح نہیں کہ ابتداً رجاً سے فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حقیقت واضح کر دی تو جزم کے ساتھ فرما دیا۔

جنت کے دروازے کو کھٹکھٹاؤں گا، اس کا معنیٰ ہے کہ میں سب سے قبل جنت میں داخل ہوں گا۔

انا اول الناس حدیث کی توضیح

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب لوگ اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے نکلوں گا۔ جب اللہ کے پاس آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب مایوس ہونگے تو انہیں بشارت دینے والا ہوں گا۔ لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے رب کے پاس سب اولادِ آدم سے زیادہ معزز ہوں گا، اور اس میں فخر نہیں۔ ترمذی نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی لکھتے ہیں کہ رافعی نے کہا کہ یہ حدیث کہ میں سب سے قبل قبر سے نکلوں گا۔ اور مابعد والی تمام حدیث اپنے رب کی طرف کمال عنایات و بے پایاں انعامات کا ذکر ہے۔

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت میں سب سے اوّل ہیں۔

معنی اذا وفد و جب اپنے رب کے پاس آئیں گے۔

بعض شارح ترمذی نے کہا یہ خلیفۂ شفاعت ہوگا۔ بعض نے کہا یہ اس سے قبل ہوگا۔ آپ نے امام کے بجائے خطیب فرمایا۔ بریں بنا کہ کلام آخرت میں ہے جو دار التکلیف نہیں۔

فائدہ اس حدیث سے مستفاد ہے کہ آپ محشر میں افضل الخلق ہیں۔

مبشرھم کہ میری شفاعت قبول ہوگی تاکہ جب مایوس ہو چکے ہوں تو انہیں راحت نصیب ہو۔ ایک روایت اَبْلَسُوْا جو ابلاس سے مشتق ہے جس کا معنی انکسار و حزن ہے اس لیے کہ آپ بشیر ہیں۔

لواء الحمد بیدی قیامت کے روز جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ عرب کی عادت کے موافق کہ علم اس کے پاس ہوتا ہے جس کے ساتھ کثیر خلق ہو تاکہ اس کا مقام و مرتبہ معلوم ہو کر اس کا مقصد رئیس کے مکان کا معلوم کرنا ہے۔

مؤلف امام سیوطی سے سوال ہوا کہ یہ علم حقیقی ہوگا۔ یا معنوی انہوں نے جواب دیا کہ معنوی وہ حمد ہے۔ اس لیے کہ حقیقی علم وہ جھنڈا ہوگا جو امیر لشکر کے پاس ہوتا ہے۔ اس سے مُراد یہ ہے۔ کہ آپ حمد کے ساتھ مشہور ہوں گے۔ دو قولوں میں ایک قول ہے جسے طیبی نے نقل کیا۔ دوسرے نے کہا اس سے مراد ہے کہ محشر کے روز آپ حمد کے ساتھ منفرد ہوں گے۔ یا لواء الحمد کا معنی حقیقی ہے جس کا معنی لواء الحمد ہے۔ دوسرے طور پشتی کا کلام ہے۔ کہا صالحین کے مقامات میں سے حمد سے ارفع کوئی مقام نہیں۔ جب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے دارین میں سب سے زیادہ حمد کی۔ تو آپ کو لواء الحمد عطا ہوگا جس سے طرف اولین و آخرین پناہ حاصل کریں گے۔ لواء کی اضافت حمد کی طرف جو کہ اللہ کی شان کے لائق ثنا کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ آپ کا منصب رفیع ہے اور یہی مقام محمود ہے۔

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ اس میں آپ کی سیادت و اکرام کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ کے مزید فضل و اکرام کی اطلاع ہے۔

فائدہ آپ کے خصائص و کرامات سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات کی قسم یاد کی اور جب آپ نے عبادت شاقہ شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے شفقت فرماتے ہوئے تقلیل

کا کہا، جب کہ دوسرے لوگوں کو زیادتی کا کہا قسم کھا کہا کہ آپ مرسلین سے ہیں، آپ مجنون نہیں، آپ خلق عظیم پر ہیں اور آپ کے رب نے چھوڑا ہے نہ ناراض ہوا۔

آپ مختون پیدا ہوئے تاکہ کوئی آپ کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ وصال کے وقت ملک الموت آپ سے اجازت لے کر آئے جب کہ آپ کے سوا کسی سے اجازت نہ لے کر نہیں آئے۔ جب یہ اعتقادی امور ہے جس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اس قول کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا، کہ لا فخر اس فخر نے ہمارا ازالہ کر دیا (ترکیب میں) یہ حال مؤکدہ واقع ہو رہا ہے۔ (عبارت یوں ہو گی) کہ اقول ذالک غیر مفتخر بہ فخر تکبر۔ گفتگو فخر و تکبر سے نہیں کہہ رہا۔

قرطبی نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے فرمایا کہ یہ ان امور سے ہے جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم ہے جس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ اور یہ آپ کے حق میں ہے تاکہ دین میں دخول کی رغبت کریں جو دین میں داخل ہو وہ اس سے تمسک کرے۔ آپ کی محبت کی عظمت تبعین کے دل میں پیدا ہو تاکہ اعمال میں کثرت اور احوال میں پاکیزگی میسر ہو۔ پس دنیا و آخرت میں شرف و بزرگی حاصل ہو۔ متبوع کے شرف سے تابع کا شرف بڑھتا ہے۔

سوال یہ اعتقادات سے جن پر اعتقاد واجب ہے تو وہ متواتر سے حاصل ہوتا ہے تاکہ قطعی علم کا فائدہ دے جب کہ یہ احادیث آحاد ہیں۔

جواب جس صحابی نے یہ امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنے تو اسے یقین حاصل ہو گیا اور جس سے بالمشافہ نہیں سنا اسے تواتر معنوی سے یقین حاصل ہو گیا۔

آپ محشر میں جنتی لباس پہنے ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔ میں جنت کا لباس پہن کر عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا۔ جہاں مخلوق میں سے کوئی کھڑا نہ ہوگا۔" اسے ترمذی نے ابو ھریرہ سے روایت کیا۔

شارح مناوی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں، روز حشر سب سے قبل میرے جسم میں روح لوٹائی جائے گی۔ اور میرا جسم طاہر ہے۔ پس جنتی لباس زیب تن کروں گا۔ اس میں ابراھیم علیہ السلام بھی شریک ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی شرافت و کرامت پر دلالت ہے۔

آپ کی کرامت سے ہے۔ جب تمام مخلوق عریاں ہوگی تو اعلیٰ لباس میں ملبوس ہوں گے جیسے بادشاہ اپنے خواص سمیت کا طریقہ ہے۔ پس آپ کے لیے مخصوص مقام ہوگا۔ جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔ جس کی طرف ثم اقوم عن یمین العرش سے اشارہ کیا۔ یہ خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ صرف آپ ہی کو عطا کرے گا۔ خلائق ثقلین اور ملائکہ کو شامل ہے۔ اور یہ فضل مطلق ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت کے منافی نہیں جس میں ہے۔ نفخہ کے بعد سب سے قبل میں سر اٹھاؤں گا۔ تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ساتھ متعلق ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ بعث صعقہ ہو جس سے ساری مخلوق گھبرا جائے گی۔ اور موسیٰ علیہ السلام ساقط نہ ہوں کہ کوہ طور پر اکتفا کرتے ہوئے۔ پس جب آپ اس صعقہ سے سر اٹھائیں گے۔ تو آپ موسیٰ علیہ السلام کو جانبِ عرش کو پکڑے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو نفخہ سے یہی صعقہ ہے۔

آپ اولادِ آدم کے سردار ہیں

حدیث شریف میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا، قیامت کے روز میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے قبل میری قبر کھلے گی۔ میں پہلا شافع اور مشفع (جس کی سفارش قبول ہو گی) اس کو مسلم، ابوداؤد نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح نے فرمایا کہ روزِ حشر کی تخصیص کی۔ وہاں سب لوگ جمع ہوں گے۔ ہر ایک کے سامنے آپ کی سیادت عیاں ہوگی۔

آپ نے اپنی وصف سیادت مطلق کے ساتھ فرمائی۔ علم بیان و بدیع کے مطابق عموم کا فائدہ ہے کہ تمام انسانوں پر برتری ثابت ہو۔ یہاں تک کہ اولوالعزم کی رسلانِ عظام پر برتری ثابت ہے۔ اور تمام مخلوق آپ کی محتاج ہے۔ کیسے محتاج نہ ہوں جب کہ یہ فیض کا واسطہ ہیں۔ اولادِ آدم کی تخصیص و قید احترازی نہیں (بلکہ اتفاقی ہے) آپ کی بزرگی عوام و خواص تمام فرشتوں پر بھی حاصل ہے۔ جس طرح امام نے اس پر اجماع نقل کیا اور اس اجماع سے مراد اجماع اہل سنت ہے۔ اس حدیث قرآن کریم پر عمل کرتے ہوئے ارشاد فرمائی:۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[1] ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

---

[1] پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۱

پس یہ جس کی تبلیغ واجب ہے کا بیان ہے۔

آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں اور تمام لوگوں کے شفیع

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت کے روز اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ اس میں فخر نہیں۔ ہر نبی حضرت آدم ہو یا کوئی اور نبی میرے جھنڈے تلے ہوگا۔ میں ہی پہلا شافع مشفع ہوں۔ اس میں فخر نہیں۔ اسے امام احمد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری سے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

شارح مناوی نے کہا، حضور کا فرمان لا فخر میں یہ بات بطور شکر کہہ رہا ہوں نہ کہ فخر سے جیسے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:۔

عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا ترجمہ: ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی۔
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ[1] اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا۔

میں تکبر و تعظیم سے نہیں کہہ رہا ہوں بعض نے کہا کہ میں دنیا میں اس پر تکبر نہیں کرتا ورنہ اس میں دارین کا فخر ہے۔ بعض نے کہا مجھے اس پر فخر نہیں بلکہ جو مجھے یہ مرتبہ و کمال حاصل ہوا ہے اس پر فخر ہے۔ فخر بڑائی کے دعویٰ و ادعا کرنے کو کہتے ہیں۔ آپ نے تحدیث نعمت اور تعلیم امت کے لیے فرمایا تاکہ وہ اعتقاد رکھیں کہ آپ جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ یہ حدیث کہ انبیاء کے درمیان کسی کو فضیلت نہ دو، تو اس کا معنی ہے کسی کی فضیلت پر فخر نہ کرو۔ بیدہٖ لوالحمد میں لوا کسرا ور مد کے ساتھ ہے۔

عرصاتِ محشر میں کئی مقام پر جھنڈے ہوں گے۔ جو اہل خیر و شر کے لیے ہیں ہر مقام ایک متبوع ہوگا۔ جس کے لیے جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ جس سے اس کی قدر معلوم ہوگی۔ ان مقامات میں سے اعلیٰ مقام حمد تمام جھنڈوں سے اعلیٰ لواالحمد ہے۔ جس کے پاس تمام اوّلین و آخرین آئیں گے۔ پس یہاں حقیقی معنی لیا جا سکتا ہے۔ تو بعض اصحاب کا حقیقت سے مجاز کی طرف

---

[1] پارہ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۱۶۔

جانے اور نوالجلال والکمال مُراد لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ولا فخر مجھے عطا پر فخر نہیں، بلکہ معطی پر ہے۔ اس معنی کے ثبوت کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کتاب کو حمد سے شروع کیا۔ اور آپ کا نام بھی حمد سے مشتق ہے۔ جیسے مقام محمُود کے قائم مقام کیا گیا اور آپ پر حمد وثنا ایسی کھلے گی۔ جو آپ سے پہلے اور بعد میں کسی پر نہ کھلی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو یا خیر البریہ کو منع کرنا اور فرمانا کہ یہ ابراھیم علیہ السلام ہیں۔ تواضع پر محمول ہے۔ یا تفضیل ظاہر ہونے سے قبل پر محمول ہوگی۔

سوال معصوم شخصیت سے ایسی خبر جو خلاف حقیقت ہو کیسے صحیح ہوسکتی ہے اور امر وجودی سے خبر کیسے نہ سکتی کہ اخبار وجودیہ میں نسخ نہیں ہوتا۔

جواب یہ کسی چیز سے خبر ہی نہیں چہ جائیکہ خلافِ واقعہ ہو آپ نے اس لفظ کے اطلاق کو خود پر منع کیا۔ اور باپ کا احترام کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے خیر البریہ نہ کہو بلکہ یہ جناب ابراہیم کو کہو پس یہ حکم شرعی سے خبر ہے نہ معنی وجودی سے۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امر وجودی سے خبر ہے تو پھر ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امر وجودی میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، بلکہ بعض میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور بعض میں نہیں، تو اس سے تناقض محال یا نسخ لازم نہیں آتا۔ جیسے امور وضعیہ کی اخبار میں اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ انسان کا مکرّم اور مفضل ہونے کا معنی جس چیز کے ساتھ تکریم وتفضیل ہو اور جس پر فضیلت وتکریم دی جا رہی ہے۔ اس کے لحاظ سے ہے۔ کبھی تکریم کی جاتی ہے ایسی چیز کے ساتھ جس میں کوئی اور بھی آسکے مساوی ہو اور کبھی غیر پر ترجیح دی جاتی اور کسی چیز کے ساتھ فضیلت وتکریم کی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کی تکریم نہیں کی جاتی۔ تو پہلی صورت میں مکرم دوسری میں مفضل مقید اور تیسری صورت میں مطلق مفضل کے مرتبہ میں ہوگا۔ اور اس سے تناقص و نسخ لازم نہیں آتا۔ اس کو قرطبی نے بیان کیا اور کہا اس پر کفایت کر اور اپنے ہاتھ روک لے۔

بعض صُوفیہ یعنی شیخ محی الدین ابن عربی میں نے کہا کہ آپ نے اپنی سیادت کی خبر تعلیم اُمّت کے لیے دی۔

اوّل شافع۔ کہ وہ پہلے شافع اس دن تعب ومشکل سے راحت حاصل کریں اور یکے بعد

دیگر انبیاء علیہم السلام کے پاس جانے سے کہ وہ شفاعت کریں یا آپ ہدایت دے رہے ہیں کہ وہ اپنی جگہ رکے رہیں کہ آپ کی باری آجائے (کیونکہ ان کے پاس جانے کا فائدہ نہیں کہ پہلا شافع تو میں ہوں) تو آپ فرمائیں گے میں اس کام کا اہل ہوں۔ پس آپ کا وہ امتی انبیاء کے پاس جائے۔ جو بھول گیا یا اسے خبر ہی نہیں پہنچی۔

یہ حدیث سے مستفاد ہے لہٰذا شیخ عربی کے قول یہ کلام محقق مجہ سے جسے دوسرں میں نہ پائے گا۔ کی ضرورت نہیں یا قصداً اعتناً اور اس کے ساتھ عدم تعاون کی بناء۔

شفاعت کی اقسام

خصائص کبریٰ میں امام سیوطی نے آپ کے خصائص میں سے اقسام شفاعت کا ذکر کیا۔

پہلی قسم: حساب شروع کروانے کے لیے شفاعتِ عظمیٰ۔

دوسری قسم آپ کی شفاعت سے ایک جماعت بغیر حساب کے جنت میں جائے گی۔

تیسری قسم وہ لوگ جو مستحق نار ہوں گے آپ کی شفاعت سے آتشِ دوزخ سے نجات پائیں گے

چوتھی قسم آپ کی شفاعت سے کچھ اہلِ جنت کے درجات بلند ہوں گے۔

نووی۔ نے اس کی اور ماقبل اقسام کو آپ کے خصائص میں سے تسلیم کیا ہے، اور ماقبل کے متعلق احادیث میں آچکا ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ نے کچھ اور اقسام کی تصریح بھی کی ہے۔

پانچویں قسم آپ کی شفاعت سے اہلِ نار دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی مومن دوزخ میں نہ رہے گا۔ اس کو سبکی نے ذکر کیا ہے۔

چھٹی قسم آپ کی شفاعت سے صالحین جن کی نیکیوں میں تقصیر ہوئی ان کی تقاصیر کی معافی ہو گی۔

ساتویں قسم آپ کی شفاعت سے موقف میں تخفیف ہو گی۔

آٹھویں قسم آپ کی شفاعت سے کفارِ اہلِ نار کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔

نویں قسم اطفال المشرکین کے حق میں کہ انہیں عذاب نہ ہو۔

دسویں قسم آپ کی شفاعت سے کوئی اہلِ بیت نار میں نہ جائے گا۔

آپ نے صبر و شکر کا حق ادا کر دیا۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

کہ میں مرسلین کا قائد ہوں۔ اس میں فخر نہیں میں خاتم النبیین ہوں۔ اس میں فخر نہیں، اوّل شافع و مشفع ہوں اور اس میں فخر نہیں۔ اسے دارمی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی فرماتے ہیں کہ اولیت کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ رضائے الٰہی کی خاطر وہ مصائب و آلام برداشت کیے۔ جو کوئی دوسرا نہ کر سکا تو صبر و شکر کا حق ادا کر دیا۔ کہ صبر کے اس درجہ تک پہنچے جہاں کوئی صابر نہ پہنچ سکا اور درجات شکر میں شاکرین سے سبقت لے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام و مرتبہ سے نوازا۔

عارف ابن عربی رقمطراز ہیں کہ دنیا میں آپ کے لیے ہر لحاظ سے سیادت ثابت ہوگئی اور روز حشر بھی ثابت ہو جائے گی۔ کہ آپ کے ذریعے باب شفاعت کھلے گا۔ اور پہلے سب کے حق میں شفاعت کریں گے۔ اس شفاعت میں انبیاء و رسل اور ملائکہ بھی شامل ہوں گے۔ پھر آپ کے بعد شفاعت اتنی عام ہو جائے گی۔ انبیاء و مرسلین تو کجا ایک مؤمن بھی شفاعت کرے گا۔ لہٰذا پہلے شافع رحمت العالمین اور آخری ارحم الراحمین ہیں۔ دائرہ کا آخر اول کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ تو شرف رسول اعظم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کا شرف متصور ہو سکتا ہے۔ کہ ابتدائے دائرہ کمال آخر کے ساتھ متصل ہوا یعنی جہاں سے اللہ تعالیٰ نے کمال کی ابتداء کی وہیں اختتام کر دیا۔

حضور علیہ السلام سب سے زیادہ عربی اور اطہر النسب ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم سے زیادہ عربی ہوں، میں قریش سے ہوں۔ میں زبان بنی سعد بن بکر کی لسان ہے۔ ابن سعد نے یحییٰ بن یزید سعدی سے اسے مرسل روایت کیا۔

شارح مناوی نے کہا، اعرب کا معنی ہے ادخلکم فی العرب، میں تم سے عرب میں داخل ہوں۔ نسب کے اعتبار سے اوسط قبیلہ کے لحاظ سے نسب کہ اولاد اسماعیل سے عدنان افضل نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے مضر افضل۔ مضر کی اولاد سے خندف۔ اس سے مدرکہ مدرکہ سے قریش۔ قریش سے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

لسانی لسان بنی سعد بن بکر، بنی سعد بن بکر میں نشو و نما پائی کہ عرب دیہاتی عورتوں کے پاس اپنے بچے تربیت اور دودھ پلانے کے لیے بھیجتے۔

زمخشری نے کہا، یہ عربی زبان اللہ تعالیٰ کی قدرت محضہ سے اس کی فصاحت وبلاغت اور عمدگی آپ کی زبان پر جاری ہوئی۔ عرب کا بڑے سے بڑا خطیب آپ کے سامنے ساکت ہوا اور کوئی قافیہ وردیف بندی کرنے کے لیے آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔
حرالی نے کہا آپ کے کمال احوال سے ہے مختلف لغات کے علم سے بخوبی واقف اور سان تمام پر محیط تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق سے ایسی لغت میں گفتگو فرماتے ایسے معلوم ہوتا کہ یہ ایک نئی زبان ہے مجھے اس گفتگو سے کچھ سمجھ نہ آتی

انا فرطکم علی الحوض کی تشریح ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم سے قبل حوض پر ہوں گا، امام بخاری احمد اور مسلم نے جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
شارح کہتے ہیں۔ انا فرطکم بالتحریک تم سے پہلے حوض پر ہوں گا۔ تاکہ تمہارے لیے اصلاح کروں اور آنے والے کے لیے جو مناسب ہو اس کو تیار کروں، اور تمہاری نجات کا رستہ ڈھونڈوں۔ جیسے مقولہ ہے فرس فرط گھوڑے پر آنے والا۔ اسے زمخشری نے ذکر کیا

فائدہ نمبر ۱ اس میں عمل صالح کے کرنے کی ترغیب ہے تاکہ دارین میں آپ کی صاحبت میسر ہو سکے۔

فائدہ نمبر ۲ اس میں آپ کے وقت وصال کے قرب کی طرف اشارہ ہے اور اپنے اصحاب سے پہلے وصال ہونے کی طرف مشیر ہے۔

اس کا سبب ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا:۔

السلام علیکم دار قوم مؤمنین ترجمہ: اے مومن قوم کے گھر والو تم کو سلام
وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ہم اگر اللہ نے چاہا تو ہم آپ کو ملنے
وددنا انا رأینا اخواننا۔ ہی میری خواہش ہے کہتے ہیں کہ اپنے بھائیوں سے ملاقات کریں۔

اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں، تو ارشاد فرمایا، تم میرے اصحاب ہو، بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ تو انھوں نے عرض کیا جو مسلمان ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ان کو آپ کیسے پہچانیں گے تو آپ نے فرمایا جیسے سفید ماتھے والے گھوڑے غیر سفید ماتھے والے گھوڑوں میں اس کا مالک پہچان لیتا ہے۔۹۱ اصحاب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو فرمایا اسی طرح وہ بھی میرے پاس آئیں گے۔ ان کے مواضع سجود چمکتے ہوں گے۔ اور حوض پر تمہارا انتظار کروں گا۔ کچھ لوگ میرے حوض سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ جیسے سرکش اونٹ لوٹایا جاتا ہے۔ میں پکاروں گا انہیں آنے دو آنے دو تو مجھے کہا جائے گا کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں تغیر کیا تھا تو میں کہوں گا۔ کہ انہیں دُور کرو دور کرو۔

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اسمائے گرامی

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں محمد، احمد، مقفی، حاشر نبی التوبہ اور نبی الرحمت ہوں۔ اسے امام احمد اور مسلم نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور طبرانی نے نبی الملحمۃ کا اضافہ کیا۔

شارح مناوی رقمطراز انا محمد و احمد مجھ سے بڑھ کر کون اللہ کی حمد و ثنا کر سکتا ہے اور مجھ سے زیادہ کس نے اللہ کی تعریف کی۔ اس لیے ان دو اسماء کے آپ ہی مستحق ہیں مقفی بتشدید الفاء وکسر فاء باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ بعد میں آنے والے کیونکہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد تشریف لائے۔ یا اپنے سے سابق (انبیاء و رسل) کے آثار کی اتباع کرنے والے۔ الحاشر سب لوگوں سے پہلے حشر میں آنے والے۔ نبی التوبہ۔ نیت و قول سے قبول توبہ کے لیے جو مبعوث ہوئے۔ جب کہ آپ سے قبل توبہ ہونے کا طریقہ خود کو قتل کرنا تھا۔ یا جن کی توبہ دوسروں سے کہیں زیادہ ہو۔ یا یہ کہ آپ کی اُمت تمام اُمم سے زیادہ ہے تو ان کی توبہ بھی زیادہ ہو گی۔ یا آپ کی اُمت کی توبہ زیادہ بلیغ ہے کہ تائب توبہ کے بعد ایسے ہو جاتا ہے گویا کہ کوئی گناہ اس سے سرزد ہوا ہی نہیں اور اس پر دنیا و آخرت دونوں میں مواخذہ نہیں ہوتا۔

جب کہ پہلوں کے لیے دنیا میں لوا قذہ ہوتا۔

قرطبی نے کہا ان توجیہات کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اُمت کی توبہ کے لیے تشریف لایا پس اسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ نبی التوبہ ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میں مزیدیت ہے۔ نبی الرحمۃ۔ رحمت کا ترفق مومنین پر نرمی مسلمان بندوں پر شفقت رحمت اور اس کی مثل کا معنی محتاجوں پر انعامات کا اضافہ اور شفقت کرنا ہمارے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کو وہ کچھ عطا ہوا جو دوسروں کو عطا نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [1] ترجمہ: ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

نبی الملحمۃ نبی حرب یہ نام اس بنا پر رکھا گیا کہ جہاد کے حریص ہیں۔ نبی رحمت و حرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حق کی طرف راہنمائی کے لیے مبعوث کیا۔ اور معجزات کثیرہ سے تائید کی جس نے انکار کیا اس سے قتال کیا تو آپ نبی الرحمۃ بھی ہوئے کہ آپ کی رحمت عامہ ہے۔ امام احمد نے حضرت حذیفہ سے ونبی الملاحم بھی روایت کیا۔ زین عراقی نے کہا کہ اس کا اسناد صحیح ہے۔

آپ کی آمد کی انبیا علیہم السلام نے بشارت دی فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ :۔

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَكَانَ آخِرُ مَنْ بَشَّرَنِيْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (رواہ ابن عساکر عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ) ترجمہ: میں ابراھیم علیہ السلام کی دعا ہوں سب سے آخری رسول جس نے میری بشارت دی وہ عیسٰے بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ابن عساکر نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ، طیالسی اور دیلمی نے ان الفاظ سے روایت کیا۔ میں اپنے باپ ابراھیم کی دعا اور اپنے بھائی عیسٰی کی نوید ہوں۔ جب میں پیدا

---

[1] پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷

ہوا تو میری والدہ سے ایک نور چمکا جس سے مشرق و مغرب کا مابین روشن ہو گیا۔ دعوتِ ابراہیم کا معنی ہے صاحب دعوت ابراھیم جو انہوں نے تعمیر کعبہ کے وقت کی۔

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ[1] ترجمہ: اور بھیج ان میں ایک رسول۔

اس کا فائدہ آپ کے شرف و فضل کا اظہار اور مطلوب مخلوق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ آپ کتاب کی تلاوت کرنے والے اور مخلوق کو شرک سے پاک کرنے والے، اوّلین و آخرین میں معروف ہیں کہ آپ آخر من بشر سب سے آخر میں جناب عیسٰی علیہ السلام نے نوید سنائی تاکہ جب تشریف لائیں تو لوگ مسلمان ہو جائیں۔ یا آپ کے ظہور کے وقت جناب مسیح علیہ السلام کا معجزہ ہو۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے بیان کیا۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ[2]

ترجمہ: اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔

تشریح
انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والآخرہ کی

سرورِ کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی :۔

أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ۔ رواہ الامام احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: میں عیسٰے بن مریم کے دنیا و آخرت میں قریب ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ انبیا اولاد علات ہیں ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور ان کا دین اور مذہب ایک ہے۔ اسے امام احمد بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے ابو ھریرہؓ سے نقل کیا۔

---

[1] پارہ ۱، سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹۔ [2] پارہ ۲۸، سورۃ الصف آیت ۶۔

شارح فرماتے ہیں دنیا و آخرت میں فرمایا اس لیے کہ انہوں نے بشارت دی کہ میرے بعد نبی آخر الزمان تشریف لائیں گے۔ اپنے دین کے قواعد کو مضبوط کیا اور مخلوق کو آپ کی تصدیق کی طرف بُلایا۔ تو ان کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اولوالعزم نبی نہیں۔ لہٰذا حضرت خالد بن سنان سے اعتراض نہ ہوگا۔ اگر ان کو ان دونوں کے درمیان نبی تسلیم کر بھی لیں تو کوئی تعرض نہیں ورنہ کہا گیا ہے اس حدیث کی سند میں مقال ہے۔ اس پر جملہ استثنائیہ اولیت پر دال ہے (لیس بینی وبینا نبی) دونوں شرائع کے درمیان فصل نہیں، دونوں دعوات کے درمیان اتصال اور دونوں زمانوں کے مابین قرب ہے۔ ان کو ایک نسب کے ساتھ تشبیہ دی جو کہ اقرب الاسباب ہے۔ الانبیاء اولاد علات علات جمع علت بمعنی باپ کی طرف سے حقیقی اولاد علات دو سوکن عورتوں کی ایک مرد سے اولادُ الغلۃ بمعنی ضرۃ سوکن (امہاتہم شتی مختلفۃ ودینہم واحد) اصل دین جو کہ توحید ہے۔ واحد ہے فروع ادیان مختلف ہیں تو بعثت انبیاء کے مقصود جو کہ مخلوق کو ایک خدا کی طرف بلانا ہے کو باپ کے ساتھ تشبیہ دی اور شرائع مختلفہ صوامیں کو امہات سے۔

قاضی نے کہا جمیع انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد توحید ہے کہ مخلوق کو خالق کی طرف بلانا اور ایسی اشیاء کی طرف راہنمائی کرنا جن سے ان کے معاد و معاش کا صحیح انتظام ہو سکے۔ پس تمام اس اصل پر متفق ہیں اگرچہ احکام شرع میں مختلف ہیں تو اصل مشترک کو باپ سے تعبیر کیا اور اس کی طرف نسبت کی اور اغراض میں متقارب کی بناء پر مختلف شرائع اور مختلف احکام کو امہات سے تعبیر کیا اگرچہ ان کے زمانے متباین و متباعد ہیں اور ان سب احکام کا اظہار ایک زمانے میں انتہا وہ دین حق ہے جس کی فطرت پر لوگ پیدا ہوئے، جس کے قبول کرنے کے مستعد اور اس پر مطلع ہونے پر قادر ہیں۔ اس بنا پر امہات سے مراد زمانہ بھی لیا جا سکتا ہے جس پر وہ مشتمل ہیں۔

اس کی تقریر ایک اور وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ارواح انبیاء تشابہ اور اتصال کی وجہ سے شی واحد کی مانند متبائن بالنوع تمام ارواح میں پس وہ نفس کے ساتھ متحد جو بمنزلہ صورت باپ کے ساتھ مشابہ ہیں۔ ابدان میں مختلف ہیں جو بمنزلہ مرآت (شیشہ) امہات کے ساتھ مشابہ ہیں۔

حضور علیہ السلام مومنین کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں

آقا علیہ السلام نے فرمایا میں مومنین کی جان سے زیادہ قریب ہوں۔ پس مومن مقروض فوت ہو تو اس کا قرض میرے ذمہ اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے ورثا کے لیے ہے۔ اس کو امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح نے کہا میں مومنین کی جان سے نزدیک تر ہوں۔ تو یہ فرمان تو کریم سے بھی ثابت ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ[1] ترجمہ: نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

بعض صوفیہ نے کہا کہ آپ کا مسلمانوں کی جان سے قریب ہونے کا مطلب ہے کہ انسان کا نفس ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔ اور آپ ان کو نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی اطاعت پر شہوات نفس کو قربان کرنا واجب ہے۔ اگرچہ یہ نفس پر گراں ہی کیوں نہ ہو۔ اور آپ سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرنا فرض ہے۔ بلکہ اپنی جان سے زیادہ محبت ہو۔ اس حکم میں عورتیں بھی داخل ہیں۔

اَنَا اَوْلٰی بِهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی امر و دین سے ہر چیز میں ان کی جانوں سے زیادہ اقرب ہوں کیونکہ میں خلیفہ اکبر ہر موجود کا ممد و معاون ہوں۔ لہٰذا ان پر واجب ہے کہ میں ان کے نفوس سے زیادہ معزز ہوں اور میرا حکم ان کے نفوس کے حکم سے نافذ ہو۔ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:۔

یہ آپ کے اخلاق سنیہ سے ہے کہ آپ نے اپنے حقوق ذکر نہ کیے بلکہ فرمایا کہ مقروض مسلمان مرے تو اس کا قرض میں ادا کروں گا۔ الخ

نووی نے کہا معنی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ میں تمہارے دین و دنیا کے مصالح کو قائم کرتا ہوں کہ میں تمہارا دونوں جہان میں ولی ہوں۔ اگر کوئی مسلمان قرض چھوڑے اور

---

[1] پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت ۶۔

ادا کرنے کے لیے مال نہ ہو تو وہ قرض میرے ذمہ واجب ہے اگر مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کا حق ہے اگر عیال محتاج چھوڑے تو اس کی کفالت بھی آپ کے ذمہ ہے۔ یہ آپ کی رأفت وشفقت اُمت پر ہے۔

آپ کا زمانہ خیر القرون ہے

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قرونِ بنی آدم میں سے بہتر قرن میں مبعوث ہوا قرن بہ قرن یہاں تک کہ وہ قرن کہ جس میں میں موجود ہوں۔ اسے امام بخاری نے ابوہریرہ سے روایت کیا۔

شارح نے کہا کہ بعثت خیر قرون کا معنی ہے خیر طبقات کہ قرن اہل زمان کے اقران سے بنتا ہے۔ اس لیے ان کے اعمال واحوال ایک زمانے میں ملتے ہیں اس سے آپ کی مُراد اصلاب کریمہ میں منتقل ہونے کا زمانہ ہے حتیٰ کہ وہ زمانہ جس میں آپ موجود ہیں اس میں فا ترتیب کے لیے ہے۔

جوامع الکلم اور نصرت بالرعب کی تشریح

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا۔ رعب کے ساتھ میری اعانت کی گئی میں سویا ہوا تھا کہ مجھے خزائن کی چابیاں دی گئیں جو میرے ہاتھ پر رکھی گئیں۔ اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا کہ بعثت جوامع الکلم کہ مجھے قرآن دیا گیا۔ اسے جوامع الکلم اس لیے کہا گیا کہ یہ نہایت مختصر تھوڑے الفاظ کثیر معانی پر دال جو کچھ تمام کتب سماویہ میں ہے اس پر مشتمل ہے۔ اور تمام علوم ومعارف کا جامع ہے۔

وصف بیان کرنے والے کا کمال اس کے حسن میں، کہ زمانہ ختم ہو جائے گا اور اس میں وہ کچھ ہے جو بیان نہ ہو سکا۔

نصرت بالرعب قلوب الاعداء میں گھبراہٹ ڈال دی گئی۔

ابن حجر نے کہا حصول رعب کے ساتھ تخصیص نہیں بلکہ اعداء پر کامرانی مراد مقصود ہے۔

زمخشری نے کہا خزائن ارض کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر خزائن کسریٰ وقیصر کے

دروازے کھول دیئے اور ان پر اُمت کی فتح یابی۔

مناوی نے کہا بینما انا نائم حدیث کا مرجع ہے کہ دنیا کی کلیدیں دی گئیں جب کہ آپ سوئے ہوئے تھے۔

پانچ انبیا سب سے برتر ہیں

مناوی کے جوہرات میں سے یہ حدیث ہے۔

خِیَارُ وَلَدِ آدَمَ خَمْسَةٌ نُوحٌ وَ	ترجمہ: اولادِ آدم سے پانچ افضل ہیں نوح
اِبْرَاهِیْمَ وَمُوسٰی وَعِیْسٰی	ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام
وَخَیْرُهُمْ مُحَمَّدٌ۔ (رواہ ابن	اور ان سے بہتر محمد صلے اللہ علیہ وسلم
عساکر عن ابی هریرہ ورواہ	(ابن عساکر نے اسے ابوہریرہ سے روایت
البزاز۔	اور بزاز نے بھی۔)

شارح نے کہا کہ یہ اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں ابراہیم علیہ السلام ہیں بعض نے اس پر اجماع کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خیرالبریہ ہیں۔

فخرالدین رازی نے نوح پر موسیٰ وعیسیٰ کی تقدیم پر اجماع حکایت کیا۔

اسرار التنزیل میں ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ افضل الانبیا والرسل چار پیغمبر ہیں۔ محمد، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

قرن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرن صحابہ افضل ہے

امام مناوی کے جوہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔ کہ آپ نے فرمایا افضل الناس میرا قرن ہے۔ پھر ان کا جو ان کو ملتے ہیں پھر ان کو جو ملتے ہیں۔ پھر کچھ ایسی قومیں آئیں گی۔ ان کی شہادت سے ان کی قسم اور قسم سے ان کی شہادت سبقت لے جائے گی۔ امام احمد، بخاری ومسلم وترمذی نے ابن مسعود سے روایت کیا۔

مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بہتر لوگوں سے وہ قرن ہیں جس میں میں موجود ہوں، پھر دوسرا پھر تیسرا پھر وہ قوم آئے گی جن میں خیر نہ ہوگی۔

طبرانی اور حاکم نے جعدہ بن ہبیرہ سے روایت کیا کہ بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں موجود ہیں۔ پھر جو ان سے ملیں گے۔ پھر جو ان سے ملیں گے۔ پھر بعد میں رذیل ہوں گے۔

حاکم اور ترمذی نے عمران بن حصین سے نقل کیا آپ نے فرمایا کہ بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر جو ان سے ملیں گے، پھر جو ان سے ملیں گے پھر ایسے لوگ آئیں گے جو فربہ و موٹے ہوں گے اور گھی (سمن) کو پسند کریں گے۔ شہادت طلب کرنے سے قبل شہادت دیں گے۔ مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ میری بہتر اُمت وہ ہے جو اس زمانہ میں ہے۔ جس میں میں مبعوث ہوا، پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے پھر جو موٹاپے اور فربہ ہونے کو پسند کریں گے اور شہادت طلب کرنے سے قبل شہادت دیں گے۔

شیخان (بخاری و مسلم) ترمذی، نسائی اور ابو داؤد نے عمران بن حصین سے روایت کیا۔ کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کا جو ان سے ملیں گے پھر ان کا جو ان سے ملیں گے۔ پھر وہ لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے، اور امانت کو دیانت داری سے واپس نہ کریں گے۔ شہادت دیں گے اور شہادت طلب نہ کیے جائیں گے۔ نذر مانیں گے اور پوری نہ کریں گے۔ اور ان میں موٹاپہ ظاہر ہوگا۔

شارح علیہ الرحمۃ نے کہا، قرنی نے میرے اہل عصر یعنی میرے اصحاب یا من رآنی جس نے مجھے دیکھا یا جو میرے عہد تک زندہ ہیں ان کی مدت بعثت سے ایک سو بیس سال تک [۱۲۰] جو ان سے ملیں گے یعنی ان کے قریب ہوں گے۔ وہ تابعین ہیں وہ ایک سو سے ایک سو نوے [۱۹۰] تک کا زمانہ، پھر تبع تابعین کا زمانہ اس کی مدت دو سو بیس [۲۲۰] برس ہجری تک ہے۔ پھر بدعات شروع ہوگئیں۔ معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولیں۔ فلاسفہ نے سر اٹھائے۔ اہل علم کا خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان لیا گیا۔ اسلامی دور اب تک تنزل سے تنزل تر ہوتا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام کے قرن کے بہتر ہونے کی وجہ آپ کا زمانہ بہتر ہے کہ لوگ ایمان لائے

جب کہ وہ پہلے کافر تھے۔ جب لوگ تکذیب کر رہے تھے تو انہوں نے تصدیق کی۔ جب لوگ آپ کی رسوائی کے درپے تھے تو اصحاب نے آپ کی اعانت کی۔ جگہ دی اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

بعض شرائع نے کہا کہ اس کا قضیہ یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین سے افضل، تابعین تبع تابعین سے افضل۔ اسی طرح آخر تک کیا یہ افضلیت مجموعہ کے اعتبار سے یا افراد کے لحاظ سے دو قول ہیں۔ ابن عبد البر ایک قول اور جمہور دوسرے قول کی طرف۔

ابن حجر نے کہا کہ وہ جو ظاہر ہوتا ہے جس نے آپ کے ساتھ شریک ہو کر جہاد کیا اور آپ کے زمانے میں یا آپ کے حکم سے اور اس وجہ سے اس نے اپنا مال خرچ کیا۔ بعد میں آنے والا کوئی شخص بھی اس کی فضیلت نہیں پا سکتا۔ اور جس نے ایسا نہیں کیا وہ محل بحث ہے۔ جو اہل قرن اوّل کی سیرت سے واقف ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ کوئی ان کے فضل کو نہیں پہنچ سکتا۔

حسن بصری تابعی کبیر جن کی جلالت و امامت پر اتفاق ہے۔ نے فرمایا ہم ایسی اقوام کو ملے یعنی صحابہ کرام کو جو اہل قرن اوّل ہیں تو ان کے سامنے جو محسوس ہوتے ہیں نیز فرمایا ہم ایسی قوم سے ملے جو اپنی بیویوں کے ساتھ بیس سال تک ایک چٹائی پر اس حالت میں سوتے رہے کہ ان کے آنسوؤں سے بستر تر ہو جاتا بیویوں کو معلوم تک نہ ہوتا۔

فرمایا معارف چلے گئے اور مناکیر باقی رہ گئے۔ اور اکثر پڑھا کرتے تھے۔ نہیں ہے جو میرا یس اس نے میت سے راحت حاصل کی ہو۔ بے شک مرنے والا زندوں کی میت ہے۔

ربیع بن خثیم نے کہا اگر ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے تو ضرور کہتے کہ یہ یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتے۔

ابن حجر نے کہا کہ اس احادیث سے مستفاد ہے۔ کہ قرون ثلاثہ کے لوگ اصحاب عدل ہیں اگرچہ فضل و شرف میں مختلف ہیں۔ یہ غالب و اکثر پر محمول ہے۔ صحابہ کے بعد کے دو قرن والوں میں صفات مذمومہ پائی گئیں۔ مگر بہت تھوڑی اور قرون ثلاثہ کے بعد تو بکثرت مذمومہ صفات پائی گئیں۔

بوقت ولادت آپ کی والدہ نے بصریٰ کے محلات دیکھے

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، میری والدہ نے میری ولادت کے وقت ایک نور مشاہدہ کیا جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔ اسے ابن سعد نے ابی عجفا تابعی سے روایت کیا۔ اور ابن سعد نے ابوامامہ سے بھی روایت کیا۔ اور حاکم نے اسے صحیح کہا اور ابن حبان نے روایت کیا کہ میری ماں نے دیکھا گویا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

شارح نے کہا کہ یہ رؤیت عین ہے اور وہ رؤیا جو مابعد والی حدیث میں ہے وہ رؤیا (یعنی خواب) ہے۔ جس پر مصنف یعنی امام سیوطی بصریٰ بائے موحدہ مذمومہ و دمشق کے علاقہ میں ایک شہر کا نام ہے۔ اس نور کی تخصیص کی کہ سب سے پہلے وہ فتح ہوگا۔ اور اسی طرح ہی ہوا۔

الروض الانف میں ہے کہ خالد بن سعید بن عاص نے بعثت سے پہلے دیکھا کہ زمزم سے ایک نور نکلا۔ جس سے یثرب (مدینہ منورہ) کی کھجوریں ظاہر ہو گئیں۔ اسے بھائی سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ یہ عبدالمطلب کا پوتا ہے۔ اور نور ان سے ہے اور آپ کے علاوہ آپ کے والدین سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تنبیہ اصح قول یہ ہے کہ بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں نماز فجر سے کچھ وقت قبل پیر کے روز مکہ شہر میں شعب کے مقام پر پیدا ہوئے۔ بروز جمعہ اور شہر حرام میں پیدا نہ ہوئے تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ آپ کو شرف و بزرگی جمعہ کے دن اور حرام کے ماہ سے حاصل ہوئی۔ مفضول دن اور ماہ میں پیدا ہوئے تاکہ وقت کو بھی آپ سے شرف حاصل ہو اسی طرح آپ کا مدفن مکہ کی بجائے مدینہ منورہ ہے تاکہ آپ کے روضہ اقدس پر لوگ قصداً اور ارادۃً جائیں۔

حدیث ثانی کہ اس سے شام کے محلات روشن ہوئے ایسے مولود سے تعبیر کیا گیا۔ جس کا وہاں ظہور ہوگا، اور نور کے چمکنے سے مشرق و مغرب میں آپ کی نبوت کا اظہار ہے۔ اور کفر و شرک کے مضمحل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لطائف میں کہا کہ یہ نور اشارہ اس طرف ہے جو کچھ آپ لائیں گے وہ ایسا نور ہے۔

جس سے اہل زمین ہدایت پائیں گے۔ کفر و شک کی تاریکی مٹ جائے گی۔ شام کا ذکر اس لیے کیا۔ یہ آپ کا دارالسلطنت اور آپ کا ملک تھا اور کتب سماویہ میں یہ وصف درج ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد مکہ، ہجرت گاہ یثرب (مدینہ منورہ) اور ملک شام ہوگا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

مستوی کی تشریح

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح ہے۔ مجھے معراج کرائی گئی اور مستوی ظاہر ہوا۔ اور اقلام کی آواز میں سن رہا تھا۔ اسے بخاری اور طبرانی نے سیدنا ابن عباس اور ابو حیہ بدری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

شارح نے کہا عجیب جبریل امین مجھے ساتویں آسمان سے اوپر لے گئے صریف الاقلام فرشتوں کی اقلام کی آوازیں جن سے وہ امور الٰہیہ تحریر کر رہے ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا مستوی استواء (باب افتعال) سے اسم مفعول ہے۔ معنی ہوگا کہ اتنے بلند مقام تک ارتقاء (پہنچا) کہ مبادی کائنات سے اتصال ہوگیا۔ جہاں تقادیر لکھی جا رہی تھیں اور تصریف احوال پر مطلع ہوا یہی وجہ ہے کہ آنے والے حوادث اور مغیبات کی خبر دی جس طرح فرمایا اسی طرح ان کا وقوع ہوا۔

آپ کو بطحا مکہ کے سونا بنانے کا اختیار دینا اور آپ کا اسے قبول نہ کرنا۔

مخبر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے بطحا مکہ کو سونا بنا دیا جائے تو میں نے عرض کیا نہیں اے میرے رب لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ جب بھوکا ہوؤں تو تیرے حضور تضرع و عاجزی کروں اور تیرا ذکر کرتا رہوں اور جب سیر ہو کر کھاؤں تو تیری ثنا اور شکر کروں۔ اسے احمد اور ترمذی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

شارح فرماتے ہیں اس میں صبر و شکر دونوں کو جمع کیا کہ یہ دونوں کامل و مخلص مومن کی صفات سے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ ترجمہ: بے شک اس میں ضرور نشانیاں

شکوًر۔ ٹ — ہیں ہر بڑے صابر و شاکر کو۔

اس تفصیل میں حکمت خطاب باری سے لذت اندوز ہونا ہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ مجمل اور تفصیلی طور پر کل اشیا کا عالم اعد با خبر ہے۔

فائدہ — اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آپ کے پاس قلتِ مال و دولت یہ اختیاری ہے اضطراری نہیں۔ اگر آپ ارادہ کریں کہ بہت زیادہ وسیع ہو سکتا ہے۔

عرضت علی الجنّۃ والنّار آنفا کی تشریح

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جنت و دوزخ اس دیوار کی چوڑائی میں ابھی ابھی دیکھائی گئی ہیں آج کی طرح میں نے خیر و شر نہیں دیکھے جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو بہت کم ہنسو۔ اور زیادہ وقت گریہ کرو۔ مسلم اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور ایک روایت میں مزید لکھا، اور میں نماز پڑھتا ہوں۔

شارح نے کہا جنت و دوزخ دیوار میں ایسے نظر آئیں جیسے آئینہ میں اشیا نظر آتی ہیں۔ آنفا ہمارے موجودہ وقت کے قریب آپ کے لیے پوری کائنات روشن ہوئی۔ روئے زمین سمیٹ دی گئی، آپ نے اس کے مشارق و مغارب کا ملاحظہ فرمایا۔

فائدہ — اس سے مستفاد ہے کہ جنت و دوزخ مخلوق ہیں اب بھی موجود ہیں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نفع مند اور نقصان دہ اشیا کی تعلیم دی، نفع آور اشیا کی ترغیب اور نقصان دیتے والی اشیا پر وعید سنائی۔

خصائص میں مختلف عدد والی احادیث میں تطبیق

رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھ اشیا سے انبیا پر فضیلت دی گئی۔ جامع الکلم عطا کئے گئے۔ رعب سے اعانت، غنیمتیں حلال، زمین کو پاک اور مسجد بنا دیا گیا، تمام

ے پارہ ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت ۳۳۔

مخلوق کی طرف رسول اور انبیاؑ کا خاتم بنایا گیا۔ اسے مسلم ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کیا۔

طبرانی نے سائب بن یزید سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا؛ مجھے انبیاؑ پر پانچ صفات سے فضیلت دی گئی۔ تمام مخلوق کی طرف رسول، میری شفاعت میری امت کے لیے ذخیرہ ایک ماہ کی مسافت اپنے آگے اور پیچھے کی طرف رعب سے نصرت کی گئی۔ زمین کو مسجد اور پاک اور غنیمتیں میرے لیے حلال کی گئیں۔ اور مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔

بیہقی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ مجھے چار اشیاء سے انبیاؑ پر فضیلت دی گئی۔ زمین کو مسجد اور پاک بنایا گیا۔ پس میرے اُمتی کو جہاں نماز کا وقت ہو جائے۔ تو اگر مسجد اور پانی نہ ملے تو ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔ تمام مخلوق کی طرف مبعوث اپنے سے دو ماہ کی مسافت تک رعب سے مدد کی گئی، اور غنائم کو حلال کیا گیا۔

امام احمد، نسائی اور مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا مجھے لوگوں پر تین طرح سے ترجیح دی گئی۔ ہماری صفوف فرشتوں کی صفوف کی طرح بنائی گئیں، تمام زمین کو مسجد یا اس کی مٹی کو ہمارے لیے پاک کیا گیا۔ جب پانی نہ ملے تو سورہ بقرہ کی یہ آخری آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

شارح نے کہا کہ تورپشتی یوں رقمطراز ہیں۔ کہ یہ اختلاف تضاد و منافات والا نہیں بلکہ اختلاف زمانی ہے۔ کہ قلیل عدد والی حدیث متقدم ہے۔ پھر زیادتی ہوئی۔ اس سے زیادہ والی بیان کی پھر اضافہ ہوا تو اس سے زیادہ والی ارشاد فرمائی۔

قرطبی نے کہا کہ چار، پانچ اور چار میں منافات نہیں کہ جس طرح علم ہوتا گیا بیان فرماتے گئے

آپ کو گیارہ خصلتیں عطا کی گئیں

زین عراقی رقمطراز ہیں کہ مختلف احادیث میں خصائص کا مجموعہ تقریباً گیارہ ہے۔

خصوصیت اوّل آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے۔

خصوصیت دوم رُعب سے نصرت فرمائی گئی۔

خصوصیت سوم مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

خصوصیت چہارم رُوئے زمین کو پاک اور مسجد بنا دیا گیا۔

خصوصیت پنجم آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے۔

خصوصیت ششم آپ کو خاتم الانبیاء بنایا گیا۔

خصوصیت ہفتم آپ کی اُمت کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئیں۔

خصوصیت ہشتم آپ کو شفاعت عطا کی گئی۔

خصوصیت نہم آپ کا نام احمد رکھا گیا۔

خصوصیت دہم آپ کی اُمت خیر الامم ہے۔

خصوصیت یازدہم سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی گئیں۔

جوامع الکلم قلیل الفاظ میں معانی کثیرہ کو جمع کر دینے کو کہتے ہیں ارسلت الی الخلق کافة مجھے رسالتِ عامہ جو تمام مخلوق کو محیط ہے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ جب رسالت سب پر مشتمل ہے۔ تو اب ظاہر ہے کہ کوئی فرد یا چیز آپ کی رسالت سے خارج نہیں۔

سوال طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام بھی سب کی طرف رسول تھے کیونکہ طوفان سے وہی بچے تھے جو آپ کے ساتھ سفینہ میں سوار تھے۔

جواب حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت عامہ نہ تھی بلکہ مخلوق قلیل تھی جب کہ سید الانبیاء علیہ السلام کی رسالت اصل بعثت میں عام ہے۔

ختم بی النبیون بابِ وحی بند کر دیا گیا اور طریقِ رسالت ختم کر دیا گیا کیونکہ تمیم حجت اور تکمیل دین کے بعد لوگوں کو رسلانِ عظام کی ضرورت ہی نہ رہی۔

بابِ الہام بند نہیں کیونکہ یہ نفوس کاملہ کے ذریعہ دین کی مدد کی ہے۔ تو ہمیشگی ضرورت کی بنا پر یہ ختم نہیں ہو سکتی، اس کی ضرورت تاکید، تجدید اور تذکیر کے لیے ہیں۔ جب بابِ نبوت و رسالت بند ہوا تو تنبیہ و تذکیر کی احتیاج ہے کیونکہ وساوس میں استغراق شہوات نفسانیہ میں انہماک لوگوں میں عام ہوا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے بابِ نبوت کے بند کرنے کے بعد الہام کا دروازہ کھول دیا لہٰذا حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول تقریرِ دینِ اسلام کے لیے ہو گا۔

زین عراقی رقمطراز ہیں کہ اس بنا پر حضرت خضر اور الیاس بھی اب نبی نہیں ہیں اور آج

بھی موجود ہیں لہٰذا احکام شرع محمدی کے تابع ہیں۔

آقا علیہ السلام کے بے نظیر ہونے پر جبریل کی شہادت

مفخر موجودات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قال لی جبریل قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجد رجلاً افضل من محمد وقلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجد بنی اب افضل من بنی هاشم۔

ترجمہ: مجھے جبریل نے بتایا کہ میں زمین کے مشرق ومغرب میں پھرا تو کسی شخص کو محمد کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا اور زمین کے مشارق ومغارب میں گھوما اور کسی باپ کی اولاد بنی ہاشم کی اولاد سے افضل نہ پائی۔

رواہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر عن عائشہ رضی اللہ عنہا (۲)

حاکم نے کنی ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

شارح مناوی نے کہا حافظ ابن حجر نے اپنے امالی میں کہا لوائح صحت اس متن کے صفحات پر ظاہر ہیں۔

حکیم ترمذی نے کہا جبریل نے اس نفوس کی تلاش کے لیے نکلے جو حسن اخلاق سے طیب وطاہر ہوں۔ تو اعمال میں وہ اخلاق نظر نہ آئے کیونکہ وہ اہل جاہلیت تھے اور بنی ہاشم کے اخلاق دیکھے تو ان میں خیر وبھلائی پائی نفوس کے جواہر میں بہت زیادہ تفاوت ہے۔

تنبیہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا کہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ایسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے، جن کا کھمان نوازی، اونٹ ذبح کرنے، جنگ جدل اور خونریزی تھا۔ اس پر فخر ومباہات اور اپنی بڑائی بیان کرتے، اس میں خفا نہیں ان میں عرب عجم پر فضیلت رکھتے تھے اگرچہ بعض عرب سخی اور بزدل تھے جیسے بعض عجمی سخی اور بہادر اور اکثر بزدل اور بخیل تھے جس کا کوئی بھی منکر نہیں۔

حضور علیہ السلام کا نسب و صہر روز حشر بھی قائم رہے گا۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِيْ وَصِهْرِيْ (رواه ابن عساكر عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه) (ص۱۶۰)

ترجمہ: تمام نسب و صہر قیامت کے روز مٹ جائیں گے۔ مگر میرا نسب و صہر قائم رہے گا۔ اس کو ابن عساکر نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مناوی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ سے ان کی بیٹی سیدہ ام کلثوم کا عقد (نکاح) طلب کیا اور کہا کہ اس شخص سے بہتر کوئی شخص نہ ہوگا۔ جس کا عقد علی المرتضٰی کی بیٹی (آلِ بیت رسول) سے ہو جائے۔ تو حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے ان سے اپنی بیٹی کا عقد نکاح کر دیا تو حضرت عمر مہاجرین کی مجلس میں آئے اور کہا کہ میرے زفاف کا انتظام کرو۔ اور پھر یہ حدیث بیان کی۔

امام سیوطی مصنف نے اس کا معنی بیان کیا۔ کہ آپ کی اُمت روز حشر آپ کی طرف منسوب ہوگی۔ جب کہ دیگر اُمم اپنے انبیاء کی طرف منسوب نہ ہوں گی۔

بعض نے کہا کہ اس دن لوگ آپ کی نسبت سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اور دیگر انساب کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ سبب حدیث اس معنی کی مرجح ہے۔

طیبی نے کہا نسب کہتے ہیں آباؤ اجداد کی طرف سے قریبی تعلق و رشتہ ولادت اور صہر وہ نسبت قریبہ جو رشتہ تزوج سے حاصل ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی طرف نسبت اور نسب نفع مند ہوگا۔ دوسری روایت جس میں آپ نے نفع نسب کی اہل بیت کی نفی کی ہے۔ یہ اس کے معارض نہیں۔ کیونکہ اس میں اہل بیت تقویٰ خشیتِ الٰہی اور اطاعت کی ترغیب دی یا یہ کہ میں ذاتی طور پر نفع نہ دے سکوں گا۔ کیونکہ ذاتی طور پر اللہ کے سوا کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں، ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ میری شفاعت و مغفرت وغیرہا سے عزت افزائی فرمائے گا۔ لہٰذا مقام تحویف

ں کی تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ نفی کی [illegible] والی۔ (مترجم)

کی رعایت کرتے ہوئے اہل بیت سے خطاب کیا۔

آپ کے اوّل خلق اور آخری نبی ہونے کی تشریح

کُنتُ اوّل النّاس خلقا و آخرھم فی البعث۔ (صلا۱۶)

ترجمہ: میں تخلیق میں سب لوگوں سے افضل اور بعثت میں سب سے آخری ہوں۔

اسے ابن سعد نے قتادہ سے مرسل کیا، ابونعیم نے حلیہ میں میسرۃ الفجر، اور ابن سعد نے ابن ابی جدعا اور ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد۔ (صلا۱۶)

ترجمہ: میں نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔

کے الفاظ روایت کئے یہ صحیح حدیث ہے۔

شارح مناوی رقمطراز ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی حقیقت بنائی جس کے ادراک سے ہماری عقل و فہم قاصر ہیں اور حقیقتِ محمدیہ کی تخلیق کے ساتھ ہی وصفِ نبوت کے ساتھ متصف کر دیا۔ جب اسمِ باطن کا زمانہ ختم ہوا روح کے جسم کے اتصال اور اسم ظاہر کے ظہور کا وقت آگیا۔ تو وہ حکم جسم و روح میں بکلیہ منتقل ہوا۔

یہ تاویل کہ خلق سے مراد تقدیر ہے ایجاد نہیں کہ قبل از ولادت موجود نہ تھے۔ تو اس کا تعاقب امام سُبکی نے کیا کہ اگر اس طرح ہو تو پھر نبی علیہ السلام کے تخصیص نہیں، کیونکہ تقدیر میں ہر چیز تھی۔

کنت نبیاً فرمایا اور کنت انساناً یا کنت موجوداً نہیں کہا کہ اس سے اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت عالم غیب میں تخلیق اول وقت زمان میں موجود تھی نہ عالم شہادت میں۔ جب اسم باطن کا زمانہ وجود جسم و روح کے جسم کے اختلاط کی طرف منتقل ہوا۔ تو جریان میں اسم ظاہر کی طرف حکم زمان منتقل ہوا تو بذات جسم و روح میں نبوت ظاہر ہوئی۔ پس انبیاء و رسل کے ادوار میں آپ کی نبوت کے باطن کا زمانہ تھا تو ہر وہ شریعت جو اسم باطن کے زمانہ میں تھی۔ اسے ظاہر نے اسے منسوخ کر دیا۔ دونوں اسم کے حکم میں اختلاف ہے۔

اور مشرع (شریعت دینے والا) واحد ہے (وآدم بین الروح والجسد یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کا مرتبہ ومقام جو عالم ارواح قبل از اجساد انسانیہ ہے کو ظاہر کیا، اس کو شیخ محی الدین ابن عربی نے ذکر کیا۔ اسی سے یہ آیت ہے۔

اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ[1]

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں۔

تو سب سے اول بلٰی کہنے والی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ لہٰذا آپ تخلیق میں انبیاء سے متقدم اور ظہور و بعثت میں آخر ہیں۔

شمائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے تحت امام مناوی کے اہم فوائد میں سے کچھ کا تذکرہ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث شمائل کے تحت امام مناوی نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے ان میں کچھ کا یہاں انتخاب کیا گیا ہے۔

آپ سفید ملیح تھے۔ مسلم اور ترمذی نے شمائل میں ابو طفیل سے روایت کیا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا (مقتصدا)

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ملیح سفید اور میانہ قد تھے۔

مُقَصَّدْ کا معنی ہے جسیم نہ دبلے پتلے دراز قد نہ پست قد تھے۔

ترمذی کی شمائل میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سفید تھے گویا کہ بالوں کی سفیدی چاندی سے بنائی گئی ہے آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی تعریف میں کہا

---

[1] پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۷۲۔

کی دلیل ہے کہ عرب دونوں کی علیحدگی اور فرق کو پسند اتصال کو مکروہ خیال کرتے۔

جسدِ مُبارک

كَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُمْ خَلْقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ (ص۱۶۲)

ترجمہ: آپ حسین رُخ جمیل خلقت تھے کہ قد بالکل دراز تھا، نہ کوتاہ۔

بخاری و مسلم نے اسے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قرطبی نے خلقاً خا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا حُسنِ جسم شریف مُراد ہے کیونکہ میں بالطویل کے الفاظ اسی پر دال ہیں یعنی لمبا قد یا مفرط طویل جو حد اعتدال سے بڑھ گیا ہو۔ بلکہ طویل کے قریب تھا۔

قدم مُبارک

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ قَدَمًا (ص۱۶۳)

ترجمہ: رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مُبارک سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔

ابن سعد نے عبداللہ ابن بریدہ سے مرسل روایت کیا۔

ابن صاعد نے سراقہ رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، اور وہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے تو میں نے آپ کی پنڈلی کو دیکھا گویا کہ وہ آگ کا انگارہ ہے۔ یعنی بہت سفید تھی۔

حُسنِ خلق مُبارک

مسلم اور ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا۔

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ صاحب اخلاق تھے۔

جمیع محاسن و مکارم کے جامع ہونے اور ان میں کمال حاصل کرلے کی وجہ سے جب آپ میں غیر متناہی کامل خصائل، صفاتِ جمال و جلال ہیں جن کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اسی لیے آپ کی مدح میں فرماتا ہے۔

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] ترجمہ: بے شک تمھارے خُو اخلاق بڑے شان کے ہیں۔

خُلُق کو عظیم کے ساتھ موصوف اور صلہ علی کا استعمال کیا جو استعلا کے لیے آتا ہے تاکہ آپ کے محاسنِ اخلاق کے استعلا پر دلالت کرے اور وہاں مخلوق میں سے کسی کا خلق نہ پہنچ سکے۔ کمالِ خُلُق کمالِ فضل سے حاصل ہوتا ہے کہ اس سے فضائل حاصل کرتا ہے۔ رذائل سے اجتناب۔

مسلم کے نزدیک تمام حدیث کہ کبھی نماز کا وقت ہوتا اور آپ گھر میں رونق افروز ہوتے، تو جس چٹائی پر تشریف فرما ہوتے۔ اس پر جھاڑو پھیرا جاتا۔ اور صاف کیا جاتا۔ پھر آپ اس پر نماز کی امامت فرماتے۔ اور ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اس وقت چٹائیاں کھجور کی شاخوں کی ہوتیں۔

اس حدیث کی تمام روایتوں سے بعض روایات میں یہ بھی ہے۔ انس نے کہا کہ میرا ایک بھائی تھا جسے ابو عمیر کہا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ بالکل چھوٹے تھے پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اسے دیکھا تو فرمایا اے عمیر! نغیر کا کیا ہوا نغیر ایک پرندہ کا نام ہے جس سے وہ کھیلتے تھے۔ اسی طرح مسلم کے پاس ہے۔

نیز اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے۔ کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ صاحب اخلاق تھے۔ پس ایک دن مجھے ایک کام کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا بخدا میں ضرور جاؤں گا۔ میں نکلا تو ایک جگہ بچے کھیل رہے تھے۔ میں انھیں دیکھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے میری گردن کو پکڑا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا، انیس جہاں میں نے حکم دیا تھا۔ وہاں تو گیا تھا۔ عرض کیا حضور ابھی جاتا ہوں، اور حضرت انس ابھی بچے تھے۔

آپ حسین، فیاض اور بہادر تھے

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا۔

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا کوئی تجھ سا نہ ہوا ہے نہ ہوگا شاہا تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم (اعلیٰحضرت)

[1] پارہ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۴۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ۔ ترجمہ:۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین، فیاض اور بہادر تھے۔

یعنی آپ تمام لوگوں سے صورت وسیرت میں حسین تھے اجود الناس سب سے زیادہ سخی اس کے ساتھ جو لوگوں کو بیحد فائدہ دے۔ کیونکہ آپ شرف میں کامل اور قلب کے لحاظ سے سب سے زیادہ بیدار طبعًا سب سے زیادہ لطیف مزاج کے اعتبار سے سب سے زیادہ عادل ہیں۔ نفس کے لحاظ سے سخی اور ہاتھ کے اعتبار سے فیاض ہیں اور فانیات سے باقیات صالحات کے ساتھ مستغنی اور اس لیے منبع جود صفات اسی کے ساتھ متصف ہیں۔ اشجع الناس سب سے زیادہ مضبوط دل اور مایوسی کی حالت میں سب سے زیادہ جری ہیں۔ بہادری جو کہ اللہ تعالیٰ کی جناب کریم سے ملی ہے۔ اسی وجہ سے کبھی آپ میدانِ جنگ سے فرار نہ ہوئے اور نہ ہی کوئی (ضعیف سے ضعیف) اس قسم کی روایت ملتی ہے۔ آپ کی بہادری تواتر نقلی سے ثابت ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی نص سے ظاہر ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ[1] ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے کافروں اور منافقوں پر جہاد کرو۔

تنہا شخصیت کو تمام کے ساتھ جہاد کا حکم دیا۔ اور اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی کو حکم نہیں دیتا۔ آپ اور آپ کے ساتھی مُراد ہونے میں کوئی شک نہیں، اس لیے کہ اس کا جمع کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اسی سے مقصود حاصل ہے۔ پس آپ میں تین قوی صفات عقلیہ، غضبیہ اور شہویہ جمع ہیں۔ حسن اعتدال مزاج کے تابع ہے۔ جو کہ عفت نفس جس کے ساتھ جودت قریحہ عقل پر دال ہے سے حاصل ہوتی ہے۔ فضائل کا حصول اور رذائل سے اجتناب کمالِ قوتِ شہویہ ہے۔ اور شجاعت قوتِ غضبیہ کا کمال ہے۔ یہ تینوں اخلاق فاضلہ کا فضل ہے اسی لیے ان پر اقتصار کیا۔

اس حدیث کا کچھ بقیہ حصہ جو بخاری شریف میں ہے۔ ایک دفعہ رات کو مدینہ منورہ میں

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ التحریم آیت ۹۔

شور برپا ہوا کہ حملہ کے لیے دشمن کی فوج آگئی ہے۔ جب چند لوگ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے نکلے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ کے گھوڑے پر جو آپ نے اس سے مستعار لیا تھا۔ کی ننگی پشت پر سوار واپس تشریف لا رہے ہیں اور فرمایا کہ میں نے مدینہ کے ارد گرد چکر لگا لیا ہے خطرہ کی کوئی بات نہیں اور کہا راوی نے، کہ ہم نے آپ کو دریا پایا۔ اسی طرح باب الشجاعۃ فی الحرب میں حدیث کو روایت کیا۔

مسلم باب صفتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے بعد کہ لوگ گھبرا کر نکلے۔ مزید روایت کیا کہ جب شور والی طرف نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے تھے۔ کہ آپ گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے۔ اور گلے میں تلوار تھی۔ وہ گھوڑا تھا جو ابو طلحہ سے مستعار لیا تھا۔ اور فرمایا واپس لوٹ جاؤ کسی کا کوئی خطرہ نہیں۔

جسدِ اقدس کا اعتدال اور خوبصورتی

بیہقی نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ آپ احسن صفت میانہ قد لمبائی کی طرف مائل دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ گول رخسار سخت سیاہ بال سرمگیں آنکھیں پلکیں لمبی جب چلتے تو پورا قدم مبارک زمین پر لگتا کوئی حصہ اونچا نہ رہتا اور جب کندھوں سے چادر اتارتے تو معلوم ہوتا کہ چاندی سے بنے ہیں اور تبسم فرماتے تو (دانت) چمکتے۔

ترمذی میں سیل الخدین ہے کہ آپ کے رخسار میں نہ گہرائی نہ اونچائی (ابھار) تھا اور ضحک فرماتے تو چمکتا اور روشن ہوتا۔ حسن کی ان صفات میں کوئی خفا نہیں۔

تکمیل ایمان سے ہے کہ اس پر ایمان رکھنا کہ آپ کے جسدِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت پر تخلیق کیا جو نہ پہلے تھا اور نہ بعد۔ اثر میں ہے خالد بن ولید ایک سریہ میں نکلے اور ایک قبیلہ پر اترے۔ سربراہ قبیلہ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کیجیے تو آپ نے فرمایا تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا، اس نے کہا اجمال سے بیان کریں پس رسول (پیغامبر) بھیجنے والے کی شان پر ہوتا ہے۔ اسی طرح ابن منیر کی اسرار الاسرار میں درج ہے۔

مسلم نے ابو ھریرہ سے اور بخاری نے انس کے معنی میں روایت کیا۔ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین رنگ تھا گویا کہ آپ کے پسینہ سے موتی جھڑتے اور جب چلتے تو تھوڑا سا جھک کر چلتے۔

ازھر اللون روشن یا حسین اور صحاح میں ہے۔ ازھر کا معنی سفید روشن یا ابیض منیر کے ساتھ تفسیر کی۔ عام محدثین نے اکمل پر محمول کیا۔

بعض نے تفسیر کی ابیض ممزوج بحمرۃ سفید جو سرخی مائل ہو شائد اس نے یہ معنی واقع اور حقیقت کو دیکھ کر بیان کیا ہو۔ اظہر مذہب یہ ہے کہ سفیدی آپ کے رنگ پر غالب تھی بالخصوص کپڑوں کے ماتحت لیکن چونے کی طرح نہ تھا بلکہ روشن سرخی مائل تھا۔ کانہ عرقہ اللؤلؤ صفائی اور سفیدی میں۔

بیہقی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ جوتا گانٹھتے اور میں کاتتی اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کی جبینِ اقدس پر پسینہ ہے اور اس سے نور چمکتا ہے۔ تکفأ دائیں بائیں مائل ہونا۔ راستہ کے درمیان چلنے کی بجائے ایک طرف چلتے۔

حیاء امام احمد، بخاری و مسلم اور ابن ماجہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کان صلی اللہ علیہ وسلم اَشَدَّ حیاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا۔

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ستر پوشی میں کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا تھے۔ (ص ۱۶۳)

یعنی ستر میں جو گھر کے اطراف میں بنائے جاتے ہیں۔ کنواری لڑکیاں خلوت میں زیادہ باحیا ہوتی ہیں بنسبت جلوت و خارج کے اور آپ کا محل حیا حدود کے علاوہ تھا۔ اسی واسطے جس شخص نے اعترافِ زنا کیا تھا اس سے فرمایا کہ اس سے نکاح کیا ہے۔ ! کنایہ سے بات نہ کر جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا۔

لوگوں کے گناہوں پر آپ بہت صابر تھے ابن سعد نے اسماعیل بن عیاش سے مرسل روایت کیا۔

کہ آپ لوگوں کی بداعمالیوں پر سب سے زیادہ صابر تھے۔

اقذار الناس لوگوں کے بُرے اعمال اور اقوال کیونکہ آپ کے قلب اقدس میں اتنا انشراح تھا۔

جو کسی میں نہ تھا۔ لہٰذا لوگوں کے بد اعمال، بُرے اقوال اور سُوءِ سیرت یہ تمام آپ کے وسعتِ قلب کے سامنے قطرہ کی سمندر سے نسبت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دندانِ مبارک ترمذی، طبرانی اور بیہقی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ ترجمہ: آپ کے دندان مُبارک کھلے تھے۔

إِذَا تَكَلَّمَ رُؤِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ جب کلام فرماتے تو دندان مُبارک سے

مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ ۔ (ص۶۴) نور چمکتا نظر آتا۔

افلج فلج دو دانتوں کے درمیان فراخی کو کہتے ہیں۔ بعض نے اوپر والے دندان مُبارک میں زیادہ فراخی تھی جو کہ ایک صفتِ جمیلہ ہے لیکن فراخی قلیل ہو کیونکہ فصاحت میں اتم ہے۔ ثنایا سامنے والے چار دانت دو اوپر والے اور دو نیچے والے ہیں۔

آپ نُور ہیں

آپ کی ذات شریفہ ظاہر و باطن میں نُور تھی۔ بلکہ جس کو چاہتے نُور عطا فرما دیتے۔ جب ابو طفیل بن عمرو دوسی اپنی قوم کے لیے آیت و معجزہ طلب کیا تو آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَهُ ۔ ترجمہ: اے اللہ! اسے نُور عطا کر۔

تو اس کی جبیں سے نُور چمکنے لگا تو اس نے عرض کیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ مُثلہ نہ ہو جائے تو اسے کے عصا کی ایک طرف پھیر دیا تو وہ حرارت کی تاریکی میں چمکتا تھا۔ اور ذوالنور کہا جاتا۔

قتادہ بن نعمان کی چھڑی نُور بن گئی

ایک دفعہ برسات کی تاریک رات میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز آپ کے پیچھے باجماعت ادا کی۔ بعد میں آپ نے اس کو ایک چھڑی عطا کی اور فرمایا "جا" یہ تیرے آگے اور پیچھے دس دس گز روشنی کرے گی۔ اور جب گھر میں ہو تو ایک سیاہ چیز دیکھے گا تو مارنا کہ وہ گھر سے نکل جائے کہ وہ شیطان ہے آپ کے فرمان کے مطابق بالکل صحیح ثابت ہُوا۔

ٹ سوزنِ گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا۔

حسن اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ آپ میانہ قد طویل کے قریب تھے۔ ازھر اللون روشن رنگ۔ ابن حجر نے کہا، کہ آپ سفید جو کہ سُرخی کی طرف مائل ہو۔ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے جیسے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا۔

امام مناوی نے امہق کی تفسیر نہیں۔ عزیزی نے بیان کیا کہ الابیض الامھق ای الکریہ الابیض ناپسندیدہ سفید چونہ کی مانند، آلادم۔ بہت تیز گندمی رنگ۔ آپ کی سفیدی سُرخی سے مخلوط تھی لیکن وہ سُرخی صفا کے ساتھ ہو اسے ازہر کہا جاتا جیسے کہ قرطبی نے ذکر کیا۔ عرب لوگ اس قسم کے رنگ والے کو اسمر بھی کہتے ہیں۔ سمرۃ سے مراد بھی وہ سفیدی جو سرخی کے ساتھ مخلوط ہو۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام احمد اور بزاز نے روایت کیا۔ ابن حجر نے کہا ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا کہ آپ اسمر گندمی رنگ والے، تھے۔

بیہقی کی دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سفید تھے کہ جس میں سفیدی سمرہ کے ساتھ مخلوط ہو۔

سندِ حسن کے ساتھ روایت احمد کے الفاظ ہیں اسمر الی البیاض گندم گوں سفیدی کی طرف مائل ہو۔

الجعد القطط۔ سخت سیدھے اور موٹے السبط الی المسترسل لٹکے ہوئے۔

بازو مبارک ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے روایت کیا۔

کانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَبْحَ	ترجمہ: آپ لمبی اور چوڑی کلائیوں والے
الذِّرَاعَیْنِ بَعِیْدُ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ	کھلے شانوں والے، لمبی پلکوں والے تھے۔
اَھْدَبَ اَشْفَارِ الْعَیْنَیْنِ (ص۱۳۵)	

شبح الذراعین کلائی لمبی اور چوڑی بعید ما بین المنکبین۔ پُشت کا اعلیٰ حصہ چوڑا۔ المنکب۔ بازو سر اور کندھے کا مجموعہ۔ ان کا بعید ہونا سینے کی کشادگی پر دال ہے۔ اور یہ علامت نجابت ہے۔

بال شریف ترمذی اور ابن ماجہ نے اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

شَعْرُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ترجمہ: آپ کے بال کانوں کی لو تک اور

دُوْنَ الْجُمَّةِ وَفَوْقَ الْوَفْرَةِ (ص۱۳۱)   شانوں کے مابین تھے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ کے سفید بال تقریباً بیس تھے۔

اَلْجُمَّۃِ۔ سر کے بال جو کانوں کی لَو سے تجاوز کر جائیں شانوں تک پہنچیں یا نہ اسی طرح صحاح میں ہے نہایہ میں ہے جو کندھوں سے نیچے تھے۔ الوفرۃ جو کانوں تک پہنچیں، یا لَو سے تجاوز کر جائیں جیسا کہ قاموس میں ہے۔

ابو شامہ نے کہا کہ صحیح احادیث اس پر دال ہیں کہ بیشک آپ کے بال نصف کان تک تھے ایک روایت میں کانوں کی لو تک۔ دوسری روایت لو اور کندھوں کے درمیان تک ایک اور روایت شانوں کے قریب تک تھے۔ ایک اور روایت میں شانوں تک تھے۔ لیکن اس سے زیادہ کی کوئی روایت ہم تک نہیں پہنچی۔ یہ اختلاف روایات اختلاف احوال کی بنا پر ہے۔ پس یہ متعدد روایات حج و عمرہ کی ادائیگی کے بعد ہیں۔

یہ روایت کہ شانوں سے زیادہ لمبے کی کوئی روایت نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آپ کے بال رک گئے جس طرح کہ ہر انسان کے بال ایک حد پر آکر رک جاتے ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب اس حد پر پہنچتے ہوں تو آپ نصف یا لو تک کٹوا دیتے ہوں لیکن حج و عمرہ کے علاوہ بال کٹوانے کی کوئی روایت نہیں ملتی۔

شاید یہ بھی ممکن ہے کہ سن چھ ہجری عمرۂ حدیبیہ کے بعد یہ صفات ہوں کہ ایک عرصہ بال چھوڑے ہی نہیں جو کندھوں سے تجاوز کر جاتے کیونکہ سات ہجری میں عمرہ کی قضا دی اور آٹھ میں جعرانہ سے عمرہ کیا، اور دس میں حج کے مناسک ادا کئے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَةَ الرَّأْسِ وَالْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ۔   ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ہاتھ اور پاؤں عظیم تھے۔

(ص۱۳۶)

مسلم اور ترمذی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ کا منہ عظیم آنکھوں

کی سفیدی میں سرخی اور ایڑیوں میں کم گوشت تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے روایت کیا۔ آپ کی کھوپڑی عظیم اور ریش بڑی تھی۔ ضخم کا معنی عظیم اور روایت میں ضخم الہامۃ بڑی کھوپڑی۔ الیدین کلائیاں جس طرح دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے ضلیع الفم اے عظیمہ۔ بڑا منہ یا کشادہ عرب اس کے ساتھ مدح کرتے ہیں۔ اشکل العینین - آنکھوں کی سفیدی میں سرخی یہ محمود صفت ہے۔ منہوس العقب۔ ایڑی کا قلیل گوشت۔ ضخم الہامۃ بڑی کھوپڑی سر کا بڑا ہونا عظمت پختگی اور وفور عقل پر دال ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جلیل القدر تھے کہ چہرہ انور ایسے چمکتا کہ محسوس ہوتا کہ چودھویں رات کا چاند آپ کے رُخ انور پر چمک رہا ہے۔ بہت زیادہ طویل قد اور نہ بالکل پست و کوتاہ قد تھے۔ سر کی کھوپڑی عظیم بالوں میں کنگھی کرتے۔ اگر آسانی سے مانگ نکل آتی تو نکال لیتے ورنہ ویسے ہی چھوڑ دیتے۔ سر کے بال کانوں کی لو سے تجاوز نہ کرتے۔ روشن رنگ کشادہ پیشانی باریک اور غیر متصل ابرو غضب کی حالت میں جبیں کی رگ ابھر آتی۔ ناک لمبی اور اس کا سرا باریک ناک کی ہڈی اٹھی ہوئی بھاری ریش اور عظیم منہ تھا۔ دانت روشن باریک اور ان کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔ سینہ کے وسط میں بال ڈوری کی مانند تھے۔ صورت صفائی میں چاند کی مانند تھی۔ حسین شکل سینہ اور شکم مساوی تھے۔ سینہ چوڑا دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ موٹی اور مضبوط ہڈیوں والے، روشن بدن والے لمبے اور ناف بالوں سے ملے ہوئے گویا کہ ایک خط ہے۔ پستان سے عاری کلائیاں اور کندھوں پر بال تھے۔ سینہ بلند آپ کے ہاتھوں کے گھٹنے طویل تھے۔ فیاض وسخی پُر مغز متوسط ہڈیوں والے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں موٹی اور طویل تھیں۔ آپ کا پورا پاؤں زمین پر لگتا اور قدم نرم اور برابر تھے۔ گویا کہ ان سے چشمہ اُبل رہا ہے۔ جب چلتے تو پورا اس طرح قدم اٹھاتے کہ اس میں دائیں بائیں جھکاؤ نہ ہوتا۔ اور چلتے ہوئے قدموں کا جھکاؤ آگے کو ہوتا اور سبک رفتار لمبے لمبے قدم رکھتے۔ دائیں بائیں دیکھتے تو پورا رُخ اس طرف پھیر لیتے۔ آنکھ کے کونے سے نہ دیکھتے۔ چلتے ہوئے نگاہ زمین پر رکھتے اور آپ کی نگاہ بہت دور تک جاتی تھی اور آسمان کو بہت دور تک دیکھ لیتے۔ اپنے اصحاب

کو اپنے آگے چلنے کا حکم دیتے جو بھی آپ کو ملتا سلام میں آپ پہل کرتے۔

ترمذی نے شمائل طبرانی اور بیہقی نے لسے ہند بن ابی ہالہ سے روایت کیا ہے۔ اس کی شرح میں امام مناوی رقمطراز ہیں۔

فخما سرداروں اور بلند پایہ لوگوں سے عظیم تر کہ کسی میں یہ ہمت نہیں کہ آپ کی تعظیم نہ کرے اگرچہ پہلے عدم تعظیم کا مصمم ارادہ کر چکا ہو۔ لہٰذا یہ فخامت جسمانی نہیں ہے۔

بعض نے کہا فخما کا معنی اپنے اصحاب کے نزدیک عظیم القدر اور جس نے آپ کو نہیں دیکھا اس کے نزدیک مفخما یعنی عظیم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصحاب کرام آپ کی مجلس میں یوں بیٹھتے کہ ان کا کوئی بال اور کوئی جوڑ تک حرکت نہ کرتا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھتے ہیں بتاریکی کا ڈر اور نہ اجلال کا خوف۔

یتلالؤ کا معنی ہے روشن و درخشاں المشذب دراز اور طویل قد الھامۃ کا معنی سر ہے رجل الشعر گویا کنگی کی عقیقۃ شعر یعنی سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے۔ نصف داہنی جانب اور نصف بائیں جانب ان کا عقیقہ نام رکھ کر نومولود بچہ کے بالوں سے تشبیہ دی اگر آسانی سے بال متفرق ہو جاتے تو کر لیتے ورنہ اسی طرح پیچھے کی جانب کر دیتے۔ ازھر اللون کا معنی سفید اور روشن رنگ کہ یہ تمام رنگوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ ازج الحواجب ابرو جدا جدا اور گھرے بال۔ سوابغ کامل فی غیر قرن مجتمع نہ ہونا یعنی ابرو طویل تھے کہ بجلت نظر میں دونوں طرف سے ملے ہوئے معلوم ہوتے۔ بلند بانسہ نتھنوں والی ناک تھی۔ اشم شمم سے مشتق ہے۔ ناک کے بانسہ کا بلند ہونا اور نتھنوں کا باریک ہونا۔ کثۃ اللحیۃ ریش مبارک طویل تھی نہ چھوٹی اور ہلکی بلکہ کثیر بالوں والی یعنی ڈاڑھی گھنی تھی۔ ضلیع الفم یعنی منہ مبارک عظیم تھا۔ الاشنب دندان مبارک سفید روشن تھے اور ثنایا کے مابین کچھ فاصلہ بھی تھا۔ المسربۃ سینہ سے ناف تک ڈوری کی مانند تھے۔ الدمیۃ الصورت البادن جسم مبارک فربہ سواء البطن والصدر دونوں برابر تھے کوئی باہر نکلا ہوا نہ تھا۔ الکرادیس ہڈیوں کے سرے۔ انور المتجرد روشن جسد والے اللبۃ گردن کی ذبح کرنے کی جگہ۔ وہ سینہ سے اوپر حلق سے نیچے والی جگہ ہے۔ الزند ہاتھ

کا گٹھا۔ رحب الراحة کشادہ ہاتھ والے اور زمخشری نے کہا کہ ہاتھ کی کشادگی سخاوت اور تنگی بخل کی علامت ہے۔ سبط القصب آپ کی ساخت موزوں تھی کہ ہاتھ پیروں اور رانوں کی نل گدے والی تھیں کہ ان میں اونچ نیچ نہ تھی بلکہ بالکل موزوں گول اور چربی سے بھری ہوئی تھیں شثن الکفین والقدمین انگشت ہائے ہاتھ پاؤں موٹی اور لمبی تھیں نہ قصیر۔ یہ محمود صفت ہے جو کہ قوت پر دال ہے اور یہ بخاری شریف کی روایت معارض نہیں جس میں حضرت انس سے مروی ہے۔ کہ میں نے آپ کے دستِ مبارک سے زیادہ نرم حریر و دیباج کو بھی نہ پایا اس لیے کہ نزاکت چمڑے اور غلظت ہڈیوں میں ہوتی ہے لہٰذا ملائمتِ جسم اور قوت جمع ہو سکتی ہیں۔

اسی لیے ابن بطال نے کہا کہ آپ کے ہاتھ گوشت سے پُر تھے باوجود ضخامت کے نہایت ملائم تھے۔ سائل الاطراف انگشت ہائے طویل تھیں۔ جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ بیہقی وغیرہ نے کہا آپ کی انگلیاں طویل بغیر عقد اور غلظت کے تھیں اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے گویا کہ آپ کی انگلیاں چاندی کی ڈلیاں ہیں خمصان الاخمصین یہ خمص سے مشتق ہے اس کا معنی ہے دُور ہونا۔ اخمص کا معنی ہے تلوے کا وہ حصہ جو چلتے ہوئے زمین کے ساتھ نہ لگے۔ (یعنی آپ کا قدم مبارک پورا زمین کے ساتھ لگتا تھا)۔ مسیح القدمین قدم مبارک مساوی و برابر تھے ان میں تکسر و تشقق (پھٹا ہوا ہونا) نہ تھا۔ ینبو عنہما الماء یعنی پانی بہتا۔ اذا زال زال قلعا یعنی جب چلتے تو دونوں قدم باری باری مکمل اٹھاتے۔ جیسے قوت والے انسانوں کی عادت ہوتی ہے۔ چلتے ہوئے دائیں بائیں میلان ہوتا یا آگے کی طرف جیسا کہ اگلے کلمات سے عیاں ہے کہ آپ اس انداز میں مشی فرماتے گویا کہ کسی بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں ذریع المشیة فراخ قدموں کے ساتھ تیز تیز چلنا التفت جمیعا اگر دائیں بائیں جانب دیکھنا ہوتا تو مکمل اس جانب پھر جاتے آنکھ کے کونے یا گردن پھیر کر نہ دیکھتے۔ وکیع نے کہا کہ یہ اس وقت تھا کہ جب آپ نے پیچھے کی جانب دیکھنا ہوتا۔ دائیں یا بائیں طرف دیکھنے کے لیے صرف گردن بھی پھیر لیتے۔ طرف کا معنی بصر آنکھ ہے اور چلتے ہوئے زمین پر نظر رکھتے۔ بہ نسبت کہ آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے کیونکہ آپ ہمیشہ مراقبہ میں رہتے۔ اور مسلسل فکر میں مشغول۔ نیز کیونکہ اوپر دیکھنے سے مراقبہ و فکر میں خلل واقع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ جب آپ خاموش ہوتے اور گفتگو کے دوران

اوپر بھی دیکھتے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جب گفتگو فرماتے تو اکثر آسمان کی جانب نگاہ اٹھتی۔ لیکن حالتِ نماز میں کبھی ادھر اُدھر یا اوپر نہ دیکھتے جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ[1] — ترجمہ:۔ اور جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

امام سناوی نے کہا میں نے حافظ مغلطائی کے خط کو دیکھا ابن ظفر نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک راہب کتاب لایا جو اسے اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملی تھی۔ اور اسے اصحابِ مسیح علیہ السلام نے لکھا اس میں لکھا تھا۔

الحمد للہ الذی قضی فیما قضی	ترجمہ:۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس
وسطر فیما سطر انہٗ باعث فی	نے فیصلہ کیا جس میں فیصلہ اور لکھا جس میں
الامیین رسولا لا فظٌ ولا غلیظ	لکھا بے شک وہ ان پڑھوں میں ایسا رسول
ولا صخاب فی الاسواق ولا یجزی	بھیجنے والا جو نہ متفرق کرنے والے نہ سخت
السیئۃ بالسیئۃ ولکن یعفو	مزاج اور نہ بازاروں میں گھومنے والے
ویصفح امتہ الحمادون	ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے
نظرہ الی الارض الحول	ہیں بلکہ معاف اور درگزر کرتے ہیں آپ
من نظرہ الی السماء۔	کی امت بہت حمد کرنے والی ہے آپ کی
(ص۱۹۸)	نگاہ زمین کی طرف زیادہ رہتی بنسبت
	آسمان کے۔

آپ جلی نظر سے دیکھتے اور اپنے اصحاب کو اپنے آگے چلاتے اور خود ان کے پیچھے چلتے یہ بطور تواضع اور تعلیم اُمت کے لیے تھا کہ راہنما کو پیچھے چلنا چاہیئے یا کہ ان کے حالات کی معاش میں ملاحظہ کرے اور اپنے بھائیوں کا مشاہدہ اور جو تربیت کا مستحق ہو اس کی تربیت کرے۔ جو محتاج تکمیل ہو اس کی تکمیل جو مستحق عتاب ہو اس پر عتاب اور جو لائق ادب ہو اس کا ادب کرے یہ شان سربراہ کی اپنی رعیت کے ساتھ ہے یا اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پیچھے چلتے کہ فرشتے وغیرہ آپ کے پسِ پُشت چلتے۔

---

[1] پارہ نمبر ۱۸، سورۃ المؤمنون[illegible]

وکان صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشی لم یلتفت۔ ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو نہ رکتے یا دائیں بائیں متوجہ نہ ہوتے۔

اسے حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

امام مناوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ لم یلتفت اس لیے آپ مسلسل سفر کرتے۔ سستی و کاہلی اور توقف ترک کرتے، اور جو دائیں بائیں متوجہ ہوتا ہے تو اس کی رفتار میں کاہلی لازمی آجاتی ہے۔ تاکہ آپ کا دل اپنے سے پیچھے والوں کی طرف مائل نہ ہو اور تاکہ اپنے اصحاب اور ان کے احوال سے مطلع نہ ہوں۔ یہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان ہے۔

وکان صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشی اسرع حتی یھرول الرجل وراءہ فلا یدرکہ رواہ ابن سعد عن یزید بن مرثد مرسلاً۔ ترجمہ: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو تیز رفتاری سے چلتے، یہاں تک کہ آپ کے پیچھے چلنے والے شخص تکلف سے تیز چلنے کے باوجود آپ کو چھو نہیں سکتا تھا۔

امام مناوی نے کہا زمخشری نے کہا یعنی سست رفتار سے ذرا تیز قرآن حکیم کے حکم کے مطابق

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ [1] اور میانہ چال چل۔

دو رفتاروں (کاہلی و سستی اور بہت زیادہ تیز رفتاری) کے درمیان یعنی سست رفتار والوں کی طرح آہستہ آہستہ اور نہ اچھل اچھل کر تیز چلنے والوں کی طرح تیز رفتار چلتے۔

شمائل ترمذی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سبک رفتار کسی کو نہ دیکھا گویا کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے۔ ہم بڑی کوشش سے آپ کو پہنچتے، جب کہ آپ بڑے اطمینان و وقار کے ساتھ چلتے تھے جتنا سفر دوسرے لوگ بسیار کوشش سے طے کرتے ہیں اتنا آپ بغیر کوشش کے بآسانی طے کر لیتے۔

ابن عساکر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ ایسی رفتار سے چلتے کہ اس میں عجلت ہوتی نہ کاہلی۔

امام مناوی رقمطراز ہیں کہ سبک رفتاری تھی اس کے باوجود آپ نہایت اطمینان سے چلتے اور تیز چلنے کی کوشش نہ کرتے۔

---

[1] پارہ ۲۱، سورۂ لقمان، آیت ۱۹۔

آپ کے کلام میں ترتیل تھی

ابو داؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کلام میں ترتیل یا ترسیل تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے کلام میں ترتیل تھی یعنی ٹھہر ٹھہر کر اس طرح کلام فرماتے ہیں کہ اس کے حروف وسکنات واضح سمجھ میں آتے اس طرح کہ سامعین کلام کے حروف کو شمار کر سکتے تھے۔ یا ترسیل یہ عطف تفسیری ہے یا راوی کو شک لاحق ہوا کہ ترتیل فرمایا یا ترسیل۔

مسئلہ اس سے ایک جماعت نے یہ اخذ کیا کہ ترتیل سے تھوڑی تلاوت زیادہ تلاوت سے فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ تلاوت سے مقصد فہم وتدبر ہے اور بعض علماء نے کہا، زیادہ تلاوت کرنا اگرچہ اس میں ترتیل نہ ہو افضل ہے انکا اخبار کثیرہ سے استدلال کیا۔

ابن قیم نے کہا صواب یہ ہے کہ ترتیل سے قرأت اور تدبر ارفع الشان ہے اور کثیرۃ قرأت کا ثواب زیادہ ہے۔ پہلے کی مثال کہ اس نے ایک جوہر عظیم صدقہ کیا اور دوسرے کی مثال جیسا کہ اس نے دنانیر صدقہ کر دیا۔

آپ کو پسینہ بہت آتا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت پسینہ والے تھے۔ العرق کا معنی ہے انسان کی جلد سے جو گرم ہونے پر قطرات ٹپکتے ہیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ کے پسینے کو جمع کرتیں اور بطور خوشبو استعمال کرتیں۔ کہ اس سے بہت مہک آتی تھی۔

آپ کا کلام صاف اور واضح ہوتا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابو داؤد نے روایت کیا۔ کہ آپ کا کلام واضح فاصل ہوتا کہ ہر ایک سامع اسے سمجھ لیتا۔

فصلاً کا معنی ہے کہ حق وباطل کے درمیان امتیاز کرنے والا کہ کسی پر التباس نہ ہے۔ بلکہ ہر سامع اسے سمجھ لے۔ یہ کمال فصاحت اور ایضاح کلام پر قدرت کی دلیل ہے۔

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور استعجاب کہا کہ آپ ہم میں رہے کہیں باہر

نہیں گئے۔ اس کے باوجود آپ ہم سب سے کہیں زیادہ فصیح و بلیغ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ لغتِ اسماعیل علیہ السلام مٹ چکی تھی۔ جبریل امین اسے میرے پاس لائے تو میں نے اسے محفوظ کر لیا۔
روایت میں آتا ہے کہ آپ اہل فارس کے ساتھ فارسی میں گفتگو فرماتے۔
زمحشری نے کہا مغالطہ ڈالنے والوں کو آپ نے لاجواب کر دیا کہ وہ مبہوت و متحور ہو گئے اور تعجب کرنے لگے۔

خالق کائنات نے عربی لسان کو سب سے زیادہ قوت عطا کی اور اس کا زبدہ رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا۔ لہٰذا عرب و عجم میں سے کوئی خطیب آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ مسجّع۔ عبارت پیش کرنے والا آپ کے سامنے خاموش ہو گیا۔ آپ کا کلام لوگوں کے کلام میں وہی حیثیت رکھتا جو گھوڑے کے رنگ میں اس کی پیشانی پر سفید بالوں کی ہے۔
ابن قیم نے کہا کہ آپ فصیح الخلق شیریں کلام اس کی ادائیگی میں سریع گویائی میں صاحبِ حلاوت تھے کہ آپ کا کلام دلوں کو گرفتار روحوں کو قیدی بنا لیتا جس کی شہادت اعداءُ نے بھی دی۔ آپ کے موجز و معجز کلام پر کثیر تصانیف تالیف کی گئیں۔

آپ کا رُخِ انور مستدیر اور روشن تھا

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا۔ کہ آپ کا رُخِ انور آفتاب و ماہتاب کی طرح اور مستدیر تھا۔

روشنی میں آفتاب حسن و ملاحت میں ماہتاب کی مانند تھا کیونکہ سورج کو پوری طرح دیکھا نہیں جا سکتا۔

آپ کذب کو بہت قبیح خیال کرتے

بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ اخلاق میں سے کذب و جھوٹ کو سب سے بُرا سمجھتے۔

سب سے قبیح خلق جھوٹ اس لیے ہے کہ اس میں کثرتِ ضرر اور اس پر مفاسد و فتن بکثرت مترتب ہوتے ہیں۔ اور آپ رضا و ناراضگی میں حق کے سوا کچھ نہ فرماتے اسی لیے آپ اپنے اصحاب اور اہل بیت کو جھوٹ پر بہت زجر فرماتے کیونکہ اس پر ایسے امور مترتب ہوتے ہیں جس سے لوگوں

کو نقصان و ضرر ہوتا ہے۔

بعض حکما کہتے ہیں کہ جب سفیر نے جھوٹ بولا تو اس کی تدبیر ختم ہو گئی۔

جب مال آتا تو آپ اسے فوراً تقسیم کر دیتے

بیہقی اور خطیب نے حسن بن محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب مال آتا تو رات اور قیلولہ سے قبل تقسیم کر دیتے۔

اگر مال دن کے آخری حصہ میں آتا تو رات سے قبل تقسیم کر دیتے۔ اور اگر صبح کے وقت آتا تو دوپہر سے قبل مستحقین میں تقسیم کر دیتے، رات یا دوپہر تک نہ روکے رکھتے۔ بریں بنا کہ احسان صدقہ میں جلدی کرنے سے شرح صدر، پاکیزگی نفس اور تنعم قلب ہوتا ہے۔ کیونکہ صدقہ و انفاق کو شرح صدر میں تاثیر عجیب ہے۔

جب کوئی خوش کن بات سنتے تو سجدہ شکر ادا کرتے

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی مسرت کی بات سنتے تو سجدہ شکر ادا کرتے۔

سجدۂ شکر مستحب ہے

اسی لیے مستحب ہے کہ جب کسی نعمت کا حصول یا کسی مصیبت کا اندفاع ہو تو بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کرے۔ کہ بندہ کے لیے انتہائے تواضع سجدہ ہے کہ اپنے مکارم رخ کو زمین پر رکھتا ہے۔ اور اپنے جوارح کو جھکا دیتا ہے۔ بندہ کے لائق و مناسب ہے کہ جتنا اسے قرب الٰہی نصیب ہو گا، اتنی ہی تذلل میں لذت و راحت بڑھے گی۔ اس میں جلب و ربط نعمت ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ[1] ترجمہ:۔ اور یاد کرو اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سے سب سے زیادہ انعامات الٰہیہ کے شاکر ہیں کہ آپ کا یقین محکم ہے لہٰذا آپ سب سے زیادہ سجدہ ریز ہوتے۔

اس میں امام شافعی کے لیے حجت ہے کہ حصول سرور یا دفع ضرر پر سجدۂ شکر مستحب ہے۔

---

[1] پارہ ۱۳، سورہ ابراہیم، آیت ۷

آپ کی آواز دوران خطبہ بلند ہو جاتی

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو آپ کی چشمان سرخ اور آواز بلند اور غضب سخت ہو جاتا، گویا کہ آپ لشکر کو ڈرانے والے ہیں جو کہتا ہے۔

امام نووی نے کہا کہ سخت غضب کی وجہ آپ کا کسی امر عظیم سے ڈرانا تھا (آخرہ)

یہ ابن ماجہ وغیرہا کی حدیث کا ایک قطعہ و حصّہ ہے آپ نے فرمایا میں اور قیامت اس طرح ہیں جیسی یہ دو انگشت ہیں اور انگشت سبابہ اور وسطی کو ملایا، پھر فرماتے اما بعد! بے شک بہتر امور اللہ کی کتاب اور بہتر ہدی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے سب سے بُرے امور محدثات ہیں۔ اور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے مسلم کی روایت میں خیر الحدیث کتاب اللہ۔ (بہتر حدیث اللہ کی کتاب ہے۔

ابن قیم نے کہا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم زمین، منبر اور اونٹ پر خطبہ ارشاد فرماتے اور ہر خطبہ اللہ کی حمد و ثناء سے شروع کرتے قول کثیر میں ہے کہ خطبۂ استسقاء استغفار سے شروع کرتے اور اکثر و بیشتر قرآن کریم سے خطبہ ارشاد فرماتے اور ہر وقت حسب موقعہ و ضرورت خطبہ دیتے اور جب آپ گھر سے نکلتے تو آپ کے ہاتھ عصا نہ ہوتا۔ ایمرجنسی خطبہ، خطبہ راتبہ سے طویل ہوتا۔

آپ ازواج مطہرات کے ساتھ میانہ روی سے پیش آتے

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، کہ جب آپ اپنی ازواج کے پاس تشریف لاتے تو سب سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ متبسّم اور خوش ہوتے۔

یہاں تک کہ ایک بار حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑے تو حضرت عائشہ سبقت لے گئیں۔ جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا۔

ابن قیم نے کہا کہ آپ کی ان کے ساتھ عنایات اور شفقتوں میں سے ہے کہ جب رات کو ان کے پاس تشریف لے تو اس انداز سے سلام کہتے کہ بیدار شخص سُن لے اور سویا ہوا

بیدار نہ ہو اس کو مسلم نے روایت کیا۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کی سہیلیوں کا خیال فرماتے

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت

کیا کہ جب آپ بکری ذبح کرتے تو فرماتے کہ اس سے خدیجہ کی سہیلیوں کو پہنچاؤ۔
اس حدیث سے عہد کا لحاظ، حسنِ محبت اور دوست و اقربا اگرچہ فوت شدہ ہوں۔
ان کا احترام ثابت ہوتا ہے۔

بوقتِ تبسم آپ کا چہرہ چاند کی مانند چمکتا

امام بخاری و مسلم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا، کہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم مسرور ہوتے تو آپ کا رُخ انور چاند کی مانند چمک اٹھتا۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ یہ تمثیل شعرا کی عادت کے مطابق ہے ورنہ کوئی چیز آپ کے حسن کے مساوی نہیں ہو سکتی۔
طبرانی میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف ایسے رُخ انور کے ساتھ متوجہ ہوئے جو چاند کا ٹکڑا تھا یہ متوجہ ہوتے وقت کی صفت پر محمول ہے۔
بزار کی روایت میں ہے گویا کہ چاند کا حلقہ ہے۔

مدینہ منورہ کے بچے نمازِ فجر کے بعد حصولِ تبرک کیلیے پانی لاتے

امام احمد و

مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب نمازِ فجر سے فارغ ہوتے تو آپ کے پاس مدینہ منورہ کے بچے پانی کا برتن اٹھائے ہوئے آتے تو آپ ان برتنوں میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے۔ نمازِ غدہ سے مراد نمازِ فجر ہے اور پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنا برکت کے لیے ہے اس میں لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان ہے۔ اور آپ کا لوگوں کے ساتھ قرب ہے تاکہ ہر حق والے کو اس کا حق ملے اور جاہل کو علم ہو جائے اور تاکہ آپ

کے افعال کی اقتدا کرے۔ اسی طرح آپ کے بعد آئمہ کرام کو کرنا چاہیئے۔

ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کیا تم میں کوئی مریض ہے کہ اس کی میں عیادت کروں۔ اگر صحابہ کرام کہتے نہیں تو فرماتے کوئی جنازہ ہو تو اس کے ساتھ چلیں اگر اصحاب کہتے نہیں تو فرماتے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو وہ بیان کرے۔

مناوی رقمطراز ہیں یَقُصُّھَا ہم سے ذکر کرے تاکہ ہم اس کی تعبیر بیان کریں۔

حکیم ترمذی نے کہا احلام ورویا (خواب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عظیم الشان ہے اسی لیے روزانہ اصحاب سے دریافت فرماتے کہ یہ غیب سے ملکوت کی اخبار ہیں اور اس میں لوگوں کے لیے بشارت، انذار اور عتاب وغیرہ سے امر دین میں نفع ہے۔

قرطبی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح وصدق کے لیے دریافت فرماتے اور معلوم ہو جائے کہ ان کے رویا صحیح ہیں۔ ان سے کثیر مغیبات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اور اصحاب کے لیے رؤیا کے ساتھ اعتنا اور ان کے فوائد کے لیے شوق بڑھانا مسنون ہے نیز کیفیت تعبیر کی تعلیم دیتے۔

ابن حجر نے کہا کہ صبح نماز فجر کے بعد رؤیا بیان کرنا مسنون ہے، جیسا کہ اس حدیث سے مستفاد ہو رہا ہے۔

طبرانی اور بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو ارشاد فرماتے کہ آپ میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے، جب کوئی شخص کہہ دیتا کہ میں نے دیکھا ہے تو فرماتے کہ تو بھلائی پائے اور شر سے محفوظ رہے۔ بھلائی ہمارے لیے اور شر ہمارے اعداء کے لیے اور سب تعریفیں اللہ کے واسطے، اپنا خواب بیان کر۔ (الحدیث)

اگر کوئی شخص تین دن تک نظر نہ آتا تو اس کے متعلق دریافت فرماتے

ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا،

کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اگر کوئی شخص تین دن تک غائب رہتا تو اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ وہ کہاں ہے اور کیوں نہیں آیا۔ اگر غائب ہوتا تو اس کے لیے دُعا کرتے، اگر موجود ہوتا تو اسے ملتے، اگر مریض ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔

امام مناوی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ امام کے لیے ضروری ہے کہ اپنی رعیت کا خیال رکھے ان کی شان کی اصلاح اور ان کے اُمور کی تدبیر کرے۔ اسی سے ماخوذ ہے کہ استاذ کے لیے مناسب ہے کہ بعض طلبا عادت اور چھٹی سے زیادہ غائب رہیں تو ان کے متعلق دریافت کرے اگر ان کے احوال معلوم نہ ہوسکیں تو کسی کو بھیج کر یا بذاتِ خود اس کے گھر جائے یہ افضل ہے اگر مریض ہو تو اس کی عیادت کرے۔ اگر کسی غم میں مبتلا ہے تو اس کو تخفیف کرے یا کسی ایسے امر میں مبتلا ہے جس میں مدد کی ضرورت ہے تو اس کی اعانت کرے۔ یا مسافر ہے اپنے اہلِ خانہ سے دُور ہے۔ تو اس کے اہل کی ضروریات معلوم کر کے حسبِ استطاعت پورا کرنے کی کوشش کرے ورنہ ان سے محبت کرے۔ اور ان کے حق میں دُعا کرے۔

جندب بن کلیث سے امام بغوی نے روایت کیا کہ جب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی وفد آتا تو آپ اچھا لباس پہنتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ الوفد وفد کی جمع ہے۔ جب کوئی شہنشاہ کی طرف نکلتا تو کہا جاتا وفد اچھا لباس پہننے کی وجہ سے دشمنِ اسلام کے سامنے عظمت کا اظہار اور اسے سرنگوں کرنا مقصود ہے یہ اعلاءِ کلمۃ اللہ، نصرتِ دین اور غیظ اعداء کو متضمن ہے۔ یہ حدیث دوسری حدیث "البذاذۃ من الایمان" (سادگی ایمان سے ہے) کے متناقض نہیں کہ فخریہ تجمل ممنوع ہے اور یہ اس قبیل سے نہیں۔

سفر سے واپسی پر اہلِ بیت کے صبیان سے پہلے ملتے

مسند امام احمد، مسلم اور ابو داؤد میں عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے اہلِ بیت کے بچوں سے ملاقات فرماتے۔

پوری حدیث جو امام احمد اور مسلم نے حضرت عبد اللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ ایک

بار فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لائے تو میں سب سے پہلے آپ کے آگے ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھوں پر مجھے اٹھا لیا۔ پھر امام حسین وحسن ابنانِ فاطمۃ الزہرا میں سے لائے گئے تو ان کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا۔ اس طرح ہم تین میل سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔
طبرانی کی روایت جس کے ثقہ راوی ہیں کہ آپ سفر سے واپسی پر فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ملے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز ناپسند فرماتے، تو اس کا اظہار آپ کے رُخ انور سے ہوتا۔
اس لیے کہ آپ کا رُخ انور آفتاب ومہتاب کی مانند تھا۔ جب کسی چیز کو ناپسند کرتے تو کستاد کا سایہ ہو جاتا جیسے آفتاب ومہتاب پر بادل آجائیں۔ یہ آپ نہایت حیا کی بنا پر صراحت نہ کرتے۔ اور چہرہ اقدس سے اظہار کرتے۔ جیساکہ صحیحین میں ہے کہ آپ ایک کنواری باحیا لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ جب کسی شے سے کراہت فرماتے۔ تو اسے ہم آپ کے چہرہ مقدس سے معلوم کر لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا کہ جب آپ کے اصحاب میں سے کوئی آپ سے ملتا اور آپ کا دستِ مبارک پکڑ لیتا تو آپ اس سے اپنا دست نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا، اگر کوئی کان پکڑتا اسے بھی نہ چھوڑاتے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیے۔
ابوداؤد نے اس کا بعض حصہ ذکر کیا۔ ابن مبارک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں کچھ اضافہ ذکر کیا کہ آپ رُخ انور کو نہ پھیرتے جب تک وہ نہ پھیرتا۔
مناوی رقمطراز ہیں کان پکڑنے سے متبادر معنی یہ ہے کہ اگر کوئی خفیہ بات کرنے کے لیے منہ آپ کے کان کے قریب کرنا چاہتا تو آپ اپنا کان اس کے قریب کر دیتے اور اپنا کان اس کے منہ سے دُور نہ کرتے جب تک کہ وہ اپنا منہ دُور نہ کرتا۔ یہ حُسنِ اخلاق اور کمالِ اخلاق پر دال ہے۔ کہ کیوں نہ ایسے ہوتے کہ آپ متواضعین کے سردار ہیں۔ لہٰذا مخلوق کو آپ کے حُسنِ اخلاق پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

آپ آنے والے صحابی سے مصافحہ کرتے

نسائی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی صحابی آپ کے پاس آتا تو اس سے مسح کرتے اور اس کے لیے دعا فرماتے۔

امام مناوی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ مسح سے مراد ہاتھ سے ہاتھ ملانا یعنی مصافحہ کرنا ہے۔

امام مالک کے نزدیک معانقہ مکروہ ہے

اس سے امام مالک نے استدلال کیا ہے کہ آنے والے سے معانقہ کرنا اور تقبیل ید (ہاتھ چومنے) مکروہ ہیں جب اس کے خلاف استدلال پیش کیا گیا کہ جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے تشریف لائے تو آپ نے ان سے معانقہ کیا۔ اس کے جواب میں امام مالک نے فرمایا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

سفیان نے جواب دیا کہ کوئی وجہ تخصیص معلوم نہیں۔ اسی طرح قاضی عیاض کی تالیف کتاب مطامح الافہام میں مذکور ہے۔

آپ بچوں اور اپنی عیال کے ساتھ نہایت رحیم تھے

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں اور اپنی عیال کے ساتھ نہایت درجہ رحیم وشفیق تھے۔

امام نووی نے کہا کہ العیال کا لفظ مشہور ہے عباد (بندوں) کا لفظ بھی مروی ہے۔ دونوں صحیح اور واقع ہیں۔ عیال سے مراد اہل بیت اور جس کی معونت انسان کے ذمہ ہے۔

زین عراقی نے کہا ہم نے فوائد ابی دحداح میں حضرت علی مرتضے کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بندوں پر بہت مہربان تھے اور عیال پر رحیم تھے۔

طیالسی نے اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام سیوطی نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا یعنی آپ رقیق القلب، فضل واحسان کرنے والے اور مہربان تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم ورفیق تھے یہ لفظ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ ثقیف بن عقیل کے حلیف تھے۔ ثقیف نے صحابہ سے دو شخص قید کر

لیے اصحاب نے بنی عقیل کا ایک شخص قیدی بنالیا۔ اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پہ باندھ کر حضور اقدس کی خدمت میں لائے، تو اس نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ نے مجھے کس وجہ سے گرفتار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے حلیف ثقیف کے جرم کے عوض، جب آپ واپس ہوئے تو کہنے لگا یا محمداہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم و رفیق تھے آپ نے مُڑ کر فرمایا تیرا کیسا حال ہے؟ اس نے کہا میں مسلمان ہوں، آپ نے فرمایا اگر تو یہ کہہ دیتا، کہ آپ اپنے امر کے مالک ہیں تو یقیناً مکمل فلاح پالیتا۔

صحیحین میں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو بیس رات تک آپ کے پاس مقیم رہے اور رحیم و شفیق تھے جب آپ نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی اہل و عیال کے مشتاق ہیں۔ تو فرمایا اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ تم سے ایک اذان دے اور تم سے بڑا امامت کرائے۔

آپ ایفائے عہد کرتے

امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رحیم تھے، اگر آپ نے کسی سے عہد کیا تو اسے پورا کرتے۔

یعنی آپ اعدا تک رحیم تھے جب فتح مکہ کے موقع پر قریش آپ کے پاس لائے گئے وہ اس وقت مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور آپ کے اصحاب آپ کے حکم کے منتظر تھے کہ کس کس کو قتل کیا جائے وغیرہا۔ تو آپ نے قریش سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنے والا ہوں؟ تو انھوں نے جواب دیا، خیر و بھلائی کا گمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ کریم بھائی کریم باپ کے بیٹے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا آج میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [1] ترجمہ "آج تم پر کچھ ملامت نہیں"۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فلک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فلک وسیع نہیں کہ آپ کے حُسنِ اخلاق و معارف۔ محبت و مودت اور اُلفت کا احاطہ کرسکے۔

---

[1] پارہ نمبر ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۹۲

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا [1] ترجمہ: "آپ مومنوں پر مہربان تھے"۔

اور امور الٰہیہ کے متعلق آپ سے بڑھ کر کوئی سخت بھی نہ تھا، قرآن مجید میں ہے۔

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ [2] ترجمہ: "کافروں اور منافقوں پر جہاد کرو"۔

قولہ وعدہ الجزلہ یعنی اگر آپ کے پاس ہوتا ورنہ قرض لینے کا حکم دیتے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص آیا اور کچھ عطا کرنے کا سوال کیا تو فرمایا میرے پاس اب تو کچھ نہیں البتہ کچھ دیر انتظار کرو اگر کچھ آگیا تو تجھے دے دیا جائے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تکلیف و پریشانی تو نہیں دی، تو آپ کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا، آپ خرچ کرتے رہیے، اللہ تعالیٰ سے اقلاس کا خوف نہ رکھیے، آپ نے خوشی سے تبسم فرمایا اور چہرۂ انور سے خوشی کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا مجھے یہی حکم ہوا ہے۔

حضرت انسؓ سے حاکم نے روایت کیا کہ جب بھی آپ سے کچھ مانگا گیا تو آپ نے عطا کیا ورنہ خاموش رہے۔

یعنی اگر پاس ہوتا تو عطا کر دیتے ورنہ خاموش رہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص سے کچھ مانگا جائے اگر اس کے پاس ہو تو دے ورنہ خاموش رہے یہ مسنون طریقہ ہے تاکہ انکار سے سائل شرمندہ نہ ہو، البتہ اگر کسی کو خاموشی سے سمجھ نہ آئے۔ تو پھر تصریح کر دینا چاہیے۔

طبرانی میں حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی سوال کیا تو آپ نے اسے ضرور پورا فرمایا۔

مناوی اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں۔ آپ سے کسی قسم کا سوال کیا گیا، خواہ متاع دنیا کا ہی کیوں نہ ہو تو آپ نے جودت سخاوت کی بنا پر ضرور دیا، اگر آپ کے پاس وہ نہیں تھا۔ تو آپ نے وعدہ دیا یا خاموشی اختیار کی۔ اس کے ہم معنی صحیحین میں حدیث ہے کہ آپ نے کسی سائل کے جواب میں لا نہیں، فرمایا۔

آپ نے کبھی لا نہیں کہا ابن سعد نے محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا آپ

---

[1] پارہ نمبر ۲۲، سورۂ [illegible]
[2] [illegible] تحریم، آیت ۹۔

نے کبھی "نہیں" نہیں کہا۔ اگر پاس ہوتا تو دے دیتے ورنہ خاموش یا وعدہ فرما لیتے۔

امام احمد نے ابی اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے کبھی سائل کو منع نہیں کیا۔

یعنی آپ کی عطا ایسی تھی کہ کبھی آپ نے فقر سے خوف نہ کیا۔

ابن قیم نے کہا کہ عطا کرنے سے آپ سائل سے زیادہ خوش ہوتے۔

کئی رات تک آپ رات کو کچھ نہ کھاتے

امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلسل کئی رات تک آپ اور آپ کے اہلِ خانہ بھوکے رہتے کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا اور اکثر آپ جو کی روٹی تناول فرماتے تھے۔

طاویا کا معنی خالی پیٹ بھوکا۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کی عادت دنیا سے قلیل اشیا استعمال کرنے اور بھوک پر صبر کرنے کی تھی۔

ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل دو رات خیبر کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بخاری و مسلم میں ان ہی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت میرے پاس چند جو کے سوا آپ کے کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔

آپ کا دروازہ بالکل آہستہ کھٹکھٹایا جاتا

حاکم نے کُنی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ آہستہ سے دستک دیا جاتا۔ یعنی انگلیوں کے پوروں سے دستک دی جاتی تاکہ آواز زیادہ بلند نہ ہو اور احترام رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں فرق نہ آئے۔

زمخشری نے کہا کہ اس حدیث سے عقلا کے لیے ثمرات اور محاسن آداب ہیں یہ تقریر مناسب اور لائق ہے۔

سہیل کا قول ناخنوں سے دروازے کو دستک دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے دروازے کا حلقہ نہ تھا۔

ابن حجر نے اس کا رد کیا ہے کہ تعظیم و توقیر مصطفےٰ علیہ السلام کے سبب یوں کرتے تھے۔
ابن عربی نے کہا کہ بخاری شریف میں حضرت جابر کے قصہ میں دروازے کو دستک دینے کی مشروعیت موجود ہے۔
لیکن بعض صوفیہ نے کہا فقیر کے دروازے کو زور سے دستک دینے سے احتراز کرا یہ تلوار سے اسے مارنے کے مترادف ہے کہ ان کے دل جناب الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔
بعض نے کہا فقیر کے دروازے نہ کھٹکھٹا کہ بسا اوقات وہ حالت قبض میں ہوتا ہے۔ تو اس وقت لوگوں کی ملاقات سے مطلقاً منع کرتا ہے

آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ۔ ترجمہ: نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی اور دل بیدار رہتا تھا۔

اسے حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا۔
یعنی آپ کا قلب اطہر بیدار رہتا تاکہ حالتِ نوم میں جو وحی ہو اسے محفوظ کرلے تاکہ انبیا علیہم السلام کے رؤیا وحی ہیں۔

سوال وادی میں آپ پر نیند غالب ہوئی اور نمازِ فجر قضا ہو گئی۔؟

جواب قلب ان محسوسات کا ادراک کرتا ہے جن کا اس کے ساتھ تعلق ہے۔ مثلاً حدث اور تکلیف وغیرہ نہ جن کا تعلق آنکھ سے ہو، نیز آپ کا قلب اطہر اس وقت وحی میں مستغرق تھا۔

آپ کا خلق قرآن تھا

امام احمد، مسلم اور ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ الخلق خا کی ضمہ کے ساتھ امام راغب نے فتحہ کے ساتھ دونوں کا معنےٰ ایک ہے لیکن مفتوح الہیات اور صُوَر مُبصرات کے ساتھ مخصوص اور مضموم سجایا اور ان قویٰ کے ساتھ مخصوص ہے جو بصیرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ القرآن یعنی اوامر، نواہی، وعدا ور وعیدات

جن پر قرآن کریم مشتمل ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ماحصل قرآن کا مجموعہ یعنی جس کو قرآن کریم نے مستحسن کہا، اس کی تعریف اور جس کی طرف بلایا اس کو آپ نے اپنایا جس کو مکروہ قبیح اور ممنوع کہا، اسے ترک کر دیا تو قرآن کریم آپ کے خلق کا بیان ہے۔ (الی آخرہ)

دیباج میں کہا اس کا معنی ہے کہ اس پر عمل کرنا اس کی حدود پر مطلع ہونا۔ اس کے آداب سے متادب ہونا امثال۔ قصص، عبرت حاصل کرنا اور حسن تلاوت۔

امام سہروردی نے عوارف میں کہا کہ اس میں باریک رمز اور خفی اشارہ ہے اخلاق ربانیہ کی طرف۔ تو راوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت الٰہیہ کا احترام کرتے متخلق باخلاق اللہ نہیں کہا، اور حضرت سبحانہٗ تعالیٰ کے سبحات کا احترام کرتے ہوئے آپ کے اخلاق کو قرآن کہہ دیا۔ اس سے راویہ کا وفور عقل اور کمالِ ادب کی معلوم ہو رہا ہے

تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلق کے کمالات غیر متناہی ہیں اور ان جزئیات کا انحصار بشر کی طاقت سے ماوراء ہے۔

پھر آپ کو تمام کمالاتِ اخلاق اکتساب و ریاضت سے حاصل نہیں ہوئے۔ انعام الٰہی اور مدد ربانی سے اصل خلقت میں رکھے گئے جس کے انوار آپ کے قلب اطہر میں روشن ہوئے یہاں تک نہایت وغایت درجہ پر پہنچ گئے۔

آپ سخت گیر تھے

ابن سعد نے محمد بن علی سے مرسلاً روایت کیا کہ۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدَ الْبَطْشِ۔ (ص۱۱۶) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرفت والے تھے!

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں گرفت وجماع کے اعتبار سے چالیس مردوں کی قوت تھی۔ جیسا کہ طبرانی میں ابن عمر اور مسلم شریف میں حضرت براء سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بخدا میدانِ جہاد میں جب دشمن کا ہم پر ہجوم اور بظاہر غلبہ ہوتا تو ہم آپ کے توسل سے بچتے اور جو آپ کے ساتھ ثابت قدم رہتا وہ ہم سے سب سے زیادہ شجاع ہوتا۔

ابوالشیخ کی روایت میں عمران سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا

جس دشمن سے بھی سامنا ہوا تو پہلے آپ کی طرف وار ہوتا۔

ابوالشیخ نے حضرت علی مشکل کشا سے روایت کیا کہ رسولِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ سب سے زیادہ سخت گیر تھے۔ اس کے باوجود سخت گیری آپ کی رحمت سے خالی نہ ہوتی کیونکہ آپ متخلق باخلاق تھے۔

خالق کائنات کی کوئی وعید ایسی نہیں کہ جس میں رحمت و شفقت نہ ہو۔ اسی لیے حضرت بایزید بسطامی نے سنا کہ ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ [1] ترجمہ: "بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے"۔

تو فرمایا میری گرفت اس سے سخت ہے کیونکہ مخلوق کی گرفت میں رحمت و نرمی نہیں ہوتی جس کی وجہ ہے کہ مخلوق تنگ مزاج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جلّ وعلا کی گرفت اگرچہ سخت سے سخت تر ہے لیکن پھر بھی اس میں رحمت و شفقت ضرور ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام مخلوق سے کہیں زیادہ رحیم و کریم ہیں لہٰذا آپ کی سخت گیری بھی کبھی رحمت سے خالی نہیں ہوتی۔

آپ بہت کم تبسم فرماتے

امام احمد نے جابر بن سمرہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ قَلِيْلَ الضِّحْكِ۔ ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ خاموش اور بہت کم تبسم فرماتے۔

کیونکہ کثرت سکوت اعلیٰ اسبابِ توقیر سے ہے اور یہ حکمت و دانائی سے، اور لغزش سے محفوظ رہنے کا بہترین سبب ہے یہ مشہور مقولہ ہے کہ "جو کم گفتگو کرتا ہے" اس سے لغزشیں بھی کم ہوتی ہیں اور یہ غور و فکر کو جمع کرنے والا ہے۔

آپ کا بستر اُون کے سخت کپڑے کا تھا

شمائل ترمذی میں حضرت حفصہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر ٹاٹ کا ہوتا۔

المِسْح میم کے کسرہ کے ساتھ اُون کا ٹاٹ یا اُون کا سخت کھردرا کپڑا جس کے اوپر

[1] پارہ نمبر ۳۰، سورۃ البروج

اوڑھنے والی چادر منسوب ہوتی ہے یا سیاہ کپڑے جنہیں راہب و زاہد لوگ پہنتے ہیں۔ بقیہ حدیث یہ ہے کہ ہم دو تہہ والی چادر نیچے بچھاتے، ایک رات میں نے خیال کیا کہ اگر چار تہہ بنا دوں۔ تو بستر نرم ہو جائے گا۔ چنانچہ چادر تہہ بنا دیں تو صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج رات بستر کس چیز کا بچھایا، تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بستر تو وہی ہے جو سابقہ راتوں کو بچھایا جاتا تھا مگر آج رات اس کی چار تہہ کر دی تھیں تاکہ کچھ نرم ہو جائے تو آپ نے فرمایا، بستر کو پہلے کی طرح کیا جائے، اس نرم بستر نے تو مجھے آج رات نوافل سے محروم رکھا۔

آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ سے ابن عساکر سے روایت کیا کہ آپ کا تکیہ جس کو آپ سوتے وقت استعمال کرتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

اُدم دونوں کے فتحہ کے ساتھ ادمۃ یا ادیم کی جمع ہے۔ سرخ یا سیاہ رنگ کے چمڑے کو کہتے ہیں۔ اللیف کھجور کے پتوں کو کہتے ہیں۔

اس حدیث سے آپ کا دنیا سے کمال زہد اور اس کے متاع و انعامات سے اعراض کی طرف اشارہ ہے۔

خلیب اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ میں قلیل دعابہ (بہت خوش طبعی کرنے والے) تھے۔

زمخشری نے کہا دعب یدعب کا مزح یمزح کے ہم معنی و ہم وزن ہے (یعنی باب سمع یسمع سے ہے) یعنی آپ بہت کم مزاح فرماتے۔

دُعابۃ۔ ایسی چیز جس سے ملاحت حاصل کی جاتی ہے۔ اسے دعابۃ کہتے ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی رقمطراز ہیں آپ کے مزاح کا سبب یہ ہے کہ آپ شدید غیرت والے تھے اس لیے آپ سعادت سے زیادہ غیرت سے اپنی خوبی بیان کی کہ مبالغے کا صیغہ غیور بیان کیا غیرت محبت کے وصف سے ہے اور لوگ اسے ظاہر نہیں کرتے۔ پس حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھپایا اور جو مزاج میں وجد اور چھوٹے کے ساتھ پیار ہے۔ اور ازواج، ابناء اور اصحاب سے جو محبت ہے اس کا اظہار کرنا اور آپ نے فرمایا، بے شک میں بشر ہوں اور خود کو محبین سے نہیں کہا اور لوگ آپ کے مزاج سے ناواقف رہے۔ اور حضرت عائشہ نے خیال کیا کہ آپ ان کے ساتھ ہیں جب دیکھا کہ آپ اس کی محبت میں چل رہے ہیں اور اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سب کچھ امرِ محبوب سے ہو رہا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ حسنین کریمین سے محبت کرتے ہیں اور جمعہ کے روز جب مسجد میں حسنین گھسٹتے ہوئے آئے تو آپ نے خطبہ ترک کر کے منبر سے اتر کر انہیں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ یہ تمام بابِ غیرت سے ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسب و موزوں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوش طبع اور پاکیزہ نفس تھے" طبرانی نے ابو امامہ سے اسے روایت کیا۔

امام مناوی رقم طراز ہیں کہ یہ حدیث دیگر روایت کہ آپ صرف تبسم فرماتے کیونکہ اکثر و بیشتر تبسم ہی فرماتے تو جس نے اس کی روایت کی تو اس نے اکثر احوال سے روایت کی۔ جس نے ضحک روایت کی تو اس نے بعض اوقات سے کی، آپ بعض اوقات ضحک فرماتے کہ آپ کی نواجذ (سامنے والے دانتوں کے دائیں بائیں دو دو داڑھوں کو نواجذ کہتے ہیں) تو یہ اختلافِ روایت اختلافِ زمان و مکان کے اعتبار سے ہے۔ کبھی ابتدائے امر میں ضحک فرماتے کہ نواجذ ظاہر ہو جاتی اور پھر بعد میں تبسم ہی فرماتے (صرف سامنے والے دانت ہی نظر آتے) اس کے باوجود دنیا کی طرف کسی قسم کا میلان نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی شغل باری تعالیٰ سے مشغول کر سکا بلکہ محبتِ الٰہیہ میں مستغرق رہتے بسا اوقات یہ خطرہ لاحق ہو جاتا کہ محبتِ باری تعالیٰ سے قلب اقدس جل نہ جائے اور جسدِ اقدس منہدم نہ ہو جائے۔ اسی لیے بعض اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ رکھ کر فرماتے۔ کہ ہم سے کوئی بات کرو تا کہ اس سے وہ امرِ عظیم جس کی جسم میں برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں اس میں کچھ افاقہ ہو اور آپ کی طبع شریعت اللہ سے مانوس تھی اور مخلوق سے عارضی

تھی اپنے جسد پر رفقت ہوئے۔ اسے امام غزالی نے بیان کیا۔

آپ صرف تبسم فرماتے

امام احمد نے ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ گفتگو کرتے وقت صرف تبسم فرماتے۔

تبسم کہتے ہیں بغیر آواز کے قلیل ضحک کو مصباح میں ہے کہ بغیر آواز کے ضحک کو تبسم کہتے ہیں۔

کشاف میں ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام کا ضحک ایسے ہی تھا۔

طبرانی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضحک کبھی کبھار ہوتی۔

لا ینبعث الا لیسیرا یعنی ضحک دراز اور طویل وقت تک نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی ہوتا وہ سبیل الوقار اور اطمینان کیونکہ اکثر و بیشتر آپ غموں میں متفکر رہتے اور کبھی آپ سے غم جدا نہ ہوتا۔ اسی لیے بخاری شریف میں ہے، آپ کو زیادہ ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش مزاج تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا۔

یعنی جب اپنی ازواج مطہرات اور عیال کے پاس بیٹھتے۔ الفکاھۃ کا معنی مزاح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ انہوں نے حضرت سودہ کا چہرہ رنگ دیا اور جناب سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ کا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ اسے زبیر بن بکار نے کتاب الفکاھۃ اور ابو یعلیٰ اسناد جید کے ساتھ روایت جیسا کہ حافظ عراقی نے بیان کیا۔

آپ تہمت قبول نہ فرماتے

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی تہمت کو قبول نہ کرتے۔ اور نہ کسی پر کسی کے قول کا اعتبار کرتے۔

العرف بروزن فَعْلٌ کا معنی تہمت ہے اور کسی پر کسی کے قول کا قبول نہ کرنا

عدل و انصاف کے ساتھ مطلع ہونے کی وجہ سے کیونکہ جو اس پر مرتب ہوتا ہے وہ معتبر ذرائع کے ساتھ ثبوت پر موقوف ہے۔

رسولِ خدا تکیہ لگا کر کچھ تناول نہ فرماتے

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ کہ آپ تکیہ لگا کر کچھ تناول نہ فرماتے، اور نہ ہی آپ کے پیچھے دو شخص چلتے۔

یعنی کسی پہلو کی طرف مائل ہو کر کسی چیز کو مسند بنا کر۔ اس کی کراہت کی حکمت یہ ہے۔ کہ یہ متکبرین کا اشعار ہے۔ اور آپ کے پیچھے دو یا زیادہ اشخاص چلتے جیسا کہ بادشاہوں کا وطیرہ ہے۔ کہ خدام کی مانند لوگ ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

زین عراقی رقم طراز ہیں کہ ابن ضحاک نے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرمانے کے لیے بیٹھتے تو بائیں گھٹنے کو بچھاتے اور داہنے گھٹنے کو کھڑا کرتے جیسا کہ غلاموں کا طریقہ ہے۔ ابو الشیخ نے جید سند کے ساتھ ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ آپ دو زانو بیٹھتے اور تکیہ نہ لگاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدفال نہ نکالتے

حکیم ترمذی اور بغوی نے حضرت بریدہ اسلمی سے روایت کیا، کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم بد فال نہ نکالتے۔ لیکن اچھی نکالتے لا یطیّر۔ یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی نہ کرتے اور اس کی قضا و قدر سے نہ بھاگتے اور نہ ہی عرب کی رسم و رواج کے مطابق حصولِ مکروہ میں اسباب کی تاثیرات کا خیال فرماتے۔ لیکن جب کوئی اچھا کلام سُنتے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن رکھتے اس سے برکت حاصل کرتے۔

مصباح میں ہے الفال بروزن فعل کا معنی ہے کوئی اچھا کلام سُن کر اس سے برکت حاصل کرنا اگر گفتگو اور کلام قبیح ہو تو اسے طیرۃ کہتے ہیں۔ ابو زید نے فال دونوں کلاموں کے سماع میں، تعبیر کیا ہے۔ قرطبی نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فال سے خوش ہوتے کہ اس سے انشراحِ نفس اور حُسنِ ظن باللہ ہوتا ہے۔ اور طیرہ سے کراہت

فرماتے کہ وہ مشرکین کا عمل اور سوءِ ظن باللہ کا مظہر ہے۔

آپ کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہ رکھتے۔ یعنی ذخیرہ نہ کرتے۔ سخاوتِ نفس، دستِ اقدس کی فیاضی، اور اپنے خدا پر کامل یقین کی بنا پر یہ روایت اس کے منافی نہیں کہ آپ اپنی عیال کے لیے ایک سال تک کا ذخیرہ کرتے۔ کیونکہ آپ خازن و قاسم ہیں۔ جب آپ کے پاس مال آیا تو تقسیم کرتے ہوئے دوسروں کی طرح اپنی عیال کو بھی دیا۔ بایں وجہ کہ مالِ فئی میں ان کا بھی حق ہے اور ان کے نفوس مال کے جمع کرنے سے مطمئن ہوتے ہیں۔ پس وہ فوق طاقت کے مکلف نہیں۔ اگرچہ آپ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے جمع کیا۔ اس لیے کہ ان کی خواہشات ختم ہو چکی ہیں اور ان کے نفوس مطمئنہ ہیں۔ ذخیرہ اندوزی وہ ممنوع ہے۔ جو اپنی ذات کے لیے ہو کر اس میں اپنی جیب پر تکیہ اور فیض کے لیے علوم تعرض کی طرف مشیر ہے اور یہ چیز انبیاء علیہم السلام میں منقش ہے کہ ان کے قلوب تو واحدنیت سے منور ہیں اور ان کے تو اس خیال اس کی محبت میں مشغول ہیں۔ اور ان کے افکار شان ارزاق سے مرتفع، ان کے قلوب اپنے خالق کے ساتھ متعلق ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے سے دور نہ کرتے

طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے سے دور نہ فرماتے اور نہ ہی مارتے۔"

یہ کمال درجہ کی تواضع اور بڑائی و کبر و تکبر سے برأت پر دال ہے جو کہ شہنشاہوں اور ان کے متبعین کا شیوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے، کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا کہ آپ نے اسے نہ مارا اور نہ تنہا چھوڑا۔

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے طہور (وضو) میں کسی سے استعانت نہ لیتے

اور نہ صدقہ دینے میں۔ ابن عباس سے ابن ماجہ نے روایت کیا۔ طَهُور طاً کے فتح کے ساتھ کا معنی پانی ہے جس سے طہارت وپاکیزگی حاصل ہوتی ہے اس میں دوسرے پر بھروسہ نہ کرتے کیونکہ دوسرا شخص کبھی سُستی اور کاہلی میں کر سکتا ہے کہ غیر طہور پانی بھی لا سکتا ہے اس طرح بعض اشراح نے تقریر کی ہے۔

لیکن غسلِ اعضائیں بلاعذر استعانت مکروہ ہے اعضائیں پر پانی انڈیلنے میں خلافِ اَولیٰ پانی لانے میں کراہت نہیں باقی صدقہ میں بھروسہ اعتماد تو اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ کم دینے یا غیر مستحق کو دینے کا احتمال ہے۔ دوسری وجہ خود اپنے ہاتھ دینا کمال تواضع اور محاسنِ اخلاق سے ہے۔

آپ سب لوگوں سے زیادہ نمازی اور ذاکر ہیں۔

ابونعیم نے حلیہ،

خطیب اور ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ آپ سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے اور ذاکرین میں سے سب سے زیادہ ذکر کرنے والے تھے۔

ایسے کیوں نہ تھے جب کہ آپ سب سے زیادہ عالم باللہ تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نماز میں اتنا طویل قیام کرتے کہ قدمین شریفین میں سوزش ہوگئی اور آپ سے عرض کیا گیا۔ کہ آپ تو مغفور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے تو پھر آپ اتنا طویل قیام کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں خدا کا شکر گزار بندہ ہوں۔

ترمذی وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک رات میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (فرض کے علاوہ یعنی نفلی) نماز پڑھی آپ نے اتنا لبا قیام کیا کہ میرے دل میں بُرا خیال آنے لگا۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کیا خیال تھا تو ابن مسعود نے کہا وہ یہ تھا کہ آپ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوَاجِهُ اَحَدًا فِي وَجْهِهٖ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهٗ۔ (رواہ البخاری فی الادب)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے ایسی صورت میں متوجہ نہ ہوتے جب اس سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے۔

اسے امام بخاری نے ادب میں ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا یعنی آپ کسی شخص میں کوئی مکروہ چیز دیکھتے تو اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ کہ آپ کی مواجہت سے بسا اوقات کفر واقع نہ ہو جائے بایں وجہ جو آپ کو پسند نہیں اس سے منع کریں تو وہ اس پر عمل کا عناداً انکار کر دے گا جس سے کفر لازم آئے گا اس سے عذاب اور آفت سماویہ کے نزولِ عام کا خدشہ ہے تو مواجہت کے ترک کرنے میں مصلحت ہوئی اور آپ بڑے وسیع القلب اور بہت زیادہ باحیا تھے۔

نکتہ اس حدیث سے بعض اکابرین سلف نے یہ مسئلہ استخراج کیا ہے کہ جب اپنے کسی مسلمان بھائی کو نصیحت کرنی ہو تو وہ لکھ کر اسے پکڑا دے۔ جیسا کہ شعب الایمان میں ہے۔

احیاء (احیاء العلوم) امام غزالی کی کتاب میں ہے کہ آقا علیہ السلام کے حیاء سے ہے کہ آپ اپنی نظر کسی کے چہرہ پر نہ جماتے تھے کہ یہ حیاء کے نامناسب ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی دوست سے ایسی کوئی چیز ملاحظہ کرے جو اسے پسند نہیں تو وہ اپنے دوسرے احباب اور گھر کے افراد کو بیان نہ کرے اور نہ کسی دوسرے کے بارے غیر پسندیدہ چیز سننا گوارا کرے اگر وہ اس کے کتنے گہرے دوست کیوں نہ ہوں بالفرض اس کے اظہار میں مصلحت بھی ہو پھر بھی اظہار نہ کرے اس میں فسادات بپا ہوں گے فساد و فتنہ سے بچنا مصلحت سے زیادہ بہتر ہے۔

حدیث کا شانِ نزول ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اس کے ہاتھ رنگے ہوئے جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا اسے کہہ دینا کہ اسے دھو لے۔

آپ کمزور اور غریب مسلمانوں کی عیادت فرماتے

طبرانی نے حضرت سہل بن حنیف سے روایت کیا کہ آپ غریب مسلمانوں کے پاس تشریف لاتے ان کے بیماروں کی عیادت کرتے اور ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے۔“

یعنی ان کے تالیف قلوب اور تسکین کے لیے آپ غریب بیمار مسلمانوں کی تیمارداری

کرتے تو مریض کے بالکل قریب ہو کر سرہانے کے پاس بیٹھتے اور اس کی کیفیت دریافت فرماتے۔ ان کے جنازوں میں شریک ہوتے اور نمازِ جنازہ پڑھاتے اور اُمت کو تاکید فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کے جنازہ میں شریک ہونا چاہیئے امیر ہو یا غریب جو قوم نمازِ جنازہ سے جُدا رہتی ہے وہ بہت سی بھلائیوں سے محروم رہتی ہے اگرچہ انہیں کوئی ایک آدھ بھلائی جنازہ کی شرکت سے مانع ہو۔

كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ وَيَدْعُوْلَهُمْ۔ ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے تو آپ ان کے لیے دُعائے برکت فرماتے اور تحنیک دیتے۔

اسے امام بخاری، مسلم، ابُوداؤد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ یبرک علیھم کا معنی یدعولھم بالبرکۃ ان کے حق میں دُعائے برکت کرنا۔ یہ معنی قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔

بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ آپ یہ دُعا کرتے بَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور مدینہ منورہ کی کھجوریں جن کی برکت اور فضیلت کی آپ نے شہادت دی ہے سے ان سے گھٹی دیتے اور نیک شریف ہونے کی دُعا کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرِاقدس اور ریشِ مُبارک پر کستوری لگاتے

ابویعلیٰ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ الْمِسْكَ فَيَمْسَحُ بِهٖ رَأْسَهٗ وَلِحْيَتَهٗ۔ ترجمہ: رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سرِاقدس اور ریشِ مُبارک کو کستوری لگاتے۔"

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث اور دوسری حدیث کہ آپ اپنے ریشِ مُبارک کے طول وعرض سے بال درست کرتے" سے یہ گمان نہ کرے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم دوسروں کی مانند لوگوں کے لیے بطورِ زینت استعمال کرتے تھے۔ بلکہ دوسروں

کے طور پر اور فرشتوں سے مشابہت کی بنا پر استعمال کرتے کیونکہ آپ تبلیغ پر مامور تھے اور تبلیغ کے اصول سے ہے ایسا طریقہ اور خود کو اس طرح رکھے کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں اور تبلیغ باحسن وجوہ سرانجام دی جائے بلکہ یہ روش ہر مبلغ اسلام کے لیے لازم ہے کہ خود کو اس طرح رکھے کہ لوگ اس کی طرف مائل ہوں تاکہ تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تناول فرماتے اور صدقہ قبول نہ کرتے

امام احمد اور طبرانی نے سلمان سے ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ابو داؤد نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ :۔

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ۔ ترجمہ:۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور صدقہ نہ کھاتے۔

بریں بنا کہ ہدیہ لینے والے کی عزت وتکریم اور صدقہ میں دینے والے کی توقیر ہوتی ہے۔ اس لیے آپ کی خصوصیات میں سے ہے آپ پر مطلقاً صدقہ حرام ہے۔

امام احمد، بخاری، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر صلہ عطا کرتے" البتہ کبھی کسی عذر شرعی کی وجہ سے واپس کر دیتے جیسا کہ صعب بن جثامہ نے نیل گائے پیش کی تو آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ ہم حالتِ احرام میں ہیں۔ حالت احرام میں ہونے کی تصریح اس لیے کہ دینے والے کی دل شکنی نہ ہو۔

یثیب علیہا کا معنی ہے کہ ہدیہ کے عوض میں کچھ دینے والے کو کچھ عطا فرماتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی دوست ہدیہ دے تو مستحب ہے اس کے عوض کچھ دیا جائے مگر جب مہدی یہ گمان کرے کہ میرے ہدیہ کا معاوضہ حیا کی وجہ سے دیا ہے یا اس کے مدمقابل تو پھر قبول کرنا جائز نہیں۔ بعض مالکیوں نے ظاہر حدیث کو دیکھتے ہوئے کہا کہ ہدیہ کے عوض کچھ دینا واجب ہے جب کہ اس کا صلہ دیا جا سکتا ہے۔

آقا علیہ السلام صرف ہدیہ قبول فرماتے کہ اس سے مراد دنیا کا صلہ اور ثواب ہے اور

اس کا معاوضہ میں دینا کہ احسان ختم ہو جائے اور صدقہ میں آخرت کا ثواب مراد ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی میل ہوتی ہے اس لیے آپ نے قبول نہ کیا۔

ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مومن و کافر دونوں کا ہدیہ قبول کر لیتے۔ جیسا کہ سیرت کی کتب میں درج ہے کہ آپ نے مقوقس وغیرہ شہنشاہوں کا صدقہ قبول کیا۔

آپ کمزوروں کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے

ابو داؤد اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت

کیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں کمزور شخص کو سواری پر اپنے پیچھے سوار کرتے اور ان کے لیے دعا فرماتے۔ یعنی اپنی سواری کے جانور پر پیچھے بٹھاتے اور اُسکی اعانت فرماتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔

نکتہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر لشکر کے لیے مستحب ہے کہ وہ سفر میں نرمی اختیار کرے تاکہ کمزور اور ضعیف بھی قدرت رکھیں ان کی سواریاں اور سامان کم ہونے سے محفوظ رہیں نیز ان کے احوال کا لحاظ کرے ان کے عاجز کی مدد کرے۔ مال، سامان اور ہر طرح سے ان کی مدد کرے۔

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا آقا علیہ السلام اپنے پیچھے کسی کو بٹھاتے زمین پر کھانے تناول فرماتے، غلام کی دعوت قبول کرتے، اور گدھے پر سواری کرتے۔

یعنی آپ اپنے پیچھے اپنے اہل بیت یا اصحاب میں سے کسی کو ردیف بٹھاتے تواضع اور انکساری کے اظہار کے لیے تھا کبھی کبھی خود پیچھے بیٹھ جاتے اور دوسرے کو آگے سوار کرتے چنانچہ ایک بار تین اشخاص کو ایک اونٹ پر اپنے آگے سوار کیا۔ اور ازواج مطہرات میں سے کسی کو ردیف کر لیتے۔ حضرت اسامہ عرفہ سے مزدلفہ تک اور مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سوار کیا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

مسئلہ اس سے دو آدمیوں کا ایک سواری پر بیٹھنے کا جواز ثابت ہو رہا ہے بشرطیکہ جانور میں دو آدمیوں کے اٹھانے کی صلاحیت ہو۔ کھانا زمین پر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ بادشاہوں کی طرح کوئی خاص دسترخوان کا اہتمام نہ کیا جاتا۔

مملوک کی دعوت قبول کرنے کا معنی ہے غلام کی دعوت اس کے آقا کی اجازت سے قبول کرتے جیسے دعوتِ ولیمہ وغیرہ۔ یا آزاد شدہ غلام مراد ہے اس میں اُمّت کی ہدایت مقصود ہے کہ غریب سے غریب تر کی بھی دعوت قبول کر لینی چاہیے۔ گدھے پر سواری سے مقصد یہ۔ اس سے منصب و جاہ و مرتبہ میں کوئی خلل نہیں آتا۔

کبھی جانور کی ننگی پشت پر سواری فرماتے

ابن سعد نے حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت مرسل ذکر کیا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم گدھے کی ننگی پشت پر سواری کرتے اس پر کچھ نہ ہوتا۔ یعنی جُل وغیرہ کچھ نہ ہوتی تواضع و انکساری اور تعلیم اُمّت کے لیے تھا۔

ابن قیم نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر گھوڑے اور اُونٹ پر سواری کرتے تھے۔

اپنا جوڑا خود گانٹھتے اور قمیص کو پیوند لگاتے

ابن عساکر نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيَخْصِفُ النَّعْلَ وَيُرَقِّعُ الْقَمِيْصَ وَيَلْبَسُ الصُّوْفَ وَيَقُوْلُ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

ترجمہ: آپ گدھے پر سواری کرتے اپنا جوڑا گانٹھتے اور قمیص پر پیوند لگا لیتے اُون کا کپڑا پہنتے اور فرماتے جو میری سُنّت سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں۔"

فَلَيْسَ مِنِّيْ کا معنی ہے کہ میرے طریقے پر عمل پیرا نہیں یہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی بھی سُنّت ہے۔

حاکم اور بیہقی اپنی کتاب شعب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انبیاء علیہم السلام اُون پہننے، بکریوں کا دُودھ دوہنے اور گدھے پر سواری کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم اس کی جو میں تمہیں بیان کرتا ہوں جو شخص جنّتُ الفردوس کا طلب گار ہے اسے جَو کی روٹی کھانا چاہیے اور جَو کے ساتھ کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر سونا چاہیئے۔

نکتہ اس سے اپنے نفس کی خدمت کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھتے زمین پر کھاتے، بکری کا دودھ دوہتے، اور غلام کی جَو کی روٹی کی دعوت قبول فرماتے۔

یعنی آپ زمین پر کوئی کپڑا وغیرہ بچھا کر بیٹھ جاتے اور بغیر دسترخوان وخوانچہ کے زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو ظاہری سہولیات کی بجائے امور باطنیہ و طہارتِ قلوب کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس پر اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم نے عمل کیا۔ کہ وہ مساجد میں زمین پر نماز پڑھتے، راستوں میں ننگے پاؤں چلتے اور زمین پر سو لیتے تھے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آج حالت اس کے برعکس ہے کہ صوفیہ کا ایک گروہ صفائی کا بڑا اہتمام کرتے ہیں دین کی اساس قرار دیتے ہیں اور زیادہ وقت صفائی اور نظافت ظاہریہ میں ضائع کر دیتے ہیں مثلاً بالوں میں کنگھا کرنے میں بہت سا وقت برباد کر دیتے ہیں) حالانکہ ان کا باطن خراب ہے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی ننگے پاؤں زمین پر چلے یا بغیر مصلّے وجا نماز کے نماز پڑھے تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور اسے قذر (گندا) کہا جاتا ہے اور اسے اپنے حلقے سے نکال دیتے ہیں تو امرِ منکر محبوب اور پسندیدہ امر معیوب بن گیا ہے۔ یعتقل کا معنی ہے بکری کے پاؤں میں اپنا پاؤں دے کر اس کا دودھ دوہنا۔ یہ تواضع اور ترکِ کبر کی علامت ہے۔ "غلام کی جَو کی روٹی پر دعوت قبول فرماتے" اور ایک نسخہ میں "والاھالۃ السنخۃ" ایسا گھی جس کا ذائقہ تبدیل ہو چکا ہو ایسی اشیاء پر بھی انکار نہ فرماتے۔ یہ آپ کی کمال درجے کی تواضع اور انکساری ہے۔

آپ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے

امام بخاری و مسلم ابو داؤد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ اگر کوئی آپ کے حروف کو شمار کرنا چاہے تو گن سکتا تھا۔ یعنی کلام کے الفاظ اور حروف کو بڑی آسانی سے شمار کر سکتا تھا۔

نکتہ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ مدرس اور اُستاد کے لیے بہتر ہے کہ دوران تدریس آہستہ آہستہ آرام سے بولے تاکہ خود اور سامعین اس میں تفکر و تدبر کر سکیں جب ایک مسئلہ سے فارغ ہو جائے تو کچھ دیر رک کر دوسرا مسئلہ شروع کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو کام کاج بھی کرتے تھے

امام احمد قدس سرہٗ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے خود سی لیتے، جُوتے گانٹھ لیتے اور جو کام لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ آپ بھی کام کرتے تھے باوجودیکہ آپ اشرف المخلوقات امام الانبیاء ہیں۔ گھر کا کام کاج خود کرتے تھے یہ تواضع انکساری کی ایک اکمل مثال ہے۔

حاکم وقت کے لیے یہ نمونہ ہے کہ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرے۔ نیز سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے۔ بکری کا دُودھ دوہتے اور اپنا کام خود کرتے۔

شارح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی یُوں تاویل کریں گے کہ بعض اوقات اس طرح کرتے تھے کیونکہ بالتحقیق ثابت ہے کہ آپ کے غلام تھے اور ان سے کام بھی کرواتے تھے لیکن کبھی کبھی خود بھی کر لیا کرتے تھے اور کبھی خُدام کے ساتھ مل کر کام کرتے۔

نکتہ اس سے یہ استحباب ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگرچہ کتنا جلیل القدر کیوں نہ ہو اُسے اپنا کام خُود کرنا چاہیئے۔

آپ بچوں کو سلام کہتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے ملتے، ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر دستِ شفقت رکھتے۔

اس میں حسن کی تردید ہے کہ وہ بچوں کو سلام کہنے سے منع کرتے ہیں وَیَمْسَحُ صِبْیَانَھُمْ (ان کے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے) انصار کے بچوں کا ذکر ان کی عظمت اور پیار کی وجہ

سے ہے ورنہ ہر کسی کے بچوں کو نہ صرف سلام کہتے بلکہ ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا بھی لیتے تھے۔
اسی طرح اپنے اصحاب سے وعدہ کرتے اور ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے تھے۔
علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ یہ کام آپ نے بار ہا کیا یعنی بچوں
کو سلام کہنے کی مشروعیت بہتر ہے اس سے کہ بچے کو سلام کہنا امر واقعہ ہے۔
ابن بطال نے کہا کہ بچوں کو سلام کہنے میں ان کی تدریب اور مشقی عمل ہے تاکہ وہ آداب
دینیہ سے متعارف ہو کر عمل پیرا ہو سکیں۔
نیز اس سے بڑوں سے کبر و نخوت نکلتا ہے نرم گفتگو اور تواضع کا درس ملتا ہے البتہ
بلوغ کے قریب عمر کے لحاظ سے بچہ کو پہلے سلام عموماً نہ کہا جائے خصوصاً مراہق بچہ کو تاکہ انہیں
سلام میں پہل کرنے کی عادت پڑے۔
امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالصِّبْيَانِ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ: "آپ بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کہتے"

حضور علیہ السلام عورتوں کو سلام کہتے

مسند امام احمد میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

وَكَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِنِسَاءٍ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ۔

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گذرتے تو انہیں سلام کہتے"

فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ۔ انہیں سلام کہتے تھے خواہ نوجوان اور حسینہ وجمیلہ عورتیں ہوں کیونکہ
محرم کی طرح ہیں (نبی امت کے لیے باپ کی مانند ہوتا ہے۔ نیز نبی معصوم ہوتا ہے)
لیکن غیر معصوم اجنبی کے لیے عورتوں کو ابتداءً سلام کہنا یا سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔
یہ امن و سلامتی کی صورت میں ہے بصورت دیگر حرام ہے۔

آپ بلی کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر لیتے تھے

اوسط میں طبرانی اور حلیہ میں ابونعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِي لِلْهِرَّةِ الْإِنَاءَ فَتَشْرَبُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا۔

ترجمہ: آپ صلے اللہ علیہ وسلم بلی کے لیے برتن جھکا دیتے کہ وہ اس سے پانی پی لے پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرما لیتے۔

بلی کو پانی پینے کی سہولت کے لیے برتن کو جھکا دیتے۔

مسئلہ نمبر ۱ اس سے بلی اور اس کے جوٹھ کا پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے یہ عام علماء کا قول ہے لیکن حضرت امام اعظم کے نزدیک بلی کے جوٹھے پانی سے وضو مکروہ ہے اور آپ کے اصحاب نے آپ سے اختلاف کیا ہے اسی طرح بلی کا فروخت کرنا بھی جائز ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ عالم دین کے لیے مناسب ہے امر مباح کا تعرض کرے جب کہ بعض کے نزدیک مکروہ ہو تاکہ اس کا جواز ظاہر ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۲ حیوانات پر احسان اور رحم کرتے ہوئے ان کو پانی پلانا مستحسن ہے۔

حسنین کریمین حالت نماز میں آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے تھے

حلیہ میں ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ وَيَقْعُدَانِ عَلَى ظَهْرِهٖ۔

ترجمہ: رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو امام حسن اور امام حسین کھیلتے کھیلتے آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے۔

آپ کا ذریت سے کمال درجہ کی شفقت و رافت ہے۔

سوال بعض نے کہا کہ نماز محل اخلاص اور خشوع ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تمام مخلوق سے زیادہ نماز کی محافظت فرمانے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مَاجَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ[1] ترجمہ: اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

اور حسنین کا پشت پر سوار ہونا شغل ہے۔

جواب آپ نے یہ صرف تشریح اور بیان جواز کے لیے کیا۔

آپ جس راستہ سے گذرتے اس سے خوشبو آتی

ابن سعد ابراہیم نے مرسلاً روایت کیا ہے۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جدھر سے گذر ہوتا اس راہ سے خوشبو آتی اور معلوم ہو جاتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں۔

آپ کی خصوصیات سے ہے کہ ہمیشہ آپ سے خوشبو آتی رہتی اگرچہ خوشبو نہ لگائی ہو اور جس راہ سے گزر ہوتا وہ معطر ہو جاتا۔

آپ قوم کے شریر کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرتے

طبرانی نے عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قوم کے بدبخت شرارتی سے نرمی سے گفتگو کرتے اور اس کی طرف متوجہ بھی ہوتے۔ یہ فعل اس کی تالیف کے لیے تھا۔

یُوَانِسُہٗ بعض نسخوں میں یُوَانِسُھُمْ جمع کا صیغہ ہے ان کو اپنی طرف مانوس کرنے کے لیے تھا تاکہ اسلام کی طرف ان کی رغبت پیدا ہو۔

بعض احادیث میں ہے جو ان کے پاس بیٹھے وہ بھی انہیں کی طرح ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی ضرورت نہ ہو اور مذکورہ بالا میں اقبال بوجہ ضرورت ہے۔

آپ راتوں کو اتنا طویل قیام کرتے کہ پاؤں مبارک پھٹ جاتے

بخاری و مسلم ترمذی

---

[1] پارہ ۲۱، سورۂ الاحزاب۔ آیت ۴

نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ۔

كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَنْفَطِرَ قَدَمَاهُ۔ ترجمہ: رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام کرتے کہ پاؤں مبارک پھٹ جاتے۔

ایک روایت

حَتّٰى تَتَوَرَّمَ قَدَمَاهُ کہ آپ کے پاؤں مبارک پر سوزش آجاتی۔

ترمذی نے مزید لکھا ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اتنا طویل قیام کیوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے مغفرت کا وعدہ نہیں کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کا عبدِ شاکر (شکر کرنے والا بندہ) نہ بنوں یعنی میں کیوں نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کروں۔ کہ اس نے مجھے دارین کی نعمتوں سے نوازا ہے۔

نسائی اور حاکم نے ابن ابی اوفی سے اور حاکم نے ابو سعید سے رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ ذکرِ الٰہی بکثرت کرتے اور دل لگی کی مزاحیہ باتیں بہت کم، نماز طویل کرتے اور خطبہ مختصر دیتے صرف انگلیوں پر بوجھ ڈال کر نہ چلتے اور مسکین اور غلاموں کے ساتھ جا کر ان کی حاجات پوری کرتے۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ اگر کوئی کنیز آپ کا بازو پکڑ کر کہتی کہ میرے ساتھ چلئے کہ آپ اس کے ساتھ چلتے جہاں تک کہ وہ چاہتی اور اس کی ضروریات پوری کر دیتے۔

ترمذی و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس آکر کہنے لگی کہ مجھے آپ کے ساتھ ایک کام ہے تو آپ نے فرمایا کہ تنور کی جس گلی میں تو چاہے میں تیری بات سننے اور تیری حاجت پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔

نکتہ آپ کی ذاتِ اقدس ایسی تھی ہر شخص بلاجھجک بات کر سکتا اور اپنی حاجت پوری کروا لیتا تھا اور آپ اپنے اقوال و افعال اور سخت تکالیف پر صبر سے لوگوں کی راہنمائی فرماتے۔

بچیوں سے کھیل کی باتیں کرتے

الضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا کہ آپ اُمّ المومنین اُمّ سلمہ کی بیٹی زینب سے لعب فرماتے ہُوئے کہتے یا زینب یا زوینب"

یقیناً اللہ تعالیٰ نے شقِ صدر کے ذریعے آپ کے قلبِ اطہر کو ہر قسم کی ناپسندیدہ خصلت مثلاً تکبّر، فحش وغیرہا اور ہر اس جبلت سے پاک کر دیا جس پر عام انسان کی خلقت ہوئی ہے۔ اور انوار وحکمت اور علوم کثیرہ سے پُر کر دیا۔

آپ کا آخری کلام

ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کیا کہ آپ کا آخری کلام تھا نماز نماز اور اپنے مملوکوں کے بارے اللہ سے ڈرتے رہنا۔

الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ نماز نماز کا مطلب ہے کہ اس کی محافظت کرو۔ اس کے ضائع کرنے سے بچو اور ضائع کرنے پر جو عذاب مرتب ہو گا اس سے ڈرتے رہو اور مملوکوں کے بارے وصیت کو نماز کے ساتھ متصل لانے میں اشارہ ہے کہ آقا پر غلام کے حقوق کی رعایت بھی واجب ہے جس طرح نماز واجب ہے۔ علما کہتے ہیں کہ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے کہ اس میں نماز کی وصیت کا ذکر ہے جو کہ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے کہ انسان کو بُرائی اور بے حیائی سے محفوظ رکھتی ہے اور مملوک کے حقوق کا ذکر ہے۔

بیہقی نے حضرت عبیدہ بن جراح سے روایت کیا آپ کا آخری کلام تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو اس لیے برباد کیا کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنا لیا عرب کی سرزمین پر دو دین باقی نہیں رہیں گے۔

یہ کلام اپنے اہل اصحاب اور والیانِ امور کے حق میں آخری تھا ورنہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ کا آخری کلام یہ تھا۔

جَلَالُ رَبِّیَ الرَّفِیْعُ۔ میرے بلند رب کی جلالتِ شان۔

اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد علامہ بیضاوی کہتے ہیں اس لیے کہ انبیاء کی قبور کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اسی لیے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو اس سے منع کر دیا۔

ولی کے قرب میں مسجد بنانا جائز ہے

اگر کوئی شخص کسی مرد صالح کی قبر کے نزدیک مسجد بناتا ہے۔ یا اس کے مقبرہ میں اس کی روح سے استفادہ اور وصول فیض کے لیے نماز پڑھتا ہے نہ کہ تعظیم کے لیے تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر انور میں حلیم کعبہ میں ہے اور اس جگہ نماز پڑھنا افضل ہے اور مقبرہ میں نماز کی ممانعت، وہ ایسے کہ مقبرہ کے ساتھ مخصوص جو کہ قبریں گرا کر بنایا گیا ہو۔ آپ کا قول بارض الحدیبا اور ایک روایت میں ہے بجویرۃ العرب۔ تو اس روایت سے واضح ہو گیا کہ زمین سے مُراد پورا عرب کا علاقہ ہے کہ اس علاقہ میں دو مذہب قائم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں تخالف اور تضاد ہونے کی وجہ سے۔

آئمہ کرام نے اس حدیث سے اخذ کیا اور کہا کہ جزیرۃ العرب سے ہمارے دین اسلام کے سوا تمام دین ختم ہو جائیں گے۔ البتہ غیر مسلم بطور مسافر آسکتا ہے۔ یہ قول امام شافعی اور امام مالک کا ہے لیکن امام شافعی حجاز کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں وہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور یمامتہ سوائے یمن کے۔

حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا کہ جب آپ کا وصال شریف ہوا تو اس وقت آپ کی زبان اقدس پر۔

جلال ربی الرفیع - میرے رب بلند و بالا جلال۔

یہ سابق حدیث کے منافی نہیں کہ وہ آخری قضایا اور احکامات بیان کرنے کے لحاظ سے ہے اور یہ آخری نطق ہے جس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

سہیلی نے کہا کہ اس کلمہ کے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ توحید اور ذکر قلبی کو متضمن ہے۔ اور ذکر لسانی شرط نہیں۔ بالفرض اگر زبان سے کوئی اور کلمہ بھی جاری ہو تو وہ ذکر قلبی کے منافی نہیں۔

اس حدیث کا اصل صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت صحت میں فرمایا تھا کہ کسی نبی کا وصال نہیں ہوتا مگر وہ اس

سے قبل جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے پھر جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو اس وقت آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا آپ پر غشی ہوئی پھر افاقہ ہوا تو نگاہ کو مکان کی چھت کی طرف پھیرا اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ ترجمہ: اے اللہ میں نے افضل دوست کو پسند کیا۔

تو مجھے یقین ہو گیا اب آپ ہمیں کبھی پسند نہیں کریں گے اور مجھے وہ حدیث یاد آئی جو آپ نے پہلے بیان فرمائی تھی اور اس حدیث محبوب کی طرف رغبت و میلان کا اشارہ ہے وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ رفیق اعلیٰ کو پسند کرتے ہوئے اس دنیا فانی سے رحلت فرمائیں جو کہ محبوب کی ملاقات کے منافی ہے۔

سہیل نے واقدی سے ذکر کیا کہ آپ نے دنیا میں جلوہ افروز ہوتے وقت سب سے پہلا کلمہ یہ پڑھا تھا۔

جَلَالُ رَبِّیَ الرَّفِیْعُ۔ ترجمہ: میرے پروردگار کا بلند و بالا جلال۔

لیکن عائشہ نے روایت کیا کہ جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے شکم اطہر سے اس دنیا میں ظہور پذیر ہوئے تو آپ کی زبان اقدس پر یہ کلمات جاری تھے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ ترجمہ: اللہ سب سے بہت بڑا ہے اور تمام تعریفیں کثرت سے اور اللہ کی پاکیزگی صبح و شام۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی شرح جو امام بخاری نے ادب میں اور بیہقی نے حضرت انس سے، اور طبرانی نے معاویہ سے اور حاکم نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

لَسْتُ مِنْ دَدٍ وَلَا الدَّدُ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا الْبَاطِلُ مِنِّیْ۔ ترجمہ: کھیل اور کود سے میرا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی کھیل کود میرے شایان شان ہے۔

دد کا لھو کھیل اور باطل سے مُراد لعب ہے اور یہ دوسری حدیث کہ آپ مزاح بھی فرماتے تھے۔
کے منافی نہیں کیونکہ آپ کا مزاح بھی حق اور سچ تھا۔

قرطبی وغیرہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ غنا حرام ہے کہ آپ نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور جس سے برأت کا اظہار فرمائیں وہ حرام ہوتی ہے۔ یہ استدلال درست نہیں۔
اس لیے کہ ہر لہو و لعب حرام نہیں ہوتا، جس کی دلیل اہل حبشہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مسجد نبوی میں کھیل وکود (لہو ولعب) ہے (جس سے انہوں نے اپنی فن کاری اور سپہ گری کا اظہار کیا تھا۔)

امام مناوی کے جواہرات میں سے حدیث جسے امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے اتنی تکالیف دی گئیں۔ جتنی کسی کو بھی نہیں ملی تیس دن اور رات میرے پاس آتی ہیں مگر میرے اور بلال کے لیے صرف اتنا ہی ہے۔ جو بلال کی بغل چھُپ جائے۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے ان الفاظ میں ذکر کیا۔

مَا اُوْذِیَ اَحَدٌ مَا اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ۔ ترجمہ: اللہ کی راہ میں جتنی مجھے تکالیف دی گئیں اتنی کسی کو نہیں ملیں۔

ابن قیم نے کہا کہ فِی اللّٰہِ کے الفاظ کثیر احادیث میں موجود ہیں جس کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔
نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضا خوشنودی اور طاعت کے تو یہ اختیاری اعمال میں ہوگا (اللہ کی رضا اور اس کی اطاعت کے لیے میں نے بہت زیادہ تکالیف شاقہ برداشت کیں اور ارادہ و اختیار سے تھیں۔

نمبر ۲۔ دوسرا معنے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے مجھے تکالیف پہنچیں تو یہ غیر اختیاری میں ہوگا۔

آپ نے بہت زیادہ مصائب برداشت کیے

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مصائب و آلام برداشت کرنے پڑے ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے

تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچا اور سخت گلا دبا دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دوڑے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ[1] ترجمہ: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

اسی طرح ایک اور مرتبہ عقبہ نے نماز پڑھتے ہوئے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اتنے زور سے کھینچا کہ آپ گھٹنوں کے بل گر گئے تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عقبہ کو پیچھے دھکا دے کر آپ کو بازوؤں سے پکڑا۔

مسند ابویعلیٰ اور بزاز میں صحیح سند کے ساتھ حدیث ہے کہ کفار مکہ نے آپ کو اتنا سخت پیٹا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی تو ابوبکر صدیق یہ پکارتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ[2] ترجمہ: میرا رب اللہ ہے، کہنے والے شخص کو تم قتل کرنا چاہتے ہو۔

بزاز میں ہے ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا، سب لوگوں سے زیادہ بہادر کون ہے؟ تو لوگوں نے عرض کیا، اے امیر المومنین آپ ہیں۔ تو فرمایا، میں نے جس کافر سے مقابلہ کیا اس کے دو ٹکڑے کئے لیکن ابوبکر مجھ سے بھی بہادر ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کفار قریش آپ کو پکڑ کر کھینچ رہے اور کہتے تھے تُو نے تمام خداؤں کو ایک بنا دیا بخدا مسلمانوں میں سے ابوبکر کے سوا آگے ہونے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

اسی طرح ایک بار انھوں نے نماز کے دوران آپ پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی۔ آپ کے مصائب و آلام کا ذکر بہت طویل ہے جو مزید دیکھنا چاہے وہ سیرت کی کتب کا مطالعہ کرے۔

لَقَدْ اُخِفْتُ عَلَىٰ ثَلَاثُوْنَ کی تشریح میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مال و متاع دنیا کی وسعت و کشادگی کا اختیار دیا گیا۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے آپ نے فرمایا مجھ پر بطحاء مکہ کو سونا بنا کر پیش کیا گیا تو میں نے انکار کر دیا۔

---

[1] پارہ ۲۴ ع ۷، سورہ مومن، آیت ۲۸۔ [2] ایضاً۔

امام مناوی فرماتے ہیں "جتنی مجھے اللہ کی راہ میں تکالیف پہنچیں کسی کو نہ پہنچیں" میں
فی اللہ یعنی اللہ کی رضا یا اللہ کی وجہ سے کہ میں نے لوگوں کو اس کی عبادت کے اقرار کی
دعوت دی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے منع کیا۔ یہ کمال درجہ کا لطف ہے جس
سے آپ کے مقامات میں روز افزوں ترقی ہوتی جائے گی۔

ابن عطاؒ کہتے ہیں کہ اصفیا پر تکالیف و بلائیں اس لیے نازل ہوتی ہیں تاکہ کسی چیز
کی طرف ان کا قلبی میلان نہ ہو اور کوئی شے اللہ سے انہیں مشغول نہ رکھے۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر دوسری روایت سے اشکال ہوتا ہے۔ جس میں آتا
ہے صحابہ کرام کو بہت زیادہ مصائب اور تکالیف پہنچیں۔ اگر ثابت ہے تو وہ محمول ہے حدیث
انس کے معنی پر۔

لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَا یُؤْذٰی اَحَدٌ۔ ترجمہ: مجھے اللہ کی راہ میں ضرر و تکالیف پہنچیں جو کسی کو دی جاسکتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابن اسحاق نے روایت کیا بحداان سے اگر کسی کو پیٹتے
اور پیاسا رکھتے یہاں تک کہ شدت تکلیف سے کھڑا نہ ہوسکتا تو اسے کہتے کہ کہہ لات
عزیٰ تیرے سچے معبود ہیں تو وہ جواب دیتا کہ احد احد (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے)

ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا سب سے قبل
سات اشخاص نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر صدیق، عمار
عمار ان کی ماں سمیہ، صہیب رومی، بلال حبشی اور مقداد، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابوطالب کے ذریعہ محفوظ رکھا ابوبکر صدیق اپنی قوم کی وجہ سے
محفوظ رہے باقی حضرات کو مشرکین نے بہت ستایا ان کو لوہے کی وزنی وزنی زرعیں پہناتے
گرم دھوپ میں اور تپتی ریت پر لٹاتے۔ الخ۔

اس کا جواب یہ ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے تکلیف ہوئی تھی۔
کہ ان کو آپ کی وجہ سے مبتلائے عذاب کیا جاتا تھا۔

اشکال ایک اور اشکال ہے کہ انبیاؑ علیہم السلام کی تکالیف میں سے قتل ہے جیسا

کہ حضرت ذکریا اور ان کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہما السلام کو شہید کیا گیا۔

جواب: اس سے مُراد جسم سے رُوح جُدا کرنے کے علاوہ دیگر تکالیف ہیں۔

بعض نے جواب دیا کہ بلا کثرتِ اتباع کے تابع ہے کیونکہ آپ انبیاءؑ سے کہیں زیادہ کثیر الاتباع ہیں جن کو مبتلائے عذاب رکھا گیا آپ انبیا علیہم السلام سے زیادہ مبتلائے عذاب ہوئے۔ جب آپ کا دین مکمل ہُوا تو عذاب اور مصائب و تکالیف کی بھی تکمیل ہو گئی۔ تو ما اوذی الخ کا معنی ہوگا کہ آپ کی دعوت عامہ ہے تو جمیع اُمت کی ابتلاء اور آزمائش کو محیط اور مشتمل ہے۔ تو جس طرح آپکا دین مکمل ہے تو ہر وہ بلاؑ و مُصیبت جو مختلف اُمتوں میں متفرق تھی وہ آپ میں جمع ہو گئی اور آپ کے ساتھ مبتلا ہُوئے۔

حضرت علی الخواص فرماتے ہیں کہ رسُول خُدا مُصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی نبی علیہ السلام کے بارے میں کوئی تکلیف سُنتے تو وہ خود میں موجود پاتے تھے۔

مَا اُوْذِیَ اَحَدٌ مَّا اُوْذِیْتُ فَقَدْ	ترجمہ: کسی کو تکلیف نہیں پہنچی جتنی مجھے
آذَا قَوْمُہٗ اَذًی لَا یَحْتَمِلُ	پہنچی اس کی قوم نے وہ تکلیف دی جو وہ
وَلَا یُطَاقُ حَتّٰی رَمَوْہُ بِالْحِجَارَۃِ	برداشت نہیں کر سکتے تھے یہاں تک
اِلٰی اَنْ اَدْمَوْا رِجْلَیْہِ فَسَالَ مِنْھُمَا	کہ انہیں پتھر مارے گئے کہ ان کے پاؤں
الدَّمُ حَتّٰی بَلَّ نَعْلَیْہِ وَنَسَبُوْہُ	رنگین ہو گئے اور خون سے ان کے جُوتے
اِلَی السِّحْرِ وَالْکَھَانَۃِ۔	پُر ہو گئے انہیں سحر کہانت اور جنوں سے منسوب کیا گیا۔

ان سے بہت مشہور ہیں اور آپ کے لیے مُصائب سے اتنا کافی ہے جو طائف میں آپ کو مصائب تکالیف پہنچیں وہی کافی ہے۔

اس سے صوفیا کرام نے استنباط کیا کہ تکالیف انسانوں اور جنات وغیرہ سے ضروری ہے وہ کہتے ہیں صاحبِ حال میں سے جو کمزور ہیں جب انہیں کسی سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خود پر ملامت کرتے ہیں لیکن کامل اور قوی حضرات برداشت کر لیتے ہیں اور لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں کیونکہ لوگوں میں یہی مشہور ہے کہ کامل امر

ولی درویش وہ ہوتا ہے جو صاحب کرامت ہو مثلاً جو اس کے مال کی چوری کرے وہ جل جائے وغیرہ لیکن قوی شارع علیہ السلام کے حال سے استدلال کرتے ہوئے خود پر ملامت نہیں کرتا۔

قولہ جو تکلیف برداشت کرتا ہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اور تکلیف دینے والے سے مقابلہ نہیں کرتا۔ پس صوفیا کے نزدیک کامل وہ شخص ہے جو تکلیف برداشت کرے اسے مار پیٹا جائے اس کی خوب تذلیل کی جائے۔ تو وہ اس سے متاثر نہ ہو۔

ہمارے شیخ شعراوی نے کہا کہ ہمارے ایک دوست شیخ احمد کعکی کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ ان کے پڑوسیوں نے اسے بہت زیادہ ستایا تو ان کے گھر کیڑوں سے بھر گئے روٹی اور پانی میں بھی کیڑے ہی نظر آتے تو وہ مجبور ہو کر مکان چھوڑ گئے میں نے ان سے کہا فقیر لوگ تو مصائب اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو نہیں تو انہوں نے جواب دیا یہ تمہارے ابدالوں کا خاصہ ہے اور ہماری قوت اس کی متحمل نہیں، تاکہ لوگ ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی تشریح :۔

لَوْ نَزَلَ مُوسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ اَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَاَنْتُمْ حَظِّیْ مِنَ الْاُمَمِ۔	ترجمہ: اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس تشریف لائیں تو مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرو گے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے انبیاء سے میں تمہارا حصہ اور امتوں سے تم میرا حصہ ہو"

اسے بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن حارث سے اسے روایت کیا۔ تَضَلَلْتُمْ کا معنے ہے۔ تم راہِ حق سے پھر جاؤ گے کہ میرا شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی ناسخ ہے۔

اس حدیث کا سبب یہ ہے جس طرح اس کے راوی حضرت عبد اللہ بن حارث نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا کچھ حصہ لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ کہ اسے میں اہل کتاب کے ایک شخص سے لایا ہوں تو آپ نے فرمایا مجھ پر پیش کر حضرت عمر پڑھنے لگے تو آپ کا رخ انور متغیر ہو گیا۔ اور یہ حدیث بیان کی۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے وہ حدیث جسے بخاری و مسلم، امام احمد اور نسائی نے
عبداللہ بن زید مازنی سے اور ترمذی نے حضرت علی اور ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔
ترجمہ: میرے گھر اور منبر کے درمیانی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

بَیْتِیْ سے مُراد قبر انور ہے کیونکہ روضہ انور آپ کے گھر میں ہے۔ روضہ جنت کے باغات کی طرح ہے نزولِ رحمت اور اس جگہ عبادت کرنے سے جنت میں پہنچنے کی وجہ سے یا حقیقت میں یہ حصہ جنت سے لایا گیا ہے۔ جیسے حجرِ اسود جنت سے لایا گیا یا یہ کہ جنت سے لایا جائے گا۔ جیسے استن حنانہ اس میں بلیغ تشبیہ مجاز پر محمول کیا جائے خواہ حقیقت پر۔ روضہ کہتے ہیں ایسی جگہ کو جہاں پر پانی درخت اور پھول بکثرت ہوں بعض نے کہا اعلیٰ ترین اور نفیس ترین باغ کو کہتے ہیں اس وقت روضہ انور اور منبر کی درمیانی جگہ تقریباً ترپین گز ہے۔

نکتہ فضیلت مدینہ اس سے مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ سے فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس کا ایک حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنت تمہاری کمان کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہے یقیناً دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

جواب صرف اس جگہ کا شرف ثابت ہے جب کہ دعویٰ پورے مدینہ کی برتری کا ہے۔ اس طرح تو جحفہ بھی مدینہ سے افضل ہو جائے جب کہ وہ مکہ سے افضل نہیں تو پھر مدینہ منورہ بھی مکہ سے افضل نہیں۔

حدیث کا تتمہ مصنف نے ذکر نہیں کیا۔ آپ کا فرمان ہے۔

وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ۔
ترجمہ: میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہوگا۔

جس طرح کہ مسلم وغیرہ کی روایت سے یہ الفاظ ثابت ہیں۔

امام سیوطی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ اس سے مُراد بعینہٖ دنیا والا منبر حوض پر ہوگا بعض نے کہا وہاں کا منبر ہوگا بعض نے بیان کیا کہ اس کا معنٰے ہے کہ اگر وہاں پہنچنا چاہے اور وہاں سے شراب پینا چاہے تو اسے نیک عمل کرنا چاہیئے۔

امام مناوی کے جواہرات میں سے وہ حدیث جسے امام بخاری اور امام احمد نے حضرت

ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهُ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: ہر نبی کو معجزات عطا ہوئے ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور میری طرف خصوصیت سے وحی ہوئی (جو سب کو جامع ہے) مجھے اُمید ہے کہ روزِ قیامت سب سے زیادہ صاحبِ اتباع ہوں گا۔

یعنی ہر نبی کو کچھ نہ کچھ معجزات عطا ہوئے جن کے مشاہدہ سے مشاہدہ کرنے والا ایمان لانے پر مجبور ہو گیا۔ جو زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ معجزات ختم ہو گئے اور آپ کے اعظم معجزات سے وحی الٰہی یعنی قرآن کریم ہے ورنہ آپ کے معجزات غیر متناہی ہیں۔ لیکن قرآن کریم ایسا مہتم بالشان معجزہ ہے جو بکثرت مرورِ زمانہ سے ختم ہونے والا نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے جو ہمیشہ کے لیے نفع بخش ہے۔ دوسری کتب سے اس طرح بھی ممتاز ہے۔ کہ اس کا اعجاز صرف نظم اور بلاغت پر ہی مشتمل نہیں جو زمانہ کے گذرنے سے ختم ہو جائے بلکہ یہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہے معاندین کو مقابلہ کا چیلنج ہو۔ جس کا جواب آج تک کوئی نہیں دے سکا۔ مزید براں یہ ایسا معجزہ ہے جو بذاتِ خود بے شمار معجزات پر مشتمل ہے اس کی ایک مثال یہ آیت ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ [1]

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔

المؤمنون سے کامل ایمان والے مراد ہیں اس طرح بہت مثالیں ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر سلام بھیجنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں

امام مناوی کے جواہرات میں سے اس حدیث کی شرح جسے ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

[1] پارہ ۹، سورۂ انفال، آیت ۲۔

مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔ ترجمہ: جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو واپس بھیج دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ مجھے بولنے کی اجازت مرحمت فرماتا ہے کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں اور آپ کی روح اقدس جسدِ اطہر سے کبھی جُدا نہ ہوتی۔ اس لیے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ یہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر واضح ہے۔ بریں بنا کوئی لمحہ اور گھڑی ایسی نہیں جب کوئی سلام نہ بھیجتا ہو۔ جو شخص رَدّ کو زیارت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے (آپ اس شخص کا جواب دیتے ہیں جو روضۂ انور پر حاضری دیتے ہوئے سلام عرض کرتا ہے) تو اس کے لیے بیان یعنی تخصیص لازم ہے۔

ابن ملقن وغیرہ نے کہا کہ روح سے مراد مجازاً نطق ہے اور علاقہ مجازیہ ہے کہ روح کے لوازمات سے نطق کا بالفعل یا بالقوۃ پایا جاتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ برزخ میں احوال ملکوت میں مشغول اور اس کے مشاہدات میں مستغرق ہیں جس وجہ سے نطق کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔

اس لیے ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضورِ فکر کے ساتھ روح کی تاویل کرنا احسن ہے جس طرح لیغان علی قلبی۔ کی تاویل کی گئی۔

گنبد خضریٰ کی زیارت سے آپ کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے

امام سخاوی کے جواہرات میں سے یہ حدیث جو ابن عدی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ۔

مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ ترجمہ: جس نے میرے روضہ کی زیارت کی

شَفَاعَتِيْ - اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو گئی۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے ان الفاظ سے روایت کیا۔

مَنْ زَارَنِيْ بِالْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا ترجمہ: جس نے مدینہ میں میری زیارت
كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَشَفِيْعًا حصولِ ثواب کے لیے کی تو میں اس کے
يَوْمَ الْقِيَامَةِ - لیے روزِ محشر گواہ اور شفیع ہوں گا۔

وَجَبَتْ لَهٗ یعنی ثابت اور لازم ہو گئی اور میرا اللہ تعالیٰ سے سوال ہو گا اس کی خطائیں معاف فرما دے۔ سُبکی نے کہا احتمال ہے کہ اس سے مُراد زائرین کے ساتھ خصوصیت ہو جو دوسروں عموماً یا خصوصاً حاصل نہ ہو یا اس سے مُراد جو دوسروں کے لیے حاصل ہے اس سے جُدا ہوں گے ان کا یہ افراد وتنہا ہونا تشریف وبزرگی کے لیے ہو گا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو دوسروں کے لیے شفاعت ہو سکتی ہے وہ ان کے لیے واجب ہو۔ زیارت کی برکت کی وجہ سے اور اس میں ان کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ وہ دُنیا سے باایمان جائیں گے۔

حاصل مرام زیارت کا فائدہ کہ ان کی موت مطلقاً ایمان پر ہو گی یا ان کے لیے شفاعت مخصوص ہو گی جیسا کہ شفاعتی میں آپ نے اپنی طرف سے اضافت کی ہے اس لیے ملائکہ اور خواص انسان بھی شفاعت کریں گے۔ لیکن زائرین کے لیے حضور علیہ السلام کی بھی سفارش ہو گی۔

لفظ زیارت سے امام مالک علیہ الرحمہ کے قول کی بھی تردید ہوتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ زُرْنَا قَبْرَ النَّبِيِّ کہنا مکروہ ہے دوسری حدیث مَنْ زَارَنِيْ بِالْمَدِيْنَةِ جس نے مدینہ میں میری زیارت کی میری زندگی یا وصال کے بعد محتسبا زیارت سے اللہ کی رضا اور ثواب مقصود ہو کُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا میں اس مطیع کے لیے گواہ اور گنہگار کے لیے سفارشی ہوں گا۔ یہ شہادت عام اُمت پر گواہی سے علیحدہ اور مخصوص ہو گی۔

صوفیا کے نزدیک زیارت روضۃ النبی فرض ہے

علمائ فرماتے ہیں کہ گنبد خضریٰ کی زیارت سے حج کامل ہوتا ہے بلکہ صوفیا کے نزدیک تو فرض ہے آپ کے لیے آپ کے روضہ کی طرف میت کی مانند ہے اور روضہ کی حیات حیات ہے جس سے زائر کو زندگی میسر ہوتی ہے۔

علامہ حکیم ترمذی لکھتے ہیں کہ آپ کے روضہ کی زیارت کے لیے جانا ہجرت ہے جس سے زائرین خائب و خاسر نہیں رہتے بلکہ آقا علیہ السلام کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے۔

علامہ نبہانی کہتے ہیں میں نے یہ تمام احادیث الجامع الصغیر اور امام مناوی کی اس پر شرح سے یہ کلام منتخب کیا ہے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ثواب مزید تفصیل دیکھنا چاہے وہ میری کتاب "شواہد الحق فی الاستغاثہ بسیّد الحق" کا مطالعہ کرے۔ اس میں فضائل آپ سے استغاثہ پر دلائل اور متبدعین کے سوالات کے جوابات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

جواہرات

الامام الربانی مجدد الف ثانیؒ الشیخ احمد الفاروقی السرھندیؒ النقشبندی المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں سے مکتوبات میں سے چوالیسواں مکتوب ہے جو سرورِ کائنات خیرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہے جسے آپ نے السید النقیب شیخ فرید بخاری کی طرف ارسال کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ آپ کی تصدیق کرنے والے خیرِ امم سے ہیں اور تکذیب کرنے والے اولادِ آدم سے بدترین ہیں اور آپ سنّت سنیہ کی اتباع کی ترغیب میں آپ کا مکتوب شریف بہت اچھے وقت ملا اور اس کو پڑھ کر مسرت ہوئی۔ میراثِ فقیرِ محمدی علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات سے جو آپ کو حصّہ ملا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور فقراء کی محبت اور ان کی صحبت اسی فقر کا ثمرہ ہے اس کے جواب میں کیا لکھوں سوائے اس کے کہ ایک عربی عبارت نقل کر دوں جو کہ آپ کے جدِّ امجد سیّد الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں ہے اور اس مکتوب کو نجاتِ اُخروی کا وسیلہ بنا لے۔ اس سے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ اس سے تو میرے کلام کی تعریف ہوگی۔ یہ آقا علیہ السلام کی ثنا میں لکھا گیا ہے۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ — میں نے اپنے کلام سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کی۔

وَلٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ — لیکن میں نے تو آپ کے ذریعہ اپنے کلام کی مدح کی ہے۔

فضیلتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کی عصمت و توفیق کے ساتھ کہتا ہوں یقیناً محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم کے سردار اور بروزِ حشر تمام اوّلین وآخرین سے زیادہ مکرّم ہیں سب سے قبل آپ کی قبرِ انور شق ہوگی۔ آپ ہی پہلے سفارش کرنے والے ہیں جن کی سفارش قبول ہوگی آپ ہی سب سے قبل جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو آپ کے لیے بابِ جنت کھلے گا۔ آپ کے دستِ اقدس میں حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر تمام نوعِ انسان ہوں گے آپ نے ہی فرمایا ہے کہ ہم بروزِ حشر آخر اور سابقین ہوں گے اور میں ایسی بات کہہ رہا ہوں جو فخریہ طور پر نہیں۔

اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ — ترجمہ: میں اللہ کا حبیب مرسلین کا قائد اور انبیاء کا خاتم ہوں اور اس پر فخر نہیں۔

میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم، ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں تحقیق اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ تو مجھے بہتر خلق میں بنایا پھر ان کے گروہ بنائے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے افضل قبیلہ میں رکھا۔ تمہارے خاندان بنائے تو مجھے بہترین خاندان میں پیدا کیا تو میں ان سے خاندان اور ذات کے اعتبار سے افضل ہوں۔ جب مخلوق دوبارہ اٹھائی جائے گی تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا۔ جب چلیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ جب خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب جب محبوس ہوں گے تو ان کا سفارشی اور جب مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو نوید سنانے والا ہوں گا۔ کرم کا علم اور خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور لواء الحمد بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔

میں اپنے رب کے پاس تمام اولادِ آدم سے زیادہ محترم ہوں۔ میرے ارد گرد ایک ہزار خادم ہوں گے۔ گویا کہ وہ مخفی انڈے ہیں۔ اور قیامت کے روز میں نبیوں کا امام اور خطیب اور صاحب شفاعت ہوں گا۔ اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

حضور علیہ السلام باعث ایجاد کون و مکان ہیں

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔

آپ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبی تھے۔

حضور علیہ السلام اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی آب و گل میں تھے۔

فضیلت اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیم۔

جن کا امام مقتدی ایسا معصوم اور بے مثل اور تمام نبیوں کا پیشوا ہو یقیناً اس کی اُمت تمام اُمتوں سے بہتر و برتر ہوگی۔ اللہ کا فرمان:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ ترجمہ:۔ "تم بہتر ہو ان تمام اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔"

لِلنَّاسِ [1]

---

[1] پارہ ۴، سورت آلِ عمران، آیت ۱۱۰۔

اس کی تائید اور وصف بیان کر رہا ہے اور آپ کی نبوت و رسالت اور آپ کے پیغامات کا برملا انکار اور تردید کرنے والا بدترین انسان ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا [1] ترجمہ: گنوار کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں۔

ان کی حالت بیان کر رہا ہے۔

وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جسے آپ کی سنتِ سنیہ کی اتباع میسر ہوگئی اس دورِ حاضر میں دینِ اسلام پر ایمان و یقین رکھتے ہوئے اگر تھوڑا عمل بھی کیا جائے تو وہ عملِ کثیر کی جگہ مقبول ہوگا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اصحاب کہف کی ایک نیکی یعنی معاندینِ دین کی استیلاء کے وقت یقین کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے ہجرت کرنا تمام نیکیوں پر حاوی ہوگئی اس کی مثال یوں سمجھیے کہ اعداءِ دین کے غلبہ کے وقت لشکرِ اسلام کی نقل و حرکت اور مقابلہ کرنا دیگر تمام حسنات پر غالب ہو جاتا ہے۔ جو کہ حالتِ امن و اطمینان میں کی گئی ہوں۔

جب آپ محبوبِ رب العالمین ہیں تو آپ کی متابعت کی بنا پر آپ کے تابعین بھی مقامِ محبوبیت پر فائز ہوں گے کیونکہ محبّ جب اپنے محبوب کی ادا و خصلت کسی شخص میں دیکھتا ہے۔ تو ان خصائل و عادات کی وجہ سے اس شخص سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ اسی پر مخالفین کا قیاس کر لے۔

سَیِّدُ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٌ تمام جہانوں کے سردار محمد کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عَلٰی رَأْسِ اَعْدَاءِ حَصًا وَّ تُرَابٌ (آپ کے) دشمنوں کے سروں پر گرد و غبار ہو۔

شیخ مجدد علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں جو احادیث بیان کی ہیں۔ شیخ محمد مراد منزلادی نے اس کے حاشیے پر ان کی تخریج کی ہے جو دیکھنا چاہے اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔ یہ مکہ مکرمہ سے طبع ہوئی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک سو اکیسواں [۱۲۱] مکتوب جسے مولانا حسن دہلوی کی طرف ارسال کیا تھا۔

---

[1] پارہ ۱۱، سورہ توبہ، آیت ۹۷۔

حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سب تعریفیں اللہ کے لیئے اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔

یقین رکھ حقیقت محمدیہ پہلا ظہور اور تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے یعنی تمام حقائق خواہ وُہ انبیا کے حقائق ہوُں یا ملائکہ کے یہ سب سایہ کی مانند ہیں اور حقیقت محمدیہ ان سب کی اصل ہے۔ جیسا کہ آپ کی حدیث میں ہے کہ

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو تخلیق کیا۔

دوسری حدیث میں فرمایا :۔

خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ۔ "میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا اور مومنین میرے نور سے"

اس سے بدیہی طور پر واضح ہوگیا آپ کی حقیقت اللہ اور مخلوق کے حقائق کے مابین واسطہ ہیں تو ظاہر ہے واسطہ کے بغیر خالق کائنات تک پہنچنا محال ہے تو لامحالہ آپ نبی الانبیاء والمرسلین ہوُئے اور آپ کا مبعوث ہونا تمام کائنات کے لیے رحمت ہیں اسی وجہ سے اولوالعزم انبیا علیہم السلام حقیقتاً رسُول اور نبی ہونے کے باوجود آپ کے اُمتی ہونے کی تمنا کی جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔

سوال انبیا علیہم السلام کا دولتِ نبوت سے سرفراز ہونے کی وجہ آپ کے اُمتی ہونے میں کمال درجہ کا ربط نہیں ہوسکتا۔

جواب وہ کمال کیا ہے حقیقت الحقائق کے ساتھ وصول اور اس کے ساتھ متحد ہونا ہے۔ اور یہ دونوں ہی تبعیت اور وراثت پر موقوف ہیں بلکہ کمالِ نفس پر موقوف ہیں۔ کیونکہ یہ آپ کی اُمت میں سے اخص الخواص کا حصہ ہے اور جو آپ کی اُمت سے نہیں وہ اس دولتِ عظمیٰ کو حاصل نہیں کرسکتا اور اس کے حق میں حجاب اُٹھ سکتا ہے کیونکہ وہ اس اتحاد سے آسان ہوجاتا ہے۔ شائد اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ[1] ترجمہ: تم بہتر امت ہو۔

پس آقا علیہ السلام جس طرح انبیاء و ملائکہ کے ہر فرد سے افضل ہیں اسی طرح کل من حیث الکل سے بھی افضل ہیں کیونکہ اصل کو سایہ پر برتری حاصل ہوتی ہے خواہ وہ سایہ آگے ہزاروں سایوں پر مشتمل اور متضمن ہو لہذا امید فیاض یعنی اللہ تعالیٰ سے ظل کی طرف فیضان اصل کے توسط اور وسیلہ سے ہوتا ہے۔ اس فقیر (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی) نے اپنے رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے کہ نقطہ فوقانیہ کو نیچے والے تمام نقطوں پر فضیلت ہوتی ہے۔ اور وہ تمام نقطے نقطہ فوقانیہ کی نسبت ظل اور سایہ کی مانند ہیں۔ اور عارف (اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا ولی کامل جسے عارف باللہ کہا جاتا ہے) اس نقطہ فوقانیہ جو کہ اصل ہے اور تحتانی نقطوں جو کہ ظل و سایہ کی مانند ہیں سے زیادہ ہے۔

سوال اس بیان سے تو خواص امت محمدیہ کی انبیاء علیہم السلام پر برتری لازم آتی ہے۔

جواب برتری بالکل لازم نہیں آتی ہے بلکہ اس فضل و کمال میں انبیا کے مشارکت ہوتی ہے جب کہ انبیا علیہم السلام کو نبوت و رسالت کی وجہ سے اور بھی کثیر کمالات و درجات صرف حاصل ہیں جو کہ صرف اور صرف انبیا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس امت کے اخص الخواص انتہا درجہ کی ترقی بھی کر لیں تو پھر بھی انبیا کے ادنیٰ قدم کے سر تک نہیں پہنچ سکتے مساوات یا فوقیت کیسے ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد (مجدد نے فرمایا) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ[2] ترجمہ: بے شک ہمارا کلام گذر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے۔

سوال پھر فرمایا کہ یہاں ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا التسلیم جو حقیقت الحقائق ہے اور اس کے اوپر کوئی حقیقت نہیں تو اس حقیقت محمدیہ سے ترقی کرنا ممکن ہے یا نہیں۔

---

[1] پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰۔
[2] پارہ ۲۳، سورۃ الصافات، آیت ۱۷۱۔

جواب اس سے ترقی کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے کہ اس کے اُوپر مرتبہ لاتعین[1] ہے اور اتباع کرنے والوں کا وہاں تک وصول اور طروق ناممکن ہے جس سے معلوم ہُوا کہ حقیقتِ محمدیہ سے ترقی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ عقلاً اور شرعاً ناجائز ہے۔

سوال اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترقی کا تو حقیقتِ محمدیہ کے لیے بھی وقوع نہیں ہو سکتا۔

جواب ہاں رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم باوجود علوِشان اور رفعت وعظمتِ مدارج و مراتب کے حدِ امکان سے نہیں نکل سکتے اور حد وجوب میں داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وجوب صرف الوہیت کا خاصہ ہے کسی دوسرے کے لیے تحقیق اور جواز ماننے سے شرک لازم آتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے۔

اشعار (امام بوصیری کے)

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّھِمْ — وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا وَّاحْتَکِمْ

نصاریٰ اپنے نبی کی طرف نسبت اور دعویٰ کیا اسے چھوڑ دے — (اس کے سوا) جو چاہتا ہے تعریف کر اور حکم لگا۔

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ — حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی کوئی حد نہیں۔ — جس کو کوئی بولنے والا عبور کر سکے یا وہاں تک پہنچ سکے۔

---

[1] مرتبہ لاتعین صُوفیہ کی ایک اصطلاح ہے جس کا استعمال ذاتِ خداوندی پر کرتے ہیں کہ وہ حد تعین میں نہیں کیونکہ تعین کہتے ہیں جس پر جہات ستہ فوق تحت یمین یسار امام۔ خلف کا اطلاق ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں اس کا آگا پیچھا دایاں بایاں اُوپر نیچے کچھ نہیں۔ (مترجم)

جواہرات

الامام العلامۃ الشیخ محمد المہدی الفاسی

شارح دلائل الخیرات

حضرت علامہ شیخ محمد صادی کے جواہرات میں سے جو کہ شرح دلائل الخیرات سے ماخوذ ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی خاتم الانبیاء کی شرح ہے۔

خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء کا معنی جو انبیاء کو ختم کرے یعنی سب سے آخری پیغمبر یا جس سے انبیاء ختم ہوں۔ جیسے خاتم وطابع کی مانند ہیں۔ (خاتم ما یختم بہ یا الذی یختتم اور طابع بمعنی مطبوع کے ہیں) پس آپ کے بعد کوئی آسکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ [1] ترجمہ: اور سب نبیوں سے پچھے۔

اسی طرح حضور علیہ السلام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے فرمانا۔

اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ ترجمہ: تیری میرے سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسے شیخین (بخاری ومسلم) نے روایت کیا مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ مخلوق کی تعادیر کو زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل پیدا کیا۔ اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ ان تعادیر میں سے جنہیں کتاب میں ذکر کیا اور وہ اُمّ الکتاب یہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

آپ کا دین دائمی ہے آپ کی وجوہ مدح میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی شریعت مطہرہ دائمی ہے۔ کہ آپ کی رسالت ونبوت دائمی ہے اور اس میں آپ کی غایت درجہ تعظیم پائی جاتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول اس کے منافی نہیں کہ آپ شریعت محمدیہ پر ہوں گے باوجود اس کے کہ انہوں نے سب سے آخر آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی۔

---

[1] پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب آیت ۴۰۔

بعض نے کہا کہ اہل بصائر فرماتے ہیں کہ شرع و دین کا مقصد مخلوق کو حق کی دعوت، جائز اور بہتر معاش اور معاد کی راہنمائی کرنا اور ان امور کی اطلاع دینا جن سے ان کے عقول عاجز ہیں۔ اور دلائل قاطعہ کی تقریر ہے ان تمام امور پر شریعت مطہرہ مشتمل اور ان کی متضمن ہے۔ ان امور کو ایسے احسن طریقہ سے بیان کیا کہ جس سے مزید وضاحت کی گنجائش ہی نہیں رہتی قرآن مجید اس کی شہادت دے رہا ہے۔ ترجمہ در

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے
لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا[1] لیے اسلام کو دین پسند کیا"

لہٰذا آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہی نہیں رہتی لہٰذا آپ پر نبوت ختم ہوئی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ان کا آپ کی ملت بیضا کا تبع ہونا بھی آپ کی نبوت کی تاکید و تائید کرتا ہے۔

خاتم کی تشریح شیخ عبدالجلیل قصری کی شعب الایمان میں اس اسم پاک (خاتم الانبیاءؑ) کی تشریح میں درج ہے کہ ختم یختم ختما کا معنی ہے طبع مہر لگانا ختم کا معنی طبع ہے ہر شے کا خاتم سب سے آخری ہوتا ہے۔ خاتم بالفتح وہ چیز خاتم پر رکھی جاتی ہے مثلاً وہ مٹی جس کے ساتھ خاتم بنائی جاتی ہے اسی طرح محاورہ ہے ختم زرعہ یہ اس پر مستعمل ہوتا ہے جو پہلے ڈول سے پانی کاشت اور فصل کو دیا جائے گویا کہ اس نے اول میں ایسا پانی دیا جو آخر تک کافی رہا یہ تمام اوصاف مصطفےٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہیں اور تمام مخلوق پر فضیلت و برتری حاصل ہے جب تو ختم بمعنی طبع کہے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر مُہر لگا دی ان اوصاف کے ساتھ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے۔ وہ دیگر کسی فرد کو مل سکتے ہی نہیں۔ اور جب ختم بمعنی ختم زرعہ اے ستاہ اول سقیۃ کے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت میں

---

[1] پارہ نمبر ۶، سورت المائدہ، آیت ۳۔

تمام سابق درجات موجود ہیں اور مخصوص فضائل کے مقادیر مخفی ہیں جس سے تمام اولین و آخرین پر فوقیت رکھتے ہیں یعنی نبوت کا جو حصہ پہلے کسی نبی کو حاصل ہے وہ آپ کی ہی نبوت کا حصہ ہے۔

اور جب خاتم بفتح تاء ہو یعنی مایوضع علی الخاتم الی الطین الذی یختم بہ تو اس کا مطلب ہوگا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ برتن اور ظرف ہیں جس میں تمام اجزائے نبوت رکھے گئے ہیں اور اس سے دوسروں کو اجزا دیئے گئے جتنے کے وہ متحمل تھے اور جمیع کے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی متحمل نہیں ہو سکتا جب تمام اجزائے نبوت کے آپ جامع ہیں تو خاتمیت بھی کمال درجہ کی ہوگی۔ جیسا کہ خط وغیرہ لکھنے اور اسے لپیٹنے کے بعد اس پر مُہر لگا دی جاتی ہے۔ جو کچھ اس میں ہو اسے چھپا دیا جاتا ہے۔ آپ کے سوا کسی اور کو خاتم نہیں بنایا گیا کہ وُہ درجہ غایتِ کمال تک ترقی نہ کر سکا۔

خاتم الانبیاء کا دوسرا معنی

پھر فرمایا ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاتم بکسر تاء (بر وزن فاعل صیغہ اسم فاعل کا ہو) تو معنی ہوگا آخر اور رُوح معنی اس میں یہ ہے کہ وہ شے کا اتمام اور اس کا کمال ہے اگر وہ نہ ہو۔ تو شے میں نقص ظاہر اور واضح ہو جائے لہٰذا ہمارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکمیل و تمام کرنے والے ہیں کہ رُوحِ معنی کو وہ درجہ و کمال حاصل کیا کہ اس سے زیادہ اب تکمیل تمیم ہو ہی نہیں سکتی۔

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کے فضائل کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرمایا کہ مجھ پر نبوت ختم ہو گئی اور میں خاتم النبیین ہوں اور یہ آپ نے مدح و تعریف کے طور کلمات ارشاد فرمائے۔

تیسری وجہ

ختم نبوت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام ایک ایک وقت میں کئی کئی تشریف لاتے رہے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے اس کے باوجود تمام لوگوں کو تبلیغ پہنچی اور بہت کم لوگ ایمان لائے لیکن محبوب رب العالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم تنہا تشریف لائے کوئی دوسرا نبی مدد کے لیے نہیں آیا۔ آپ تنہا ہی تبلیغ حق کے لیے کمربستہ ہوئے دنیا کے کونے کونے تک تبلیغ کی آواز پہنچ گئی اور آپ کی کثرت

میں لوگ ایمان لائے پہلے جمیع انبیا کے اُمتی ملا کر بھی اتنے نہیں بنتے یہ ایسا فضل وکمال ہے جس کے قریب بھی کوئی دوسرا کمال نہیں پہنچ سکتا تو یقیناً آپ خاتم الانبیاء ہوئے خاص عام کو مستلزم ہوتا ہے بغیر عکس کے۔

اسمِ گرامی الداعی کی شرح

امام فاسی کے جواہرات سے اسم الداعی کی توضیح ہے۔ اس کے معنی میں دو احتمال ہیں۔

نمبر۱ جسے اللہ تعالیٰ بلائے تو وہ جواب دے اور اس کی طرف مائل ہو یا اس کی عبادت میں معروف ہو جائے جس کی طرف یہ آیت مشیر ہے۔

وَاَنَّهٗ قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ — ترجمہ: اور یہ کہ اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا
كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قُلْ — ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں
اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ۔ الآیۃ[۱] — تم فرماؤ میں تو اللہ کی بندگی کرتا ہوں۔

دوسرا معنی ہے کہ مخلوق کو خالق کی طرف بلانا تاکہ وہ اس کے احکامات پر عمل کریں جس کی طرف اس آیت سے اشارہ ملتا ہے۔

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ[۲] — ترجمہ: اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاٰمِنُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ[۳] — ترجمہ: اور اللہ کے منادی کی بات سنو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَی اللّٰهِ[۴] — ترجمہ: تم فرماؤ یہ میری راہ ہے اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

نیز فرمایا:

وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ[۵] — ترجمہ: حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے اللہ پر ایمان لاؤ۔

ایضاً فرمایا:

وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ[۶] — ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف بلاؤ

---

[۱] پارہ ۲۹، سورۂ جن، آیت ۱۹، ۲۰۔ [۲] پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، ایت ۴۶ [۳] پارہ ۲۶ سورہ احقاف، آیت ۳۱۔ [۴] پارہ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۱۰۸۔ [۵] پارہ ۲۷، سورہ الحدید، آیت ۸۔ [۶] پارہ ۲۰، سورہ قصص، آیت ۸۷

مزید فرمایا :۔

وَادْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ۔[1] ترجمہ: اور اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقادیر پیدا کرنا چاہا تو زمین و آسمان سے قبل مخلوق کو حباب کی مانند صورتوں میں تخلیق کیا اور اپنی ملکوت اور جبروت کی توحید میں منفرد تھا تو اس کے نور سے ایک نور جدا ہوا اور اس کا ایک حصہ خوب چمکا اور بلند ہوا پھر ان صور خفیہ کے وسط میں جمع ہو گیا تو وہ ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اَنْتَ الْمُخْتَارُ الْمُنْتَخَبُ۔ ترجمہ: تو مختار منتخب نبی ہے۔

تیرے پاس میرا نور اور میری ہدایت کا خزانہ امانت ہے تیری وجہ سے ہیں۔ میں وادیوں کو ہموار کروں گا پانی رواں آسمان کو بلند کروں گا۔ ثواب عقاب جنت اور دوزخ بناؤں گا۔ پھر اللہ نے اسے اپنے غیب میں مخفی کر دیا اور غیب اس کے علم میں مستور ہے پھر جہاں بنانے زمانے کو دراز کیا پانی رواں کیا مکھن کو جوش دلایا اور ہوا چلائی تو اس کا عرش پانی پر تھا پھر پانی پر زمین کی سطح بنائی تو اسے اپنی اطاعت کی طرف بلایا تو اس ایقان نے لبیک کہا۔ پھر فرشتوں کو اپنے نور سے بنایا اور اپنی توحید کو نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مقرون کیا۔ تو آپ کی نبوت زمین پر بعثت سے قبل آسمانوں پر مشہور تھی۔ تو جب آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کو ملائکہ پر برتری بخشی اور حضرت آدم علیہ السلام کو وہ علم اسماء اشیاء جو اللہ تعالیٰ نے بالخصوص دیا تھا وہ ملائکہ کو بتایا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو محراب، کعبہ، دروازہ اور قبلہ بنا دیا جس کی طرف ابرار صاحب روحانیت اور انوار نے سجدہ کیا۔ پھر جناب آدم علیہ السلام کو مسجود اور امام ملائکہ بنانے کے بعد اس امانت پر متنبہ اور امانت کے خطرے سے آگاہ کیا پس حضرت آدم حالت نبوت و امانت میں خیر سے محفوظ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس نور کو میزان کے تحت ہمیشہ مخفی رکھا یہاں تک کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں

---

[1] پارہ ۱۴، سورہ النحل، آیت ۱۲۵۔

جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے لوگوں کو ظاہراً و باطناً ہر طرح سے دعوت دی۔ اعلانیہ اور خفیہ طور پر انہیں سمجھایا ظہور دنیا سے قبل والے عہد و وفا کو نہ بھول لیئے پس جس نے اس نور متقدم سے قبل حصّہ لے لیا تھا۔ جسے اس راز کی ہدایت نصیب ہوگئی اور اس کا واضح اور روشن ہے۔ اور جو غفلت میں رہا وہ ناراضگی کا مستحق ٹھہرا۔

شیخ ابو محمد عبدالجلیل قصری نے اپنی شعب میں تجھے بتا دیا کہ ہمارے پیارے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کی تخلیق سے قبل نبوت عطا ہو چکی تھی تو آپ کی روح نے مخلوق کو خلقت ارواح اور انوار کے ابداع و خلق کے وقت اللہ کی طرف بلایا جس طرح آخر میں آپ کے جسد اقدس نے مخلوق کو حق کی طرف دعوت دی۔ اسی لیے فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور
لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ [1] الآیہ۔ تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔

تو کل مسلمان ہو گئے۔ لہٰذا آدم الارواح اور ان کے سردار بنے جس طرح حضرت آدم ابوالبشر ہیں۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھو۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے
عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو
نَذِیْرًا [2]

عالمون وہ تمام مخلوق ہے تو آپ نے تمام مخلوق کو ڈر سنایا تو اولیت و آخریت میں تمام آپ کے ساتھ ایمان لائی اور نور مبارک جمیع عالم میں صلب طاہر سے دوسری پاک پشت کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

شیخ تاج الدین سبکی نے اس معنی میں بہت طویل کلام کیا ہے۔ پھر فرمایا اس پر ہمارے پاس احادیث ہیں۔

پہلی حدیث:

بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ كَافَّةً۔ ترجمہ: میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

---

[1] پارہ ۳، سورت بقرہ، آیت ۸۱۔ [2] پارہ ۱۸، سورۃ الفرقان، آیت ۱۔

جس سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ کا زمانہ قیامت تک ہے۔ الناس میں اولین و آخرین سب کو شامل ہے۔

دوسری حدیث :-

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۔ ترجمہ:- میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس سے ہمیں یقیناً معلوم ہو گیا نبوت وصف ہے جو کہ ذات سے زائد ہوتی ہے۔ انتہیٰ

شیخ ابوعثمان فرغانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابتداء سے انتہا تک حقیقت میں کوئی داعی نہیں مگر حقیقتِ محمدیہ جو کہ جمیع انبیا کی اصل ہے اور وہ اجزائے حقیقت کے اور تفاصیل کی مانند ہیں تو ان کی دعوت من حیث الجزئیۃ اور نائب ہونے کی حیثیت سے ہے اور آپ کی دعوت کل کی اجزا یا کل کی جزئیات کے لیے ہے اور اس کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ[1] ترجمہ:- اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر سارے انسانوں کے لیے۔

تمام انبیا بمع رُسل ان کی تمام اُمتیں اور تمام اولین و آخرین کَافَّةً لِّلنَّاسِ میں داخل ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصل اور حقیقت میں داعی ہیں اور جمیع انبیاء و مرسلین آپ کی اتباع اور نیابت میں مخلوق کو حق کی طرف دعوت دیتے رہے۔ (انتہیٰ)

قصیدہ بردہ میں ہے۔

وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا ۔ فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

ترجمہ: تمام معجزات جو انبیا علیہم السلام لے کر آئے وہ آپ کے نور سے انہیں ملے۔

فَإِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا ۔ يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

تحقیق آپ فضل و شرف کے سورج ہیں اور انبیا علیہم السلام ستارے ہیں جو لوگوں کو تاریکیوں میں روشنی عطا فرماتے رہے ہیں۔

---

[1] پ ۲۲، سورہ سبا، آیت ۲۸ ۔

شیخ محمد فاسی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی مَدْعُوٌّ ہے۔

آپ کا اسم گرامی مدعو
پہلا معنی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام نامی مدعو ہے۔ یعنی بُلایا ہوا۔ جتنے بھی پکارے گئے ان میں سے سب سے اعلیٰ واشرف طریق سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں کہیں بھی آپ کو اصل نام سے مخاطب نہیں کیا گیا۔ بلکہ یا ایھا النبی یا ایھا الرسول وغیرہ جیسے افضل ناموں سے خطاب کیا گیا اور آپ کی اُمت کو بھی تشریفی خطابات سے مخاطب کیا گیا مثلاً یا ایھا الذین آمنو اور پہلی اُمتوں کو یاایھا المساکین کے الفاظ سے، اور ان دونوں خطابات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

دوسرا معنی یا اس سے آپ کو آسمان کی طرف بُلانا مُراد ہے کہ جبریل امین علیہ السلام آپ کو آسمان کی طرف لے گئے۔

تیسرا معنی یا اس سے مُراد معراج میں بُلانا ہے نور میں چلے تو ستر ہزار حجاب اُٹھ گئے جس کا ایک حجاب دوسرے حجاب سے مختلف ہے۔ نہ کسی ملک یا انس کی جس وہاں تک نہیں پہنچ سکتی جیسا کہ ابن سبع نے اپنی شفا میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ انتہائی بلندی سے ندا آئی کہ۔

اُدْنُ یَاخَیْرَ الْبَرِیَّۃِ اُدْنُ یَا اَحْمَدُ اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ۔ ترجمہ: اے مخلوق سے افضل قریب آئیے احمد قریب آئیے محمد قریب آئیے۔

چوتھا معنی یا اللہ تعالیٰ سے بقا مراد ہے جیسا کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے بیہقی نے روایت کیا کہ جبریل امین کا قول ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ۔ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

یہ ملک الموت نے آپ کو دنیا میں رہنے کا اختیار دیتے وقت کہا تو حضور علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے عزرائیل جس کا تجھے حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجیے۔

بیہقی۔ نے کہا کہ ان اللہ اشتاق الی لقائک کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی لقا کا ارادہ

کیا ہے آپ دنیا سے معاد کی طرف پلٹ آئیں اس میں آپ کی کرامت وشرافت بدرجہ اتم ہے۔

پانچواں معنی یا اس کا معنی ہے آپ کو مخلوق کی شفاعت کی طرف بلانا کہ مخلوق آپ سے شفاعت کی طلب گار ہوگی اور خالق سے اس کے اذن واجازت کی طرف بلاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۔ ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے

چھٹا معنی اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اس وقت آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کرنا مقصود ہے۔

اِرْفَعْ رَاْسَکَ یَا مُحَمَّدُ وَ اشْفَعْ (الحدیث) ترجمہ: اے محمد سجدہ سے سر اٹھائیے اور سفارش کیجئے۔

دوسری حدیث جسے طبرانی نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا۔ ابن مندہ نے کہا اس کی صحت پر اتفاق ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَدْعُوٍّ یَوْمَ یَجْمَعُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَیَحْمَدُ اللّٰہَ وَیُثْنِیْ عَلَیْہِ ۔ ترجمہ: بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے قبل پکارے جائیں گے۔ جب تمام مخلوق ایک جگہ جمع ہوگی تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کریں گے۔

ساتواں معنی یا اس سے مراد جنت کی طرف ہے کہ آپ سب سے قبل جنت کی طرف بلائے جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

شیخ محمد فاسی کے جواہرات میں ہے آقا علیہ السلام کا اسم پاک مفضل ہے۔

اسمِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مُفضل

حضور علیہ السلام کے اسم پاک مفضل کی شرح میں لکھتے ہیں یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے جس کو دیگر پر فضیلت دی جائے اور اسے فاضل بنایا جائے اس میں کوئی خفا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف وبزرگی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کہ تمام مخلوق سے بہتر خصوصاً انبیاء ورسل اور ملائکہ سے ممتاز ہیں اور اس

لہ پ ۳، سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۵

میں کوئی شک نہیں۔

شیخ ابو عبداللہ بھی فرماتے

ملائکہ اور انبیاء و رسلانِ عظام سے افضل ہونے کی دلیل

ہیں کہ ملائکہ سے افضل ہونے پر دلیل نقل صحیح پر اجماع ہے۔ لیکن انبیاء و رسلانِ عظام علیہم السلام سے افضل ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی دلیل

قرآن کریم میں ہے کہ :

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[1] ترجمہ : تم بہتر ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

یہ آیت آپ کی اُمّت کے تمام اُمّتوں سے افضل ہونے پر نص ہے۔ اور اُمّت کی افضلیت نبی کی افضلیت اور برتری سے ہوتی ہے لہٰذا آپ علیہ السلام خیر الانبیاء ہونا ثابت ہو گیا

دوسری دلیل

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ۔

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ ترجمہ : میں اولادِ آدم سے افضل ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

سوال اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اولادِ آدم پر برتری ہے اور خود آدم علیہ السلام اس میں شامل نہیں۔

جواب نمبر ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں اور ادباً آپ نے ذکر نہیں فرمایا

نمبر ۲۔ وَلَدِ آدم سے تعمیم مراد ہے تمام جنس انسانی مراد ہے۔

نمبر ۳۔ اس حدیث سے حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم پر سیادت ثابت ہے۔

تیسری دلیل کامل دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ذات میں کامل اور غیر کو مکمل کرنے والی

---

[1] پارہ ۴، سورۂ آل عمران آیت ۔ ۱۱۰ ۔

نہ ہو دوسری غیر کو بھی تکمیل دینے والی اور دوسرا افضل ہے پھر جس کے ساتھ دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے وہ علم ہے یا عمل۔

تمام مراتب علم سے اللہ کے متعلق علم جسے علم باللہ کہتے ہیں افضل ہے تمام اعمال سے افضل عمل طاعتِ الٰہی ہے جس کی ان دونوں کے لحاظ سے تکمیل ہوگی۔ وہ سب سے افضل ہوگا۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں کامل ومکمل ہیں کیونکہ آپ جامع کلمہ والے اور محیطِ رسالت کے مالک ہیں۔ جس طرح کہ آپ کی اُمت میں ظاہر ہوا اور علم باللہ اور اعمال کو ان میں نشر کیا جیسا کہ نماز، زکوٰۃ اور حج سے عیاں ہوا جو کہ دوسروں سے ممکن نہ تھا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ آپ اعلیٰ کمال اور تکمل کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جو بھی اعلیٰ کمال وتکمیل کے ساتھ مخصوص ہو وہ افضل ہوتا ہے لہٰذا آپ تمام مخلوق اور انبیاء سے افضل وبرتر ہوئے یہ بُرہان جلی اور بدیہی ہے کہ اس کا واسطہ علم اور وجود میں علت ہے۔ اس کے مقدمات ہم نے اُوپر تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔

محدث کے دلائل احادیث ہوتی ہیں جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔

صوفیائے کے نزدیک افضلیت پر دلیل

صوفی سابقہ دلائل ذکر کرتا ہے۔ اور مزید بھی بیان کرتا ہے جو ہر لحاظ سے مفید اور فائدہ پہنچانے والا ہو وہ فائدہ حاصل کرنے والے سے اعلیٰ ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے فائدہ دینے والے ہیں کہ آپ کے نُور سے تمام انوار نکلے جس طرح کہ خود آپ نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیْئٍ۔ ترجمہ: سب سے پہلے اللہ نے میرے نُور کو تخلیق کیا اور میرے نُور سے سب مخلوق کو پیدا ہوا۔

۱؎ برہان کہتے ہیں جس کے تمام مقدمات یقینی ہوں اس کی دو اقسام ہیں۔ برہان انی۔ برہان لمی۔ معلول سے علت کی طرف استدلال ہو۔ اور لمی۔ علت سے معلول کی طرف استدلال ہو۔
برہان کے مقدمات اگر نظری ہوں تو یہ بھی نظری ہوتا ہے۔ مقدمات اگر بدیہی ہوں تو برہان بھی بدیہی ہوتا ہے۔ (مترجم)

انوار کی دو اقسام ہیں طبیعیہ اور روحانیہ روحانیہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ علوم اور اخلاق بلاشک وشبہ آپ کے علوم اور اخلاق سے مخلوق نے علوم واخلاق کا استفادہ کیا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] ترجمہ: بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے۔

اور فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[2] ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

اسی لیے آپ نے فرمایا:۔

اَنَا يَعْسُوْبُ الْاَرْوَاحِ اَصْلُهَا۔ ترجمہ: میں ارواح کی اصل ہوں۔

اور فرمایا:۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (صفحہ ۱۹۷) ترجمہ: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے۔

خلاصہ مرام کہ آپ صاحب وسیلہ، درجہ رفیعہ، اور صاحب مقام محمود ہیں۔ ان سب کی بنا اسی پر ہے کہ تمام کی ابتدا آپ سے ہیں اور آپ کی وہ خاصیت ہے جس کی حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

يَا اَبَا بَكْرٍ وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَمْ يَعْلَمْنِيْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّيْ۔ ترجمہ: اے ابوبکر! میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اسی فضیلت وشرافت کی وجہ سے اولوالعزم پیغمبروں نے آپ کے امتی ہونے کی التجا کی۔ جیسے ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام جو حدیث شریف میں انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی ممانعت آئی ہے۔ محققین کے نزدیک وہ خصائص اور قیاس کے ساتھ تفصیل پر محمول ہے کہ یہ تفصیل کے متقاضی نہیں بلکہ وہ محض اللہ کے فضل اور اس کے

---

[1] پارہ ۲۹، سورۃ القلم آیت [2] پارہ ۱۷، سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷۔

اختصاص کے ساتھ جو اس کی مشیت ابدی ازلی کے حکم پائی گئی ۔ کسی علت سے نقص و کمی یا کوئی سبب فاضل پایا گیا اور مفضول میں موجود نہ ہو۔ ایسی کوئی بھی وجہ نہیں کیونکہ ہر نبی نے اللہ کے احکام کی کماحقہ تعیل کی اور اس میں ذرہ برابر تقصیر نہیں کی لہذا شرف و فضیلت دلائل سمعیہ سے ہوگی جو کہ قرآن حکیم میں موجود ہے ۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ ۱؎	ترجمہ: اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی ۔

دیگر مقام پر فرمایا :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ (وَهُوَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام) وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۲؎ (وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ۔	ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا ۔

آپ کی افضلیت مسلمہ اور متفق علیہ ہے

تو آپ کی فضیلت مسلمہ ہے کسی امام نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ آپ کی افضلیت پر اتفاق کے بعد اس میں سلسلۂ گفتگو دراز کیا ہے کسی کا بالخصوص نام ذکر کر کے فضیلت بیان کرنی چاہیئے یا نہیں؟ ادب کے تقاضا اور اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اس طرح بیان نہیں کرنی چاہیئے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے موسٰی علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، کوئی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متّٰی سے افضل ہوں ۔ یہی مختار قول ہے اور دونوں دلیلوں پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔
شیخ محمد فاسی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں سے ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْمَكَانِ وَالْمَشْهُوْدِ

۱؎ پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۵۵ ۲؎ پارہ ۳، سورۂ بقرہ آیت ۲۵۳۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْمَکَانِ الْمَشْھُوْدِ "اے اللہ! مکان مشہود کے صاحب پر درُود بھیج"۔ ہے مشہود شَھِدَتِ الشُّھُوْدُ سے حَضَرَ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے حاضر ہونا۔ مشہود کا معنی حاضر شُدہ۔

صلاۃ سیدنا زین العابدین بن حسین بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ میں ہے کہ صاحب محفہ مشہود کی وجہ تسمیہ میں یہ احتمال ہے کہ یہ اس مکان کی طرف اشارہ ہو جہاں شب معراج عرش کے نیچے ٹھہرے اور اقلام کی آواز سماعت فرمائی وہ ایسا مکان ہے جہاں آپ کے سوا کوئی نہیں حاضر ہوا۔

یا اس سے مُراد وُہ مقام ہے جس میں اوّلین و آخرین آپ کی ثنا کریں گے تو وہ اس مقام کا مشاہدہ کریں گے۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے۔

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۱ ترجمہ: اور وہ دن حاضری کا ہے۔

یعنی اس میں حساب کے لیے اوّلین و آخرین سبھی یکجا و جمع ہوں گے۔

یا اس سے مُراد عرش و کُرسی پر آپ کا بیٹھنا ہے یا عرش کی داہنی جانب آپ کا کھڑا ہونا مُراد ہے۔

یا اس سے مُراد بُراق پر سوار ہو کر ستّر ہزار ملائکہ کی جلو میں حشر میں تشریف لانا اور آپ پر جنّت اعلیٰ کا بہترین لباس ہو گا۔ آپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ آپ کے دستِ اقدس میں لوائے حمد ہو گا۔ اس دن آپ انبیاء کے امام، خطیب اور قائد ہوں گے۔

یا اس سے مُراد آپ جبریل امیں اور خالق تعالیٰ کے درمیان ہوں گے جسے دیکھ کر تمام اہلِ محشر غبطہ کریں گے۔ یا اس سے مخلوق اور خالق کے درمیان آپ کا وسیلہ و واسطہ ہونا مُراد ہے۔ کہ جنت میں آپ کے واسطہ کے بغیر کوئی نہیں جا سکے گا۔ آپ ایک جگہ کھڑے ہو کر تمام اہلِ محشر کو مشاہدہ فرما رہے ہوں گے اور تمام آپ کو دیکھ رہے ہوں گے۔

یا آپ کے اسم پاک صاحب المحشر کی طرح ہو جب ہم مکان کا نام ہونے پر محمول کریں۔ تو مکان مشہود محشر ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

---

۱ پ ۱۲ سورت ہود آیت ۱۰۳

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ[1] ترجمہ: وہ دن حاضری کا ہے۔

لیکن آپ کو اسم پاک میں صاحبِ محشر لیں گے تو اس سے مُراد حاشر (بمعنی اسم فاعل کے ہوگا) یہ سب آخرت میں ہوگا۔

اس سے آپ کا اس ظاہری دُنیا کا مکان مُراد ہو کہ وہاں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ جس طرح ابن مُبارک اپنی کتاب فائق اور ابو نعیم نے حلیہ میں کعب احبا سے روایت کیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے تو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا تو حضرت کعب نے کہا کہ فجر کے وقت ستر ہزار ملائکہ اُترتے ہیں اپنے پَروں سے روضہ پاک کو ڈھانپ لیتے ہیں اور شام تک درُود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح شام کو اور ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں جو صبح تک اسی طرح صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور جب قبر سے نکلیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے موجود ہوں گے۔

اس سے آپ کی قبر انور بھی مُراد لی جاسکتی ہے کہ وہاں لوگوں کی حاضری اور فرشتوں کی حاضری ہوتی رہتی ہے یہ صرف آپ کی قبر انور کے ساتھ مخصوص ہے۔ دیگر انبیاء میں سے کسی کی قبر کی تعین صحیح نہیں۔

یہ احتمال بھی ہے جس کی طرف حسن بصری علیہ الرحمہ نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کے ساتھ مختار کیا۔ آپ پر کتاب اُتاری۔ تمام مخلوق کے لیے رسُول بنایا۔ پھر دُنیا میں وہ جگہ عطا کی جسے اہلِ دنیا دیکھے اور قوت عطا فرمائی۔ پھر فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[2] ترجمہ: بے شک تمہیں رسُول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

یا اس سے مُراد وہ مقام جو دنیا و آخرت میں آپ کا ہے۔ یہ سب آپ کو شامل ہے۔ یہ تمام احتمالات درست ہیں کچھ لفظ کے قریب ہیں اور کچھ بعید۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] پارہ ۱۲ سورہ ہود آیت ۱۰۳

[2] پارہ ۲۱، سورہ الاحزاب، آیت ۲۱۔

شیخ محمد فاسی علیہ الرحمۃ کے جواہرات میں سے اس درود شریف کی تشریح ہے۔ درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ وَمَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعُرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَ اِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَ طَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ اَلْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ اِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِيْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُوْرِ ضِيَائِكَ صَلَاةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلَاةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

ترجمہ: اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے انوار کے سمندر تیرے اسرار کی کان تیری حجت کی زبان تیرے ملک کی دولہن (دولہا) تیری بارگاہ کے امام تیرے ملک کے طراز (کپڑا، عربی)۔ رحمت کے خزانہ۔ تیری شریعت کی راہ تیری توحید سے لطف اندوز ہونے والے وجود کی آنکھ کے پیوٹے۔ ہر موجود کا سبب۔ تیری مخلوق کے سرداروں کے سردار، تیرے نور کے پہلے ضیا حاصل کرنے والے ہیں۔ ان پر ایسا درود جو تیرے دوام کے ساتھ دائمی رہے تیری بقا کے ساتھ باقی رہے تیرے علم کے سوا اس کی کوئی انتہا نہ ہو۔ ایسا درود بھیج جو تجھے اور انہیں پسند ہو، اور بہت پسندیدہ درود ہماری طرف سے بھیج اے ساری کائنات کے پالنے والے۔

طراز علم الثواب (کپڑا) ملک کو کپڑے سے اس کے بننے اس کی تحسین و تزئین کی وجہ سے تشبیہ دی لازم کے اثبات سے جو کہ طراز ہے۔ کی دلیل سے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مستعار ہے کہ آپ جامع زینت ہیں کپڑے کے طراز اور زینت کی طرف آنکھیں مشتاق ہوتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجودِ عالم کے لیے اللہ کی زینت ہیں۔ کائنات کی روح، سرِ بہجت، نور اور اس کی زادت ہیں۔ صلاۃ مفردہ میں ہے۔

آگے فرمایا :۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ [1] ترجمہ : یا ان کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں۔

دونوں آیات میں مختلف اقسام و انواع اور کثرت سے مال و متاع ارزاق حسیہ و معنویہ جمع ہوگئیں۔

ابن عطیہ کہتے ہیں والخزائن رحمت کے لیے استعارہ ہے گویا کہ آپ ایسی جگہ میں جہاں وہ تمام ذخائر موجود ہیں جن کو بشر محتاج ہے جو رحمت میں خطاب کیا گیا مختلف لحاظ سے۔

وطریق شریعتك۔ وہ راہ جو شریعت کی طرف پہنچانے والی ہے آپ سے احکام اوامر و نواہی حاصل ہوتے ہیں۔ کہ آپ نبی و رسول تیرے مترجم اور تیرے احکام مخلوق تک پہنچانے کے لیے وسیلہ ہیں۔

المتلذذ لذت اس کا معنی معلوم ہے۔ بتوحیدك اس چیز کے ساتھ جو تیری توحید پر دال ہے۔ قول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وغیرہا سے اس کا معنی ہوگا کہ آپ توحید الٰہی پر شیفتہ ہیں۔ اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور یہ آپ کی عادتِ کریمہ تھی۔ یہ لوگوں کے اسلوب بیان کے مطابق ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کے ذکر سے لذت اندوز ہوتا ہے اور ایک ان میں سے اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ یقیناً میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ تیرے ذکر سے لطف حاصل کرتا ہوں۔ تیرے کلام سے خوش ہوتا ہے۔ اگر توحید کو ایمان باللہ کے امر بالحق کا ذات صفات اور افعال کے ساتھ افراد جدا کرنا۔ پر محمول کیا جائے تو یہ صحیح نہیں اس سے مراد آپ کی وصف اس کے مطلق وجدان لذت کا ادراک ہوگا۔ کہ اگرچہ بعض اقویاء امت کو یہ لذت حاصل ہے مگر وہ آپ کے حق میں قلیل اور آپ کے مقام سے تنزل کے مترادف ہے تو آپ ایسی صفت سے کیسے موصوف ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے امر خاص اس سے زائد ہیں یا تو باب تفعل برائے کثرت ہوگا اور کثرت بھی آپ کی شان

---

[1] پ ۲۳، سورۂ ص، آیت ۹

کے مناسب یا اس میں خاصہ صیرورت ہوگا جس طرح تحجر کا معنی ہے کہ وہ پتھر بن گیا تو پھر اس کا معنی ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین لذت ہو گئے اس میں اشارہ ہے کہ آپ توحید میں ایسے نبٹے گئے۔ کہ غیر کا شعور تک نہ رہا یہ وجہ آپ کے ساتھ ہی مخصوص ہے مخلوق میں سے کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی بلکہ ہر ایک کو اس کے حال کے مطابق نصیب ہوئی۔ واللہ اعلم۔

انسان عین الوجود جس پر انسان کی مدار ہے اور اسی کے ساتھ ہی دیکھ سکتا ہے۔ انسان العین وہ مثال کہ اس کی سیاہی میں سے دیکھتا ہے اور اسی کے ذریعے نظر آنکھ کے وسط عدسہ کی مقدار ہے۔ اسے ذباب العین کہا جاتا ہے۔ جس طرح انسان یعنی آنکھ کی سیاہی آنکھ کا سِرّ اور اس کی زینت ہے اس کے ذریعہ جسم اپنے منافع تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اپنی جائے رشد تک رسائی حاصل کرتا ہے اگر یہ نہ ہو تو آنکھ میں نور ہو اور نہ ہی دیکھ سکے جسم ایک شبح بغیر روح کے اور صورت بغیر معنی کے ہو اس لیے نابینا مردہ ہے اگرچہ قبر میں داخل نہیں ہوا۔ اسی طرح سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم روحِ کائنات اس کی حیات اور اس کے موجود ہونے کا راز اور سِر ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات میں نور ہوتا اور نہ دلالت ہدایت بلکہ وہ ہمیشہ متلاشی ہی رہتا اور اسے وجود نصیب نہ ہوتا جس طرح سیدی عبدالسلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چیز اس کے ساتھ معلق ہے اگر واسطہ نہ ہوتا تو وہ ختم ہو جاتے۔ جس طرح الموسوط (واسطہ بنایا ہوا) کہا گیا ہے۔

سیدی علی بن وفا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رُوحُ الْوُجُوْدِ حَیَاۃُ مَنْ هُوَ وَاجِدٌ	لَوْلَاہُ مَا تَمَّ الْوُجُوْدُ لِمَنْ وَجَدَ
وجود کا روح صاحبِ وجود کے لیے زندگی ہے۔	اگر یہ نہ ہوتا صاحب الوجود کا وجود مکمل نہ ہوتا۔

اپنی صلاۃ میں کہا۔

نُوْرُ کُلِّ شَیْءٍ وَهُدَاہُ وَسِرُّہٗ	ہر شے کا نور اور اس کی ہدایت ہر راز
کُلِّ سِرٍّ وَسَنَاہُ۔	کا راز اور اس کی اصل۔

پھر فرمایا کہ انسان مظاہرِ الٰہیہ کا عین ہے اور لطیفہ بارگاہ قدسیہ سے جو ہمیں حاصل ہوا۔ امداد کی مدد اور وجود کا بھی وجود احاد کا واحد اور وجود کا بہتر تیرا بہتر اور راز جو کہ

منزہ ہے۔ عالم کی تمام جزئیات وکلیات علویات سفلیات جو ہر وعرض اور وسائط میں سرایت کیے ہوئے ہے پھر فرمایا کہ میں اس کے کثیر سر و راز معلوم کرتا ہوں ایک سر اس عالم بود میں ہے اور اس کا معنی حسین پیشانیوں میں روشن ہے۔

شیخ شمس الدین عبدوسی نے صلاۃ میں کہا۔ جو دکلی وجزئی کے سر کے مظہر وجود علوی و سفلی کی آنکھ کی پتلی کونین کے جسم کی روح اور حیاتِ دارین کی آنکھ۔

اور بعض نے فرمایا۔

كُلُّ الْمَكَارِمِ تَحْتَ طَيِّ بُرُوْدِهٖ ۞ وَلَقَدْ اَضَاءَ الْكَوْنُ عِنْدَ وُرُوْدِهٖ

تمام اچھے اخلاق آپ کے ظہور سے ظاہر ہونے لگے۔ یقیناً آپ نے ظہور کے وقت عالم کو روشن کر دیا۔

وَالْبَحْرُ يَقْصُرُ عَنْ مَوَارِدِ جُوْدِهٖ ۞ اِنْسَانُ عَيْنِ الْكَوْنِ سِرُّ وُجُوْدِهٖ

سمندر آپ کی سخاوت کے مواقع سے قاصر ہے۔ جہاں کی آنکھ کی پتلی اس کے موجود ہونے کا راز ہے۔

وجود اصل میں مصدر رہے بمعنی اسم مفعول یعنی موجودیت اور اس پر الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے۔ یعنی وجود الکون عالم کا موجود ہونا اور اس سے مراد خود عین ذات ہے۔ حادث میں وجود عین موجود ہے۔ تمام متکلمین اہل سنت اور شیخ اشعری کے قول قدیم کے مطابق۔

والسبب فی کل موجود

اس کی دلیل حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث ہے۔ جو مسند امام عبدالرزاق میں مروی ہے کہ تمام مخلوق آپ کے نور سے تخلیق ہوئی ہے۔ اسی طرح حدیث ابی مروان طبنی جسے اپنے فوائد میں حضرت ابن عباس ابن عمر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو بیہقی نے اپنی دلائل میں روایت کی۔ اور حاکم نے اسے صحیح کہا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا فرمان:

لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔ ترجمہ: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

دوسری حدیث میں یوں روایت ہے کہ

لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ ترجمہ: اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا

سَمَاءً وَلَا اَرْضًا ۔ کرتا اور نہ زمین و آسمان کو۔

ابن عساکر نے حضرت سلیمان سے روایت کیا۔

قَالَ هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ لَكَ اِنْ كُنْتُ اتَّخَذْتُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا ۔

ترجمہ: راوی نے کہا کہ حضرت جبریل امین رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تو تجھے حبیب بنایا اور تجھ سے اپنے نزدیک زیادہ محترم کسی کو نہیں بنایا۔ میں نے دنیا و مافیہا کو اس لیے پیدا کیا کہ انہیں تیرے مرتبہ و مقام کا تعارف کراؤں جو کہ تیرا میرے ہاں ہے اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

امام بوصیری نے کہا۔

لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ ۔

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔

عَيْنُ اَعْيَانِ خَلْقِكَ ۔ عین کے کئی معانی ہیں ان میں سے ایک معنی آنکھ ہے۔ اس کی جمع اَعْيَان (بروزن افعال) اَعْيُنٌ (بروزن افعل) عُيُوْن (بروزن فعول) آتی ہیں۔ دوسرا معنی افضل شئی اور قوم کا بڑا۔ اعیانِ خلق سے مراد انبیاء، مرسلین، مقربین فرشتے اور تمام صالحین بندے ہیں۔

تو جس طرح مذکورہ بالا تمام مخلوق سے افضل، بہتر اور ان کے سردار ہیں نیز ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان کے وجود کا راز ہیں۔ اسی طرح رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل بہتر ان کے سردار اور ان کی آنکھ ہیں جن سے یہ حضرات دیکھتے ہیں۔ اور ان کے وجود کا راز ہیں یہ احتمال بھی ہے کہ مضاف (عین) بمعنی معانی مذکورہ (آنکھ

افضل القوم) اور مضاف الیہ (اعیان) بمعنی افضل اور کبیر القوم کے معنی میں ہو اور بہتر یہ ہے ۔ دونوں (یعنی عین اور اعیان) بمعنی آنکھ کے لیے جائیں۔ واللہ اعلم ۔

سیدی علی بن وفا فرماتے ہیں ۔

عِیْسٰی وَآدَمُ وَالصُّدُوْرُ جَمِیْعُهُمْ ۔۔۔ هُمْ اَعْیُنٌ هُوَ نُوْرُهَا لَمَّا وَرَدَ

حضرت عیسٰی اور آدم اور تمام سردار یعنی انبیا علیہم السلام سب آنکھیں ہیں اور آپ اُن آنکھوں کا نور ہیں ۔ اس لیے کہ یہ ثابت ہے ۔

شیخ ابو محمد عبدالحق بن سبعین صاحب الفتوح والاخلاص ہیں رقمطراز ہیں کہ آپ اعیان کی آنکھ تعینات (مخلوق) کا سر اسرار کا کنز و خزانہ اور تجلیات الٰہی کا آئینہ ہیں ۔

علامہ شیخ فاسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خلاصہ کلام اولیا اللہ کا کلام اس پر متفق ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تمام مخلوق پر ہے اور اللہ کا راز ارواح مخلوق پھیلا ہوا ہے اپنی خوشبو و عنبریں سمیت جو کہ مخلوق کی حیات اور زندگی ہے ۔

سیدی عبدالنور یعنی شریف عمرانی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ ابوالعباس صحامی کی معرفت ان کے شیخ ابو عبداللہ بن سلطان علیہ الرحمہ سے نقل کیا ۔

ابو عبداللہ بن سلطان کا خواب میں سرورِ عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونا

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے عرض کیا، میرے آقا اے اللہ کے رسول آپ انبیا و مرسلین اور ملائکہ کی مدد ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا میں ملائکہ، انبیا و مرسلین اور تمام مخلوق کی مدد ہوں اور میں اصل موجودات و مبدأ اور ان کا منتہی ہوں ۔ مجھ تک ہی ان کی انتہا ہے کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا ۔

دوسرا خواب میں نے ایک اور بار آقا علیہ السلام کے شرفِ دیدار سے مشرف ہوا تو میری زبان پر یہ جاری ہوگیا کہ میں آپ کو یوں سلام عرض کروں ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَیْنَ الْعُیُوْنِ یَا مَعْدَنَ السِّرِّ الْمَصُوْنِ ۔ ترجمہ: سرداروں کے سردار مخفی راز کی کان آپ پر سلام ہو ۔

المتقدم مِنْ نُوْرِ ضِيَائِكَ - نور اور ضیا مضاف مضاف الیہ ہیں۔ دونوں ہم معنی اور مترادف ہیں۔ (یہ اضافت بیانیہ ہے) بعض تقویت اور مبالغہ کے لیے یہی معنی قرین قیاس کے زیادہ قریب ہے۔ یہ احتمال بھی رکھتا ہے کہ اصل کی فرع کی طرف اضافت ہو تو معنی ہوگا نور یعنی ذات نور ضیاء اس کی شعاعیں جو منتشر اور پھیل رہی ہیں۔

امام اشعری علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے جو انوار کی طرح نہیں۔ روح نبویہ قدسیہ اللہ کے نور ایک شعاع اور لمعہ ہے اور ملائکہ ان انوار کے چنگارے اور شرارے ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور میرے نور سے تمام مخلوق کو تخلیق کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اس کے ہم معنی ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلی خلق بلا واسطہ آپ کی ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اسے الٹ دیا جائے یعنی ضیا نور الخ یعنی آپ کے نور کی روشنی۔ واللہ اعلم۔

نسخہ سہیلہ وغیرہا میں واقع ہے۔ المتقدم میم کے ساتھ۔ تَقَدَّمَ سے جو کہ تاخر کی ضد ہے اور بعض نسخوں میں المتقدح حا کے ساتھ عبارت موجود ہے یہ صلوٰۃ مفردہ میں واقع جس کی طرف پہلے اشارہ ہوچکا ہے۔ جس کا معنی ہے چقماق سے آگ نکالنے والا یا اس کا معنی ہے چلو بھرنے والا۔ اساس (لغت کی کتاب کا نام ہے) قدح النار من الزند واقتدحها۔ اس نے چقماق سے آگ نکالی۔ قدح المرقة واقتدحها اغترفها بالمقدحة۔ المقدحة اس نے چمچ سے شوربا نکالا۔ قدح الماء من اسفل البئر۔ اس نے کنوئیں کی گہرائی سے پانی نکالا۔ انتہی

ہماری نئی مطبوعات

میلادِ رسولِ اعظم ﷺ	مؤلف:۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی
جمال قرب الٰہی	مرتبہ:۔ سید غلام دستگیری زیدی نقشبندی
جمال ذکر الٰہی	مرتبہ:۔ سید غلام دستگیر زیدی نقشبندی
زہد کی حقیقت	مؤلف حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
مراقبہ کی حقیقت	مؤلف:۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
توبہ کی حقیقت	مؤلف حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
علم کی حقیقت	مؤلف:۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
تذکرۃ الروح	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
تذکرۃ الموت	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
تذکرۃ القبر	مؤلف:۔ حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی
علم و عرفان	مؤلف:۔ مولانا محمد شریف نقشبندی
عاشورہ	مؤلف:۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔ فون:۔ 7221953

ادارہ ضیاء القرآن کی طرف سے بچوں کیلئے
سبق آموز کہانیاں

کتاب	
امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن	مؤلف:۔ محمد اسلم فراق
دس اسلامی کہانیاں بچوں کیلئے	مصنف:۔ محمد اسلم فراق

فارسی ادب کی شاہکار کتب سے ماخوذ دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں بچوں اور بڑوں کیلئے یکساں مفید۔

کتاب	
مثنوی مولائے روم	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
قصص القرآن	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
کلیلہ ودمنہ	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
مرزبان نامہ	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
سندباد نامہ	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
شیخ عطار	مترجم:۔ رضا محمد قریشی
گلستان	مترجم:۔ رضا محمد قریشی